ملفوظاتِ حمیدیؒ

ترجمہ

ڈاکٹر عبدالغنی ایم اے پی ایچ ڈی

خواجہ غریب نواز حضرت سید غلام حیدر علی شاہ قدس سرہٗ العزیز

آستانہ عالیہ جلالپور شریف

Marfat.com

یا اللہ جل جلالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

خواجہ غریب نواز حضرت سید غلام حیدر علی شاہ قدس سرہٗ العزیز
کے ملفوظاتِ طیبہ نفحات المحبوب فی احیاء القلوب کا اردو ترجمہ

ملفوظاتِ حیدری شاہ

مؤلف:

صوفی نور عالم صاحب شمس پوری

ترجمہ:

ڈاکٹر عبد الغنی ایم اے پی ایچ ڈی

ادارہ حزب اللہ

آستانہ عالیہ جلالپور شریف (جہلم)

Marfat.com

یکے از مطبوعات آستانہ عالیہ جلالپور شریف

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب	ملفوظات حیدری
مصنف	صوفی نور عالم شمس پوری جہلمی
مترجم نثر	ڈاکٹر عبدالغنی ایم۔اے، پی ایچ ڈی
مترجم اشعار	جناب مولانا محمد صدیق ہزاروی مدظلہ العالی
کمپوزنگ	شبیر احمد و حافظ ندیم الحق متعلم جامعہ حیدریہ فضل العلوم جلالپور شریف
طبع باراول	۱۴۰۴ ہجری
طبع باردوم	۱۴۲۱ ہجری
طبع بارسوم	۱۴۲۹ ہجری/اگست ۲۰۰۸ء
باہتمام	بزم حیدریہ جامعہ حیدریہ فضل العلوم جلالپور شریف
ناشر	ادارہ حزب اللہ آستانہ عالیہ جلالپور شریف

ملنے کا پتہ

آستانہ عالیہ جلالپور شریف

جامعہ حیدریہ فضل العلوم جلالپور شریف (جہلم)

فون 0544-786398

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف اول

محدثین کرام نے حضور نبی کریم ﷺ کے اقوال، افعال اور اعمال کی جمع و تدوین میں سعی بلیغ سے کام لیا اور احادیث نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کی حفاظت و صیانت کے لئے فن اسماء الرجال اور سلسلہائے رواۃ معرض وجود میں آئے۔ اولیائے کرام نے محبوب رب العالمین علیہ التحیۃ والثناء کے طریق تزکیہ نفس کے تحفظ و ابلاغ میں مساعی جمیلہ فرمائیں اور مختلف سلسلہائے تصوف قائم ہوئے۔

"ملفوظات حیدری" سلسلہ چشتیہ نظامیہ حیدریہ کے طریق تزکیہ نفس کے حقائق و معارف کا نادر مجموعہ ہے۔ تصوف و معرفت کا ایک مہکتا اور لہلہاتا ہوا گلزار ہے جس کی خوشبو سدا بہار ہے۔ علم و عرفان کا کون سا نکتہ ہے جو اس میں بیان نہیں ہوا۔ تصوف و حکمت کا کونسا عقدہ ہے جو اس میں وا نہیں ہوا۔

اس کتاب کے بارے میں مختصراً یہی کہنا کافی ہے کہ یہ شمس العارفین حضرت خواجہ شمس الدین سیالویؒ کے محبوب خلیفہ حضرت پیر سید غلام حیدر علی شاہ بادشاہ جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات طیبات پر مشتمل ہے۔ حضرت خواجہ غریب نواز جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ کی مجالسِ پُرانوار کے حاضر باش صوفی نور عالم شمس پوری نے انہیں محبت و عقیدت اور حسن ذوق کے ساتھ تحریر کیا ہے اور قاری ان کے مطالعہ کے وقت اپنے آپ کو حضرت پیر سید غلام حیدر علی شاہ بادشاہ جلالپوری رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک مجلسوں میں بیٹھا ہوا محسوس کرتا ہے۔ یہ کوئی معمولی خوبی نہیں اسے صاحب

Marfat.com

ملفوظات کا روحانی تصرف اور کاتب ملفوظات کا کمال خلوص ہی کہا جاسکتا ہے۔

سلسلہ عالیہ چشتیہ کے گوہر درخشاں، سلطان المشائخ حضرت خواجہ غلام حیدر علی شاہ بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مسلمانانِ عالم کو عموماً اور لاکھوں پیر بھائیوں کو خصوصاً جو عقیدت و ارادت ہے اس کا تقاضا تھا کہ ملفوظات حیدری پھر طبع کرائی جائے جو کہ نایاب ہو چکی ہے تاکہ تشنگانِ علم و عرفان اس بحر بیکراں سے اپنی پیاس بجھا سکیں اور اپنے مضطرب قلوب کو سکون کی دولت سے مالا مال کر سکیں۔ چنانچہ اس صورت حال کے پیش نظر حضور پیر سید محمد انیس حیدر شاہ صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین آستانہ عالیہ جلالپور شریف اور حضور پیر سید محمد تنویر حیدر شاہ صاحب مدنی مدظلہ العالی زیب سجادہ آستانہ عالیہ جلالپور شریف کی خصوصی شفقت و عنایت سے ''بزم حیدریہ'' یہ کتاب شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہی ہے۔

یہ کتاب ۱۴۰۴ھ ہجری میں پہلی بار جبکہ ۱۴۲۱ھ ہجری میں دوسری بار شائع کی گئی۔ اب ۱۴۲۹ھ ہجری میں اسے جدید دور کے تقاضوں کے مطابق کمپیوٹرائز کتابت کے ساتھ شائع کیا جارہا ہے۔

ان ملفوظات کا ترجمہ ڈاکٹر عبدالغنی صاحب نے نہایت ہی رواں دواں، سلیس اور عام فہم بامحاورہ اردو میں کیا ہے۔ خانوادہ عالیہ سے یہ ان کی روحانی نسبت کا فیض ہے۔ اسی لئے ترجمے میں وہ تمام تر خوبیاں منعکس ہو گئی ہیں جو اصل متن میں موجود تھیں۔

ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ

ملفوظات مبارکہ میں مرتب کے شامل کردہ فارسی، اردو اور پنجابی کے برمحل اشعار بڑے لطف طبع کا موجب ہیں۔ چونکہ عربی و فارسی زبان کو سمجھنا عام قاری کے لئے مشکل تھا اس لئے ضروری سمجھا گیا کہ کتاب میں درج شدہ عربی و فارسی کے اشعار کا اردو میں ترجمہ کر دیا جائے جس کی سعادت عصر حاضر کے عظیم مذہبی سکالر جناب حضرت مولانا محمد صدیق ہزاروی صاحب

Marfat.com

مدظلہ العالی لاہور کے حصہ میں آئی۔ جناب موصوف نے جس کمال عقیدت مندی اور خوبصورتی کے ساتھ یہ ذمہ داری نبھائی ہے وہ قابل صد تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اے پروردگار عالم!

یہ کاوش صرف تیری رضا کے لئے ہے...... اس کو حضور نبی کریم ﷺ کے نعلین پاک کا صدقہ شرف قبولیت عطا فرما...... اس مقدس مجموعہ کو قارئین کے لئے ہدایت و برکت کا سرچشمہ بنا...... اور...... جامعہ حیدریہ فضل العلوم کے اساتذہ، طلباء اور وہ تمام افراد جنہوں نے اس کتاب کی کمپوزنگ، طباعت اور اشاعت میں کسی طور بھی حصہ لیا ہے انہیں سعادت دارین سے نواز...... آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ
رَبَّنَا اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً
وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

ذرۂ بے مقدار

صدر بزم حیدریہ

جامعہ حیدریہ فضل العلوم آستانہ عالیہ جلالپور شریف (جہلم)

Marfat.com

بسم اللہ تعالیٰ

تھدیہ

بخدمتِ عالی جناب تقدس مآب واقفِ اسرارِ حقیقت
ماہر رموزِ معرفت آیۃ من آیات اللہ

جناب ابوالبرکات سید محمد فضل شاہ صاحب

قدس سرہ العزیز سجادہ نشین جلال پور شریف
و
امیرِ حزب اللہ

ای امیر ابن امیر ابن امیر ہدیہ ای از بینوائی ہم پذیر

—— ذرہ بے مقدار عبدالغنی

Marfat.com

باسمہ سبحانہ

بصد عجز و نیاز

جناب الحاج سیدنا و مولانا

سیّد برکات احمد شاہ صاحب

امیر حزب اللہ (ثانی) رحمتہ اللہ علیہ

آستانہ عالیہ جلالپور شریف

کی خدمت اقدس میں نذرِ پر خلوص

گر قبول افتد زہے عز و شرف

منجانب

اولادِ سید رسول رحمتہ اللہ علیہ متوطن بُلو ضلع جھنگ

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	عنوان	موضوع	صفحہ
1	گذارش مترجم		16
2	فاتحۃ الکتاب از مصنف	توحید باری تعالیٰ، نعت سرور کائنات ﷺ حضرت محبوب سبحانی کی صفت اور مصنف کی طرف سے مناجات دراستمداد از مشائخ	23
3	گذارش مصنف	بیعت اور تالیفِ ملفوظات	33
4	مجلس نمبر ۱	محبوبانِ حق کی کرامات کے بیان میں	50
5	مجلس نمبر ۲	مرید کے اعتقاد کے بیان میں	68
6	مجلس نمبر ۳	مرید کے مراتب اعتقاد کے بیان میں	72
7	مجلس نمبر ۴	اپنے واقعات کے بیان میں	77
8	مجلس نمبر ۵	داراپوریوں کے اعتقاد کے بارے میں	79
9	مجلس نمبر ۶	ملفوظات لکھنے کی اجازت کے بیان میں	80
10	مجلس نمبر ۷	صبر وقناعت، توکل اور تسلیم ورضا کے بیان میں	81
11	مجلس نمبر ۸	فوائد زکوٰۃ کبریتِ احمر	93
12	مجلس نمبر ۹	غلام شاہ صاحب کی خلافت کے بیان میں	103
13	مجلس نمبر ۱۰	فنافی الشیخ اور فنافی اللہ کے بیان میں	104

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	موضوع	صفحہ
14	مجلس نمبر ۱۱	لنگر شریف کا قرضہ ادا کرنے کے بیان میں	109
15	مجلس نمبر ۱۲	مسلمانوں کی بے اتفاقی کے بیان میں	110
16	مجلس نمبر ۱۳	مرزائے قادیانی کے بیان میں	118
17	مجلس نمبر ۱۴	خواجہ تونسوی کے عرس کے بیان میں	120
18	مجلس نمبر ۱۵	قدم بوسی اور سجدہ کے بیان میں	121
19	مجلس نمبر ۱۶	توبہ اور سماع اولیا کے بیان میں	125
20	مجلس نمبر ۱۷	میاں عمر دین کے سوالات اور حضرت محبوب سبحانی کے جوابات	132
21	مجلس نمبر ۱۸	روضہ شاہ پور یوسف کے بیان میں	137
22	مجلس نمبر ۱۹	روضہ شریف کی عمارات، دنیا اور فقر کے بیان میں	139
23	مجلس نمبر ۲۰	سند کے مطابق وظائف پڑھنے کے بیان میں	141
24	مجلس نمبر ۲۱	نیک خلقی اور دلوں کو خوش کرنے کے بیان میں	146
25	مجلس نمبر ۲۲	سجدہ اور وحدت الوجود کے بیان میں	149
26	مجلس نمبر ۲۳	وسوسہ کے بیان میں	155
27	مجلس نمبر ۲۴	حضرت تونسوی کے مرید نجم الدین کا عشق	158
28	مجلس نمبر ۲۵	مجذوب کے درجہ اور سالک کے درجہ کے بیان میں	162
29	مجلس نمبر ۲۶	درویشی اور فقر کے آداب کے بیان میں	168

Marfat.com

صفحہ	موضوع	عنوان	نمبر شمار
170	خدا بخش مجذوب وغیرہ کے بیان میں	مجلس نمبر ۲۷	30
173	قبلہ عالم مہاروی کی کرامت کے بیان میں	مجلس نمبر ۲۸	31
184	حافظ جمال ملتانی اور دوسرے بزرگوں کے روضہ کے بیان میں	مجلس نمبر ۲۹	32
186	سلطان روم کے عدل وانصاف کے بیان میں	مجلس نمبر ۳۰	33
189	شیخ اور پردہ پوشی کے بیان میں	مجلس نمبر ۳۱	34
192	مریدوں کے اعتقاد اور بابا فریدالدین گنج شکر کی کرامات کے بیان میں	مجلس نمبر ۳۲	35
201	خواجہ شمس العارفین کے مجاہدہ ومسافت کے بیان میں	مجلس نمبر ۳۳	36
206	خواجہ محمدالدین سیالوی کی آمدورفت ک بیان میں	مجلس نمبر ۳۴	37
208	حضرت کے خواہرزادہ نواب شاہ کی بیماری اور معالجہ کے بیان میں	مجلس نمبر ۳۵	38
210	بوعلی قلندر، خواجہ معین الدین اور دیگر بزرگوں کے روضہ کے بیان میں	مجلس نمبر ۳۶	39
214	حضرت محبوب سبحانی کے خلیفہ محمد شاہ صاحب لودھیانوی کے بیان میں	مجلس نمبر ۳۷	40
216	غیرت اسلام کے بیان میں	مجلس نمبر ۳۸	41
218	سجادہ نشین سیال شریف کے بیان میں	مجلس نمبر ۳۹	42

Marfat.com

نمبر شمار	عنوان	موضوع	صفحہ
43	مجلس نمبر ۴۰	بابا فرید الدین کے عرس کی مجلس کے بیان میں	220
44	مجلس نمبر ۴۱	خواجہ محمد سلیمان تونسوی کی مجلس عرس کے بیان میں	221
45	مجلس نمبر ۴۲	صاحبزادہ قائم الدین شاہ صاحب کی بیماری کا بیان	223
46	مجلس نمبر ۴۳	حضرت سجادہ نشین کے جلال اور خواجہ شمس العارفین کے حلم کا ذکر	224
47	مجلس نمبر ۴۴	خواجگان چشت کی استقامت اوران کی بزرگی اور کرامات کے بیان میں	231
48	مجلس نمبر ۴۵	درویشوں کے رشک اوران کی طرف متوجہ نہ ہونے کے بیان میں	248
49	مجلس نمبر ۴۶	خواجہ شمس العارفین کے اغراق کے بیان میں	255
50	مجلس نمبر ۴۷	بابا صاحب کے بہشتی دروازے کے بیان میں	257
51	مجلس نمبر ۴۸	حفیظ ماہی مرحوم کے مجاہدے اور توکل کے بارے میں	276
52	مجلس نمبر ۴۹	تصور شیخ، فنافی الشیخ اور بقا بالحق کے بیان میں	283
53	مجلس نمبر ۵۰	صاحب زادہ قائم الدین شاہ مرحوم کے حال میں	295
54	مجلس نمبر ۵۱	مسکین غلام شاہ اوران کے متعلق دوسروں کی شماتت کے بیان میں	313
55	مجلس نمبر ۵۲	لوگوں کے تعصب اور درویشوں کی بے خودی کے بیان میں	319

Marfat.com

صفحہ	موضوع	عنوان	نمبر شمار
327	استقامت کے بیان میں	مجلس نمبر ۵۳	56
329	الانسان مرآۃ الرحمٰن کے بیان میں	مجلس نمبر ۵۴	57
332	اہل مذاہب باطلہ سے فقرا کے مقابلہ کے بیان میں	مجلس نمبر ۵۵	58
340	مولوی صاحب کڑی والا مرحوم کی راستی اور لفظ مقلب القلوب کے معنیٰ کے بیان میں	مجلس نمبر ۵۶	59
343	صاحبزادہ قائم الدین شاہ مرحوم کی اتباع اور محبت کے بیان میں	مجلس نمبر ۵۷	60
347	انسان کامل کی حقیقت کے بیان میں	مجلس نمبر ۵۸	61
352	کل امر مرھون باوقاتھا، اولیا کی کرامات، انبیاء کے معجزات	مجلس نمبر ۵۹	62
359	ہماری مسجد کی تعمیر کے متعلق حکم صادر ہونے کا ذکر	مجلس نمبر ۶۰	63
363	درویش اور عامل کے درمیان فرق کے بیان میں	مجلس نمبر ۶۱	64
366	مقالات تفرقہ کے بیان میں	مجلس نمبر ۶۲	65
377	حج اور مرید کے شیخ سے استغنا کے بیان میں	مجلس نمبر ۶۳	66
383	سیال شریف کے آخری سفر کے بیان میں	مجلس نمبر ۶۴	67
392	حضور کے انتقال کی پیشین گوئی سے متعلق	مقالات	68
398	وفات اور تجہیز و تکفین کے بیان میں	وفات	69

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلال پور شریف

نضرھا اللہ و عافاھا

تا ابد فیض ہے یہاں جاری
پیر حیدر رحمہ اللہ کی یہ کرامت ہے

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گذارش مترجم

خواجہ غریب نواز سید غلام حیدر علی شاہ قدس اللہ سرّہٗ العزیز کے طیب ملفوظات خوش نصیبی سے قارئین کرام کے ہاتھوں میں پہنچ رہے ہیں۔ان کے مطالعہ کے دوران میں نگاہوں کے سامنے وہ عارف حق آگاہ جلوہ فرما نظر آئیں گے جو فقر اسلامی کے مرد کامل ہیں، بحرِ توحید کے چمکتے ہوئے موتی، جمال احدیّت کی روشن کرن، مشاہدۂ ذات کے انوار جن کی آنکھوں سے عیاں ہیں، چہرے پر حسنِ ازل کا پرتو ہے اور وجود مبارک نورٌ علیٰ نورٌ ہے۔ان لوگوں کے بخت بلند کا کیا کہنا جو اس دنیا میں حضور کے دیدار سے مستفیض ہوتے رہے۔فی الواقعہ جس کسی نے ایک بار بھی ان کی زیارت کر لی اسے سعادت دارین مل گئی، لاریب انوار الٰہی کا جلوہ اس نے دیکھ لیا اور جمال نبوت کا نظارہ اسے تیرھویں صدی ہجری کے اواخر اور چودھویں صدی ہجری کے ربع اول میں نصیب ہو گیا۔قارئین اچھی طرح غور فرمائیں۔حضور کے زائرین کی سب سے بڑی نیکی یہ تھی کہ آپ کے چہرۂ انور تک ان کی نگاہ نیاز کو رسائی حاصل ہو گئی۔

خوشا نصیب کہ دیدار عام تھا اُن کا

لیکن ہر ایک محسوس کریگا کہ ان ملفوظات میں بھی ان کی زیارت کر لینا کوئی معمولی سعادت نہیں۔ایک عاشق صادق نے بڑی باخبری سے حضور کے ملفوظات کو پاکیزہ فارسی زبان میں قلمبند کیا ہے اور آپ کی مجالس مقدسہ کا نقشہ کھینچ کر رکھ دیا ہے۔

حضور کے سوانح حیات پر مشتمل کتاب ''ذکر حبیب'' ملتی ہے۔''مجمع البحرین'' میں بھی مختصر حالات موجود ہیں۔کتاب ''امیر حزب اللہ'' میں بھی چند واقعات پائے جاتے ہیں۔آپ

Marfat.com

صحیح النسب بخاری سید تھے اور نجیب الطرفین تھے۔ نسب پاکیزہ اور نجابت ہو تو فطرت میں جو طہارت، قدوسیت اور رفعت ودیعت ہوتی ہے اس کا اندازہ صرف صاحب نظر بزرگ ہی لگا سکتے ہیں۔ اسی لئے جب ابھی آغاز شباب ہی تھا اور آپ خواجہ شمس العارفین قدس اللہ سرہٗ العزیز کی خدمت میں بیعت کے لئے حاضر ہوئے تو ان کے باطن میں انہیں گوہر یکتا نظر آیا۔ اس لئے انہوں نے ان کی طرف خصوصی توجہات بڑی فیاضی کے ساتھ مبذول فرمائیں اور پھر ایک عالم نے جلد دیکھ لیا کہ مرشدِ کامل کی نگاہ کس قدر حقیقت رس تھی۔ یہی وجہ تھی کہ جناب خواجہ غریب نواز جلالپوریؒ نے نسب عالیہ کے متعلق اپنے احساس کو عمر بھر دبائے رکھا۔ یہ یقین ان کے دل و دماغ میں پوری طرح راسخ ہو چکا تھا کہ اعلیٰ درجے کی صلاحیتیں صرف کریم النفس مرشد کی تربیت ہی سے صحیح معنوں میں برگ و بار لا سکتی ہیں۔ چنانچہ ایک بار سید جلال بخاریؒ کی اولاد میں سے ایک صاحب بڑی شان و شوکت کے ساتھ سادات کرام کا شجرہ درست کرتے ہوئے جلالپور شریف پہنچے۔ حضور نے خاطر مدارت میں کوئی کمی نہ چھوڑی۔ لیکن شجرۂ نسب کی درستی کا وقت آیا تو وظائف پڑھتے ہوئے سلسلہ چشتیہ دکھا دیا۔ زندگی بھر آپ سیال شریف کے علاوہ از خود کہیں تشریف[1] نہ لے گئے اور پوری استقامتِ طبع اور کمال درجے کے ادب واحترام کے ساتھ "یک در گیر و محکم گیر" کے توحید پرور اصول پر قائم رہے۔

فقر اسلامی کے مشاہیر میں ہمیں منصور حلاجؒ اور ابن عربیؒ بھی نظر آتے ہیں۔ آئمہ تصوف میں سے حضرت سید علی ہجویریؒ کے پایہ کے بزرگ نے اپنی کشف المحجوب میں منصور حلاجؒ کا ذکر بڑے مستحسن الفاظ میں کیا ہے اور اگرچہ نقشبندی حضرات ابن عربیؒ کے سلسلے میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے اس فقرے کو بار بار دہراتے ہیں کہ ہمیں نص چاہئے فص نہیں چاہئے لیکن خود حضرت مجددؒ اور پھر ان کے فرزند ارشد خواجہ محمد معصومؒ "یواقیت الحرمین" میں ابن

---

[1] حضور بارگاہ سیال شریف کے فرمان کی تعمیل کرتے ہوئے دو ایک بار ادھر اُدھر تشریف لے گئے۔

Marfat.com

عربیؒ کو عارف کامل کہتے ہیں۔ اس طرح نظر آتا ہے کہ روحانی ارتقا میں کتاب وسنت کے تقاضوں کو بہمہ وجوہ پورا کرتے ہوئے بالکل عبودیت کی حدود کے اندر قرب خداوندی کے باعث انسان کسی عجیب وغریب مقام پر رسائی حاصل کرتا ہے جس کا ادراک صرف اخص الخواص ہی کر سکتے ہیں۔ عوام کی سمجھ سے یہ چیزیں بالاتر ہوتی ہیں۔ ان کیلئے تو صرف ظواہر شریعت کی پابندی ہی کافی ہوتی ہے۔ اسی لئے صاحب نظر مرشد عوام کے سینوں میں ان کی اہلیت کے مطابق جہاں عشق کی گرمی منتقل فرماتے ہیں وہاں زیادہ زور شریعت کے اوامر ونواہی کی پابندی پر دیا کرتے ہیں۔

جس بات کی طرف یہاں اشارہ کیا جا رہا ہے وہ ہمیں حضرت خواجہ غریب نواز جلالپوریؒ کے ہاں بھی بڑی تمکنت کے ساتھ نظر آتی ہے۔ اس کا احساس ابتدا سے ہی ہو جاتا ہے۔ لیکن مجالس نمبر ۵۲، ۶۱ کے ملفوظات کے مطالعہ سے یہ حقیقت زیادہ واضح طور پر نگاہوں کے سامنے آجاتی ہے۔ مختلف مجالس میں حضور نے سید بلھے شاہ قصوریؒ کی حقیقت میں انقلاب کا ذکر فرمایا ہے اور حضرت خواجہ شمس العارفینؒ کے عالم استغراق کے بیان میں بھی اس طرف اشارہ کیا ہے لیکن اپنی ذات میں کمال درجے کے اس ارتقائے روحانی کو خواجہ غریب نوازؒ نے ہمیشہ پردۂ اخفا میں رکھا اور حد درجے کے ضبط سے کام لیا۔ اخفا وضبط کا یہ وصف عالی ہمیں محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلویؒ کی ذات والا صفات میں بھی بڑی خوبی کے ساتھ نظر آتا ہے۔

روحانیت میں کمال درجے کے ارتقاء کے ساتھ حضرت خواجہ غلام حیدر علی شاہؒ کی غریب نوازی حیرت میں ڈالتی ہے۔ شفقت، مروت، غم گساری، ہمدردی، عفو ودرگذر، خدمت خلق اور احترام انسانیت کا آپ نے ایسا نمونہ پیش کیا کہ باید وشاید۔ عطیے میں بار بار اضافے کے باوجود ایک شخص آپ سے روٹھ روٹھ جاتا ہے اور حضور صاحبزادگان کے استاد گرامی مولانا عبدالرحیمؒ کے ذریعے اسے راضی کر کے مطمئن ہوتے ہیں ایک اور شخص لنگر شریف کے انبار سے گندم چرا کر بیچتا

Marfat.com

رہتا ہے اور راز افشا ہونے پر صاحبزادہ مظفر شاہ صاحب پٹائی کے لئے تیار ہیں مگر حضور بڑے تحمل کے ساتھ طریقے سے اسے بچاتے ہیں اور اپنے پاس سے مزید نقدی دے کر اسے بحفاظت رخصت کرتے ہیں۔ لنگر شریف تقسیم ہوتا ہے اور ایک مسکین کو ساتھ بٹھا کر کوئی کھانا نہیں کھانے دیتا۔ منہ سے رال ٹپکتی رہی ہے اور کراہت ہوتی ہے۔ حضور کو پتہ چلتا ہے تو بلا کر اسے ساتھ کھانا کھلاتے ہیں۔ شہر میں عام طاعون ہے۔ مریضوں سے عزیز و اقارب بھی دور بھاگتے ہیں۔ مگر متعفن، بدبودار گلٹیوں والے مریض حضور کے پاس بے روک چلے آ رہے ہیں اور آپ گلٹیوں پر سے کپڑا اٹھا کر دم پھونکتے ہیں۔ حضور کے بعد یہی مسکین نوازی ہم نے خواجہ ابوالبرکات سید محمد فضل شاہؒ کی ذات ستودہ صفات میں بھی دیکھی۔

حضور کی روحانیت کاملہ اور اخلاق عالیہ کا شہرہ گویا ہاتف غیبی نے اطراف و اکناف میں پھیلا دیا تھا۔ رشد و ہدایت کے طالب جوق در جوق پہنچنے لگے۔ عشق الٰہی کی آگ سینوں میں روشن ہو گئی۔ شریعت مصطفوی سے لگاؤ پیدا ہوا۔ اخلاق نبوی کا چرچا پھیلا۔ عبادات میں ذوق و شوق نظر آنے لگا۔ قلوب دولت ایمانی سے مالا مال ہو گئے۔ انگریز کا زمانہ تھا۔ وہ اپنی تہذیب کی اشاعت چاہتا تھا مگر حضور کی تاثیرات نے ایک ایک قریے میں اسلام کو زندہ کر دیا تھا۔

حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی، خواجہ محمد سلیمان تونسوی اور خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے بھی اپنے اپنے زمانے میں پُر آشوب حالات کے باوجود احیائے اسلام کی تحریک کو جاری رکھا تھا۔ اور اپنے علم و عرفان سے مسلمانوں کے ایمان کو تقویت پہنچائی تھی۔ دہلی کے مغل شہنشاہ کا اقتدار ماند پڑا تو روہیلوں کے علاوہ مرہٹوں نے اودھم مچایا۔ مرہٹوں کا زور احمد شاہ ابدالی نے توڑا مگر خود بے پناہ لوٹ کھسوٹ مچائی۔ روہیلوں نے تو مغل شہنشاہ کو اندھا کر کے دم لیا۔ پنجاب میں سکھ بڑی تباہی مچانے کے بعد مسلط ہو گئے۔ ان خوفناک حالات میں قدسی الاصل بزرگوں کی تاثیرات نے اسلامی معاشرے کو ٹوٹنے سے بچایا۔ بالخصوص پنجاب میں سکھ

Marfat.com

عہد تھا تو خواجہ نور محمد مہارویؒ اوران کے خلفائے عظام نے دینی اورروحانی لحاظ سے ایک مضبوط جذباتی محاذ قائم کردیا۔اس لئے خواجہ مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پر مشتمل ''مناقب المحبوبین ،خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ کے ملفوظات ''نافع السالکین''خواجہ شمس الدین سیالویؒ کے ملفوظات ''مرآۃ العاشقین''،''ملفوظات حیدری''پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کے ملفوظات اوران بزرگوں کی ذیلی خانقاہوں سے پیدا ہونے والے صوفیانہ ادب کا مطالعہ اس تاریخی پس منظر میں کرنا چاہئے۔خواجہ مہارویؒ کی لائی ہوئی تحریک تصوف پنجاب، بہاولپور، سرحداور سندھ کے لئے فی الواقعہ آیہ رحمت ثابت ہوئی۔اس نے شدائد کے علی الرغم یہاں معاشرتی اورملکی خلفشار پیدانہ ہونے دیا۔بے شک نقشبندی اور قادری بزرگ بھی موجود تھے مگر مؤثر اورنتیجہ خیز کام ان چشتی حضرات نے کیا۔پھر حضرت خواجہ سید غلام حیدر علی شاہؒ کے نامور پوتے حضرت ابوالبرکات سید محمد فضل شاہؒ (متوفی ۱۹۶۶ء) کی تحریک حزب اللہ اسی دینی اورروحانی نشاۃ کا ثمر جاں پرور تھی۔ تحریک حزب اللہ نے تخلیق پاکستان میں تاریخ ساز کردار انجام دیا۔بنابریں ملفوظات حیدری بے حد اہمیت کے حامل ہیں۔ان میں حیات آفریں روح کا تموج ہے اوراس کے ساتھ فقر اسلامی کو بنیان مرصوص عطا کرنے والا عرفان لایزال۔

جس حقیقت ثابتہ کی طرف پارہ مافوق میں اشارہ کیا گیا ہے اس کے زیر نظریہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اس قسم کے نفوس مقدسہ ہی ملت اسلامیہ کی زندگی کے ضامن ہوتے ہیں وہی جناب محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کے کمالات وافرہ کے صحیح معنوں میں وارث ہوتے ہیں اوران کا وجود ہی ہمیشہ روشنی کا مینار بن کر ظلمت کو دور کرتا رہتا ہے۔

وبیدہ التوفیق ط

ملفوظات کے مرتب صوفی نور عالم شمس پورہ نزد جہلم کے رہنے والے تھے۔ان کے لواحقین اب بھی وہاں آباد ہیں۔وہ پہلی بار حضور پُرنور کی خدمت میں ۱۱ر رمضان المبارک

Marfat.com

۱۲۹۴ھ/ ۱۹ رستمبر ۱۸۷۷ء کو حاضر ہوئے اور ۶ رجمادی الآخر ۱۳۲۶ھ/ ۶ رجولائی ۱۹۰۸ء کو حضور کی وفات اور اگلے روز تجہیز و تکفین اور تدفین کا حال بھی انہوں نے درج کیا ہے۔ یعنی ملفوظات اکتیس بتیس سال کے طویل عرصے پر پھیلے ہوئے ہیں۔ ۶۳ باقاعدہ مجالس کا ان میں ذکر کیا گیا ہے۔ صوفی صاحب مرحوم نے بوستان، زُلیخا اور سکندر نامہ تک کتب فارسی درسا پڑھی ہوئی تھیں۔ لیکن حضور کی ذات باہر آیات کے انوار و فیوض کا کرشمہ تھا کہ تصوف کی مستند کتابوں کا انہوں نے بعد میں اپنے طور پر مطالعہ کیا اور فقر و عرفان کی باریکیوں کو بڑے بصیرت افروز طریقے سے اس مجموعہ بے نظیر میں بیان کیا۔ انہوں نے حضور کیلئے ہر جگہ ''محبوب سبحانی'' کا لقب استعمال کیا ہے جو بالکل مناسب ہے۔ ملفوظات پڑھتے ہوئے اس طرح محسوس ہوتا ہے کہ حضور کی مجالس میں شرکت کا شرف ہمیں بھی حاصل ہے، ہم بھی حضور کی زبان فیض ترجمان سے ارشادات عالیہ سن رہے ہیں اور ساتھ ہی زیارت سے بھی مستفیض ہو رہے ہیں۔ حقیقت ہے کہ جو رشد و ہدایت بالخصوص برادران طریقت کو ان ملفوظات کے مطالعہ سے نصیب ہوگی وہ تصوف کی کسی اور کتاب سے شاید ہی حاصل ہو۔ یہ ملفوظات لنگر عالیہ جلالپور شریف کا نہایت ہی قیمتی خزانہ ہیں جس سے ہر صاحب دل کا گھر معمور ہونا چاہئے۔

ان ملفوظات کے لئے صوفی نور عالم مرحوم نے ''نفحات المحبوب'' کا عنوان قائم کیا تھا۔ یعنی حضرت محبوب سبحانی کے دہانِ مقدس و معلّیٰ سے نکلنے والے روح پرور اور جان نواز نفحات جو باد بہاری کے جھونکوں سے کہیں زیادہ لطیف اور معطر و معنبر ہیں۔ اسے انہوں نے عنوان اول قرار دیا تھا۔ دوم اور سوم عنوانات کا تعلق حضور کی حالت اور مقامات اور تصرفات و کرامت سے ہے لیکن اس ناچیز کو ان کو دیکھنے کی سعادت نصیب نہیں ہوئی۔ یہ ملفوظات ساڈھورہ سے، حضور کے وصال سے ایک سال بعد ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء میں حسب اجازت حضرت ثانی خواجہ سید محمد مظفر علی شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز اور حسب ارشاد جناب صاحبزادہ سید محمد فضل شاہ صاحب غریب

Marfat.com

نواز طبع ہوئے تھے۔اس زمانے میں علمی سطح پر ابھی فارسی کا رواج پایا جاتا تھا۔اس لئے ان کا بڑا چرچا ہوا۔اہل علم جانتے ہیں فارسی زبان ہمارے دین ومذہب،تہذیب وثقافت اور علوم وفنون کا ایک نادرالوجود خزینہ ہے مگر بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آج کل لوگ اس سے بے بہرہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔اس لئے نفحات المحبوب جیسی ایمان افروز اور روح پرور کتاب کو عوام تک پہنچانے کے لئے مجبوراً اس کا اردو[1] میں ترجمہ کرنا پڑا۔وہ اس کے فیوض سے محروم نہ رہ جائیں ورنہ چاہئے تو یہ تھا کہ فارسی کی فصاحت وبلاغت،شیرینی اور اہمیت کے زیر نظر اس مبارک کتاب کو سابقہ صورت میں مکمل طور پر دوبارہ طبع کرایا جاتا۔

بہرحال مترجم کی دلی آرزو ہے کہ اللہ کرے ہماری نارسا نگاہیں کسی نہ کسی حد تک حضور خواجہ غریب نواز کے جمال باطنی کا جلوہ دیکھ پائیں۔آمین

---

[1] ایک آدھ جگہ فارسی نظم کو اردو میں ڈھالنے کی کوشش کی گئی ہے۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فاتحۃ الکتاب

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا لِهٰذَا
وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ هَدَانَا
اللّٰهُ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا
بِالْحَقِّ وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِیْلِ
وَمِنْهَا جَائِرٌ ط وَلَوْشَاءَ لَهَدٰكُمْ
اَجْمَعِیْنَ. اِلٰهِیْ بِحَقِّ مُحَمَّدِ نِ
الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ
وَالسَّلَامُ اَعْطِنِیْ لَذَّةَ النَّظْرِ اِلٰی
وَجْهِكَ وَالشَّوْقِ اِلٰى لِقَائِكَ
فِیْ كُلِّ لَمْحَةٍ یَزِیْدُ وَیَضَاعِفُ
بِمَحْضِ فَضْلِكَ وَاِحْسَانِكَ
مَا عَلَى الْمُصْطَفٰى ط

سب تعریف اس خداوند تعالیٰ کی ہے جس نے ہمیں راہِ ہدایت دکھائی اور ہم ہرگز ہدایت نہ پا سکتے اگر اللہ تعالیٰ ہماری رہنمائی نہ فرماتے۔ یقیناً ہمارے رب کے رسول ﷺ حق لے کر آئے اور اللہ تعالیٰ کی راہ سیدھی ہے۔ اور اس میں سے کئی راہیں کج بھی ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو تم میں سے تمام کو ہدایت کی راہ دکھا دیتے۔ الٰہی بحرمتِ محمد مصطفیٰ (آنحضور ﷺ پر افضل افضل درود و سلام ہوں) اس ناچیز کو میرے مولا اپنی ذاتِ اقدس کے انوارِ جمال پر نظر کی لذت عطا فرما اور اپنے دیدار کا شوق عنایت کر۔ ہر لمحے اس ذوق و شوق میں زیادتی فرما اور محض اپنے فضل و احسان سے اسے دو چند فرما۔ اس فضل و احسان کے صدقہ میں جو محمد ﷺ پر ہوا۔

اس خالقِ پاک کا ہزار ہزار احسان ہے جو ہمیں عدم سے وجود میں لایا اس ایزدِ متعال

Marfat.com

کی بے حد حمد وثناء جس نے ہمارے دلوں کو مقصودِ زندگی حاصل کرنے کی طلب عطا فرمائی۔

خدا وندا درِ توفیق بکشا[ا]
بہ نخلِ میوۂ تحقیق بکشا
برآری حاجتِ اُمیدواراں
بکار آری دل بیکار و باراں
مرا دل مشکل اندر مبتلا ہست
خدایا نامِ تو مشکل کشا ہست
بنامِ حجتِ ایجادِ عالم
وجودِ مصطفیٰ صلی و سلم
دماغ درد مندم را دوا کن
دواش از خاکِ پائی مصطفیٰ کن

آنحضرت ﷺ کی ذاتِ کریم پر بے شمار درود وسلام بھیجتا ہوں۔ جس طرح کہ خالقِ موجودات کے شکر وسپاس کا حق ادا کرنا ناممکن ہے اور انسان کی طاقت سے باہر ہے کہ ایسا کر سکے، اس طرح حضور سرورِ کائنات ﷺ کی مدح وثناء ہماری زبان بیان نہیں کر سکتی۔ مرتبہ ٔ احدیّت کے علاوہ جو کچھ متعین ہے حقیقتِ محمدیہ اس کی متعین ہے اور مرتبہ ٔ ذاتِ احد کے بعد جو کچھ مبہم رہ جاتا ہے صفاتِ احمد ﷺ اُس کی وضاحت کر دیتی ہیں۔ نیز انوارِ علوی اور سفلی سے جو

[ا] ترجمہ: اے اللہ! توفیق کا دروازہ کھول دے، تحقیق کے پھل والا درخت عطا فرما۔
امیدوں کی حاجت کو پورا کردے، بے کار اور بوجھل دل کو کارآمد بنادے۔
میرا دل مشکل میں مبتلا ہے، اے اللہ! تیرا نام مشکل کشا ہے۔
تخلیق کائنات کی حجت کے صدقے، حضرت محمد ﷺ کے وجود کے طفیل۔
میرے دردمند دماغ کا علاج فرمادے، حضرت محمد مصطفیٰ کی خاکِ پائے مبارک کو اس کی دوا بنادے۔

Marfat.com

کچھ ظاہر ہے وہ اسی اجل مظاہر کے نور کا پرتو ہے۔ پس ادراک کی کون سی بات ہے جو اس کاملِ مطلق کی حقیقتِ ذات کے متعلق زبان کو عجز و تقصیر سے گونگی نہیں بنا دیتی۔ جس جگہ کی غائب لا ہوت کا وہ سرِ مکتوم اور گنج جبروت کا وہ طلسم معلوم ارواحِ ملکوتیہ کو راحت و نشاط بخشتا ہے، ناسوت کی صورتوں کے لیے زینت کا موجب بنتا ہے اور اپنی حقیقتِ حال بیان کرتا ہے، وہاں ہر موجود کے اس مقصود کے متعلق مَا عَرَفْنٰکَ کی صدا بلند کرتا ہوں۔ اور فقدانِ طاقت کے باعث بڑے دعجز و قصور کے ساتھ صَلٰوۃٌ عَلَیْکَ کہتا ہوں۔ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

آنحضرت ﷺ کی اس مدح کے بعد حقیقتِ محمدی ﷺ کے مشاہدہ کے سلسلہ میں قصیدہ کے چند ابیات درج کیے جاتے ہیں۔

من آں گنجم کہ اندر غیب خود مستور بودستم [1]
بنورِ خود بخود در عینِ خود منظور بودستم
بسیط مرکز پرکارِ لاہوتم شدم محدود
بتعریفِ ہویّت صدِ خط مسطور بودستم
محیط موجِ زن بد ہیتِ لاہوت و ناسوتم
جمالِ عین کو نین سراپا نو بودستم
ظہورِ موجِ من در ہر یک آن شانِ دگر دارد
ولیکن در بطونِ خود بیک دستور بودستم
وجودم برزخ کبریٰ محمد مجمل و مبہم
وَ لَا یُدْرَکُ وَ لَا یُوْصَفُ ازیں ہم دور بودستم

---

[1] ان اشعار کا ترجمہ ہو سکتا تھا مگر حقیقت محمدیہ کے متعلق دقیق مطالب تھے جو عوام کی سمجھ سے بالاتر تھے اور خواص کے لئے فارسی کا ذریعہ اظہار موزوں ہے۔ مترجم

Marfat.com

وجود و علم را بودم شہود و نور را نورم
بایں ارکانِ اربع عامر و معمور بودستم
کمالاتِ ہویت راز اسمائی و اوصافی
منم مدلول بالا جمال و من مشکور بودستم
عقولات و نفوسات از شرابم جرعہ خواراند
بدور لم یزل من منتشی مخمور بودستم
ملائک مرسلین را ہم بوقتِ من بلاغت نیست
بموسیٰ لَــنْ تَـــرَانِـــیْ گوسرِ کوہ طور بودستم
منم اصل الاصول ہر چہ ازا عیان دا کوانست
شہودِ خویش را خود شاہد و مسرور بودستم
بہر جائیکہ من باشد اضافت من بہ ہو باشد
بذکرِ ماوَ من در ہر زبان مذکور بودستم
چو انسان نورِ عینم حیاتِ جسم کو عینم
بدورِ انبیاء خود آمرو مامور بودستم
بہ عالم شکلِ انسانم ولے معروضِ ہر شانم
تمامی نسخ را جامع یکی منشور بودستم

اس کے بعد خواجہ شمس العارفین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حضور میں جناب حضرت محبوبِ
ثانی دام برکاتہٗ کی طرف سے حاسدوں کے شر سے رفعِ ملال کے لیے مناجات شامل ہے۔

یہ موجِ طوفان بلا لائی ہے موجِ برملا
پیشِ شہہ شمس العلا لایا ہوں میں دستِ دعا

Marfat.com

ہیں ہادیٔ راہ صفا شمسِ نجومِ اہتدا
بدر الدجیٰ نور الہدیٰ یعنی شہہِ شمس الضحیٰ
شمسِ زمین و آسماں شمسِ جہاں شمسِ زماں
شمسِ حقائق انس و جاں شمسِ طریقِ اصطفا
شمسِ تُقا شمسِ نُقا شمسِ زُکا شمسِ وفا
شمسِ رقومِ ارتضا محوِ رقوم ظلمہا
شمسِ طریقتِ معرفت شمسِ حقیقتِ والشرع
شمسِ دلیلِ اصفیاء شمسِ ولایت اصفیاء
شمس المبینِ اولین شمس المتین آخریں
شمس الیقینِ عارفین خورشیداوج اجتباء
شینِ شہود کبریا شین شفاعت ہرگناہ
شین شرافت اولیاء شین شفاءِ ہربلا
شین شراب کوثری شین شباب جنتی
شین شہاب ثاقبی شین شمیم مصطفا
یاشین شرح صدردل یاشین شہرعقل کل
یاشین شیخ جزوکل یاشین شمس الاولیاء
میم مقام قرب حق میم مردِتمہائے حق
میم محبتہائے حق میم محمدمصطفا
سین سرورہرولی سین سلیمان تونسوی
یاسین سرِّ احمدی یاسین سدرہ منتہا

Marfat.com

آں لجۂ بحرِ عطا آں حامی روزِ جزا
آں ماہِ بُرجِ اصطفا صاحب لوای لافتا
آں افسر تاجِ شہان وآں دفترِ سرّ الٰہ
آں قطبِ اقطاب زمان آں زینتِ اہلِ صفا
آں حجتِ فضل و کرم واں مہبطِ نورِ قدم
آں قطبِ فیضِ ہدیٰ وآں ثمرہ باغِ ولا
آں صاحبِ خلقِ عظیم آں مالکِ ملک قدیم
آں والئی قلبِ سلیم آں ہر بلای را شفا
آں دستگیرِ بے کساں وآں چارۂ بیچارگان
آں شاہبازِ اولیاء وآں کالنبی فی الانبیاء
آں رحمۃ اللعالمین محبوبِ رب العالمین
وآں مقصدِ دنیا ودیں آں خواجۂ ہر دوسرا
آں مظہرِ سرّ وجود آں مصدرِ عینِ شہود
وآں عرش را ذات العمود آں مایۂ نشو ونما
آں منبعِ علم و حکم آں مخزنِ علم و کرم
آں جوہرِ لطفِ قدم وآں سایۂ فضلِ خدا
آں مغنی فقرای حق آں مفضلِ فضلای حق
آں منعمِ نعمای حق آں مخلصِ ہر مبتلا
آں داروی مرضِ دلاں وآں شربتِ تشنہ لباں
آں راحتِ روحِ رواں ہم صفدرِ مشکل کشا

Marfat.com

آں عروۃ الوثقائے حق آں ملجاوماوای حق
آں مستقیمِ راہِ حق دارلامانِ کبریا
آں کاشفِ سرّ خفی آں واقفِ رمزِ نبی ﷺ
آں آصفِ عہدِ علی صدرِ شریعتِ مصطفیٰ ﷺ
آں ساقیِ آبِ حیات آں مایۂ محی الممات
آں قبلہ گاہِ شش جہان آں قطبِ پرکارِ سماں
آں تیغِ نفی لاالہ آں شمس اثباتِ الہ
کہ دوں رسولِ دین پناہ من بعد زیں گویم چہا

☆☆☆

ہے کون جس کی التجا پائے نہ اپنا مدعا
از عرش تا تحت الثریٰ ہے فیض تیرا اے شہا
مسکین غریب بے نوا لایا ہے عرضِ مدعا
اے معطی ہر التجابہرِ خدا مشکل کشا
دلبندِ حضرت مصطفیٰ (ﷺ) وہ ناز پروردہ تیرا
فرزندِ حضرت مرتضیٰ اور فاطمہ خیر النساء
وہ قرۃ العین حسین اور حضرتِ زین العباد
لختِ جگر باقر کے اور جعفر علی موسیٰ رضا
وہ نونہالِ گلستانِ موسیٰ کاظم تقی
وہ غنچۂ باغ تقی نورِ علی اہلِ سخا
اولادِ مخدومِ جہاں سید جلالِ ذوالعطا

Marfat.com

وہ شاہِ سیدنا غلام حیدر صفا
از دستِ قومِ بوالفضول آں از خرد گشتہ جہول
فرزندِ حیدر ہی ملول ایمان و دل پیشت فدا
دستی نما بہرِ خدا دست تو دستِ کبریا
از یَفۡعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ حکمِ تو جاری اے فتا
شرِ حسوداں کن کفی از کہٰیٰعٓصٓ
یامشتِ ریگے برفشاں از مَا رَمَیۡتَ از رما
یا حضرتِ رب العلیٰ میں ہو دعائے خیر پھر
المستغاث المستغاث از ذاتِ پاک کبریا
یارب بذاتِ مصطفیٰ (ﷺ) یا رب بصدقِ وعدہا
یارب بحق والضحیٰ بالقسم والیل اذسجا
یارب بحقِ وعدہ ماودّعک ما قلیٰ
آخر بخیریت کیا کرتا ہے ہر اک ابتداء
وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡکَ وعدہ ہے تیری ذات کا
انعام بے حد کرتا ہے بہرِ رضائے مصطفیٰ (ﷺ)
لَمۡ یَجِدۡکَ اورآوَی ان کی یتیمی میں کہا
کھولی تھی از راہِ کرم ان کے لیے راہِ ہدا
حاسدوں سے ان کے فرمایا تھا وَاللّٰہُ یَعۡصِمُکَ
بیش وکم میں ان کے تو حافظ بنا مشکل کشا
آلِ نبی (ﷺ) کے گوہر یکدانہ کیوں رنجیدہ ہیں

Marfat.com

اپنا وعدہ کر وفا اے مالکِ ارض وسما
تجھ سے دعا کرتے ہیں ہم اور اجابت تجھ سے ہے
اِنِّی قَرِیبٌ یاد کن فَلْیَسْتَجِیبُوْلِی نما
اس دعا گوی شہہ عالم پناہ کی بات سن
درد سے لبریز ہے از ابتداء تا انتہاء

اپنے پیرو مرشد حضرتِ محبوبِ سبحانی کی مدح کی طاقت کہاں۔ مہمات کے انصرام کا دارومدار آپ کی ذات پر ہے۔ تمام لوگوں کے لیے آپ جائے پناہ ہیں۔ سالکوں کے سردار، کاملین کی سند، قطبِ ربانی، غوثِ صمدانی، محبوبِ سبحانی، اخلاق نبی ﷺ سے متصف، اوصافِ مرتضوی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مالک، خفی اور جلی رموز کو کھولنے والے سید غلام حیدر علی جو اس مبارک زمانے میں سفینۂ نوح کی طرح ہر ذی روح کا بوجھ اُٹھائے ہوئے ہیں۔ ہزاروں فاسق وفاجر صرف ایک بار آپ کا دیدار کرنے سے توبۃ النصوح کے دروازہ سے گذر کر تکمیلِ عشق کی منزل تک پہنچ گئے۔ ہر طرف سے عاشق لوگ بلبلوں کے جھنڈ کی طرح پہنچتے ہیں اور حضور کے گلزارِ فیض بار میں یوں ترانہ سرائی کرتے ہیں۔

تمہاری ذاتِ بابرکات ماوائے غریباں ہے
مرادِ نامراداں اور نصیبِ بے نصیباں ہے
تمہاری شان بے پایاں درگاہِ الٰہی میں
مطیعِ صاحبِ لولاک (ﷺ) در خیلِ حبیباں ہے
حضورِ حضرت کونین پائے جو تمہیں چاہے
نہ ذرہ فرق رہ جائے گر آشفتہ نصیباں ہے

Marfat.com

یہ بندہ بس پراگندہ نہ ہو محروم شفقت سے
خدا جانے دل آشفتہ بمثلِ عندلیباں ہے
خدایا شجرِ رحمت کو بحفظِ لا یزالی رکھ
جو یہ سایہ کرم گسترگذگاہِ غریباں ہے

جب حضور کی یہ شان ہے تو پھر بے حقیقت اور بے حیثیت ذرہ جو بہر صورت زوال کی تاریخی میں موجود ہے آفتابِ جلال کی پر نور شعاعوں کے متعلق کیا گفتگو کر سکتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ دونوں جہانوں میں ہرگز ہرگز کوئی شے بندہ کو حضور کے ہم پلہ دکھائی نہیں دیتی۔ [1]

☆☆☆

---

[1] اس کے بعد فارسی کی دو نظمیں ہیں جو عشق اور عقیدت سے لبریز ہیں۔ ارباب ذوق ان کا مطالعہ کرنا چاہیں تو اصل کتاب کی طرف رجوع کریں۔

Marfat.com

گذارشِ مصنف

شرفِ بیعت حاصل کرنے اور تالیفِ ملفوظات سے متعلق

بندۂ مسکین نور عالم شمس پوری جہلمی ، اللہ تعالیٰ اسے صدق اور یقین کی راہ پر ثابت قدم رکھے۔ عرض کرتا ہے کہ جناب قطب ربانی محبوبِ سبحانی سید السالکین سند الکاملین قطبِ مدار حضرتِ مسند آرائی جلال پور شریف کی قدم بوسی کی سعادت حاصل کرنے سے پہلے حضور کی ذاتِ بابرکات سے اعتقاد و یقین پیدا نہیں ہوا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ بندہ کے برادرِ کلاں مسمّی نور اللہ نے بزرگانِ قادریہ سموالیہ سے محبت اور ارادت کا سلسلہ درست کیا ہوا تھا۔ قصبہ سموال جہلم سے شمال کی طرف تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ ان بزرگوں کی محبت اور ملاقات کے سبب مرشدی حضرت محبوبِ سبحانی کے احوال سے بے خبری تھی۔ ان کی ہمارے گھر میں بڑی آمد و رفت تھی۔ ناگاہ اپنے بھائی مسمّی غلام سرور ولد میاں محمد اشرف کے ذریعے اس ناچیز کو حضور نے خود حصولِ بیعت کی سعادت کی طرف راہنمائی فرمائی۔ غلام سرور کافی مدت کے بعد ہندوستان سے آیا تھا۔ اس نے بڑے تقاضا کے ساتھ کہا کہ میں حضرت محبوبِ سبحانی کی خدمت میں جلالپور شریف جا رہا ہوں تم بھی میرے ساتھ چلو۔ میں اُن ایام میں کتاب سکندر نامہ پڑھا کرتا تھا اور چونکہ میں مرشدی حضرت محبوبِ سبحانی کے احوال سے بے خبر تھا، دریافت حال کے لیے میں نے سکندر نامہ سے فال طلب کی۔ جونہی روحِ مصنف کے لیے فاتحہ پڑھ کر کتاب کو کھولا تو ورق کی پیشانی پر یہ شعر لکھا ہوا پایا۔

Marfat.com

کہ از تخمِ شاہانِ گردن کشاں [1]

ہمیں یک سہی سرو ماندہ نشاں

یہ شعر دیکھتے ہی گویا میرے دل پر الہامِ آسمانی کی کیفیت طاری ہوگئی اور میں نے حضرت محبوبِ سبحانی کی بیعت اور قدم بوسی کی سعادت حاصل کرنے کا پکا عزم کرلیا۔ چنانچہ اُسی وقت نمازِ عشاء کے بعد جب کہ تخمیناً ۱۰ رمضان المبارک ۱۲۹۴ ہجری، ۱۸ ستمبر ۱۸۷۷ء کی تاریخ تھی۔ اپنے گھر سے حضور کے آستانہ بوسی کی نیت سے ہم روانہ ہو پڑے۔ غلام سرور، اس کا چھوٹا بھائی محمد مظفر اور یہ مسکین تینوں تمام رات چلتے رہے۔ بیس کوس کی مسافت تھی۔ چاشت کے وقت درگاہِ عالی پر پہنچ گئے۔ دیوان خانہ کی حویلی کے دروازہ پر ایک وجیہہ شخص سے ملاقات ہوئی اس کا نام قطب الدین لانگری تھا۔ غلام سرور نے اس سے پوچھا کیا حضرت صاحب اس مکان میں ہیں۔ جواب ملا، ہاں، آپ وظائف پڑھ رہے ہیں۔ مجھ پر دہشت طاری ہوچکی تھی اس لیے دونوں بھائیوں غلام سرور اور مظفر کے پیچھے پیچھے آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ اچانک اس مکان کے دریچے سے گویا آفتاب میرے سامنے چمک اُٹھا۔ ہم بڑے دروازے سے مکان میں داخل ہوئے اور زمینِ فرش کا بوسہ لیا۔ الحق دیدیم آنچہ دیدیم۔

جمالی دیدم از گفتن بروں بود | مپرس از ما تو کیفیت کہ چوں بود [2]

نشستہ شاہدی بر فرشِ پیروز | چو بر فرشِ فلک ماہے دل افروز

صبا از طرہ اش بشکستہ تاری | ز خط سرمہ چشمش در خماری

---

[1] بلند گردن والے بادشاہوں کی نسل سے یہی ایک سید ھا سرو نشان رہ گیا ہے۔

[2] میں نے ایک جمال دیکھا جو بیان سے باہر ہے، تو ہم سے کیفیت نہ پوچھ وہ کیا ہے۔

کامیابی کے فرش پر ایک شاہد یوں بیٹھا جیسے آسمان کے فرش پر دل لبھانے والا چاند ہے۔

اس کے زلف کی ہوا نے تاریکی کو ختم کردیا تھا سرمے کی لکیر نے اس کی آنکھوں کو مخمور بنادیا تھا۔

Marfat.com

دو سلکِ یاسمیں در درجِ سوسن ‌‌‌‌ درخشاں بُود چوں درہائے روشن ۱

دو عارضِ راکہ رنگِ ارغواں بُود ‌‌‌‌ دو دندانش کہ فرقی درمیاں بُود

بسر برداشتہ روشن کلاہی ‌‌‌‌ نہفتہ سایۂ شب زیرِ ماہے

کُلاہی بود بر سر تُرک چارش ‌‌‌‌ خطِ حمرای و سرخ اندر کنارش

بلوریں بدنش اندر لبس کافور ‌‌‌‌ چو شجر طور بد نورٌ علیٰ نورٌ

زحسنش زخم خور دہ چشمِ بینا ‌‌‌‌ شعاع الشمس یغشی الناظرینا

ازیں تعریفہا عالم تو بس کن ‌‌‌‌ بخیمہ نیلگوں شوری میفکن

نم برزخم مجسر و حاں نریزی ‌‌‌‌ بمقبوراں صدای رستخیری

اُس وقت حضرت محبوبِ سبحانی وظائف پڑھنے میں مشغول تھے۔ ہم نے زمین بوسی کی اور حضور کے پسِ پشت بیٹھ گئے۔ وظائف سے فارغ ہونے کے بعد حضور نے توجہ فرمائی مسکرائے اور کچھ سفر کا حال پوچھا۔ غلام سرور کے جملہ حالات پوچھے کیونکہ مدت کے بعد حاضرِ

---

۱ ۱۔ حضور کی تاریخ ولادت ۳ رصفر المظفر ۱۲۵۴ھ/ ۲۸ راپریل ۱۸۳۸ء ہے۔ اس لئے اس وقت آپکی عمر مبارک ابھی چالیس سال تھی۔

۲۔ ترجمہ: سوسن (پھول) کی ڈبیہ میں کلی یاسمین کی دولڑیاں روشن دروازوں کی طرح چمکتی تھیں۔

دونوں رخسار سرخ رنگ کے تھے اور دو دانتوں کے درمیان فاصلہ تھا۔

سر پر چمکنے والی دستار تھی، کہ چاند کے زیرِ سایہ رات کا سایہ سویا ہوا ہو۔

سر پر جو دستار تھی وہ ترکی تھی جس کے چاروں طرف سرخ لکیر اور کنارے بھی سرخ تھے اس کا بدن بلوری (کانچ کا) کافور کے لباس میں طور کے درخت کی طرح جس میں نور ہی نور ہو۔

اس کے حسن کا زخمی دیکھنے والی آنکھ رکھتا ہے، سورج کی شعاع نے دیکھنے والوں کو اندھا کر دیا۔

اے عالم تو اس تعریف سے بس کر سبز خیمہ میں شور نہ ڈال۔

زخمی لوگوں کے زخم پر نمک نہ چھڑک قبر والوں کے لئے قیامت کا اعلان نہ کرو۔

Marfat.com

خدمت ہوا تھا۔اس کے بعد حضور نوافلِ اشراق میں مشغول ہو گئے ۔ہم نے زمین بوسی کی اور باہر آ گئے۔روزہ کی تشنگی نے بھڑکی سی لگا دی تھی ۔مغربی تالاب پر گئے اور غسل کیا۔نمازِ عشاء ادا کرنے کے بعد ختم شریف کے حلقہ میں داخل ہوئے ۔اس روز ختم شریف قطب الدین اور میاں عمر دین نے پڑھا تھا۔ہم تمام نے حضرت محبوبِ سبحانی کے مِلک کیا۔ختم شریف کی دعاؤں کے بعد غلام سرور نے اس غریب کے متعلق عرضداشت پیش کی کہ یہ میرا چچازاد بھائی ہے۔اور بیعت کی غرض سے آیا ہے ۔حضرت محبوبِ سبحانی نے اشارے سے مجھے اپنی طرف بلایا۔چونکہ حضور تخت پوش پر بیٹھے تھے اور ہم بوریے پر تھے اُٹھ کر تخت پوش پر بیٹھنے سے میرے دل میں دہشت پیدا ہوئی۔حضور نے فرمایا:

''اَلْاَ مْرُ فَوْقَ الْاَدَبُ''

آخر حکم پا کر حضرت محبوبِ سبحانی کی اجازت سے تخت پوش پر بیٹھ گیا۔آپ نے میرا دایاں ہاتھ پکڑا، دعا پڑھ کر دم فرمایا اور ارشاد کیا کہ یہ ہاتھ اپنے چہرے اور سینے پر پھیرو۔نیز فرمایا۔قبول کی۔میں نے عرض کیا۔قبول کی۔اس کے بعد حضور نے پوچھا۔کیا علم پڑھا ہے؟ عرض کیا۔جی ہاں۔پھر حضور نے درودِ مستغاث اور سلسلہ شریف کے وظائف اور تسبیحات پڑھنے کا حکم دیا۔

اگلے روز حضور کی خدمت سے رخصت چاہی ۔لیکن میرا دل وہیں لگا ہوا تھا۔اس کے بعد رشتہ محبت واعتقاد روز بروز مضبوط ہوتا گیا۔حتیٰ کہ یہ صورت ہوئی کہ میرا دل قادری بزرگوں کی زیارت سے خوش ہوتا تھا اور غنیمت جانتا تھا اور اب ان میں سے جو کوئی ہمارے گھر آتا میری طبیعت میں گرانی پیدا ہو جاتی تھی ۔لیکن میں ظاہر نہیں کرتا تھا۔چنانچہ ان میں سے ایک ہاشم شاہ سیّد تھے۔خلقت ہر جگہ ان کی خدمت اور تواضع کیا کرتی تھی ۔چونکہ ان کے جدِّ اعلیٰ میراں حیدر شاہ بزرگانِ قادریہ سوالیہ کے پیر بڑے مکمل فقیر ہوئے ہیں اور قصبہ ٹھلیانوالہ متصل جہلم ان کا مزار ہے اس لیے سید مذکور ہماری نسبت بھی پیری کا داعیہ رکھتے تھے اور برادرم نور اللہ کی وجہ سے

Marfat.com

مجھ سے بھی محبت تھی۔ جب میرے بھائی نے حضرت محبوبِ سبحانی سے میری بیعت کی خبر انہیں دی تو وہ ہمارے گھر آئے۔ جب میں نے دیکھا کہ ان کے چہرے پر غصے اور آشفتگی کے آثار ہیں تو مجھے معلوم ہو گیا کہ میرا راز ان پر ظاہر ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہا۔ کیا تو نے کسی جگہ سلسلہ بیعت درست کیا ہے۔ میں نے کہا ہاں جلال پور شریف حضرت محبوبِ سبحانی کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور ان کا دامن پکڑا ہے۔ سید صاحب نے کہا تو نے اپنے آپ پر ہمارے فیض کی نہر بندی کر دی ہے۔ یہ تمام دکانداریاں ہیں ۔ تجھے اسی دکان سے مسافت کی مشقت بغیر کچھ نہیں ملے گا۔ میرے بھائی نے کہا۔ میں تجھے اس رستہ سے باز رکھوں گا۔ الغرض دونوں میرے ورغلانے کے درپے ہو گئے ۔اور مجھے ڈرانے دھمکانے لگے۔ چھوٹا تھا میں جواب بھی نہیں دے سکتا تھا۔ لیکن اپنے اعتقاد کی قوت کے باعث میرے دل میں کوئی خطرہ پیدا نہ ہوا۔ میرے بھائی کے پاس دیوانِ حافظ تھا۔ اس کے فال چاہی کہ جناب حافظ فرمائیے۔ انہیں کیا جواب دوں۔ سبحان اللہ اپنے مرشد حضرت محبوبِ سبحانی کی عجیب وغریب کرامت اور حرمت میرے مشاہدے میں آئی۔ حافظ صاحب نے شافی اور کافی جواب اس غریب کی حمایت کے لیے دیا۔ ورق کی پیشانی پر فال کے طور پر یہ شعر نکلا۔

آنکس کہ منع ماز خرابات میکند [1]
گو در حضورِ پیر من ایں ماجرا بگو

میں نے دیوانِ حافظ اپنے کے سامنے رکھ دیا اور کہا۔ حافظ کا مقولہ پڑھئے۔ اگر آپ مجھے اس راہ سے منع کرتے ہیں تو میرے پیر ومرشد کے حضور عرض کر کے مجھے مانگئے۔ دونوں خاموش اور ناامید ہو گئے۔

---

[1] وہ شخص جو ہمیں شراب خانے سے روکتا ہے اس سے کہو کہ جاؤ میرے مرشد کے سامنے یہ بات کہو۔

(از دیوان حافظ)

Marfat.com

اس کے بعد سید مذکور ہمارے گھر نہیں آتے تھے اور جب ہمارے گاؤں سے طرح دے کر گزرتے میں آگے بڑھ کر سلام مسنون کہا کرتا تھا۔ مگر وہ منہ دوسری طرف کر لیا کرتے تھے۔ پھر میں نے بھی سلام کہنا چھوڑ دیا۔ جس روز کو انہوں نے مجھ سے تکرار کیا تھا۔ اُسی رات میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ حضرت محبوبِ سبحانی میرے سرہانے تشریف لائے اور فرمایا کہ ہاشم شاہ تجھے خراب کرتا ہے۔ اٹھو۔ نماز کا وقت تنگ ہو چکا ہے۔ فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور دیکھا کہ آفتاب طلوع ہونے کے قریب پہنچ چکا ہے۔ جلدی کر کے نماز ادا کی اور اُن کے تکرار سے جو بے قراری ہوئی تھی خوشی اور سرور میں تبدیل ہو گئی۔ اس کرامت کے مشاہدہ سے قوتِ یقین اور بڑھ گئی۔ اس کے بعد میں نے یہ واقعہ غلام سرور کے ذریعے حضورِ عالی میں عرض کر بھیجا۔ آپ نے فرمایا۔ وہ دونوں تمہیں اس جگہ سے ورغلانا چاہتے ہیں۔ ساتھ ہی آپ نے ارشاد فرمایا۔ راہِ خدا میں حسد ہرگز نہیں ہوتا لیکن جہاں طمع ہو حسد آجاتا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ پیرزادے ہاتھ میں عصا لے کر مریدوں کے گھر جاتے ہیں اور دو دو سیر غلہ شیرینی کے طور پر لیتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ اُن کا مرید کہیں اور نہ جائے۔ مبادا شیرینی کی رسم ختم ہو جائے۔ پھر فرمایا کہ جو فقیر یا مہمان گھر میں آئے وسعت کے مطابق اس کی خدمت کر دی جائے۔

میں نے خیال کیا کہ حضور نے اس سید صاحب کی صحیح حالت بیان فرما دی ہے نیز حضرت محبوبِ سبحانی کی عجیب تر کرامت یہ ہے کہ جب سولہ سال کے بعد آپ نے اس غریب کو ذکرِ جہر کی تلقین فرمائی اور اس کے فوائد، وجد، رقت، کشف، ترک اور دنیوی مشاغل سے پرہیز کی صورت میں ہر ایک کے سامنے ظاہر ہوئے تو میرا بھائی بھی میرے ہمراہ جلال پور شریف حاضر ہوا اور حضرت محبوبِ سبحانی سے ذکرِ جہر کی اجازت لی اور اُس سید کے دل میں بھی حرص پیدا ہوا کہ جو کچھ تجھے حاصل ہوا ہے اس میں سے مجھے بھی حصہ دو۔ میں نے کہا نخوت دور کرو۔ میرے ہمراہ حضور کی خدمت میں چلو۔ یہ بات اُسے پسند نہ آئی اور وہ چلا گیا۔

Marfat.com

اسی کے بعد غلام سرور نے میری نسبت پھر عرض کی کہ علم حاصل کرنے کا بڑا شوق رکھتا ہے اور چاہتا کہ کسی جگہ جا کر تحصیلِ علم کرے۔ اس کی اس نیت سے اس کی والدہ بڑی غم ناک ہے۔ حضور نے فرمایا۔ تو نے جو کچھ پڑھ لیا ہے کافی ہے۔ اپنے گھر مقیم رہو اور وظائف پڑھو اور والدین کی خدمت کرو۔ حضور نے جونہی یہ ارشاد فرمایا تحصیلِ علم کا تقاضا دل سے محو ہو گیا۔ اپنے گھر میں مقیم ہو گیا اور والدین کی رضا مندی اور خدمت اختیار کی اور درودِ مستغاث اور سلسلہ شریف پڑھنے کا شوق ترقی پا گیا اور باوجودیکہ دو تین کتابیں بوستان، زُلیخا اور سکندر نامہ سبقاً پڑھی تھیں معارف اور مواجید کے سلسلہ میں اولیاء اللہ کے ملفوظات اور تذکرہ کی جو کتاب پڑھتا تھا۔ حضرت محبوبِ سبحانی کی برکت اور کرامت سمجھ لیتا تھا۔ ایک دفعہ اپنے رشتہ داروں میں سے نجیب اللہ کے ساتھ قدم بوسی کی سعادت حاصل کی اور چند اشعار نظرِ عالی کے پیش کئے۔ حضور نے پڑھے اور فرمایا کہ تمہارے گاؤں میں علم کی بنیاد دکھائی دیتی ہے۔ ان میں سے چند اشعار یہ ہیں۔

اے فروغِ روئے عالم روی جاں افزای تو [1]
آبروئے خوبئ کونین را پیرای تو
آستانِ تو شدہ مخلوق را بیت العتیق
قائمِ دینِ خلائق رایتِ بالای تو
گرچہ اسکندر خضر آں چشمۂ حیوان یافت
قلزمِ فیضِ دوعالم ہست اندر پای تو

---

[1] اے وہ ذات کہ کائنات عالم فروغ تیرے جان افزا چہرے سے ہے۔ کونین کی خوبی کی آبرو کو آراستہ کرنے والا تو ہے۔ تیرا آستان کرم مخلوق کے لئے خانہ کعبہ ہے مخلوق کے دین کو قائم کرنے والا تیرا بلند جھنڈا ہے۔ اگرچہ حضرت سکندر نے چشمہ حیات نہ پایا مگر دونوں جہاں کے فیض کا قلزم تیرے قدموں میں ہے۔

Marfat.com

حالِ نورِ عالم تو دانی تیر خوردہ در جگر [1]
گاہ افتاں گاہ خیزاں آمدہ بسرای تو

اس کے بعد ۱۷ ربیع الثانی ۱۲۹۶ھ بمطابق ۱۰ اپریل ۱۸۷۹ء کی تاریخ حضرت غوث الاعظم کے عرس پر قدم بوسی کی سعادت سے مشرف ہوا۔ اس وقت گل احمد مرحوم سکنہ للہ (جہلم) جو کہ ابتداء میں میرے استاد تھے، حضرت محبوبِ سبحانی کی مسجد کے امام کے طور پر وہاں مقیم تھے اور صاحب زادہ مظفر شاہ دام برکاتہٗ کو تعلیم دیا کرتے تھے۔ ان کی مجلس میں گیا۔ تسلیم عرض کی۔ ان کے گرد بہت سے لوگ جمع تھے۔ شوق اور محبت والے اشعار کی بات ہو رہی تھی۔ سلسلہ چشتیہ جو میں نے خود تصنیف کیا تھا ان کے پیش کیا انہوں نے تمام اشعار پڑھے کدلتھی کا ایک شخص غلام سرور نامی تھا۔ اس نے اعتراض کیا کہ اس سلسلہ میں بڑی اونچی دعائیں مانگی گئی ہیں۔ یعنی اپنی حیثیت کے مطابق مطلب مانگنا چاہیے۔ مولوی صاحب نے فرمایا۔ ایسا کرنا منع نہیں۔ مولوی صاحب اور عبداللہ خان دارا پوری مرحوم مجھے حضرت محبوب سبحانی کے حضور اپنے ہمراہ لے گئے۔ اور عبداللہ خان نے عرض کی کہ اس شخص نے سلسلہ تصنیف کیا ہے۔ حضور نے تبسم فرمایا اور پڑھنے کا اشارہ کیا۔ جب میں مکمل پڑھ چکا تو آپ نے فرمایا۔ اس سے پہلے لوگوں نے سلسلے تصنیف کیے ہیں لیکن یہ سب سے بہتر مرتب ہوا ہے۔ اس میں عربی الفاظ ہیں اور بہت سی دعائیں آگئی ہیں۔ کثیر مجمع تھا۔ حضور نے فرمایا۔ اس درویش کے لیے دعائے خیر کی جائے۔ ایک شخص نے زانو اونچے کیے ہوئے تھے۔ حضور نے فرمایا۔ زانو نیچے کرو۔ کیونکہ دعا قبول نہیں ہوتی۔ مجھ غریب کے حال پر بڑا لطف و کرم ہوا اور آپ نے دم کے ساتھ ذکرِ نفی اثبات کی اجازت عطا فرمائی۔ پاسِ انفاس کے ذوق کے باعث مجھ سے مطالعۂ کتب متروک ہو گیا۔ سلسلہ شریف حسب ذیل ہے۔

---

[1] تو نورِ عالم کے حال کو جانتا ہے۔ جس کا جگر تیروں سے زخمی ہے کبھی گرتا کبھی اُٹھتا تیری سرائے میں آیا۔

Marfat.com

اے خداوندا بذاتِ ذوالعلا کے واسطے | فضل کر مجھ پر بعزّ کبریا کے واسطے
اہدنا یا ربنا راہِ عباد الصالحین | رحمۃ للعالمین صلی علیٰ کے واسطے
دے مجھے قدرت یا کریم العالمین | حیدرِ کرار شاہِ اتقیا کے واسطے
نور سے معمور کر اے عالم ذات الصدور | خواجۂ بصری امامِ اولیاء کے واسطے
فضل سے جاری زبان میری باسمِ وحدہ' | کر بعبد الواحدِ خیر الورا کے واسطے
فیض ابدی بخش مجھ کو اے فیاض الفائضین | خواجہ بو الفیضِ فضیلِ پُر بہا کے واسطے
عجز میرے پر ترحم یا مغیث المستغیث | شاہِ سدید الدین رشید المنتہا کے واسطے
دستِ شیطان سے امان دے یا قوی والحفیظ | شاہِ امین الدین امینِ کبریا کے واسطے
مغفرت سے شاد کر تو یا غفور المذنبین | خواجۂ ارشاد ممشادِ ہدیٰ کے واسطے
جان کندن کی عقوبت سے الٰہی دے امان | خواجہ بو اسحاق قطبِ چشتیا کے واسطے
مہلکاتِ خاطر ما بدل کر بامنجیات | حضرتِ بو احمد ابدالِ خدا کے واسطے
شربتِ شہدِ شہادت بخش وقتِ انتقال | ذوالمکارم بو محمد باصفا کے واسطے
لے بچا عقبات راہِ دین سے مجھ کو مدام | خواجۂ بو یوسفِ یوسف لقا کے واسطے
دے موّدت دینِ اسلام نبی ختم الرسل | خواجۂ مودود قبلہ دوسرا کے واسطے
خلعتِ راہ سعادت بخش مجھ کو یا کریم | خواجۂ مخدوم حاجی اشرفا کے واسطے
زندگی ایمان میرے کی حیاؤ حلم سے | رکھ طفیل شیخ عثمان مقتدا کے واسطے
لشکرِ شیطان با اسلحہ مجھ پر آگیا | دے پناہ یارب معین بادشاہ کے واسطے
دے لباس صبرو اخلاقِ حمیدہ یا حمید | شیخ قطب اوشی بے ریا کے واسطے
کیمیائے فقر سے یک ذرہ کر مجھ کو عطا | شکر گنج اولیاء و اصفیاء کے واسطے
کر عطا عشقِ حقیقی یا رحیم الراحمین | شاہ نظام الدین محبوبِ خدا کے واسطے

Marfat.com

نصرتِ عقبات دے مجھ کو بخیر الناصرین　شاہ نصیر الدین چراغ اصفیاء کے واسطے
ہادیا مجھ کو ہدایت کر باوصافِ حمید　شاہ کمال الدین کمال اتقیاء کے واسطے
ظلمتِ نفسِ لعیں کو دور کر از نورِ خود　شاہ سراج الدین سراجِ پُر ضیاء کے واسطے
کر منور دل میرے کو برکتِ علم الیقیں　شیخ علم الدین علّام الخفاء کے واسطے
خبثِ اخلاقِ ذمیمہ یا الٰہی دور کر　حضرتِ محمود راجن پُر صفا کے واسطے
بخش مجھ کو عشقِ دیدار جمالِ ذوالجلال　شاہ جمال الدین جمال بے فنا کے واسطے
عیب میرے ڈھک تیرا ہے نام ستار العیوب　دے اماں حسن محمد اتقیاء کے واسطے
قلب سالم رکھ میرا از مہلکاتِ نفسِ دُوں　لائق خواجہ محمد مرحبا کے واسطے
زندگی دے دل مرے کو برکت حی القیوم　خواجۂ یحییٰ مدنی مقتداء کے واسطے
شرم آقائے الٰہی زیں کلام بے خشوع　شوق دے مجھ کو کلیم ذوالبقاء کے واسطے
صبغۃ اللہ کی حقیقت سے الٰہی دے شعور　خواجۂ ثانی نظام الاولیاء کے واسطے
فقر سے مجھ کو مفخر یا ملیکِ مقتدر　شیخ فخر الحق وینِ مصطفیٰ کے واسطے
روشنائی دے مجھے یا نورِ ارض و السماء　حضرت نور محمد ضیاء کے واسطے
خاندانِ چشت سے ہو یا نہیں محروم کو　بخش مجھ کو آفتابِ چشتیا کے واسطے
یا الٰہی عاجزی میری قبول از شان او　شاہ سلیمان یعنی نورِ اصفیاء کے واسطے
گمرہان دین کو بس شمس دیں پیدا ہوا　سایۂ شمسِ الٰہی پر جہاں شیدا کے واسطے
شمسِ چارم آسمان ہے مدح گوئی شمسِ دیں　بخش مجھ کو شیخ شمس الاولیاء کے واسطے
مشکلیں آسان کر میری احل المشکلات　شاہِ ما حیدر علی مشکل کشا کے واسطے
التجاء کرتا ہے بیچارہ یہ عالم سیّدا　خاتمہ بالخیر ہو کل اولیاء کے واسطے

حضور نے ایک جگہ اصلاح فرمائی جو بندہ نے بسر و چشم قبول کرلی۔

Marfat.com

ایک بار مستی غلام سرور نے میرے سامنے اظہار کیا کہ خواجہ شمس العارفین کو میں نے خواب میں دیکھا ہے تو بھی وہاں میرے ساتھ تھا۔ ہم دونوں کو آپ نے پانچ پاؤ تلاوتِ قرآنِ مجید کی اجازت فرمائی ہے۔ میں نے شروع کرلی ہے تو بھی کردے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ کیا ہی بہتر ہوتا کہ مجھے بھی حضور خود امر فرماتے۔ پس اس سال جلد مجھے بھی سیال شریف کے مقام پر حضرتِ خواجہ کی زیارت نصیب ہوئی اور پانچ پاؤ تلاوت کا امر ہوا۔ میں نے عرض کیا۔ اس سے زیادہ نہیں پڑھوں گا۔ حضور نے زبان مبارک سے فرمایا کہ اگر عطا محمد کی طرح نمک زیادہ کھاؤ گے تو یرقان پڑھ جائے گا۔ اور یہ عطا محمد میرا بڑا بھائی تھا جو مرضِ یرقان میں مبتلا تھا۔ پس آپ کے امر کے موافق میں نے تلاوت شروع کردی۔ نیز ۷ صفر ۱۲۰۸ھ، ۹ جنوری ۱۸۸۱ء کو حضرتِ محبوبِ سبحانی کے ہمراہ خواجہ شمس العارفین قدس سرہٗ کی قدم بوسی سے مشرف ہوا۔ جو صورت مبارک خواب میں دیکھی تھی بعینہٖ بیداری میں بھی دیکھی۔ بعدازاں حضرت محبوبِ سبحانی نے پانچ پاؤ تلاوتِ قرآن پاک کی اجازت مرحمت فرمائی اور ایک منزل دلائل الخیرات کی بھی تلقین ہوئی۔

ایک روز میں ذکرِ جہر کی اجازت لینے کے لئے آمادہ ہوا۔ ابھی عرض پیش نہیں کی تھی کہ حضرت محبوبِ سبحانی نے سلسلہ گفتگو میں فرمایا۔ جس کی عمر تیس سال سے کم ہوتی ہے اسے ذکر جہر مفید نہیں ہوتا بلکہ اس کی قوت کو نقصان پہنچتا ہے کیونکہ ذکر کی حرارت اس کے مثانے میں اثر کرتی ہے اور اس کا مادہ تولید پتلا ہو کر بہنے لگ جاتا ہے اور پھر دوسرے وظائف بھی ادا نہیں کرسکتا۔ الحمدللہ ۷ شعبان ۱۳۱۰ھ، ۲۴ فروری ۱۸۹۳ء کو ذکرِ جہر کی اجازت کا مجھے شرف حاصل ہوا۔ ترتیب وہی تھی جو کشکول شریف میں درج ہے۔ حضور نے فرمایا حضرتِ تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فرمودہ ہے کہ انسان کا دل پہاڑ کی مانند ہے اور ذکرِ جہر لوہے کے پھاوڑے کی طرح ہوتا ہے اور ذکرِ خفی کو چھری سمجھو۔ جو شخص پہاڑ کو آہنی پھوڑے سے کھودے جلد کھودلے گا بہ نسبت

Marfat.com

اس کے کہ چھری سے اُکھیڑے۔ پھر فرمایا کہ ذکرِ جہر بھی باترتیب ہو تو فائدہ پہنچاتا ہے اور اگر عورتوں کی طرح کرے گا جو گندم کے سٹے چھڑیوں سے صاف کرتی ہیں تو چنداں مفید نہ ہوگا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جس طرح ذکرِ جہر شیخ صاحب کیا کرتے تھے کوئی نہیں کرے گا۔ ذکر کے دوران میں ان پر حالت طاری ہو جاتی تھی۔ اور ہُو ہُو کہتے اُٹھ کھڑے ہوتے تھے اور زمین پر گر جاتے تھے۔ اس دعا گو نے عرض کی کہ اس ذکر کی کتنی تعداد ہوا کرتی ہے۔ حضور نے فرمایا ایک سو بار نفی اثبات اس طرح کہ پانچویں یا ساتویں بار محمد رسول اللہ کہے۔ دو سو بار اثبات، اس طرح کہ ساتویں یا نویں بار محمد رسول اللہ کہے اور تین سو بار اسمِ ذات۔ لیکن جن کے دل پر غالب ہو جاتا ہے وہ تمام رات ختم نہیں کرتے۔ چنانچہ سیال شریف میں ایک درویش تمام رات ذکرِ جہر میں گزارتے تھے۔ آخر ان کے اندر سے خون رواں ہو گیا اور شہید ہو گئے۔ اس کے بعد اسی سال کی ۲۱ رمضان المبارک، ۱۸ اپریل ۱۸۹۳ء محمد اشرف اور حافظ الہٰ دین کے وسیلے سے میں نے شرفِ قدم بوسی حاصل کی۔ ذکرِ جہر کے فوائد عرض کیے۔ ان کی تاویل کے طور پر یہ شعر آپ نے اپنی زبان مبارک سے ادا فرمائے۔

مرا در منزلِ جاناں چہ امن و عیش چوں ہر دم [1]
جرسِ فریاد میدارد کہ بر بندید محملہا

پھر فرمایا کہ جرس کی آواز کو انحد کے ذکر سے تاویل کرتے ہیں اور بانسری کی آواز کو ذکرِ وحدت کہتے ہیں۔ حافظ الہٰ دین نے عرض کیا۔ یہ چاہتا ہے کہ نسبتِ اذکار زیادہ ہو۔ حضور نے فرمایا جہر کی ترتیب کو لازم سمجھو۔ بندہ نے عرض کیا کہ طعام جس قدر کم کیا جائے اذکار کی نسبت زیادہ ہو جاتی ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ بزرگوں نے ایسے حیلے لکھے ہیں جن سے بتدریج طعام متروک ہو جاتا ہے اور طاقتِ بدنی بھی کم نہیں ہوتی۔ کیونکہ اگر بدنی طاقت کم ہو جائے تو

[1] مجھے محبوب کی منزل (گھر) میں کیا امن اور عیش ہوگا کہ ہر وقت فریاد کی گھنٹی اس کے کجاوے میں بندھی گئی۔

Marfat.com

فائدہ نہیں ہوتا۔ لیکن تجھے چاہیے کہ طعام ترک کرنے کے پیچھے نہ پڑو کیونکہ یہ کام مشکل ہے۔ تا ہم کچھ مدت کے لیے خواہ مخواہ یہ کام مجھ سے ہوتا رہا اور تمام دنیاوی کام متروک ہو گئے اور جس شیخ صاحب کی طرف آپ نے ارشاد فرمایا تھا میرا معاملہ اس سے بھی بڑھ گیا۔

اسی اثناء میں خواب میں مجھے یہ نظر آیا کہ حضرت محبوبِ سبحانی کے ساتھ سیال شریف کے سفر میں ہوں اور ایک گاؤں ہے جس کا نام شاہ حسین ہے۔ وہاں پیشیں کی نماز کا اتفاق ہوا۔ بہت سے دوست وضو کر کے جماعت میں شامل ہو گئے۔ مگر میں وضو میں کاہلی برت رہا ہوں۔ مجھ سے بہت سے لوگ پیچھے رہ گئے ہیں۔ جب میں جماعت کی جگہ پہنچا اور جماعت متفرق ہو گئی اور لوگ سنتوں کے پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔ لیکن حضرت محبوبِ سبحانی نے مجھ سے قرآن شریف لے لیا اور مجھے ختم شریف کے حلقے میں داخل کیا اور فرمایا اب بھی جماعت میں شامل نہیں ہوتے۔ ہمیشہ حال اور فیصلے پر افسوس کرتا ہوں کہ حضرت محبوبِ سبحانی کے ساتھ جماعت میں شمولیت اور اتباع نصیب نہ تھا۔ اپنی اس حالت کے متعلق میں نے ایک غزل بھی کہی ہے جس کا مطلع یہ ہے۔

نماز من ز پست فوت شد ز سستی بخت [1]

دراں صفیکہ تو بودی نصیب ما نشد است

میں نے ختم شریف تسبیح پر پڑھنا شروع کیا۔ میاں محمد اشرف نے یہ بات حضور کی خدمت میں بیان کی۔ حضور نے فرمایا کیوں با جماعت نہیں پڑھتا۔

اب میں اُن وجوہات کو درج کرتا ہوں جو ان ملفوظات کو تحریر کا باعث بنیں۔ پہلی بات یہ کہ جب میری یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ حضرت محبوبِ سبحانی کی تمام گفتگو اسرار اور معانی کا خزانہ

---

[1] آپ کے پیچھے میری نماز نصیب کی سستی کی وجہ سے فوت ہو گئی جس صف میں آپ تھے۔ (اس میں) ہمارا نصیب (حصہ) نہ تھا۔

Marfat.com

ہوتی ہے۔ اور دنیا کے مردہ دل لوگوں کو اس بات کا علم نہیں کہ صاحب دل لوگوں کے قلوب پر اس کا اتنا اثر ہوتا ہے کہ آب حیات اور آب کوثر کا بھی نہیں ہوتا اس لیے میں نے نہ چاہا کہ حضور کی باتیں پردے میں رہ جائیں۔ میں لکھنے لگ گیا اور پھر یہ حالت ہوگئی کہ میرے لیے ممکن نہ تھا کہ میں انہیں نہ لکھتا۔ اس سے پہلے ۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۴ء میں حضور کے مبارک ملفوظات کے چند اوراق میں نے لکھے تھے۔ لیکن غفلت اور دنیوی مشاغل کی وجہ سے ان سے محروم ہوگیا اب درگاہِ الٰہی میں بڑی زاری کے ساتھ دعا مانگ کر میں نے یہ کام شروع کیا ہے۔ جہاں کہیں حضور کوئی آیت یا حدیث مجمل طور پر زبان مبارک پر لایا کرتے ہیں میں موقع اور محل کے لحاظ سے اس کے معانی اور اسرار اپنی وسعت اور حوصلے کے مطابق کھول کر بیان کر دیتا ہوں اور لفظِ فائدہ لکھ کر عبارت بڑھا ڈالتا ہوں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ہر شے کی زندگی سایہ کی طرح ختم ہو جاتی ہے پس جب حضرت محبوبِ سبحانی کا جمالِ جہاں آرا اپنا رُخ نقابِ ابدی میں چھپالے گا اور اس جمال کے عاشق جب آنحضرت کی باتوں کو زندہ پائیں گے، پڑھیں گے اور خوش وقت ہوں گے تو مجھے دعائے خیر سے یاد کیا کریں گے۔ پس گویا ان ملفوظات کے زندہ رہ جانے سے میں بھی زندہ رہوں گا۔ ابیات

بماند سالہا نظم و ترتیب [1]
زما ہر ذرہ خاک افتادہ جائے
مگر صاحبدلے روزے برحمت
کند برحالِ درویشاں دعائے

---

[1] یہ نظم وترتیب کئی سالوں تک رہے گی ہماری طرف سے خاک کا ہر ذرہ ایک جگہ پڑا ہوگا۔ شاید کسی دن کوئی دل والا رحم کرتے ہوئے درویشوں کے حال پر دعا کرے۔

Marfat.com

غرض نقشے است کز ما یاد ماند ؎۱
کہ ہستی را نمی بینم بقائے

تیسری وجہ یہ ہے کہ خواجہ فرید الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ملفوظات میں یہ لکھا ہوا میں نے دیکھا کہ جو مرید اپنے شیخ کی باتیں لکھتا ہے، ہر بات کے بدلے اس کے دفترِ اعمال میں ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ پس چند اوراق جو میں نے ۲۳ ذی الحج ۱۳۱۰ھ، ۱۸ جون ۱۸۹۳ء کو تحریر کئے تھے۔ حضور کے نظرِ عالی کے پیش کیے۔ ان تمام کا مطالعہ کرنے کے بعد حضور نے لکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور زبانِ مبارک پر یہ حدیث لائے

"مَنْ اَحَبَّ شَيْئًا اَكْثَرَ ذِكْرَهُ"

یعنی جس شے سے انسان محبت کرتا ہے اس کا ذکر اکثر کیا کرتا ہے۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ میرا دل ہر تعلق سے علیحدگی اور فراغت چاہتا ہے اور لوگوں سے دور رہنے اور جذبۂ محبت کی مستی کے باعث جو بات ذہن سے اُتر جاتی ہے لکھتے ہوئے خود بخود یاد آجاتی ہے اور میں لکھ لیتا ہوں۔ پانچواں باعث یہ ہے کہ میں نے نفحات الانس میں پڑھا ہے کہ ایک بزرگ نے سہل تستری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی باتیں لکھ لی تھیں۔ ایک روز پانی کے کنارے اُس نے طہارت کی۔ اس کی تحریر پانی میں گرگئی اور تلف ہوگئی۔ اسے سخت رنج ہوا۔ اسی رات سہل تستری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خواب میں دیکھا۔ انہوں نے کہا۔ تجھے تکلیف پہنچی ہے کہ تیری تحریر پانی میں ضائع ہوگئی ہے اس نے کہا۔ جناب درست ہے۔ انہوں نے کہا کیوں ان باتوں کو حقِ دوستی اللہ کا حق اور اس کے دوستوں کا حق اپنے آپ سے طلب نہیں کرتا۔ اس نے عرض کیا جناب میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ مصطفیٰ ﷺ اپنے چہار یار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اصحابِ صفہ رضی اللہ تعالیٰ

؎۱ غرض یہ ایک نقش ہے کہ ہماری طرف سے یادر ہے گا کہ میں وجود کے لیے باقی رہتا نہیں دیکھتا۔
(از گلستانِ سعدی)

Marfat.com

عنہم کے ساتھ وہاں تشریف فرما ہوئے۔ وہ بزرگ خوش ہو کر آنحضرت ﷺ کے سامنے دوڑے۔ آنحضرت ﷺ نے اس بزرگ کی طرف اپنا چہرۂ انور کیا اور فرمایا۔ اس صدیق یعنی سہل تستری کو کیوں نہیں کہتا کہ ان باتوں کی دوستی اور اس طائفہ کی دوستی عین حقیقت ہے یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ مصطفیٰ ﷺ تشریف لائے تھے تا کہ سہل تستری سے اس بزرگ کے متعلق بات کریں۔ سہل نے کہا۔

اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَسَلَّمَ)

مصطفیٰ ﷺ مسکرائے اور وہ بزرگ خوشی سے جاگ پڑے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کام سے دوستی خود کام کرنے کے برابر ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس کام سے انکار ہو جائے۔ اللہ پناہ دے۔ کتاب مذکورہ کی عبارت یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ فَحُبَّ مَنْ اَحَبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُحِبُّکَ وَ حُبَّ عَمَلٍ یُقَرِّبُنِیْ اِلٰی حُبِّکَ وَاجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ الْاَشْیَاءِ اِلَیْنَا مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ لِلْعَطْشَانَ یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ اَللّٰھُمَّ اسْقِنِیْ بِکَاْسِ مُحَمَّدٍ ﷺ شَرْبَۃً لَا اَظْمَاُ بَعْدَہٗ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ.

ترجمہ: اے اللہ مجھے اپنی محبت اور اس شخص کی محبت جس نے تجھ سے محبت رکھی اور جو تجھ سے محبت رکھتا ہے اور اس عمل کی محبت جو تیری محبت کے مجھے قریب پہنچانے والا ہو عطا فرما اور بار الٰہی! اپنی محبت کو میرے نزدیک پیاسے کو پانی کی محبت سے زیادہ محبوب بنا دے، اے اللہ! مجھے ساغرِ نبوی ﷺ سے ایسا جام پلا جس کے پینے کے بعد مجھے پیاس نہ لگے۔ اے ارحم الراحمین تیرا کرم درکار ہے۔

پس اس کتاب کو میں نے تین عنوانوں پر منقسم کیا۔ عنوانِ اوّل، حضرت محبوبِ سبحانی کے ملفوظات، عنوانِ دوم، اس قطبِ ربانی کی حالت اور مقامات، عنوانِ سوم حضرت محبوبِ سبحانی

Marfat.com

کے تصرفات وکرامات۔ اس کتاب کا نام میں نے نفحات المحبوب فی احیاء القلوب رکھا اور اس کتاب میں جہاں کہیں محبوبِ سبحانی کے لقب سے میں نے اپنے مرشدِ کامل کے متعلق لکھا ہے کہ اپنے شیخ کے اتباع اور ان کی صفات کے اختیار کرنے میں کماحقہٗ مستحق ہو چکے یہ بات عنوانِ ثانی میں کھل کر سامنے آجائے گی۔ حضور کی یہ عجیب کرامت میں نے دیکھی ہے کہ اگرچہ اُس بزرگ کی تحریر پانی میں ضائع ہوگئی تھی اور اسے سخت رنج پہنچا تھا، اس مسکین کی تحریر کو دیمک بھی نہ کھا سکی۔ اگرچہ اس نے اوپر نیچے سے کاغذات اور باقی اجزاء کھا لیے لیکن ان ملفوظاتِ مبارکہ کا ایک حرف بھی اس نے نہ کھایا۔ مٹی کے تلے سے میں نے انہیں صحیح سالم اٹھایا، جھاڑا اور محفوظ کر لیا۔ یقین جاہیے حق تعالیٰ حضور کی کرامات اور مناقب قیامت تک منقطع نہیں ہونے دیں گے۔ کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے۔

"کُلُّ سَبَبٍ وَ نَسَبٍ یَنْقَطِعُ بَعْدَ الْمَوْتِ اِلَّا سَبَبِیْ وَ نَسَبِیْ"

یعنی ہر سبب اور نسب موت کے بعد ٹوٹ جاتا ہے لیکن میرا سبب اور نسب قائم رہے گا۔

یعنی موت کے بعد ہر سبب اور نسب قطع ہو جائے گا مگر میرا سبب جس سے مراد قرآن اور اولیاء اللہ کی کرامت ہے اور میرا نسب یعنی میری آل، یہ موت کے بعد ختم نہیں ہوں گے اس حدیث کے مطابق کہ

"کُلُّ تَقِیٍّ وَ نَقِیٍّ فَھُوَ لِیْ"

یعنی اہلِ تقا اور نقا میں سے ہر ایک آل میں شامل ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

ملفوظات حیدری

مجلس اوّل

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَا لصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ

عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ . اَمَّا بَعْدُ.

درویشوں کا یہ نیاز مند بلکہ ان کی خاکِ پا نور عالم مسکین ولد میاں فتح الدین موحوم عرض کرتا ہے کہ سوموار کو ماہِ ذیقعد ۱۳۰۲ھ، مئی ۱۸۸۵ء ماموں صاحب میاں محمد اشرف کے ساتھ حضرتِ محبوبِ سبحانی کی قدم بوسی سے مشرف ہوا۔ اس وقت محبوبانِ خدا کی کرامات کا ذکر شروع تھا۔ حضور نے یہ مبارک الفاظ کہے کہ حق تعالیٰ کے ایسے محبوب ہیں کہ ان کا سوال ہرگز رد نہیں کرتا۔ جو کچھ چاہتا ہے وہی کرتا ہے اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ بابا صاحب فرید الدین گنج شکر قدس سرہٗ کو کئی بار مُردوں کو زندہ کرنے کا اتفاق ہوا۔ چنانچہ ایک مرید آپ کے معتقدوں میں سے مجلس میں حاضر ہوا اور ملال و اندوہ کے آثار اس کے چہرے پر ظاہر تھے۔ حضرت گنجِ شکر نے فرمایا کہ اس سے پہلے تو کشادہ پیشانی کے ساتھ آیا کرتا تھا۔ آج تمہارا چہرہ کس وجہ سے ملول ہے، اس نے عرض کی۔ میرا ایک عزیز بھائی ہے جس کی بیماری میں موت کی علامات ظاہر دیکھ آیا ہوں۔ نزع کا وقت آ چکا ہے اس کی حالتِ مرگ کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ حضورِ عالی میں دوڑ کر آ گیا ہوں۔ یہ بات سنتے ہی آپ نے فرمایا کہ تیرا بھائی صحت یاب ہو چکا ہے۔ وہ شخص گھر گیا اور اس نے دیکھا کہ اس کا بھائی تندرستی کی حالت میں سابقہ قوت اور جسمانی حالت کے ساتھ بیٹھا ہے اور روٹی بھی کھا رہا ہے گویا اس نے بیماری کبھی دیکھی ہی نہ تھی۔ وہ شخص حیران ہو گیا اور واپس حضرت بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میرا بھائی تو مر

Marfat.com

چکا تھا اور اس کی زندگی کی اُمید نہیں رہی تھی لیکن اب سابقہ توانائی کی حالت میں بیٹھا ہوا ہے او صحت یاب ہو چکا ہے۔ گویا اسے نئی زندگی مل گئی ہے۔ حضرت بابا صاحب نے فرمایا تو جانتا ہے فرید کئی بار مرا اور کئی بار زندہ ہوا پس اگر ایک مردے کو میں نے بھی زندہ کر دیا تو تعجب کی کونسی بات ہے۔

بعد ازاں حضرت محبوبِ سبحانی نے فرمایا کہ بابا صاحب اور غوث بہاء الحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کی آپس میں محبت تھی اور آپس میں رشتہ داری بھی تھی۔ اتفاقاً ایک بار بابا صاحب ملتان تشریف لے گئے۔ غوث صاحب کی ایک کنیز تھی۔ اس سے انہیں محبت تھی۔ وہ بدرجہ کمال حسن رکھتی تھی۔ لیکن انہوں نے نظرِ باطن سے لوحِ محفوظ پر لکھا دیکھا تھا۔ کہ بے چاری شقی ازلی ہے اور شقاوت کا داغ اس کی پیشانی پر ثبت ہے۔ جنابِ الٰہی میں اس کی شقاوت کو دور کرنے کے لیے جس قدر استدعا کی اور حیلہ و ہمت کر سکے کوئی بات سود مند نہ ہوئی۔ پس اس کنیز کو بابا صاحب کی خدمت میں بھیجا کہ برادرم فریدالدین آئے ہیں پانی کا کوزہ ان کے وضو کے لیے دے آؤ۔ کنیز نے کہا میں نامحرم کے پاس نہیں جاتی۔ اس نے یہ بھی کہا کہ میرا چہرہ دیکھ کر مبتلا ہو جائیں گے۔ غوث صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ وہ فقیر ہیں۔ تیری طرف التفات نہیں کریں گے۔ پس کوزہ لائی اور وضو کرانے لگی تمام پانی ختم ہو گیا اور ابھی بابا صاحب ہاتھ ہی دھو رہے تھے اور نظر اس کے چہرے پر تھی۔ کنیز غصے سے بھری ہوئی واپس گئی اور کہنے لگی، میں نہ کہتی تھی کہ میری صورت کے گرفتار ہو جائیں گے۔ غوث صاحب نے فرمایا پانی کا اور کوزہ پہنچاؤ۔ دوسرا کوزہ بھی ہاتھوں پر ختم ہو گیا۔ واپس آئی اور غوث صاحب نے فرمایا تیسرا کوزہ بھر کر پہنچاؤ۔ بابا صاحب کی نظر اس کے چہرے پر تھی کہ آدھا پانی صرف ہو گیا۔ باقی آدھے کوزے سے آپ نے وضو کیا اور کنیز کو رخصت کیا۔ کنیز غوث صاحب کے پاس آئی اور ماجرا بیان کیا۔ جب غوث صاحب نے دیکھا کہ اس کا داغ شقاوت لوحِ محفوظ سے محو ہو گیا ہے تو انہوں نے جنابِ الٰہی

Marfat.com

میں عرض کی کہ مجھے غوث کا درجہ عطا ہوا ہے۔اور یہ قطبی درجہ رکھتے ہیں میں نے اپنی پوری ہمت صرف کردی اور اس کا داغ شقاوت زائل نہ ہوا اور اگرچہ اس کا درجہ مجھ سے کمتر ہے لیکن انہوں نے ایک نظر سے وہ شقاوت لوحِ محفوظ سے دھوڈالی ہے۔الہام ہوا کہ بے شک تجھے غوثی درجہ عطا ہوا ہے لیکن تمہارے ساتھ یہ وعدہ نہیں تھا کہ جو کچھ چاہو گے پورا کریں گے۔لیکن اس کے ساتھ ہمارے وعدے ہیں کہ جو کچھ چاہو گے کریں گے اور جو کچھ کہیں گے رد نہیں ہوگا۔

اس کے بعد حضرت محبوبِ سبحانی نے بابا صاحب کے زہد اور ان کی ریاضت کا ذکر کیا۔

آپ نے فرمایا کہ بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو الہام ہوا کہ میرا عشق سخت بلا ہے۔کیا تو اسے برداشت کرلے گا۔انہوں نے عرض کیا۔بارِ خدایا اگر توفیق ہوئی تو برداشت کرلوں گا۔پس خداوند تعالیٰ کے حکم سے ایسی گرم ہوا چلی کہ ان کا تمام گوشت پوست پگھل گیا اور زمین پر گر پڑا۔محض ہڈیاں اور وریدیں باقی رہ گئیں۔اس کے بعد زور کی ہوا چلی جس نے کنکر مٹی زمین پر سے اُٹھائے اور ان ہڈیوں اور وریدوں پر برسائے لیکن بابا صاحب جہاں کھڑے تھے وہیں ثابت قدمی سے موجود رہے۔اس پر پھر الہام ہوا کہ اے فرید تم پر صد آفرین۔ہمارے عشق کو تو نے بڑی خوبی سے برداشت کیا اس موقع پر حضرت محبوبِ سبحانی نے فرمایا کہ عشق کے کوچے میں تمام جانبازی ہے اور زبان مبارک پر یہ شعر لائے۔

عشق بازی طفل بازی نیست اے دل سر بباز [1]
زاں کہ گوئی عشق نتواں زد بچوگانِ ہوس

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ فقیر کو جب محبوبی اور معشوقی کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے تو حق تعالیٰ سے جو کچھ مانگے وہی ہوتا ہے۔پھر آپ نے فرمایا کہ پیر صاحب یعنی حضرت غوث الاعظم رحمۃ

---

[1] عشق کرنا بچوں کا کھیل نہیں اے دل سر کی بازی لگادے کیونکہ عشق کی گیند کو حرص کے بلے سے مارا نہیں جاسکتا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ علیہ کی بھی بڑی کرامات ہیں۔ چنانچہ ایک شخص کی لڑکیاں ہی لڑکیاں تھیں۔ ہر بار جب اس کی بیوی امیدوار ہوتی تو لڑکی پیدا ہوتی تھی حتیٰ کہ بیس لڑکیاں پیدا ہوگئیں۔ لہٰذا وہ شخص اپنی بیوی سے بیزار ہوگیا اور اس نے کہا جاؤ میری طرف سے تمہیں جواب ہے۔ میں اتنے عیال کے لیے روزی کہاں سے لاؤں۔ عورت بیچاری پیر صاحب کے حضور حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی کہ دعا فرمائیں۔ ان لڑکیوں کو موت سمیٹ لے۔ ان کے باپ نے مجھے جواب دے دیا ہے میں انہیں کہاں لے جاؤں میں عاجز ہوں۔ اس نے جب کئی بار موت کا لفظ استعمال کیا تو حضور نے فرمایا حق تعالیٰ ان کو مارنے پر قادر ہے تو کیا اس بات پر قادر نہیں ہے کہ تمام کو بیٹے بنا دے۔ یہ الفاظ آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہی تھے کہ لڑکیاں تمام کی تمام لڑکے بن گئے۔

بعد ازاں حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ شاہ منصور کو جب قید خانے میں رکھا گیا کہ اگلے روز انہیں پھانسی پر لٹکایا جائے گا تو شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آئے اور انہوں نے دیکھا کہ قید خانہ خالی پڑا ہے۔ لوہے کی زنجیریں ایک طرف پڑی ہیں اور منصور وہاں تنہا بیٹھے ہیں۔ انہوں نے کہا یہ تو نے کیا کیا منصور نے جواب دیا جب میں نے کہا انا الحق تو قیدیوں کو میں نے اجازت دے دی اور انہیں رہا کر دیا۔ اس لئے تمام بھاگ گئے۔ شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا تو خود کیوں نہ بھاگا۔ منصور رحمۃ اللہ تعالیٰ کہنے لگے اسی عقل سے کام لے کر مجھے نصیحت دیا کرتے تھے۔ یہ کیسے ہو کہ انا الحق کہنے کے بعد میں بندوں سے بھاگوں۔ اس موقع پر حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ منصور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نظر کی تو قید خانے کی دیواروں میں شگاف پڑ گئے اور قیدی سوراخوں میں سے باہر نکل گئے۔ کوئی انہیں پہچان نہیں سکتا تھا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اللہ کے محبوبوں اور معشوقوں میں سے بعض خاص و عام کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوتے ہیں۔ مثلاً حضرت خضر علیہ السلام ایک بیابان میں سے گزرے انہوں نے دیکھا کہ نور کا شعلہ زمین سے عرش تک جا رہا ہے۔ حیران ہوگئے اور اس کی طرف روانہ ہوگئے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک

Marfat.com

درویش نماز میں قیام کر رہا ہے۔انہوں نے انتظار کی کہ جب سلام پھیرتا ہے تو اس سے گفتگو کرتے ہیں۔مگر درویش سلام پھیرتے ہی پھر نماز شروع کر دیتا تھا۔حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے درویش میں تیری ملاقات کے لیے کھڑا ہوں اور تو میری طرف التفات نہیں کرتا۔ میں لوگوں میں تیرا شہرہ کروں گا کہ اس قسم کی صفات والا ایک درویش یہاں رہتا ہے۔اور وہ تیرے درپے ہو جائیں گے۔درویش نے جواب دیا کہ میں بھی اس بات کا اعلان کروں گا کہ یہ خضر (علیہ السلام) ہیں۔درویش نے یہ بات کہی اور نظر سے غائب ہو گیا اور خضر علیہ السلام اس حسرت میں رہ گئے کہ ایک محبوبِ خدا ملا تھا اور اُسے کھو بیٹھا۔اس کے بعد مدت تک اس کی تلاش کرتے رہے کہ پھر کہیں ملے۔اتفاقاً ایک بار پھر پہلے کی طرح ایک نور کا شعلہ آسمان کی طرف اٹھتا ہوا دکھائی دیا۔نزدیک گئے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت سو رہی ہے۔ پہلے ڈرے ہوئے تھے۔اس لیے انہوں نے اسے بیدار نہ کیا کہ شاید بیزار ہو جائے اور مجھ سے غائب ہو جائے اس وقت عتاب ہوا کہ ادب کرو۔یعنی خضر علیہ السلام کو حکمِ الٰہی سے جھڑکا گیا کہ میرے محبوب میری غیرت قبوں میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔مبادا تو انہیں بیدار کرے اور مجھے غیرت آجائے۔اس موقع پر حضرت محبوبِ سبحانی نے یہ مصرعہ پڑھا۔

بلے سلطانِ معشوقاں غیور است [1]

اس کے بعد حکم ہوا کہ میں نے اپنے محبوبوں کو اغیار کی نگاہوں سے چھپایا ہوا ہے۔اس لیے باتیں ختم کرو۔اس پر حضرت خضر علیہ السلام نے عرض کی کہ بارِ خدایا آپ کے محبوں میں سے کوئی بھی ظاہر نہیں۔جواب آیا کہ ہاں میرے ایک محبوب سید عبدالقادر گیلانی مشہور ہیں۔پس خضر علیہ السلام کو حضرت پیر صاحب سے ملاقات کا اتفاق ہوا۔حضرت پیر صاحب قدس سرہٗ ان سے مخاطب ہوئے اور فرمانے لگے کہ اے خضر جس علم میں تو نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا

---

[1] ہاں! معشوقوں کا سلطان غیرت مند ہے۔

Marfat.com

تھا۔

اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْراً

(واقعی تو میرے ساتھ صبر نہیں کر سکے گا)

کیا اس میں تو میرے ساتھ گفتگو کرے گا۔ پس خضر علیہ السلام خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ یہاں پہنچ کر حضرت محبوب سبحانی وظائف پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔ اور ہمیں رخصت کر دیا گیا۔

فائدہ

یہ دعا گو عرض کرتا ہے کہ محبوبوں کے ادب اور ان کے اتباع کے متعلق سلسلہ کلام شروع تھا۔ یہاں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے نقل کرتا ہوں۔ مشکوٰۃ شریف کے ترجمہ میں ہے کہ جب حضرت خضر علیہ السلام حضرتِ غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں حاضر ہوا کرتے تھے تو آپ فرمایا کرتے۔

یَا اِسْرَائِیْلِیْ اِسْمَعْ لِمُحَمَّدِیْ

اے اسرائیلی، محمدی بات سن۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ خضر علیہ السلام بنی اسرائیل میں سے ہیں اور حضرت پیر صاحب رسول اللہ ﷺ کی اولاد میں سے تھے۔ پس اس کلمہ

قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ كُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ

کے کہنے کی آپ نے یہ وجہ بیان فرمائی کہ معراج کی رات کو پرودگار نے میری روح کو نورانی قالین کے طور پر بھیجا تا کہ اپنے جدِ بزرگوار کو سوار کر کے حجابِ کبریا تک پہنچاؤں۔ آنحضرت ﷺ خوش ہوئے اور میرے لیے دعا فرمائی کہ ہمارا قدم تیری گردن پر ہے۔ اور تیرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہو۔ مناقب غوثیہ میں لکھا ہے کہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کلمہ ''قَدَمِیْ'' زبان مبارک پر لائے تو حاضر اور غائب مشائخ میں سے ہر ایک نے ''نَعَمْ نَعَمْ'' کہا اور سر نیچے

Marfat.com

جھکا لیا۔ خواجہ قطب الدین کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ میں اس وقت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حضور موجود تھا۔ ناگاہ خواجہ بزگوار نے سر جھکا دیا اور فرمایا۔

''بَلْ عَلٰی حَرْقَةِ عَیْنِیْ''

اور خواجہ نصیر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ خواجہ بزرگ کے یہ الفاظ سن کر حضرت غوث الاعظم کی زبانِ مبارک سے نکلا کہ ہوسکتا ہے یہ شخص عنقریب سلطان الہند ہو جائے۔

اس کے بعد اس روز میاں محمد اشرف کے ساتھ پھر مجلس میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ شیخ پر مرید کے اعتقاد کی بات شروع ہوئی۔ حضرت محبوبِ سبحانی نے فرمایا کہ ہمارے حضرت خواجہ شمس العارفین کا ملفوظ مبارک ہے کہ اہلِ علم میں سے ایک شخص شیخ کی صحبت میں حاضر ہوا۔ اسے تنگی معاش کی شکایت تھی۔ شیخ نے اُسے وظیفہ بتایا:

یَا حَجُّ یَا قَجُوْمُ پڑھو۔ وہ چلا گیا اور اسمِ ''یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ'' پڑھا کرتا تھا۔

شیخ نے جو عرصہ بتایا تھا اُس میں اُسے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔ بلکہ مفلسی پہلے سے بھی زیادہ ہوگئی۔ پھر اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ تنگی زیادہ ہوگئی ہے۔ شیخ نے کہا تو کیا پڑھتا رہا ہے۔ اس نے جواب دیا ''یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ'' شیخ نے فرمایا تو نے ہمارے فرمان کی تکمیل نہیں کی اور صحیح اور غلط کے امتیاز میں پڑ گیا۔ جاؤ اور اب وہ پڑھو جو میں نے کہا تھا۔ وہ شخص گیا اور شیخ کے فرمان کے مطابق عمل کیا اور چند دنوں میں اُس کا مطلب حاصل ہوگیا۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ حضرت تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فرمودہ ہے کہ جو کچھ ہے پیر ہے۔ پیر ہے۔ اور اُن کا فرمایا ہوا یہ شعر زبانِ مبارک پر لائے۔

چوں تو ذات پیر را کردی قبول [1]
ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول

---

[1] جب تو نے مرشد کی ذات کو تسلیم کر لیا تو اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کی ذات اسی میں آگئی۔

Marfat.com

اس کے بعد حضرت محبوبِ سبحانی نے فرمایا کہ بابا صاحب شیخ فریدالدین قدس سرہٗ ایک شہر میں گزرے۔ اُس شہر میں آپ کا ایک مرید تھا اُسے خبر دی گئی کہ آؤ اور ملاقات کرو۔ چونکہ تنگ دست تھا دل میں کہنے لگا۔ خالی ہاتھ کیسے جاؤں۔ بیوی نے اسے کہا کہ اپنی جان شیخ کے حوالے کرو۔ اس نے کہا کہ اگر کسی اور جگہ یہ اتفاق ہوا ہوتا تو ایسا بھی کرتا۔ لیکن چونکہ اب میرے شیخ میرے شہر میں تشریف لائے ہیں۔ ہرگز خالی ہاتھ آپ کی خدمت میں نہیں جاتا۔ بیوی نے کہا میرے سر کے بالوں سے رسی بنا لے۔ شہر میں جا کر بیچ۔ ان پیسوں سے غلہ جو خرید کیونکہ دوسری اجناس سے یہ سستا ہوتا ہے۔ عورت آدھے جو لے کر دو تین روٹیاں پکائیں اور آدھے شیخ کے گھوڑے کے لیے بچا لیے۔ باتھو باہر سے لے کر اُبال لیا۔ نہ نمک تھا نہ مرچ کہ اس میں ڈالتی۔ پس اُبلا ہوا باتھو مرد نے اُٹھا لیا اور روٹیاں اور گھوڑے کا راتب عورت نے۔

دونوں اس طرح بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پہلے لنگر ہمیشہ لانگری تقسیم کیا کرتا تھا۔ اس وقت بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود اپنے مبارک ہاتھوں سے تقسیم فرمایا۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ ۔ حضرت محبوبِ سبحانی نے فرمایا کہ اس شخص کی معاش کے لیے بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جنابِ الٰہی میں دعا مانگی۔ کتاب میں مسئلہ ہے کہ اس کی اولاد میں سے قیامت تک کسی کو تنگ دستی نہ ہوگی۔ کتنا خوش نصیب ہے جسے یہ سعادت حاصل ہوگئی۔ یہ کرامت بیان فرما کر حضرت محبوبِ سبحانی نمازِ عصر کے لیے کھڑے ہوئے اور ہم زمین بوسی کر کے واپس آگئے۔

بعد ازاں نمازِ عشاء کے بعد ہم حضور میں مشرف ہوئے۔ اس دعا گو کے دل میں خیال تھا کہ اگر جہر کی اجازت عطا فرمائیں تو ہمیشہ اسی میں مشغول رہوں اس لیے اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ حضور نے لفظ مبارک زبان پر لائے کہ جس کی عمر تیس سال سے کم ہو اسے ذکرِ جہر نقصان پہنچاتا ہے کیونکہ اس کے وجود میں جوانی کی گرمی ہوتی ہے اور ذکر کی گرمی بھی شامل ہو جاتی ہے۔ اس کا

Marfat.com

مادۂ تولید پگھل کر پیشاب کی رہ بہہ جاتا ہے اور اسے بیکار کر دیتا ہے۔ اور جس کی عمر تیس سال سے زائد ہو چکی ہو اس کے اعضاء ٹھنڈے ہو چکے ہوتے ہیں۔ اسے حرارت نقصان نہیں پہنچاتی بلکہ ظاہری فائدہ بھی دیتی ہے۔ اس موقع پر میاں محمد اشرف نے عرض کی کہ ایک شخص محمد شاہ کو جو نقشبندیوں کا مرید ہے میں نے حضور کی خدمت میں بھیجا تھا لیکن اسے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ یعنی ایک ایسی بات کر جاتا ہے کہ عام لوگوں کو پریشان کر دیتی ہے۔ حضوت محبوبِ سبحانی نے فرمایا۔

زمین شور سنبل بر نیارد ؎۱

درو تخمِ عمل ضائع مگرداں

بعد ازاں حضرت محبوبِ سبحانی نے فرمایا کہ اسی طرح فلاں گاؤں کا فلاں چودھری تھا جس نے حج کیا ہوا تھا۔ اس کی یہ عادت تھی کہ ہمارے حضرت صاحب کا ایک مرید سیال شریف جایا کرتا تھا۔ وہ اس کے ساتھ طعنہ اور طنز سے کام لیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ تم ہر سال سفر کر کے اپنے پیر کی خدمت میں جایا کرتے ہو اس کا تمہیں اب تک کوئی فائدہ اور فیض نہیں پہنچا۔ اس شخص نے اسے کیسا اچھا جواب دیا کہ ہمارے پیر کا فیض کا مینہ کی طرح ہے۔ خرابی ہمارے اپنے اندر موجود ہے۔ مینہ تو ہر قسم کی زمین پر یکساں برستا ہے۔ اب زمین کا ایک خطہ پانی سے بھر جاتا ہے، ایک خطہ محض تر ہوتا ہے اور ایک خشک رہ جاتا ہے۔ پس اگر تمہاری طبیعت میں تکبر اور غرور نہ ہوتا تو حج کا تمہیں بھی فیض پہنچتا۔ پس اپنی طبیعت کے عجب و غرور کے سبب خانۂ خدا سے جو کعبۃ اللہ ہے اور پیر خانہ سے کئی حصے بہتر ہے ویسے خالی کے خالی واپس آئے ہو۔

خرِ عیسیٰ اگر بمکہ رود   چوں بیاید ہنوز خر باشد ؎۲

؎۱ کلر والی زمین میں سنبل (بالچھڑ خوشبودار گھاس) پیدا نہیں ہوتی اس میں عمل کا بیج ضائع نہ کر (از گلستان سعدی)

؎۲ عیسیٰ علیہ السلام کا گدھا اگر مکہ مکرمہ چلا جائے جب واپس آئے گا تو بھی گدھا ہی ہوگا۔

Marfat.com

حضرت محبوبِ سبحانی نے فرمایا کہ اس نے یہ جواب حضرت صاحب کی برکت سے دیا۔اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ایک سادہ لوح شخص حضرت خواجہ شمس العارفین کی خدمت میں جارہا تھا۔موضع للِہ میں مولوی غلام نبی کی مسجد میں پہنچا اور ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا۔وہاں خلیفہ صاحبان مریدوں کو حلقہ میں بٹھا کر توجہ دیا کرتے تھے۔خلیفہ نے اس شخص سے پوچھا کہ تم کہاں جارہے ہو۔اس نے جواب دیا سیال شریف۔خلیفہ نے کہا کہ مولوی صاحب کی بیعت کرو کیونکہ وہ تو سمندر ہیں اور ان کے مقابلے میں باقی دریا کی مانند ہیں۔اس سادہ لوح شخص نے جواب دیا میں نے سنا ہوا ہے کہ سمندر کا پانی نمکین ہوتا ہے اور پینے کے قابل نہیں ہوتا اور پیاس دور نہیں کرتا۔بلکہ نقصان پہنچاتا ہے اس کے مقابلے میں دریا کا پانی میٹھا ہوتا ہے اور ہر شخص اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔یہ حضرت صاحب کی کرامت تھی کہ اس شخص نے ایسا جواب دیا جو لاجواب ہے۔اس کے بعد میں کچھ مدت کے لیے ملفوظات لکھنے سے غافل رہا ورنہ فیض رسانی کی ہزاروں باتیں کانوں سے گزر رہی تھیں۔

دربار جلال پور شریف کے صاحبزادگان کے استاد مولوی محمد عبدالرحیم ساکنِ کڑی شریف ہیں۔ان کے حقیقی بھائی حافظ محمد عبدالمجید سے روایت ہے کہ وہ ایک روز عصر کے وقت حضرت محبوبِ سبحانی کے حضور شرف مجلس حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوئے۔قبلہ حضرت مولانا مولوی محمد عبدالرحیم صاحب اور کئی اور یارانِ طریقت حاضر تھے۔حضرت مولانا نے عرض کی کہ غریب نواز میانی کے مفتی صاحب کہتے ہیں کہ مرید تیس کے سال بعد خلاف کا بلاشبہ مستحق ہو جاتا ہے۔یعنی اس کی بیعت کے تیس سال گزر جائیں تو پیر کو چاہیے کہ اسے خرقۂ خلافت پہنا دے۔حضرت محبوبِ سبحانی نے ارشاد فرمایا کہ ان کی نظر علمِ ظاہر پر ہوتی ہے اور کتب تصوف میں جو لکھا ہے کہ

"اَلصُّوفِيُّ فَوْقَ الْفَلَاثِيْنَ بَارِدٌ"

Marfat.com

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو سالک تیس سال تک ثابت قدم رہے فقط اس کو تمرید حاصل ہوتی ہے۔ یعنی اس کی آگ ٹھنڈی ہوتی ہے نہ کہ اس طرح جیسا کہ مفتی صاحب کہتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت مولانا صاحب کو آپ نے مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ کو یاد ہوگا۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے گلستان میں ایک عنوان قائم کیا ہے ''جدال سعدی یا مدعی۔ اس میں شیخ علیہ الرحمۃ نے سنر مایا کہ

''اَلْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْهِ فِی الدَّارَیْنِ''

اور اس نے یعنی مدعی درویش نے کہا۔

''اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَالْفَقْرُ مِنِّیْ''

آپ نے فرمایا کہ اس معاملہ میں عقل مند لوگ امتیاز کریں کہ پہلے فقر سے مراد بھوک اور افلاس ہے اور دوسرے فقر سے مراد وہ فقر ہے جس سے معرفتِ حق حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود گلستان میں ان دو حدیثوں کا فرق بیان کیا۔ اس کے بعد آپ نے مفتی صاحب مذکور کے قول کے سلسلہ میں مثال کے طور پر حضرت خواجہ شمس العارفین سیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صبر اور آپ کی محنت کا ذکر کیا کہ ہمارے خواجہ صاحب ابتداء میں مولانا سکھڈوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس علمِ ظاہری کی تعلیم لیا کرتے تھے۔ آپ شہر میں روٹیاں مانگنے نہیں جایا کرتے تھے۔ مکتبوں کے طالب علموں میں کاہلی اور حسد کی صفات ہوتی ہیں۔ روٹی کے ٹکڑے جو وہ مانگ کر لاتے حضرت خواجہ شمس العارفین کو نہیں دیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ درویش خود دورے پر نہیں جاتا۔ حضرت خواجہ صاحب پر جب بھوک کا غلبہ ہوتا تو دریا کے کنارے چلے جاتے اور سبزی فروش شلغم وغیرہ دھو کر جو پتے وہاں چھوڑ جاتے تھے، صاف کر کے آپ کھا لیا کرتے تھے اور کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے اور جیسا کہ مثل مشہور ہے کہ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ رفتہ رفتہ آپ کے استاد حضرت مولانا کو پتا چلا کہ یہ

Marfat.com

درویش تو بڑا صابر ہے۔اس طرح تمام ماجرا انہیں معلوم ہوگیا۔ کہتے ہیں کہ مولوی صاحب امیر کبیر تھے۔انہوں نے عادت بنالی کہ جب تک ہمارے خواجہ صاحب نہ پہنچتے آپ روٹی نہ کھاتے۔انہیں بلاتے اور جب خواجہ صاحب آتے دونوں ایک ہی چار پائی پر بیٹھ کر روٹی کھایا کرتے تھے۔ یہ بات تمام شہر میں مشہور ہوگئی اور لوگوں کا ہمارے خواجہ صاحب پر اعتقاد کامل ہوگیا۔پھر جب ہمارے خواجہ صاحب نے خواجہ خواجگان عالی شان خواجہ محمد سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ والغفران کے ہاتھ بیعت کی تو تونسہ شریف اور سیال شریف کے درمیان سوکوس کی مسافت ہے اپنے گھر سے روانہ ہوکر دوسرے روز تونسہ شریف میں قدمبوسی کی سعادت حاصل کیا کرتے تھے۔یعنی ایک رات راہ میں گزار کر اگلے روز حضور پرنور میں پہنچ کر مسرور ہوتے تھے۔ چالیس سال تک آپ کا یہی قاعدہ رہا اور عام لوگوں کی راہ پر نہیں چلا کرتے تھے۔رستہ میں کسی سے روٹی نہیں مانگتے تھے۔تیز رفتار اور زیادہ آمدورفت کی وجہ سے ایک علیحدہ نئی راہ پیدا ہوگئی۔ چالیس سال کے بعد آپ نے خرقۂ خلافت پہنا اور ہزار ہا لوگوں کو مستفیض فرمایا۔

بعد ازاں آپ لفظ مبارک زبان پر لائے کہ جو چیز محنت سے حاصل کی جائے دیرپا ہوتی ہے۔ چنانچہ ذکر ہے کہ ایک شخص نے حضرت غوثِ زمان خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عرض کی کہ پہلے زمانوں کے اولیاء اللہ ایک ہی نگاہ سے منور کردیا کرتے تھے۔لیکن آپ بڑی محنت کے بعد مستفیض فرماتے ہیں۔آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ ہمارے خاندان کی مثال اس طرح ہے۔جس طرح کسان گندم حاصل کرنے کے لیے بڑی محنت کشی کیا کرتے ہیں۔اور دوسرے سلسلوں کی مثال یوں ہے کہ خربوزہ بہت جلد حاصل ہوجاتا ہے اور اس کے بونے میں کم محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔یہ فقیر کہتا ہے کہ خواجہ تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ ذکر پہلے لکھا ہوا تھا لہٰذا میں نے انہیں ناراض نہ کیا۔اس کے بعد حضرت محبوبِ سبحانی نے فرمایا کہ آج کل فقراء کی عزت کم ہوگئی ہے۔سجادہ نشینوں نے فقر کو سستا بنادیا ہے۔ ہر کس وناکس کو

Marfat.com

حصولِ شہرت کے لیے خلافت عطا کر دیتے ہیں۔ تا کہ ان کا نام ملک میں پھیل جائے۔ حالانکہ خلیفہ وہ ہوتا ہے جو خلاف عادت کام کرے۔ جب اُس کا کام خلاف عادت پایا جاتا ہے تو وہ خلافت کا مستحق ہوتا ہے۔ نہ تیس سال بعد اور نہ چالیس سال بعد۔ ازاں بعد آپ نے فرمایا کہ بُلھے شاہ جب پہلے بیعت کے لیے اپنے پیر کے پاس گئے تو چونکہ اُن کا پیر سبزی فروش تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ تمباکو کی پنیری ایک جگہ سے اکھیڑ کر دوسری جگہ لگا رہا ہے۔ بُلھے شاہ کے دل میں وہم پیدا ہوا کہ اس سے ہمیں کیا فائدہ ہوگا۔ جب یہ ایک قائم چیز کو اپنی جگہ سے اکھیڑ رہا ہے۔ ان کے پیر کمال درجے کے مقبول ولی تھے۔ جونہی یہ خیال بُلھے شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دل میں آیا انہوں نے نورِ باطن سے معلوم کر لیا اور بلند آواز سے فرمانے لگے۔

بلھیا رب دا کی پاوناں

ادھروں پٹنا تے اودھر لاوناں

آپ نے فرمایا اس شعر میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انسان اس طرف کو چھوڑ کر اس طرف ہو جائے تو حق کو پا لیتا ہے۔ اس کے بعد غروبِ آفتاب کا وقت آ گیا۔ عبدالجید کہتا ہے کہ ہمیں جانے کی اجازت ہو گئی۔ ہم نے ادب سے زمین کا بوسہ لیا اور چلے گئے۔

حافظ عبدالمجید عفا اللہ عنہ ساکن کڑیوالہ سے نقل ہے۔ کہ ایک روز حضرت محبوبِ سبحانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے حضور یہ غریب، راجہ محمد اکرم صاحب نائب تحصیل دار، منشی محمد بخش جلالپوری، مصری خان ملاح اور کئی پیر بھائی بیٹھے تھے۔ منشی محمد بخش نے عرض کی کہ غریب نواز حضور کا غلام راجہ محمد اکرم ابھی تک نائب تحصیل دار ہے جب کہ دوسرے لوگ تحصیل دار ہو چکے ہیں اس میں کیا حکمت ہے۔ شاید حضور دلی توجہ نہیں فرماتے۔ آپ زبانِ مبارک پر یہ الفاظ لائے کہ شاید دیر میں حکمت ہوگی اور اللہ تعالیٰ فضل کریں گے۔ اس کے بعد بھی منشی مذکور نے یہی عرض کی اور حضور نے یہی جواب دیا۔ اس موقع پر مصری خان ملاح نے علی حیدر ملتانی کا شعر مناسب حال عرض کیا۔

Marfat.com

آخری دو مصرے یاد رہ گئے ہیں۔

تیرے باجھ ناہیں مجھیں چگدیاں نیں پیاں پھردیاں نیں اوہے شاہ رانجھا
علی حیدرا ہیر جاگیر تیری اوتے عاجزاں زور نہ لا رانجھا

حضرت محبوبِ سبحانی نے فرمایا کہ اگر رانجھا اس لائق ہوتا تو اتنی تکلیفیں نہ اٹھاتا اور ٹلے پہاڑ پر جا کر اپنے کان نہ پھڑواتا۔ مصری خان خاموش ہو گیا اور حضرت محبوبِ سبحانی نے جنابِ باری تعالیٰ میں دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے۔ جب دعائے خیر ختم ہوئی تو ایک شخص آیا اور اس نے عرض کی کہ راجہ محمد اکرم خان کو صاحبزادہ صاحب یاد فرماتے ہیں۔ راجہ صاحب چلے گئے اور ہم بھی زمین بوس ہو کر اُٹھ پڑے۔ اور صاحبزادگان کے استاد حضرت مولانا مولوی محمد عبدالرحیم کڑیوالہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور شرف زیارت حاصل کیا۔

(نقل از محمد عبدالمجید خان عفی عنہ سکنہ کڑی)

حافظ محمد عبدالمجید ابن استاذ الکل مولانا مولوی نورعالم مرحوم و مغفور کڑیوالہ جو کہ صاحبزادہ قائم الدین شاہ کے استاد تھے، سے نقل ہے۔ فقیر عبدالمجید کہتا ہے کہ بندہ ماہِ جیٹھ ۱۹۶۵ بکرمی میں حضرت محبوبِ سبحانی کے انتقال سے ایک ماہ پہلے حضور پرنور فیضِ دستور میں قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا۔ پہلے حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے پوچھا خیریت ہے۔ بندہ نے عرض کیا۔ حضورِ عالی کی توجہ سے اللہ تعالیٰ کا فضل شاملِ حال ہے۔ میاں غلام رسول لانگری اور دیگر پیر بھائی حاضر تھے۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے کمالات کا ذکر شروع ہوا۔ ایک شخص نے عرض کی کہ غریب نواز میں نے سنا ہے کہ ایک عورت خواجہ عثمان ہارونی علیہ الرحمۃ والغفران کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض پیش کی میرا بیٹا نہیں ہے۔ انہوں جنابِ حق تعالیٰ میں دعا کی۔ ہاتف نے آواز دی۔ کہ اس عورت کی قسمت میں لوحِ محفوظ پر کوئی بیٹا نہیں لکھا۔ آپ نے پھر عرض کی پھر یہی جواب ملا۔ الغرض آپ نے سات بار عرض کی لیکن

Marfat.com

منظوری کا کوئی اثر ظاہر نہ ہوا۔ حضرت خواجہ نے نازِ محبوبانہ شروع کر دیا اور فرمایا کہ اگر ہمیں اتنی بھی منظوری حاصل نہیں تو پھر فقر کی گدڑی کو ہم کیا کریں۔ یہ کہا اور بُت خانے میں چلے گئے۔ پھر جب حضرت رسولِ مقبول ﷺ کی روح مبارک نے آ کر فرمایا کہ اس طرح نہیں کرنا چاہیے تو خواجہ صاحب بُت خانہ سے نکلے اور دعا بھی مقبول ہو گئی۔ حضرت محبوبِ سبحانی مسکرائے اور فرمایا کہ ایسا نہیں ہے۔ اس طرح نقل ہے۔ کہ ایک بادشاہ کمال درجے کا سخی تھا۔ اتفاقاً اس کے دل میں خیال آیا کہ دنیا فانی ہے اور موت کے بعد کسی اور کے ہاتھ میں چلی جائے گی۔ اس لئے سلطنت کی یہ دولت میرے کس کام کی ہے۔ اس نے حکم دیا کہ ایک مکان تیار کیا جائے جس کے چار دروازے ہوں۔ جب تیار ہو گیا تو اس میں تمام سونا چاندی دفن کر دیا۔ خود تخت پر بیٹھ گیا اور حکم دیا کہ یہ خزانہ مسکینوں میں تقسیم کیا جائے۔ اتفاقاً ایک صاحب دل آیا اور اس نے نورِ باطن سے دریافت کر کے کہا کہ بادشاہ سخی تو کمال درجے کا ہے لیکن ایمان سے خالی ہے۔ بادشاہ نے یہ بات سنی تو اس نے عرض کی کہ دعا فرمائیں تا کہ میرا ایمان کامل ہو جائے۔ اس درویش نے کہا میری اتنی طاقت نہیں تو خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر پیش کر۔ بادشاہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت میں حاضر ہوا اور ساری عرض پیش کی۔ حضرتِ خواجہ نے جنابِ ایزدی میں عرض کی۔ ہاتف نے آواز دی۔ اس کی قسمت میں ایمان نہیں لکھا۔ آپ نے پھر عرض کی پروردگار! بندہ چاہتا ہے کہ یہ غریب میرے پاس آیا ہے۔ خالی نہ جائے۔ آواز آئی کہ میرے محبوب روزِ ازل سے اس کی قسمت میں ایمان نہیں لکھا گیا۔ آپ نے دوبار سہ بار عرض کی۔ مگر اجابت نہ ہوئی۔ پھر آپ نے عرض کی کہ یا اللہ میرا ایمان ہے یا نہیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا یعنی حضرت خواجہ نے غیب سے آواز سنی کہ ہاں تو کامل ولی ہے اور تیرا ایمان بھی کامل ہے۔ آپ نے عرض کی میرا ایمان اس سائل کو دے دیا جائے میں تیری یاد میں رہوں گا۔ خواہ بُت خانہ ہو خواہ مسجد۔ چنانچہ اس طرح ہوا کہ ان کا ایمان منتقل کر کے سائل کو دے دیا گیا اور حضرت نے

Marfat.com

گدڑی کندھے پر رکھی اور بُت خانے میں چلے گئے۔ ایک رات کے بعد حق تعالیٰ نے فرشتے کو حکم دیا کہ جاؤ میرا محبوب تکلیف میں ہے کہو کہ تجھے خلعتِ ایمان از سرِ نو پہناتے ہیں اور تمہیں اپنا مقبول اور منظور بناتے ہیں۔

اس موقع پر ایک شخص نے عرض کی کہ غیرت حق محبوبوں پر بھی نازل ہوتی ہے۔ حضرت محبوبِ سبحانی نے اس لفظ سے اُسے سختی کے ساتھ منع کیا اور فرمایا کہ غیرت حقیر اور قبیح لفظ ہے اور پھر نہ کہنا۔ بلکہ محبوبانِ حق کو جو تنگی اور سختی پہنچتی ہے اس کو آزمائش کہنا چاہیے۔ غیرتِ حق تو باغیوں پر گرتی ہے۔ اس موقع پر ایک شخص دروازے سے داخل ہوا۔ ادب سے زمین بوس ہوا اور دو زانو بیٹھ گیا۔ حضرت غریب نواز نے پوچھا۔ خیریت ہے۔ اس نے عرض کیا کہ خدا کا ترس ہے۔ حضور نے فرمایا ترس نہ کہو۔ حق تبارک وتعالیٰ ترس سے پاک ہے۔ بلکہ کہو کہ خدا کا رحم ہے یا اس کا فضل ہے۔ آپ نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ غیرت کا لفظ بڑا قبیح ہے۔ مقبول بندوں کے متعلق ہرگز استعمال نہ کیا جائے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ کفار کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے جب رسول اللہ ﷺ کو خطرناک لڑائی لڑنی پڑی اور کفار کی تعداد بہت بڑھ گئی تو حق تعالیٰ نے حضور ﷺ کو امر فرمایا کہ جب میری ذات اپنی جباری اور قہاری پر آتی ہے تو کچھ خیال نہیں کرتی۔ اب جباری کا وقت ہے۔ چاہیے کہ آپ مقتولوں کی صف میں دراز ہو جائیں تاکہ آپ بھی مقتول شمار ہوں۔ وہ غیرت نہ تھی بلکہ آزمائش تھی۔ غیرت ہرگز نہ کہو۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ لنگر تیار ہو گیا ہوگا۔ دیوان خانے میں جائیں ادب سے ہم زمین بوس ہوئے اور حافظ غلام حیدر باگڑیانوالہ اور مولوی نور عالم سکنہ کولیاں ضلع گجرات کے ساتھ مولانا مولوی محمد عبدالرحیم کڑی والا کی خدمت میں حاضر ہو کر قدم بوسی کی اور سعادت دارین حاصل کی۔

محمد عبدالمجید عفی عنہ سے منقول ہے کہ میاں اسمٰعیل قوم جٹ سکنہ در ہالہ کمال درجے کا صالح اور باہمت مرد تھا۔ حضرت مولانا مولوی نور عالم صاحب (مرحوم) کڑی والا سے اسے

Marfat.com

کمال اعتقاد تھا۔ ہر جمعہ کو حضرت مولانا مولوی صاحب مرحوم کے مزارِ پُر انوار پر حاضر ہوا کرتا تھا اور وضو کے بغیر روزہ مبارک کی چار دیواری میں داخل نہیں ہوتا تھا۔ حضرت محبوبِ سبحانی کے حضور بھی حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک بار یہ غریب حافظ جی غلام حیدر باگڑیانوالے اور میاں محمد اسمٰعیل نے مذکور تینوں حضرت محبوبِ سبحانی کے حضور باریاب ہوئے۔ قدم بوسی اور حال پوچھنے کے بعد میاں اسمٰعیل نے عرض کیا کہ غریب نواز مولوی صاحب محمد عبدالرحیم کو پکی رخصت عنائت فرمائیں کیونکہ مولوی صاحب کے بغیر ہمارے علاقے میں ویرانی ہے۔ خصوصاً حضرت مولوی صاحب مرحوم ومغفور کے مزارِ پُر انوار پر انہوں نے طالب علموں کے لیے جو مکان تعمیر کرایا تھا، وہ بے رونق پڑا ہے۔ اگرچہ مولوی محمد امین صاحب بڑے ہوشیار ہیں لیکن روضہ مبارک پر ان کے لیے بیٹھنا محال ہے۔ خانقاہ کی آبادی مولوی عبدالرحیم کے بغیر ناممکن ہے۔ انہیں رخصت عطا فرمائی جائے۔ حضرت محبوبِ سبحانی نے فرمایا کہ اگر کسی سے اس کا محبوب طلب کیا جائے تو وہ کیا دے گا۔ (یعنی نہیں دے گا)

پھر فرمایا کہ ہم کہتے ہیں جب تک ہم حیات ہیں مولوی صاحب یہیں مقیم رہیں گے۔ اب اس طرح ہوا کہ قلیل مدت کے بعد حضرت محبوبِ سبحانی نے انتقال فرمایا۔ حضرت مولوی صاحب رخصت ہوئے اور حضرت مولوی صاحب مرحوم ومغفور کے مزار پر رونق افروز ہوئے۔ سبحان اللہ۔ حضرت محبوبِ سبحانی نے کس طرح اشارہ فرمادیا کہ اپنی زندگی میں مولوی صاحب کو رخصت نہیں دیتے یعنی ہماری زندگی اب قلیل ہے اور یہی بات ہے کہ حضرت مولوی صاحب حضرت محبوبِ سبحانی کے انتقال پر فراق اور پریشانی کے باعث رخصت ہوئے۔ کسی نے کیا سچ کہا ہے۔

مدینہ موں نہیں لگتا میرا جی سوا محبوب دے داروکراں کی
جدوں محبوب سی سب چین آہے میرا دل اوہ زمانہ پھیر چاہے

Marfat.com

کیا دساں کیا ہے نام میرا　　　　کھڑیا دلبر نے لٹ آرام میرا

کیتا جد یار نے گوریں ٹکاناں　　　　نہیں جائز اسانوں شہر جاناں

مولوی محمد عبدالرحیم صاحب ساکن کڑی علاقہ سنگھوئی استاد صاحبزادگان دربارِ عالیہ جلالپور شریف سے نقل ہے کہ پچھوار میں سے جو پیر بھائی آیا کرتے تھے، اُن میں سے حضرت محبوبِ سبحانی قاضی احمد حسن صاحب ساکن تخت پڑی کو بہت پسند فرمایا کرتے تھے اور ارشاد ہوتا یہ شخص دلیر اور صاحبِ اعتقاد ہے اور امیر خسرو کی طرح اپنے پیر کے نام پر عاشق ہے۔ صاحبِ مروّت ہے اور کتابِ گلزارِ حیدری جو قاضی صاحب نے طبع کرائی تھی۔ حضرتِ غریب نواز قدس سرہٗ العزیز کی نظرِ کیمیاء اثر سے گذری تھی۔ قاضی صاحب کی ہمت اور ان کے اعتقاد سے بڑے خوش ہوئے اور دعائے خیر سے یاد فرمایا۔

☆☆☆

Marfat.com

مجلس دوم

بروز یک شنبہ سوم ذی الحج ۱۳۱۰ھ (اتوار ۱۸ جون ۱۸۹۳ء)[1]

قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی قدس سرہٗ کے عرس کے موقع پر قدم بوسی کی سعادت سے مشرف ہوا۔ دوشنبہ (سوموار) ماہِ مذکور بوقت چاشت مجلس کی سعادت نصیب ہوئی۔ مولوی صاحب نیک عالم کوٹلی والا، حافظ اللہ دین، غلام شاہ صاحب نارگ والہ اور چند دیگر افراد حاضر تھے۔ مولوی نیک عالم صاحب نے عرض کی کہ اس بیت کا کیا معنی ہے۔

تہیدستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل [2]
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

حضرت محبوبِ سبحانی خاموش ہو گئے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اس بیت میں اصل مراد اعتقاد سے ہے کیونکہ دلوں کا جذب کرنا خدا کا کام ہے یعنی جب تک حق تعالیٰ کسی کے دل کو شیخ کے سامنے جذب نہ کرے اور اس کا اعتقاد اس رہبر کے حق میں راست اور درست نہ ہو تو یہ بات اس کی تہیدستی کا موجب بنتی ہے۔ بے شک رہبرِ کامل موجود ہو اور اگر کسی کی قسمت یاوری کرے۔ شیخ کی خدمت میں آئے اور معتقد ہو جائے پس اعتقاد کے مطابق فائدہ اٹھائے گا اور خالی نہیں جائے گا۔

نامرادا نرا رساند بامراد　　اعتقاد و اعتقاد و اعتقاد [3]

---

[1] نقل از غلام غلامان بارگاہ حیدری عاصی محمد عبدالمجید عفا اللہ عنہ جاروب کش بارگاہ معلی حضرت مولانا مولوی صاحب مرحوم و مغفور کڑیوالہ نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ

[2] قسمت سے خالی ہاتھ والوں سے قابل رہنما سے کیا　　رت عیسٰی علیہ السلام سکندر کو آبِ حیات سے پیاسا لے کر آتے ہیں۔

[3] (صرف) اعتقاد نامرادوں کو بامراد بنا دیتا ہے۔

Marfat.com

فائدہ

بزرگوں نے لکھا ہے کہ آب ودانہ اور دنیا کی زندگی جہد وکوشش سے زیادہ نہیں ہوتی اور نہ ہی کم ہوتی ہے۔لیکن آخرت کے درجات مجاہدہ سے بڑھ جاتے ہیں۔چنانچہ پیر صاحب غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے۔

اَلشَّیۡخُ مَنۡ یُسۡعَدُ الشَّقِیُّ

یعنی شیخ وہ ہوتا ہے جو بد بخت کو بھی نیک بخت بنا ڈالے۔حضور محبوبِ سبحانی کے اس ملفوظِ مبارک سے بھی ثابت ہو گیا اور آیت

"یَمۡحُوۡ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَ یُثۡبِتُ"

کی تفسیر میں بھی دیکھا جائے۔رزق کے حق تعالیٰ خود ضامن ہیں۔مگر نیک اعمال ے ثواب کی ضمانت نہیں دی۔

بعد ازاں حضرت محبوبِ سبحانی نے فرمایا کہ مولوی فتح محمد سلہانیاں والہ نے بیان کیا کہ ایک بار پاکپتن شریف کی مجلس میں قوالوں نے یہ مصرعہ کہا۔

اللہ کولوں مینوں رانجھن چنگا

ہم نے دل میں کہا کہ اس سخن کا مطلب کیا ہے۔سوچتے رہ گئے۔مگر کوئی معنی سمجھ میں نہ آتا تھا۔ آخر حیران اور ششدر رہ گئے۔چاہتے تھے کہ کسی سے اس کا معنی پوچھیں کیونکہ یہ تو کفر کے نزدیک ہے۔اچانک دیکھا کہ مولوی دیدار بخش صاحب پاکپتن رستہ پر جا رہے ہیں۔پیچھے سے دوڑ کر جا ان سے ملاقات کی اور عرض کی کہ یہ کیسا سخن ہے۔اس کا معنی سمجھنے سے ہم قاصر ہیں۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ بالکل درست ہے۔اسمِ اللہ سے تمام اسماء وصفات خارج ہو جاتے ہیں۔عاشق کے لیے صفات کا ملاحظہ تفرقہ کا موجب ہوتا ہے اور رانجھن کا اسم جس سے صوفیاء کی اصطلاح میں پیر مراد ہوتا ہے،اسمِ ذات ہے جس سے کوئی صفت خارج نہیں ہوتی۔پس ذات

Marfat.com

ہمیشہ صفات سے بہتر ہوتی ہے۔ جو عاشق کے لیے جمعیتِ قلب کا موجب ہوتی ہے۔

یہ غریب مسکین (یعنی مصنف) کہتا ہے کہ حضرت محبوبِ سبحانی نے یہاں اعتقاد اور سمجھ کے درمیان فرق بیان فرمایا ہے۔ کہ ایک کا اعتقاد ہوتا ہے کہ قسمت کے بغیر رہبر کامل کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور ایک اور کہتا ہے کہ میرے لیے پیر حق سے بہتر ہے۔ اس میں صرف سمجھ میں فرق ہے۔ بات ایک ہی ہے۔

ہر روٹھے گور پھیر مناوے گور روٹھے نہیں ٹھور

بھیکا اوہ نر کور ہیں جو گور کو جانیں اور

اسی موقع پر آپ نے فرمایا کہ ہمارے حضرت خواجہ شمس العارفین قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ "ہم تونسہ شریف میں تھے اور عورتیں شادی کے موقع پر گلی میں گا رہی تھیں۔

گوری نوں ونگاں چڑادے یار

ہمارے ساتھ ایک عالم تھے جو سخت برہم ہوئے اور کہنے لگے کہ اس بیہودہ گوئی سے عورتوں کو کیا فائدہ پہنچتا ہے۔ ہم نے کہا یہ بیہودہ گوئی نہیں۔ بلکہ وہ تو درود پڑھ رہی ہیں۔ عالم۔ نے کہا درود کیسے۔ ہم نے جواب دیا۔ گوری سے مراد پیغمبر ﷺ ہیں۔ کیونکہ گوری اسے کہتے ہیں جس کا اپنا سفید سرخ رنگ ہو اور دوسروں کو بھی اپنے ہم رنگ بنائے۔ جو دوسروں کو سفید اور روشن نہ بنائے درحقیقت گوری نہیں۔ الغرض گوری لفظ مجازی ہے۔ اب ونگاں سے مراد زیور ہے جسے ہندی میں چوڑا کہتے ہیں۔ چنانچہ یہ نکتہ مشہور ہے کہ فلاں کے بڑے چوڑے ہیں یعنی زینت اور دولت کی بہتات ہے۔ یہاں چوڑے سے مراد درود شریف ہے۔ جس کا معنی رحمت ہے اور یار سے مراد حق تعالیٰ ہے۔ یعنی اے خداوند۔ پیغمبر ﷺ پر رحمت کی بارش برسا۔ یہ سُن کر اُس عالم۔ نے کہا۔ ہم نے بے فائدہ علم پڑھا ہے اور عمر ضائع کی ہے۔" اس کے بعد حضرت محبوبِ سبحانی قیلولہ کے لیے دراز ہو گئے۔ اور ہم زمین بوسی کر کے رخصت ہوئے۔

Marfat.com

مولوی محمد عبدالرحیم ساکن کڑی استاد صاحب زادگان سے نقل ہے کہ کتابوں میں ہم نے خُلقِ محمدی کے متعلق جو کچھ پڑھا ہے وہ ہم نے حضرت قبلہ عالم جلالپوری کے وجودِ باوجود میں بعینہ مشاہدہ کیا ہے۔ حضرت غریب نواز کی زندگی میں ہماری جلال پور شریف میں اقامت آٹھ سال اور چند ماہ تھی۔ پہلی بار چند ماہ اور تین سال اور دوسری بار پانچ سال اور چند ماہ۔ مگر اس مدت میں ہم نے کبھی نہ سنا کہ کسی کو دشنام دی ہے یا سخت سُست کہا ہے۔ ایک بار درگاہِ عالم پناہ کے خادموں میں سے ایک پر سید احمد شاہ صاحب مرحوم کی وفات کے روز سخت ناراض ہوئے۔ مگر اس سے زیادہ اس کے حق میں کچھ نہ فرمایا۔ نیک بختا کیا کرتے ہو۔ یہ نقل اس روایت کے مطابق ہے جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلقِ محمد کے متعلق نقل کی ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

مجلس سوم

مرید کے مراتب اعتقاد کے بیان میں

پنجم ذی الحج ۱۳۱۰ھ/ ۲۰ جون ۱۸۹۳ء

چاشت کے وقت مجلس کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ حافظ اللہ دین، نواب شاہ صاحب حضور کے بھانجے اور چند دیگر پیر بھائی حاضر تھے۔ پیر اور مرید کے مراتب کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ حضور نے لفظِ مبارک ارشاد فرمایا کہ پیر اور مرید کے درمیان چار درجے ہوتے ہیں۔

درجہ اول

درجہ اول کا مرید وہ ہوتا ہے جو میت کی مثل ہو اور ایسے مرید کے لیے پیر غسل دینے والے کی مانند ہو۔ میت بے اختیار ہوتا ہے اور کوئی حرکت نہیں کرتا۔ غسل دینے والا اپنی مرضی اور صوابدید کے مطابق جس طرح بہتر اور کافی سمجھتا ہے اُسے غسل دیتا ہے۔ جس طرح سے اُسے اٹھائے یا اُس پر پانی ڈالے۔ میت کا نہ کوئی اختیار ہوتا ہے نہ وہ کراہت کرتا ہے۔ اس کی طہارت بس غسل دینے والے کے ذمے ہوتی ہے۔

درجہ دوم

درجہ دوم مرید کا یہ ہوتا ہے کہ مرید بچے کی مانند ہوتا ہے اور پیر مہربان ماں کی طرح ہے۔ بچے کو ہر طرح آس اور امید ماں سے ہوتی ہے اور کسی اور کی اُسے خبر تک نہیں ہوتی۔ لیکن میت کے برعکس ہر روز ماں کے بدن پر پیشاب کر دیتا ہے۔ اس کا نہلانا دھلانا ماں کے ذمے ہوتا ہے۔ میت کے برعکس غسل کے وقت گریہ وزاری جاری رکھتا ہے۔ جس درد کی وجہ سے وہ روتا ہے۔ اس کے لیے دوائی یا گولی بھی ماں کے علم پر موقوف ہوتی ہے۔ جو شے بچے کے حق میں

Marfat.com

نافع اور مفید ہوتی ہے دیتی ہے۔اگر دنیا کے تمام حکیم جمع ہو جائیں تو جس قدر کہ ابتداء سے ماں اس بچے کے حالات کو جانتی ہے انہیں اس کی مرضی کا علم نہیں ہو سکتا۔نیز بچہ آنکھوں سے اوجھل ہوتا ہے مگر جب روتا ہے تو ماں کو شیر کے جوش سے خبر ہو جاتی ہے۔پس جلد اُسے دودھ پلاتی ہے۔

درجہ سوم

درجہ سوم کا مرید مریض کی مانند ہوتا ہے اور پیر حکیم کی طرح۔پس حکیم ہمیشہ مریض کو پرہیز بتاتا ہے یعنی مخالف چیزوں سے پرہیز۔دوسرے اپنے کے مطابق دوا دیتا ہے۔جو کچھ بیمار کے حق میں نفع بخش ہو وہی کرتا ہے۔بیمار کو چاہیے کہ ہر حالت میں حکیم کے حکم کو مانے اگر مریض جزع فزع کرتا ہے تو حکیم اس کی بات پر عمل نہیں کرتا اس پر موقع اس غریب نے عرض کیا کہ اگر دو چیزیں مرید کے لئے مفید ہوں۔ایک افضل ہو اور ایک ناقص۔مثلاً ہُو کا لعاب اور سکنجبین، دونوں صفراء دفع کرتی ہیں اور قوت بخشتی ہیں اگر حکیم ہُو کا لعاب دے۔حالانکہ سکنجبین لعاب سے افضل ہوتا ہے۔کیا حکیم کے کہنے پر لے یا نہ۔حضور نے فرمایا کہ سکنجبین کی خاصیت ہے کہ ریزش بڑھاتا ہے اور اس لیے مریض کے حق میں مفید نہیں۔

درجۂ چہارم

درجۂ چہارم کا مرید ایسا ہوتا ہے جو امیر کی مانند ہو اور پیر خادم کی طرح ہوتا ہے۔جس جگہ سے کہتا ہے دھوتا ہے۔جس اندام وجود پر کہتا ہے پانی ڈالو، پانی ڈالتا ہے۔اس کے کہنے سے زیادہ کچھ نہیں کرتا۔

فائدہ

چونکہ چوتھی قسم کا مرید صاحب اختیار ہوتا ہے۔پس پیر بھی اس کا کام اپنے ذمے نہیں لیتا۔جس قدر کہتا ہے اسی قدر کرتا ہے۔ورنہ بس۔اسی لئے حضرت محبوب سبحانی نے اس موقع پر

Marfat.com

فرمایا کہ مریدی مشکل ہے۔

اس مرحلہ پر حضور نے فرمایا کہ حضرت پیر دستگیر غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زمانے میں ایک سوداگر تھا۔ اُن کی بزرگی کی شہرت سُن کر حاضر ہوا اور عرض کی۔ حضرت ہزار ہا مرید ہیں مجھے بھی اپنا مرید بنائیں۔ حضرت پیر دستگیر نے فرمایا کہ یہ تمام مخلوقِ خدا ہے۔ ان میں سے ہمارا کوئی بھی مرید نہیں۔ ہاں ایک شخص ہمارا مرید ہے۔ اگر تو بھی اس کی طرح ہو جائے تو تجھے بھی بنا لیتے ہیں۔ ورنہ تو بھی دوسروں کی طرح رہ۔ یہ فرما کر اسے اپنے ساتھ لیا اور شہر سے باہر گئے۔ چونکہ وادی میں پیدل جا رہے تھے اچانک ایک شیر گرجتا ہوا آیا تو وہ شخص کانپنے لگ گیا اور کہنے لگا۔ حضرت صاحب کو تو کچھ نہیں کہے گا البتہ مجھے نہیں چھوڑے گا۔ جب نزدیک آیا تو حضرت پیر دستگیر نے فرمایا۔ اے شیرِ خدا۔ ہمیں سفر درپیش ہے اگر اپنے آپ پر سوار کر لے تو اجر پائے گا۔ شیر نے جواب دیا میں خدا کے حکم سے محض آپ کے لیے آیا ہوں۔ پس جس طرف کہ حضرت صاحب کی مرضی تھی انہیں سوار کر کے اُدھر روانہ ہونا پڑا۔ وہ شخص بھی ساتھ تھا۔ رات کے وقت ایک شہر میں اقامت فرمائی۔ شہر کی تمام خلقت خدمت میں حاضر ہوئی چونکہ تمام مرید تھے۔ انہوں نے دعوت کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا جو شخص ہمارے شیر کی خوراک دے گا ہم اس کی دعوت قبول کریں گے۔ ہر ایک نے عرض کی کہ جتنے گوسفند فرمائیں ہم شیر کے لیے پیش کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارا شیر گوسفند نہیں کھاتا۔ ہاں جس کا بیٹا ہو، پیش کرے۔ تمام خاموش ہو گئے۔ صبح کے وقت اپنے سفر پر روانہ ہو گئے اور گزشتہ رات کی طرح ایک اور شہر میں رات بسر کی جہاں کے لوگ شیر کے لیے گوسفند دیتے تھے مگر آپ نے دعوت قبول نہ کی۔ آپ نے فرمایا شیر کے لیے بیس سال کا لڑکا درکار ہے۔ تمام خاموش ہو گئے۔ مگر ایک شخص نے عرض کی کہ میرا بیٹا بیس سال کا ہے۔ میں شیر کو دعوت دیتا ہوں۔ اس نے یہ بھی کہا کہ اگر حضرت میرے بیٹے کو اس کی ماں سے مانگیں تو وہ بھی بعینہٖ میری طرح راضی ہو گی۔ پس ماں نے بھی بیٹا حاضر

Marfat.com

خدمت کر دیا۔ اور تمام مخلوق کے سامنے بیٹے کو شیر کے حوالے کر دیا گیا۔ شیر نے اس کے اعضاء ایک دوسرے سے جدا کر دیئے اور تمام کا تمام کھا گیا۔ مگر اس کی ہڈیاں رہنے دیں۔ تمام لوگ کانپنے اور آہ وزاری کرنے لگ گئے۔ اس پر پیر صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا کہ تو نے اپنی مریدی کا حق ادا کیا اور ہماری دعوت کا حق پورا کیا ہے۔ اب ہماری باری ہے۔ ہم بھی اپنی پیری کا حق ادا کرتے ہیں۔ آپ نے اسے فرمایا کہ جاؤ اور اپنے لڑکے کی ہڈیاں اکٹھی کر کے لے آؤ۔ جب وہ ہڈیاں اکٹھی کر کے لے آیا۔ آپ نے اُن پر چادر بچھا دی اور دعا مانگی۔ لڑکا فوراً زندہ ہو گیا اور کھڑا ہو گیا۔ تمام مخلوقات نے یہ واقع دیکھا کہ پیر اور مرید دونوں کو آفرین کہنا شروع کر دیا۔ شور سا مچ گیا۔ ہر ایک کا ایمان محکم ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت پیر صاحب نے اس سوداگر کو کہا کہ اگر تو بھی ہمارے فرمان کی اس طرح تعمیل کر سکتا ہے تو مرید بن جا۔ ورنہ دوسروں کی طرح اپنے اختیار سے کام لیتا رہ، سوداگر نے دل میں کہا کہ جب پیر اسی طرح کا ہو تو کسی امتحان کا ڈر نہیں اور مرید ہو گیا۔

اس کے بعد حضرت محبوبِ سبحانی نے فرمایا کہ دو مسافر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک نے راستے سے مسواک ہاتھ میں لے لی۔ حاضر ہونے پر ایک نے صد روپیہ نذر کیا اور دوسرے نے مسواک پیش کی۔ لنگر تقسیم ہوا تو دونوں کو کھانا مختلف قسم کا ملا۔ یعنی جس نے سو روپیہ نذر کیا تھا۔ اُسے بہتر کھانا دیا گیا۔ دوسرے نے دل میں کہا میں بھی مرید ہوں۔ مجھے تو خشک روٹی ملی ہے مگر میرے ساتھی کو افضل کھانا ملا ہے۔ شیخ نے نورِ فراست سے اس کے دل کا وسوسہ معلوم کر لیا اور فرمایا فرق تو تم نے خود کیا ہے ہم نے نہیں کیا۔ تو نے راہ سے مسواک بنا کر ہماری نذر کی اور وہ شخص ترکھان ہے۔ دو سال سے ہر روز کی مزدوری میں سے کچھ پیسے ہمارے لیے علیحدہ رکھ لیتا تھا۔ اب سو روپے جمع ہو گئے اور لا کر ہماری نذر کر دیئے۔ اس عرصہ میں جو کام کر رہا ہوتا تھا اور جس حال میں ہوتا ہمیں یاد کرتا رہتا تھا۔ اب ہم اپنی باری پر اس کے بدلے اس

Marfat.com

کی اتنی یادگیری بھی نہ کریں۔ جس قدر تو نے یاد کیا تھا اتنا ہم نے بھی تجھے یاد کیا ہے۔ سبحان اللہ حضرت محبوبِ سبحانی نے کس خوبی سے مریدوں کے اعتقاد کے درجوں کا فرق بیان فرما دیا۔ ہر ایک کو معلوم ہو گیا کہ کمی مرید کے اعتقاد میں ہوتی ہے، پیر کی عطا میں نہیں۔ اسی موقع پر آپ نے بابا صاحب گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید کی حکایت بھی بیان کی۔ جس نے بیوی کے سر کے بال مونڈ کر بیچ دیئے تھے اور بابا صاحب کی دعوت کی تھی۔ اس کا بیان پہلے ہو چکا ہے اس کے بعد آپ نوافلِ اشراق کی خاطر وضو کے لیے اُٹھے ہم نے بھی زمین کا بوسہ لیا اور اپنی جگہ پر آ گئے۔

☆☆☆

Marfat.com

مجلسِ چہارم

اپنے واقعات کے بیان کرنے میں

۱۷ ربیع الثانی سن مذکورہ ۸ نومبر ۱۸۹۲ء کو حضرت غوث الاعظم قدس سرہٗ کے عرس مبارک کے موقع پر میاں محمد اشرف کے ساتھ قدم بوسی کی سعادت سے مشرف ہوا۔ اگلے روز بندہ نے صرف وہ واقعات اور حالات حضور کی خدمت میں بیان کئے جو انوار لطائف اور اسرارِ معانی کے سلسلہ میں مشاہدہ میں آئے تھے۔ حضور نے لفظِ مبارک ارشاد فرمایا کہ اس قسم کے احوال کسی مرید نے حضرتِ تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں عرض کیے۔ جواب کے طور پر آپ نے فرمایا کہ میں لطیف کا جانتا ہوں لطائف ۱ کو نہیں جانتا اس کے بعد حضرت محبوبِ سبحانی کا لفظ تھا کہ درویش کو چاہیے۔ اس قسم کی باتیں دلیری سے بیان نہ کیا کرے کہ فرشتے مجھ سے کلام کرتے ہیں۔ کیونکہ اگرچہ فرشتے خناس پر غالب ہوتے ہیں۔ مگر خناس کا مقام بھی دل میں ہے اور اس کی طرف سے بھی بڑے وسوسے پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت پیر دستگیر غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اولیاء کرام میں بہت بزرگ ہیں۔ انہیں دوسرے یا چوتھے آسمان پر نور دکھائی دیا۔ دل میں سوچا یہ وسوسے کی جگہ نہیں، اس نور کے سامنے سربسجود ہو جانا چاہیے۔ یہ تو نورِ حق ہے۔ اس کے بعد کتابی علم کا فیصلہ دیکھا۔ لَاحَوْلَ .... پڑھی۔ لَاحَوْلَ پڑھنا ہی تھا کہ وہ نور چھپ گیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ درویش کو چاہیے کتابوں کا مطالعہ کرے۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ اس وقت تجھے کشکولِ کلیمی جیسی کتابوں کی ضرورت ہے۔ عرض کی بندہ کے پاس کتابیں موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جس وقت اپنے شیخ کا تصور نہ رہے۔ لاحول پڑھنی چاہیے اور

---

۱ نقشبندی سلسلہ میں لطائف اور کشف کی طرف توجہ دی جاتی ہے۔ چشتی حضرات اپنے حقیقی مقصود و مطلوب یعنی ذات باری تعالیٰ عز اسمہٗ کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ مترجم

Marfat.com

درویش کے لیے واجب ہے کہ دو چیزوں کی کوشش کیا کرے۔ اسم ذات اور تصور پیر۔ دوسرے واقعات کی طرف قطعاً توجہ نہ دیا کرے اور انوار کا کشف ہو تو انہیں ہرگز نہ دیکھے۔ کیونکہ ان کی طرف التفات کرنے سے مکاشفات کے انوار کا خیال رہتا ہے اور یہ کشف اس کے حق میں نافع نہیں ہوتا۔

☆☆☆

Marfat.com

مجلس پنجم

داراپوریوں کے اعتقاد کے بارے میں

۷ صفر ۱۳۱۱ھ/ ۱۹ اگست ۱۸۹۳ء کو حضرت غوثِ زماں خواجہ تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرسِ مبارک کے موقع پر سعادتِ قدمبوسی سے مشرف ہوا۔ اگلے روز عصر کے وقت مجلس میں حاضر ہوا۔ میاں محمد اشرف، حافظ الہ دین اور کچھ اور لوگ حاضر تھے۔ کسی نے داراپوریوں کے اعتقاد کی بات کی تھی۔ میاں محمد اشرف نے کہا کہ اگرچہ حضور کی نسبت گستاخی کرتے ہیں تاہم دوسرے لوگوں سے بہتر ہیں کہ مخلوق کو ان سے فائدہ پہنچتا ہے۔ حضرت محبوبِ سبحانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ملفوظ مبارک تھا کہ فقیر کے ساتھ لوگوں کے اعتقاد کی مثال اس طرح ہے کہ کنویں کی مالھ کے ساتھ جو لوٹے بندھے ہوتے ہیں اگر ان میں سے ایک کو ضرب لگ جائے یا سوراخ ہو جائے یا بالکل ٹوٹ جائے تو اس میں سے پانی گر جاتا ہے اور وہ بالکل خالی ہو جاتا ہے۔ کنویں کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ ایک لوٹا ٹوٹے یا زیادہ، کنویں والا ان کی جگہ اور باندھ دیتا ہے۔ اس دعا گو نے عرض کی کہ اعتقاد بھی کسی کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتا۔ حضور نے فرمایا یہ نصیب کی بات ہوتی ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

مجلس ششم

ملفوظات لکھنے کی اجازت کے بیان میں

۷ رجب ۱۳۱۱ھ، ۱۴ جنوری ۱۸۹۴ء کو خواجہ بزرگ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہٗ کے عرس مبارک کے موقع پر قدم بوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ ماہ مذکورہ کی آٹھویں کو بندہ نے عرض کیا کہ غریب نواز تمام پیر بھائیوں کی خواہش ہے کہ حضور کے ملفوظات جمع ہونے چاہئیں اور مجھ سے تقاضا کرتے ہیں۔ چند ورق لکھ بھی لیے ہیں لیکن اجازت کی خاطر رک گیا ہوں۔ جو کچھ لکھا ہے اُسے تمام پیر بھائیوں نے پسند کیا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ یہ کام دل کے پسند کرنے سے تعلق رکھتا ہے۔ چند ورق جو ۳ ذی الحج ۱۳۱۰ھ، ۱۸ جون ۱۸۹۳ء سے اس وقت تک لکھے تھے آپ کے پیشِ نظر کیے۔ تمام کا مطالعہ فرمایا اور دو ایک لفظ تبدیل فرمائے۔ ایک تو شیر کے کھائے ہوئے لڑکے کو حضرت پیر دستگیر کے زندہ کرنے والی حکایت میں تھا۔ میں نے لکھا تھا ''کلام پڑھی''۔ حضور نے فرمایا لکھو ''دعا مانگی''۔ دوسرا لفظ پنجابی کے مصرعہ:

گوری نوں ونگاں چڑھادے یار

کے معنی کے سلسلہ میں تھا۔ میں نے لکھا تھا۔ ''خداوند پیغمبر ﷺ پر رحمت کر۔ حضور نے فرمایا۔ لکھو ''رحمت پہنچا۔'' اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ غیر مروّج کلمہ نہیں لکھنا چاہیے تاکہ کوئی اعتراض نہ کرے۔ چاہیے کہ کسی صاحب علم اور واقف کار پیر بھائی کو ساتھ کر کے ملفوظات کا مقابلہ کرلیا جائے۔ جو کلمہ زیادہ ہو اسے کم کر دیا جائے اور مختصر لکھا جائے۔ کیونکہ ہمارے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ملفوظات کے دو حصے خارج کر دیئے گئے ہیں اور اب تیسرا حصہ باقی ہے۔

بعد ازاں حضور نے ارشاد فرمایا کہ یہ محبت کا کام ہے اور زبانِ مبارک پر یہ حدیث لائے:

''مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ'' کیونکہ دل وہی کام کرتا ہے جس کا اُسے ذوق ہو۔

Marfat.com

مجلس ہفتم

صبر، قناعت، توکل اور تسلیم و رضا کے بیان میں

اگلے روز حافظ الہ دین کے ساتھ مجلسِ عالی میں مشرف ہوا۔ مراد بخش پراچہ ایک پیر بھائی چودھری فتح دین سکنہ رامہ کے بعض حالات حضور کے پیش بیان کر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ خدا کا کرنا دیکھو اُس شخص کا اعتقاد کس طرح محکم کر دیا۔ درویش یہاں سے بیل خریدنے کے لیے گئے۔ ان کے پاس رقم تھوڑی تھی۔ مالک نے ایک سو پچاس روپے قیمت مانگی۔ درویشوں نے نہ خریدا۔ اُسے غیرت آئی کہ حیف ہے حضرت کے درویش خالی ہاتھ جائیں۔ ساہوکار سے رقم ادھار لے کر بیل خریدا اور یہاں بھیج دیا۔ پھر آپ نے یہ شعر پڑھا۔

این سعادت بزورِ بازو نیست [1]

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

بعدازاں آپ نے قناعت اور صبر کی بات کی۔ آپ نے فرمایا قناعت کم کھانے اور معمولی لباس پہننے میں نہیں۔ یہ تو اپنے نفس کے حق میں بخیلی ہے۔ قناعت یہ ہے کہ وقت پر امرِ حق کی پیروی کرے نہی سے پرہیز کرے اور ہوائے نفس کے کہنے پر عمل نہ کرے آپ نے فرمایا۔

"عَزَّ مَنْ قَنَعَ وَذَلَّ مَنْ طَمَعَ"

جس نے قناعت کی عزت پائی اور جس نے طمع کیا ذلیل ہوا۔

حضور نے فرمایا کہ بندہ جب اپنی بات پر محکم ہو جاتا ہے پھر اس کی طرف سے درگاہِ الٰہی میں صبر اور قناعت منظور ہوتی ہے۔ فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ ساتوں آسمانوں میں منادی کر دیں کہ ہمارا یہ بندہ ہماری درگاہ میں مقبول ہو گیا۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ زمین پر جاؤ اور لوگوں کے

---

[1] یہ سعادت اپنے بازو کے زور حاصل نہیں ہوتی جب تک عطا فرمانے والا خدا عطا نہ کرے۔

Marfat.com

دلوں میں آواز پہنچاؤ کہ ہمارے اس بندے کی زیارت کے لیے روانہ ہو جائیں۔ بعض لوگ جب غیب کی آواز پر عمل نہیں کرتے اس کی زیارت سے محروم رہ جاتے ہیں۔ یہ ترجمہ حدیث شریف کا بیان فرمایا۔ اس کے بعد زبان مبارک پر یہ بیت لائے۔

مادہ سگ خاید بدنداں پائے مردِ ہر درے ۱

شیرِ نر بوسد بہ لبہا پائے مردِ قانعے

اس کے بعد فرمایا کہ درویش کو جلالِ الٰہی سے خائف رہنا چاہیے اور اس کے فضل کا امیدوار بھی رہنا چاہیے کیونکہ

"اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ"

حق جل وعلا بے نیاز ہے چاہے تو بیگانے دوست بنا لے۔" اور یہ بیت پڑھا"۔

گہ آری خلیلے زبت خانہ ۲

کنی آشنائی بہ بیگانہ

اور کبھی اس طرح ہوتا کہ یگانے کو بیگانہ بنا دیتا ہے۔ چنانچہ کسی نے پنجابی میں کہا ہے۔

ہکسے حرف یگانے کولوں بیگانہ ہو جاندا

ہکسے نقطے مجرم تھیندا محرم سو در ہیاندا

مجرم محرم ہکو صورت میں سراں اس ہاوے

مت اوہ نقطہ مجرم والا محرم دے سر آوے

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ یہ بات بھی ہے کہ ہر کمال کو زوال کا اندیشہ ہے اور ہر زوال کو کمال

---

۱ ہر دروازے پر جانے والا (لالچی) کے پاؤں کو کتیا دانتوں سے کاٹتی ہے اور شیر قناعت کرنے والے مرد کے پاؤں کو اپنے ہونٹوں سے بوسہ دیتا ہے۔

۲ کبھی حضرت خلیل علیہ السلام کو بت خانہ سے نکال کر بیگانہ سے آشنا کر دیتا ہے۔

Marfat.com

کی اُمید ہوتی ہے۔ پھر فرمایا:

اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا

ہر تنگی کے بعد آسائش کی امید ہوتی ہے اور ہر آسائش کو تنگی کا خوف ہوتا ہے اور یہ قضائے الٰہی کے واقعات ہیں۔ ہر ایک پر وارد ہوتے ہیں۔ چنانچہ پیغمبرِ خدا ﷺ پر بھی جنگِ اُحد میں یہی واقعہ ہوا۔ دندانِ مبارک شہید ہو گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم بکھر گئے۔ جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کو زمین پر سُلا دیا اور کچھ دیر کے بعد پھر سوار کر دیا۔ پوچھا۔ جبرئیل! اس میں کیا حکمت تھی۔ انہوں نے جواباً عرض کیا یا رسول ﷺ اگر آپ ﷺ اس وقت کھڑے رہتے تو آپ ﷺ پر قضائے الٰہی کا حادثہ وارد ہوتا۔ چونکہ حضور ﷺ مرے ہوؤں میں لیٹ گئے۔ وہ وقت گزر گیا۔ اس لیے کہ عجز و انکسار، حفاظت اور رحمت کا موجب ہوتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جو کچھ اپنے اختیار اور تدبیر سے کیا جاتا ہے اس میں وسوسہ ہوتا ہے۔ یہ بیت حضرت محبوبِ سبحانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زبانِ مبارک پر لائے۔

یَفْعَلُ اللّٰہ مَایَشَاءُ چوں خواندہ ای [1]

پس چرا وسوسہ درماندہ ای

کیونکہ بندے کو اس بات کا علم نہیں ہوتا یہ امر میرے حق فائدہ بخش ہے یا مُضر۔ پھر فرمایا کہ حضرت تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے جو کوئی طالب دعا ہوتا۔ آپ فرمایا کرتے۔

"تینکو مینکو اللہ آپے والوں کرے۔"

اس موقع پر فنا کی بات پھر چھڑ گئی۔ محبوبِ سبحانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا۔ آدمی بلبلے کی مانند ہے۔ جہاں سے پیدا ہوا، وہیں جاتا ہے۔ اگرچہ بلبلہ تھوڑے عرصے کے لیے علیحدہ

---

[1] جب تو یفعل اللہ مایشاء (اللہ تعالیٰ وہی کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے) پڑھتا ہے تو پھر وسوسوں میں کیوں مبتلا ہے۔

Marfat.com

ہوتا ہے۔ لیکن سرکشی کرتا ہے اور اپنی ہستی کا دم مارتا ہے اس کے بعد پھر پانی میں گم ہوجاتا ہے۔
اسی طرح پھول جب تک شاخ پر رہتا ہے وہ شاخ اس کی ہستی کا موجب ہوتی ہے۔ جب اس سے ٹوٹتا ہے تو فنا ہوجاتا ہے۔ چنانچہ نیاز احمد نے کہا ہے۔

خدمتِ مرشد میں رہ چوں برگِ گل ہمراہِ قند
فیضِ صحبت کب اُٹھے جب تک نہ ملیے ٹوٹ ٹوٹ

اس شعر کے معنی کی وضاحت فرماتے ہوئے آپ کا ارشاد تھا کہ پھول پہلے ہستی کی شاخ سے ٹوٹتا ہے پھر اس کی پتیوں کو علیحدہ کرتے ہیں۔ اس کے بعد پتیوں کو چینی میں ملا کر ہاتھ سے رگڑتے ہیں۔ پھر اسے چالیس روز تک دھوپ میں رکھتے ہیں جو اسی کا چلہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد اُسے کھانڈ سے کوئی بھی جدا نہیں کرسکتا۔ یعنی دوئی ختم ہوجاتی ہے۔ دونوں کا نام اور صفات ایک دوسرے سے ملحق ہوجاتے ہیں اور یگانگت کا تعلق قائم ہوجاتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا

فنا فی الشیخ اور فنا فی الرسول

یہی ہے۔ یعنی بندہ جب اپنی ہستی کو جس سے مراد اس کی بشری عادات وصفات ہوتے ہیں تبدیل کرلیتا ہے اور اس کی عادات میں سے کچھ باقی نہیں رہ جاتا یہی فنا ہوتا ہے۔ پھر اپنی زبان مبارک پر یہ شعر لائے۔

بندگی اور حق پرستی کچھ نہ ہونا ہے نیاز
کچھ نہ ہونے کے سوا اور حق پرستی کچھ نہیں

پھر فرمایا کہ دریا اگرچہ بہت بڑی چیز ہوتی ہے مگر یہ ممکن ہے کہ وہ اپنی راہ چھوڑ دے لیکن یہ بہت مشکل ہوتا ہے کہ انسان اپنی عادات کو چھوڑ دے۔ اس وقت حضور نے یہ حدیث پڑھی۔

اَلْعَادَةُ لَا يُرَدُّ اِلَّا بِالْمَوْتِ

اس کی موت یہی ہے کہ اپنی عادات کو چھوڑ دے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اگرچہ اس وقت

Marfat.com

وہ دوسروں کی نگاہ میں شکل وصورت کے لحاظ سے وہی پہلا آدمی ہوتا ہے۔لیکن زبانِ حال سے کہہ رہا ہوتا ہے۔مصرعہ

میں ہویاں مُن ہورمُن مینوں کون پچھانے

بعدازاں آپ نے فرمایا کہ لوہے کی طرح جسے آگ میں رکھ کراس کی سختی دور کرتے ہیں وہ نرم ہوکر تبدیل ہوجاتا ہے، پھر اُسے کوٹتے ہیں۔اور جو کچھ بنانا چاہتے ہیں بنالیتے ہیں۔اب اگر ٹھنڈے لوہے کو کوٹا جائے تو اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔وہ فیض قبول نہیں کرتا۔

فائدہ

ملفوظات کو مرتب کرنے والا غریب کہتا ہے کہ حضرت محبوبِ سبحانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پہلے صبر اور قناعت کو بیان فرمایا۔صابر اور قانع کو خوف ورجا کی یاداشت سودمند ہوتی ہے۔ کیونکہ کوئی نفع اور نقصان تدبیر اور اختیار کا متقاضی نہیں ہوتا۔جب فنا کا وقت آیا تو صبر و قناعت ،خوف ورجاء، وسوسہ وخطرہ بھی فنا ہوگئے۔کچھ بھی نہ رہا۔خواہ عادات تھیں یا یہ صفات تمام مٹ گئیں اور حق تعالیٰ کے بغیر کوئی چیز باقی نہ رہی۔

اس کے بعد آپ نے توکل، تسلیم اور رضا کا بیان شروع کیا۔آپ نے فرمایا کہ بندہ اپنے سب کام حق تعالیٰ کے سپرد کردے کیونکہ وہ ذات پاک اس کے کام عمدہ طور پر انجام دے گی اور آپ یہ آیتِ پاک زبانِ مبارک پر لائے۔

"وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ"

یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے وہ ذات اس کے لیے کافی ہوتی ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ امن وآرام بھی تسلیم میں ہوتا ہے اور یہ شعر پڑھا

سپردم بتو مایۂ خویش را　　　تو دانی حساب کم و بیش را [1]

---

[1] میں نے اپنا سرمایہ تیرے حوالے کردیا کمی بیشی کا حساب تجھے معلوم ہے۔

Marfat.com

بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ ایک سوداگر کی بیوی حاملہ تھی۔ وہ سفرِ تجارت کے لیے آمادہ ہرا تو اس نے کہا۔ "خدایا! جو امانت اس عورت کے پیٹ میں ہے وہ تیرے سُپرد کرتا ہوں تو اس کا حافظ ہے۔" قصہ کوتاہ بچے کی ولادت کے وقت اس کی بیوی دردِ زہ کی تکلیف سے مرگئی۔ کچھ مدت کے بعد تاجر واپس آیا۔ اس نے دیکھا کہ اس کی بیوی مر چکی ہے اور گھر تباہ ہو گیا ہے۔ رات کو سونے سے پہلے مکان کی چھت پر آیا اس نے دیکھا کہ گورستان میں ایک چراغ روشن ہے۔ اس نے لوگوں سے پوچھا۔ انہوں نے بتایا کہ جس روز سے تیری بیوی کو دفن کیا ہے ہم رات کے وقت اس کی قبر پر چراغ روشن دیکھا کرتے ہیں۔ وہ چھپ کر بیوی کی قبر پر گیا اس نے دیکھا کہ ایک بچہ چراغ کی روشنی میں کھیل رہا ہے۔ غیب سے ندا آئی کہ تو نے جو امانت ہمارے سُپرد کی تھی وہ ہم نے تجھے دے دی، اگر بیوی بھی ہمارے حوالے کرتا تو اُسے صحیح سلامت تیرے سُپرد کرتے۔

اس موقع پر حضرت محبوب سبحانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے آپ کی مملوکہ کتاب اسرار التصوف امیر بخش ملتانی نے مطالعہ کے لیے مانگی۔ آپ نے فرمایا کہ آج کل جس کسی نے علمِ ظاہر حاصل کر لیا ہے۔ پنجابی زبان میں ہر قسم کی کتابیں تصنیف کر لی ہیں، ورنہ مسائل وہی ہیں جو پہلے بیان ہو چکے ہیں۔ اس غریب مرتب ملفوظات نے عرض کی کہ ان کتابوں کو جب ایک دفعہ دیکھ لیا جائے تو پھر مطالعہ کی خواہش پیدا نہیں ہوتی۔ لیکن متقدمین کی کہی باتوں کا یہ عالم ہے کہ ہر بار پڑھنے سے نئی تاثیر پیدا ہوتی ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ ان کی باتیں دید سے تعلق نہیں رکھتیں بلکہ شنید پر ان کی بنیاد ہوتی ہے اور شنید کی مثال یہ ہے کہ روزہ دار اگر غسل کرے یا منہ میں پانی ڈالے یا کپڑا بھگو کر اوڑھے تو اس کی پیاس بالکل نہیں بجھتی۔ وہ پانی کا محتاج ہوتا ہے اور جو خود محتاج ہوتا ہے دوسرے کی حاجت کیسے پوری کر سکتا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ شنید بھی دید کا باعث بنتی ہے۔ اس ارشاد کے بعد آپ نے یہ شعر پڑھا۔

Marfat.com

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد [1]

بسا کین دولت از گفتار خیزد

آپ نے مزید فرمایا کہ جس نے وصال کا آبِ صافی پیا ہو اس کی پیاس بجھ جاتی ہے اور اُسے کتابوں کے مطالعہ یا کسی اور چیز کی حاجت نہیں ہوتی۔

اس موقع پر آپ نے ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک جوان حج پر جا رہا تھا اور سفرِ حج میں بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس سے گزرا۔ آپ نے پوچھا۔ کہاں سے آ رہے ہو۔ نوجوان نے جواب دیا۔ فلاں شہر سے آپ نے فرمایا اس شہر کے فلاں ولی کو جانتے ہو۔ نوجوان نے جواب دیا۔ وہ تو میرا والد ہے۔ حضرت بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہاں جا رہے ہو۔ اس نے کہا۔ حج پر۔ آپ نے پوچھا۔ کیوں۔ نوجوان نے جواب دیا۔ خدا کا گھر ہے۔ اس کی زیارت کے لیے جا رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا خدا کا گھر تو تیرا دل ہے جو اس کا اپنا بنایا ہوا ہے۔ اس کی زیارت کر اور نگرانی کرتا رہ۔ تا کہ کوئی غیر خانۂ خدا میں داخل نہ ہو جائے۔ یہ کعبہ تو خلیل بن آذر کا بنا ہوا ہے۔

دل گذرگاہ جلیلِ اکبر است [2]

کعبہ بنگاہِ خلیلِ آذر است

اس کی زیارت کیا کرتا ہے تو تمام مخلوق کی گزرگاہ ہے۔ خانۂ دل کی نگرانی کرتا رہ تا کہ غیر کا اس میں دخل نہ ہو جائے۔ پس جوان واپس چلا گیا۔ اسے اطمینان حاصل ہو گیا یعنی اس کی پیاس بُجھ گئی اور اسے احتیاج نہ رہی۔

---

[1] صرف دیدار سے عشق پروان نہیں چڑھتا بہت دفعہ صرف بات کرنے سے ہی دونوں جہانوں کا بخت جاگ اُٹھتا ہے۔

[2] دل بہت بزرگی والے کی گزرگاہ ہے، کعبہ خلیل کی نگاہ میں آذر ہے۔

Marfat.com

یک زمانہ صحبت با اولیاء [1]

بہتر از صد سالہ عبادت بے ریا

یعنی جس شخص کو صد سالہ عبادت اور سینکڑوں حج کرنے کے بعد بھی دل کی جمعیت حاصل نہیں ہوئی تھی ایک گھڑی میں اولیاء کی صحبت سے حاصل ہو گئی۔ لازماً وہ گھڑی اس کی عبادت سے بہتر تھی۔ جمعیت بزرگوں کی صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ ورنہ تمام مخلوق مال و دولت صرف کر کے حج کرتی ہے اور جب واپس ہوتی ہے تو بدستور نفسانی ہوا و ہوس میں گرفتار رہتی ہے۔ دوسری طرف صورتِ حال یہ ہے کہ بندگانِ خدا جو دل کی حفاظت کرتے ہیں۔ اگر ایک بال بھی ہو تو اس کو سنبھال کر رکھتے ہیں۔ اسے ٹوٹنے نہیں دیتے۔

دو صاحب دل نگہدار ند موئی [2]

ہمیدوں سرکش و آزرم جوئی

وگر در ہر دو جانب جاہلانند [3]

اگر زنجیر باشد بگسلانند

بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ درویش بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس میں آیا اور عرض کی کہ ایک مسئلہ کے متعلق ہم دو کے درمیان نزاع ہے، اس کا فیصلہ فرمائیں۔ بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت سلطان المشائخ اور ایک اور درویش کو بھیجا تا کہ ان کا فیصلہ

---

[1] کچھ عرصہ اولیاء کرام کی مجلس میں رہنا ریاکاری کے بغیر کی گئی سو سالہ عبادت سے بہتر ہے۔

[2] دو دل والے ایک بال کی بھی حفاظت کرتے ہیں (توڑتے نہیں) اسی طرح (دو دل والے) ایک دوسرے کو خوش کرنے والے اور باہم صلح جو ہوتے ہیں

[3] اور اگر دونوں صرف جاہل ہوں تو زنجیر کو بھی توڑ دیتے ہیں

Marfat.com

کریں۔اُن دونوں درویشوں نے آپس میں ادب اور نرمی سے گفتگو کی جوش اور تعصب کا کوئی اثر ظاہر نہ ہوا۔ایک نے کہا میں نے ان کی خدمت میں اس طرح عرض کی۔دوسرے نے بھی اسی طرح کہا کہ انہوں نے جواب کے طور پر یوں کہا۔پس دو ایک باتوں کے بعد ان کے درمیان فیصلہ ہو گیا اور وہ چلے گئے۔بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دونوں درویش واپس آئے تمام ماجرا بیان کیا اور پوچھا کہ کیا وہ فرشتے تھے؟ حضور بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ صوفی تھے اور تمہیں ادب سکھانے کے لیے آئے تھے۔

یہ حکایت بیان کر کے حضرتِ محبوبِ سبحانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کہ صوفی وہ ہوتا ہے جس کے چہرے سے جوش اور تعصب کا اثر ظاہر نہ ہوا ہو۔اور غصے کی وجہ سے اس کے گلے کی رگیں نہ پھولیں۔یعنی ہر بات میں اپنے نفس اور طبیعت کو قابو میں رکھے۔اس دعا گو نے عرض کی کہ فقیر کسے کہتے ہیں۔آپ نے فرمایا کہ فقر دو قسم کا ہوتا ہے۔ایک فقر وہ ہے جو پیغمبر ﷺ نے اختیار فرمایا۔

"اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَالْفَقْرُ مِنِّیْ"

یعنی فقر میرے لئے باعثِ فخر و عزت ہے اور فقر میرا طریق ہے اور وہ ظاہر میں پیغمبر ﷺ کی سنت اور طریق ہے اور باطن میں صبر اور شکر۔

لیکن ایک فقر یہ بھی ہوتا ہے کہ فاقہ اور بھوک کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔چنانچہ شیخ نے کہا ہے۔

"اَلْفَقْرُ مُکِبًّا اَسْوَدُ الْوَجْہِ فِی الدَّارَیْنِ"

یہ ہر قسم کی بے صبری اور سوال لاتا ہے۔لیکن جو فقر درست ہوتا ہے وہ کم پایا جاتا ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

"وَقَلِیْلٌ مِنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ"

Marfat.com

یعنی مرے بندوں میں سے شاکر کمتر ہوتے ہیں اور قلیل یہ ہوتا ہے کہ تھوڑا ہو اور خاص ہو اور کبھی اس طرح بھی ہوتا ہے کہ خاص بھی بھوک اور بے صبری میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ دو فقیر حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لنگر میں حاضر ہوئے خادم کھانا لایا۔ انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا وہ اور کھانا لے آیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو فلاں چیز کھاتے ہیں۔ خادم نے یہ واقعہ حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں بیان کیا۔ آپ نے فرمایا۔ فقیر کو چاہیے جو چیز ملے قبول کر لے اور شکر ادا کرنے لگ جائے۔ انہوں نے پھر بھی انکار کیا۔ حضرت سلطان المشائخ کو جوش آیا اور آپ نے فرمایا کہ بیابان میں بھوک سے مجبور ہو کر مردار تک کھا لیا تھا اور یہاں ناشکری کر کے طعام نہیں کھاتے۔ کیا یہ طعام اس مُردار سے ناقص ہے یا اس طعام کے کھانے سے تمہارے فقر میں نقص واقع ہوتا ہے اور مردار کھانے سے تمہارا فقر محفوظ رہ گیا تھا۔ آپ نے فرمایا وہ کام تم نے نفس کے کہنے پر کیا اور یہ ہوس کی بناء پر کر رہے ہو۔ حضور کی یہ بات سن کر انہوں نے اپنی ٹوپیاں آپ کے پاؤں پر ڈال دیں اور اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔

اس کے بعد حضرت محبوب سبحانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جس شخص نے فقر کی نعمت حاصل کر لی اگر صبر اور شکر کے ساتھ اس کی حفاظت کی تو یہ نعمت بڑھے گی اور اعتقاد قوی ہوگا اور جس نے اپنی نعمت کو جو دل میں ہوتی ہے برباد کیا اور دوسروں کے دروازے پر گیا تو کوئی بھی اُسے کچھ نہیں دے گا۔

عزیزیکہ از درگہش سر بتافت [1]

بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت

اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ بیٹا اپنے باپ کی وراثت سے حصہ لیتا ہے نہ کہ جہاں مال زیادہ دیکھے

---

[1] وہ ایسا عزیز کہ جس نے اس کی درگاہ سے سر پھیرا وہ جس دروازے پر گیا اسے عزت نہ ملی۔ (از گلستان سعدی)

Marfat.com

وہاں سے بزور لے لے۔ بعدازاں آپ نے فرمایا کہ شیطان کا یہ کام ہوتا کہ دنیاوی منافع کا فریب دیتا ہے اور کہتا ہے یہی سیدھا رستہ ہے۔ انسان لالچ میں آ کر گمراہ ہو جاتا ہے۔ دین رہتا ہے نہ دنیا۔ اور اگر نعمتِ دین زائل ہو گئی تو دنیا کس کام کی۔

ملک دنیا را بقائے نیست اَنْتُمْ غَافِلُوْن [1]

جہد کن تا تو نمانی در صفِ لَا یَعْلَمُوْن

ان پاکیزہ نصائح کی تائید میں آپ نے فرمایا کہ بہت سے خاندان ایسے ہیں جنہوں نے شیاطین کی راہ اپنے آپ پر بند نہ کی، اس طرح خراب اور ویران ہو گئے اور ان کی ساری عزت کو زوال آ گیا۔ مثلاً شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رتو چھتڑ والے کے خاندان کو لیجئے۔ بڑا عالیشان تھا کئی فرسنگ تک پکے مکانات تھے۔ عمارات بے شمار، پردہ دار گھر بڑے محکم اور بلند۔ حقیقی بھائی بھی پردہ داری کی بناء پر ایک دوسرے کے گھر میں نہیں آتے جاتے تھے۔ روضہ شریف سنگِ مرمر کا بنا تھا۔ ہر قسم کی عزت اور بزرگی کی حد نہ تھی۔ جب دوسروں کے مشوروں پر کام کرنا شروع کیا تو دنیاوی جائیداد کے لیے دونوں حقیقی آپس میں لڑ پڑے۔ ایک دوسرے کے خلاف دعوے دائر کر دیئے۔ وکیلوں وغیرہ کا خرچ اتنا بڑھ گیا کہ مکانات گروی ہو گئے۔ قرض بہت زیادہ ہو گیا۔ قرض خواہوں کے مطالبات کی وجہ سے ادھر اُدھر چھپتے پھرتے تھے۔ الغرض ہر لحاظ سے زوال کا اندیشہ لاحق ہو گیا۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا یہی حال عباد اللہ خان دارا پوری کا ہے۔ ہمارے حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جس قدر خدمت اس نے کی تھی اتنی کم کسی نے کی ہو گی۔ سیال شریف میں بنگلے بنوائے، عجیب باغ لگوایا۔ ہر سال دس بارہ مانی غلہ لنگر شریف کی نذر کیا کرتا تھا سرائے کی عمارت شروع کرائی۔ خرچ کے لیے یہاں آیا۔ ساہوکار نے اسے قرض نہ دیا۔

---

[1] بادشاہی اور دنیا نے باقی نہیں رہنا تم غافل ہو، محنت کرو تا کہ تم بے علم لوگوں کی صف میں نہ رہو۔

Marfat.com

سراسیمہ ہوکر دو روز ہماری مسجد میں پڑا رہا۔ آخر بیوی کے زیورات گروی رکھے اور روپے لے کر سرائے کی عمارت مکمل کرائی۔ حضرت خواجہ شمس العارفین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وصال کے بعد اُسے سجادہ نشین صاحب کے ساتھ بڑا رسوخ حاصل ہوگیا اور چھوٹے صاحبزادہ صاحب کے دل میں یہ ظن پیدا ہوا کہ لا جرم ہمارے درمیان فتنہ کا سبب یہ شخص بنا ہے۔ اس لیے وہ اس سے بیزار ہو گئے بڑا رویا پیٹا اور تین سو روپے نذرانہ بھی پیش کیا۔ لیکن اُن کا شک زائل نہ ہوا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ چھوٹے صاحبزادہ صاحب اس کی طرف خط بھیجا کرتے تھے تو لکھی ہوئی سطروں لکیر کھینچ دیا کرتے تھے گویا رنجش کا اظہار کر دیا کرتے تھے۔ آخر اس شخص کی موت اس حال میں ہوئی کہ سفر میں مرا۔ چار آنے اسقاط کے نہ دیے گئے۔ ویرانے میں دفن ہوا۔ کسی کو یہ بھی معلوم نہیں کہ اس کی قبر کہاں ہے تاکہ کوئی فاتحہ بھی پڑھ دے۔

☆☆☆

Marfat.com

مجلس ہشتم

فوائدِ زکوٰۃِ کبریت احمر

۷ شعبان ۱۳۱۱ھ/۱۳ فروری ۱۸۹۴ء

صاجزادہ بدیع الزمان شاہ مرحوم کے عرسِ مبارک پر قدمبوسی سے مشرف ہوا۔ میاں محمد اشرف، محمد زمان، حافظ محمد لکھوالی اور قاضی دین محمد سکنہ بڑوہہ وغیرہ شامل تھے۔ حضرت محبوبِ سبحانی نے مولوی عبداللہ میر پوری کو کبریتِ احمر کی زکوٰۃ کی شرائط بیان فرمائیں۔ یعنی مکان اور وقت ایک ہو۔ مسواک کے ساتھ غسل کامل طہارت کے ساتھ کرے۔ احتیاط کر کے غسل کرتے ہوئے یا پڑھتے وقت کوئی اسے دیکھ نہ پائے۔ ایک چادر لپیٹ لے جو تمام بدن کے لیے کافی ہو۔ جائے نماز تین گز ہو اور دستار پانچ گز۔ قاضی مذکور نے عرض کیا یہ تو احرام کی مثال ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ احرام حاجیوں کے احرام پر فوقیت رکھتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جو فوائد اس احرام سے حاصل ہوتے ہیں اُس سے نہیں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ لذت اُسے حاصل ہوتی ہے جس کے وضو میں خلل واقع نہ ہو۔ ہم سے جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوچھا کہ کیا کبریتِ احمر کی زکوٰۃ ادا کی جا ہے تو عرض کی کہ ہاں جناب، لیکن خللِ وضو کے باعث لذت نہ آئی۔ بہتر ہوگا دوبارہ ادا کروں۔ حضور نے فرمایا، خیر یہی کافی ہے، ہم نے بھی ایک بار ادا کی تھی۔

حافظ محمد لکھوالی نے سند کے لیے سلسلہ شریف پیش کیا۔ اس پر حضرت محبوبِ سبحانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دستخط ثبت فرمائے۔ محمد اشرف نے عرض کیا کہ میں نے حضرتِ تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دستخط دیکھے ہیں۔ حضرت محبوبِ سبحانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ حافظ دین محمد ورہالوی کے وظائف ہمارے پاس موجود ہیں اور حضرت صاحب تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دستخط مبارک ان پر اس عبارت کے ساتھ ثبت ہیں۔

Marfat.com

الٰہی، بکربت وغربِ خاکِ راہِ دردمندانِ سلیمان

عاقبت دین محمد بخیر گردان ۱؎

بعد ازاں حافظ مذکور کے اوصاف آپ نے بیان فرمائے کہ وہ کہتا تھا آٹھ سال کی مدت حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر رہا۔ اس مدت کے دوران میں حضور کے وجود مبارک کو دبایا کرتا تھا اور مالش کیا کرتا تھا۔ وہاں ہر درویش کے ذمے ایک کام ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک شخص تہبند بندھوانے کے لیے مقرر تھا۔ حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خللِ پیشاب کے باعث ہر نماز نئی دھلی ہوئی تہبند سے ادا فرمایا کرتے تھے۔ ان آٹھ سالوں میں میری عرض یہی تھی کہ مجھے ایک قطرۂ عشق عنائت فرمایا جائے۔ ایک گھڑی ایسی آئی کہ آپ مجھ سے بڑے خوش تھے میں نے پھر عرض کی، آپ نے فرمایا نزدیک آؤ۔ میں قریب ہوا۔ حضور نے میرا کان پکڑ کر کھینچا اور زبان مبارک پر یہ کلمہ لائے ''تھیں پوسیں'' یعنی تو عاشق بن جائے گا۔ اس کے بعد حضرت محبوبِ سبحانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جب حافظ مذکور ہمیں لیٹے ہوئے دیکھتا تھا، پوچھتا۔ خیر تو ہے اور پھر ہمارے وجود کو دبانا شروع کر دیتا اور کہتا کہ یہ دونوں ہاتھ قبلہ حضرت تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وجودِ مبارک کو چھوتے رہے ہیں اور ان میں یہ برکت ہے کہ تھکاوٹ اور سستی کو دور کر دیتے ہیں۔ چنانچہ اس کی مالش سے ہمیں فوراً آسودگی حاصل ہو جاتی ہے۔

سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ حافظ دین محمد کی عادت تھی، تجارت کے بہانے جا بجا پھرتا رہتا تھا۔ اور چونکہ ہم اس کی زبانی حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ذکرِ خیر سنا کرتے تھے ہم اسے کہا کرتے تھے کہ یہیں مقیم رہو۔ لیکن وہ کہتا میری طبیعت ایک جگہ

۱؎ یا اللہ! حضرت سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دردمندوں کے راستے کی خاک کی مصیبت وغربت کے صدقے دین محمد ﷺ کا انجام اچھا کر دے۔

Marfat.com

قرار نہیں پکڑتی۔ ایک دفعہ اس نے یہاں سے سفر کی تیاری کی۔ ہم نے منع کیا لیکن کوئی اثر نہ ہوا۔ اگلے روز خود آیا اور کہنے لگا۔ اب سفر پر نہیں جاتا۔ رات خواب میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور میرے والدان دو پتھروں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ تو یہاں کب آیا تھا۔ میں نے عرض کیا۔ یہیں رہتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا بالکل ٹھیک یہیں آرام سے رہو۔ اس نے بعد میں نے بھی پوچھا کہ حضور یہاں کیسے تشریف لائے ہیں۔ جواب میں انہوں نے ارشاد فرمایا کہ یہ جگہ بھی ہماری اپنی جگہ ہے۔ حضرت محبوبِ سبحانی نے فرمایا کہ ہم نے ادب کے طور پر ان دونوں پتھروں کو مسجد کی بنیاد کے نیچے چھپا دیا۔ تا کہ کوئی اور اُن پر نہ بیٹھے۔ حافظ مذکور کچھ مدت کے بعد سفرِ حج کے لیے تیار ہو گیا۔ ہم نے اُسے کہا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اجازت کے بغیر حج پر نہیں جانا چاہیے۔ اس لیے وہ تونسہ شریف گیا اور حج کا ارادہ اس کے دل سے نکل گیا۔ جب تونسہ شریف سے واپس آتے ہوئے خوشاب پہنچا تو بیمار ہوا اور فوت ہو گیا۔ نیک مرد تھا اور حضرت صاحب قدس سرہٗ کا عاشق تھا۔

بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ مولوی احمد دین تونسوی اسی طرح حضرتِ خواجہ محمد سلیمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ مولوی کیا تو چاہتا ہے کہ تجھے واصل باللہ کر دوں۔ اس نے عرض کیا۔ اس مسکین کو اور کیا چاہیے۔ آپ نے فرمایا بیوی کو طلاق دے دو۔ مولوی نے طلاق نامہ لکھ کر آپ کے پیش کر دیا۔ لیکن اس وقت تحصیلِ علم سے مولوی صاحب کی چند کتابیں باقی تھیں۔ آپ نے فرمایا یہ کتابیں ختم کر لو۔ کچھ مدت کے بعد دریائے رحمت پھر جوش میں آیا۔ آپ نے فرمایا مولوی پھر تو نے عرض نہ کی۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ اس غریب کا کام حکم ماننا تھا۔ آئندہ حضور کی مرضی۔ پس توجہ فرما کر آپ نے مولوی صاحب کو سلوک کی تمام منزلیں طے کرا دیں۔ تھوڑی مدت میں اس درجہ کا عروج حاصل ہوا کہ ہر طرف سے مخلوق ان کے پاس آنے لگ گئی۔ لنگر جاری ہو گیا۔ ایک وقت گوشت ہوتا اور ایک وقت چاول۔

Marfat.com

بندگانِ خدا کی حاجات ان سے حاصل ہونے لگیں۔ حاسد لوگوں نے شکایت شروع کردی۔ یا حضرت! مولوی کا لنگر آپ کے لنگر سے بڑھ گیا ہے۔ چاول اور گوشت دیتے ہیں۔ ہر شخص کی حاجت بھی ان سے جلد حاصل ہو جاتی ہے۔ اب گوشت اور چاول چھوڑ کر کون آپ کی فقیرانہ دال اور روٹی کی طرف آئے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شکایات سُن کر فرمایا۔ خیر بیٹا اگر لائق ہو تو باپ کی عزت اور خوشی بڑھتی ہے۔ اگر کوئی کہے کہ فلاں کا بیٹا لائق ہے تو غم کا باعث نہیں ہوتا۔

حضرت محبوبِ سبحانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ مولوی صاحب کو کمال درجے کا استغراق حاصل تھا اور سماع بھی سنا کرتے تھے۔ ایک دفعہ مولوی صاحب کے مکان پر نوعمر لڑکے غزلیں پڑھ رہے تھے۔ اُن کے مریدوں میں سے ایک نواب بھی مجلس میں حاضر تھا۔ حاسد لوگ شکایت کرنے لگ گئے۔ آپ نے پوچھا کیا بات ہے۔ انہوں نے عرض کیا مولوی صاحب کے مکان پر شریعت کی بے حرمتی ہو رہی ہے۔ امرد لڑکے رباب کے ساتھ غزلیات پڑھ رہے ہیں۔ حضرت صاحب کو غصہ آیا اور زبان مبارک سے یہ کلمہ سرزد ہوا "مولوی اندھا تھی گیا نواب گھرا تھی گیا۔" یعنی مولوی اندھا ہو گا یا اور نواب عقل کھو بیٹھا۔ یہ کلمہ سرزد ہونا تھا کہ مولوی صاحب نابینا ہو گئے اور نواب دیوانہ ہو گیا، لباس پھاڑتا تھا۔ لیکن دونوں مزید نقصان سے بچ گئے۔ البتہ یاغستانی مخلوق کا رجوع مولوی صاحب کی طرف کم ہو گیا اور لنگر بھی موقوف ہو گیا۔ لیکن ان کی فوتیدگی کے بعد یاغستانی لوگ اب تک ہر سال تونسہ شریف میں آ کر عرس کیا کرتے ہیں۔

بعد ازاں آپ نے مولوی صاحب کے طلاق نامہ کے سلسلہ میں فرمایا کہ درویش کو چاہیے مجرد رہے۔ ہمارے حضرت خواجہ شمس العارفین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ سپاہی اور درویش دونوں کو چاہیے کمر بستہ سویا کریں۔ سپاہی جب اپنے ہتھیار تن سے جدا کر کے سوتا ہے تو دشمن موقع مل جاتا ہے اور اُسے ہلاک کر ڈالتا ہے۔ اسی طرح درویش اگر کمر کھول دے اور

Marfat.com

برہنہ مباشرت میں مشغول ہو تو دشمن اس پر غالب آجاتا ہے اور بڑی ہمت سے کام لے تو بمشکل اپنی اصلی حالت پر آتا ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے فرمایا کہ ہمارے حضرت صاحب پسند نہیں فرماتے تھے کہ درویش نکاح کرے۔ جو درویش وہاں رہتے تھے تمام مجرّد تھے۔ مہدی نام ایک درویش تھا۔ ریاضت اور مجاہدہ کی یہ حالت تھی کہ بارہ سال تک کھانا نہ کھایا۔ درختوں کے پتے کھایا کرتا تھا۔ اتفاقاً اس کے شہر کے رئیس کی بیٹی اس پر عاشق ہوگئی۔ اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی تھی۔ اُس نے امتحان کے طور پر اس لڑکی کو کہا کہ اپنے سر کے بال منڈوالے، چہرہ سیاہ کرلے اور میرے ساتھ چل۔ لڑکی نے اس طرح کیا۔ اس کے بعد کہا میں طعام نہیں کھاتا تو نے اگر مانگا تو کہاں سے لاؤں گا۔ لڑکی نے بھی طعام ترک کر دیا اور چھ ماہ تک نہ کھایا۔ درویش کو اطمینان ہوگیا۔ کہ اب دونوں جہاں جائیں گے۔ طعام کے بغیر آسودہ رہیں گے۔ چنانچہ اس سے نکاح کرلیا۔ جب حضرت صاحب کو خبر ملی تو آپ نے فرمایا

''سوہرے ساری عمر روزہ رکھیا تے عصر دے وقت توڑ دِتا۔''

سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ہمارے حضرت خواجہ شمس العارفین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی نکاح نہ کیا۔ جب آپ کی ریش مبارک سفید ہوگئی تو آپ کی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا نے حضرت خواجہ تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اجازت طلب کی کہ ایک ہی بیٹا ہے اور شادی نہیں کرتا۔ میں بوڑھی ہوگئی ہوں۔ عورت کے بغیر ہمارا گھر ویران ہے۔ مہمانوں کی خدمت عورت کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ پس حضرت صاحب تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حکم سے شادی کی اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گھر سے ہماری مائی صاحبہ وفات پا گئے تو جو شخص بھی نکاح ثانی کے متعلق عرض کرتا آپ فرماتے کہ پہلی شادی حضرت صاحب تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حکم اور اجازت سے کی تھی۔ اپنی خواہش نہیں تھی۔ اب بھی اپنی کوئی خواہش نہیں۔

Marfat.com

اس موقع پر قاضی دین محمد نے عرض کی کہ میرا بھائی سید میر درد دِندان میں گرفتار ہے۔ میں نے سنا ہے کہ جو شخص دو رکعت نفل پڑھے اور ان کا ثواب خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح کو بخشے اُسے درد نہیں ہوتا۔ میاں محمد اشرف نے کہا کہ تمام عمر پڑھتا رہا ہوں۔ منہ سے تمام دانت نکل آئے۔ لیکن کبھی درد نہیں ہوا۔ حضرت محبوبِ سبحانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نقل بیان فرمائی کہ جب پیغمبر ﷺ نے حضرت عمر اور حضرت علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہما کو اپنا جُبہ مبارک دیا اور فرمایا کہ قرن میں اویس نام کا ایک شخص ہے۔ اُسے ملو، ہمارا جُبہ اُسے دو اور ہماری طرف سے سلام کے بعد کہو کہ یہ جبہ پہن کر حق تعالیٰ سے امت کی بخشش کے لیے دعا مانگے۔ حضور سرورِ کائنات ﷺ کے وصال کے بعد جب دونوں یار یمن کی ولایت میں گئے اور قرن کے لوگوں سے اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام و نشان پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اس نام کا ایک دیوانہ شخص ہے۔ جو امیر لوگوں کے اونٹ وادی میں چرایا کرتا ہے۔ لیکن اس قابل نہیں کہ کوئی اس سے گفتگو کرے۔ پس دونوں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس وادی میں گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص پانی کے کنارے نماز میں مشغول ہے اور اونٹ اس کے اردگرد چر رہے ہیں۔ اس کے پاس گئے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا۔ تو اُسے سلام پہنچائے۔ اس نے سلاموں کے جواب دیا اور پھر نماز میں مشغول ہو گیا۔ کافی دیر گزر جانے کے بعد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے۔ اے مردِ خدا۔ ہم آنحضرت ﷺ کے یار ہیں اور تیری ملاقات کے لیے آئے ہیں۔ اس نے کہا میں نے تمام عمر رسول اللہ ﷺ کی زیارت نہیں کی۔ ایک دفعہ مدینہ منورہ گیا۔ لیکن حضور ﷺ کو وہاں نہ پایا۔ ماں نے مجھے زیادہ دیر کی اجازت نہیں دی تھی۔ اس لیے ناکام لوٹ آیا۔ اس نے اپنے دانت دکھائے جو تمام کے تمام نکلوا دیئے تھے۔ کہا کہ چونکہ مجھے خبر نہیں کونسا دانت مبارک شہید ہوا ہے۔ میں نے تمام نکلوا دیئے۔ تم آنحضرت کی یاری کا دعویٰ کرتے ہو لیکن اس سنت کی پیروی کیوں نہیں کی۔ اس نے کہا کوئی اور نشانی دکھائیں۔ ہر دو یاران حضور (ﷺ) نے جبہ مبارک

Marfat.com

سامنے رکھا اور یہ پیغام پہنچایا کہ امت کی مغفرت کے لیے دعا مانگیں۔ اس نے جبّہ مبارک پہن لیا اور سجدے میں سر رکھ کر دعا مانگی۔ اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھما نے کہا۔ ہمارے لیے بھی دعا مانگیں۔ اس نے کہا۔ دعا میں تم دونوں بھی داخل تھے اور جبّہ اتار دیا۔

حضرت محبوبِ سبحانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا۔ اسی بناء پر جو کوئی دو نفل کا ثواب آپ کو پہنچائے گا دانتوں کے درد سے محفوظ رہے گا۔ بعد ازاں حضرت صاحب نے فرمایا کہ نقل ہے کہ جب حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ گئے اور لوٹ آئے تو آنحضرت ﷺ نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم سے پوچھا کہ کیا تم میں سے کسی نے اس شکل وصورت کا کوئی آدمی دیکھا ہے۔ انہوں نے عرض کیا۔ نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم میں سے جس کسی نے اُسے دیکھا ہے بخشا جائے گا اور دوزخ کی آگ اس پر حرام ہوگئی۔ حدیث شریف میں اس بات کا بھی ذکر ہے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بدن پر سفیدی تھی انہوں نے دعا مانگی اور دور ہوگئی۔ البتہ ایک درم کے برابر بائیں پہلو پر داغ رہ گیا۔ حضرت محبوبِ سبحانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کے بڑے مقبول اور عاشقِ رسول خدا تھے۔ قاضی دین محمد نے کہا کہ ان کی زیارت گاہ عدن میں ہے۔ اور وہاں کے لوگ ان کے بڑے اوصاف بیان کرتے ہیں۔ حضرت محبوبِ سبحانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ اُن کے اوصاف خدا اور رسول ﷺ بیان کرتے ہیں۔ دوسروں کی کیا حاجت ہے۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق حضور سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا ہے۔

"اِنِّی لَاَ جِدُ نَفَسَ الرَّحْمٰنِ مِنْ قِبَلِ الْیَمَنِ"

یعنی ہمیں یمن کی طرف سے بوئے رحمٰن آتی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ قرن میں ایک مردِ خدا ہے۔ اویس نام کا۔ قیامت کے روز اسے اجازت ہوگی کہ ربیعہ اور مضر کی بھیڑوں کے بالوں کی تعداد کے برابر میری

Marfat.com

امت کے لوگوں کی شفاعت کریں۔اور اپنا چہرہ مبارک عمر فاروقؓ اور علی کرم اللہ وجہہ کی طرف کر کے فرمایا کہ تم میں سے جو کوئی اسے دیکھے گا بخشا جائے گا۔حضرت اویس قرنی کے یہ تمام اوصاف اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بتائے اور اگر حضور ﷺ صحابہ کرام کو آگاہ نہ فرماتے تو اہل عالم میں سے کوئی ان کے قرب خداوندی سے آگاہ نہ ہوتا اور کسی دیوان میں ان کا نام ونشان تک نہ ملتا۔

اس کے بعد حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ بھی بڑے مقبول خدا اور عاشق مرد ہوئے ہیں۔ان کے اشعار بھی اسی طرح مقبول ہیں۔آپ نے فرمایا کہ ان کی یہ رباعی بہت منظوری رکھتی ہے۔

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ [1]
کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

جب انہوں نے پڑھی تو آنحضرت ﷺ فرماتے تھے۔خوب کہا ہے، پھر پڑھو۔بعد ازاں آپ نے فرمایا تھا کہ شیخ سعدی صورت پرست تھے۔جہاں کہیں کوئی خوبصورت لڑکا دیکھتے اس پر عاشق ہو جاتے تھے۔لیکن اپنا چہرہ برقع میں چھپائے رکھتے تھے۔ایک دفعہ غوث بہاؤالحق کی ملاقات کے لئے ملتان آئے۔غوث صاحب نے ان کی آمد کا سبب پوچھا۔شیخ سعدی نے کہا میں نے سنا ہے کہ آپ کا پوتا بڑا خوبصورت ہے اس کے دیدار کے لئے آیا ہوں غوث صاحب نے اپنے پوتے کو سمجھایا کہ اپنا چہرہ اس درویش سے چھپا لے۔اگر کہے دکھاؤ تو کہنا کہ پہلے اپنا

---

[1] نبی اکرم ﷺ اپنے کمال کے سبب، بلندی تک پہنچے آپ کے جمال کے باعث اندھیرا دور ہو گیا آپ کی تمام خصلتیں اچھی ہیں آپ پر اور آپ کی آل پر درود بھیجو

Marfat.com

چہرہ دکھاؤ۔ پس شیخ صاحب نے کہا لوگوں کو ہٹاؤ اور جگہ خالی کراؤ۔ رخ سے پھر انہوں نے برقع اٹھایا۔ دیکھا کہ رخسار کا گوشت گل چکا ہے۔ آنکھوں سے پانی کی دو نالیاں رواں تھیں۔ ہڈیوں والی دہشت ناک صورت تھی۔ ان کی صورت کو دیکھ کر غوث صاحب پر حال طاری ہو گیا۔ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے کہ میں نے عاشق خدا کا چہرہ دیکھا ہے جو کوئی بارہ روز تک میرا چہرہ دیکھے گا، دوزخ کی آگ اس پر حرام ہو گی۔

اس کے بعد حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ بھی آنحضرت ﷺ کے بڑے عاشق تھے۔ دیکھئے ان کا یہ شعر کیسا اچھا ہے۔

نسبت بسگت کردم وبس منفعلم ؎۱

زانکہ نسبت بہ سگِ کوئے تو بے ادبیست

کہتے ہیں کہ جب رسول مقبول ﷺ کے روضہ اطہر پر سلام عرض کرتے تھے، بلند آواز سے جواب ملتا تھا جسے ہر شخص سنتا تھا اور جب رخصت کے وقت روضہ مطہرہ پر حاضر ہوتے تھے تو یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

سیدی مرجعی ومولائی بسفری روم چہ فرمائی ؎۲

روضہ شریف سے جواب بھی اسی طرح ملا کرتا تھا۔

بسفر رفتنت مبارک باد ؎۳

بسلامت روی وباز آئی

؎۱ میں نے تیرے کتے سے نسبت اختیار کی اس پر بہت شرمندہ ہوں اسلئے کہ تیرے در کے کتوں سے نسبت بہت بے ادبی ہے۔

؎۲ میرے سردار میرے رجوع کی جگہ اور میرے مولا! میں سفر پر جا رہا ہوں آپ کیا فرماتے ہیں۔

؎۳ تمہارا سفر پر جانا مبارک ہو سلامتی کے ساتھ جاؤ اور واپس آؤ۔

Marfat.com

مگر آخری بار رخصت ملی تو یہ آخری مصرعہ جواب میں نہ کہا گیا۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ مولانا جامی بیت اللہ کی زیارت کے طفیل آنحضرت ﷺ کی زیارت نہیں کیا کرتے تھے۔ بلکہ گھر آ کر پھر مدینہ منورہ کی زیارت کیلئے واپس جایا کرتے تھے۔ اس لئے کہ دوسروں کے طفیل محبوب کی زیارت اخلاص سے بعید ہوتی ہے۔

بعدازاں آپ نے فرمایا کہ سید جلال بخاری جب مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو حرم والوں نے پوچھا۔ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا۔ میں سادات میں سے ہوں۔ حرم والوں نے کہا۔ سید کا رنگ سفید سرخ ہوتا ہے نہ کہ سیاہ۔ تکرار کے بعد سید جلال بخاری نے کہا۔ مجھے نہیں معلوم۔ مگر لوگ مجھے سید کہتے ہیں۔ روضہ شریف کے خادم دامن گیر ہوئے اور کہنے لگے جب تک روضہ شریف سے تیرے دعوے کی گواہی نہیں ملے گی ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔ پس وہ آنحضرت ﷺ کے روضہ مبارک پر حاضر ہوئے اور استدعا کہ کہ اگر میں سچا ہوں تو مہربانی فرما کر ان سے مجھے آزاد کرائیں اور اگر جھوٹا ہوں تو پھر بھی کرم فرما کر بتائیں تا کہ اس کے بعد سید ہونے کا دعویٰ نہ کروں۔ روضہ مبارک سے آواز آئی کہ یہ شخص ہماری آل میں سے ہے اور سید ہے۔ جس کسی کے کان میں یہ آواز پہنچی اس کے ذوق سے بے ہوش ہوگیا۔ کچھ مدت کے بعد مدینہ منورہ گئے۔ خادمان حرم پہلے کی طرح ان سے ندا کے طالب ہوئے کیونکہ اس سے انہوں نے بڑا روحانی سرور حاصل کیا تھا۔ سید جلال نے انکار کردیا کہ شاید مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہو اور دوبارہ مجھے اس جواب سے مشرف نہ فرمایا جائے۔ اور پھر پہلی لذت بھی ضائع کردوں۔ لیکن خادموں نے سخت مجبور کیا تو پھر التجا کی اور سابقہ خطاب سے دوبارہ مسرور ہوئے۔

یہاں پہنچ کر حضرت محبوب سبحانی نماز ظہر کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہم نے زمین ادب کا بوسہ لیا اور واپس آ گئے۔

☆☆☆

Marfat.com

مجلس نہم

غلام شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت کے بیان میں

۱۱ر شعبان ۱۳۱۱ھ / ۱۷ر فروری ۱۸۹۴ء

چاشت کے وقت مجلس میں مشرف ہوا۔ حافظ اللہ دین، غلام شاہ صاحب اور فضل درویش حاضر تھے۔ حضرت محبوب سبحانی نے غلام شاہ صاحب سے پوچھا کہ آپ کے بھائی حیات شاہ کے ہاں لوگوں کی آمد ورفت ہے۔ پھر فرمایا کیا آپ موضع نارگ میں رہتے ہیں یا کسی اور جگہ۔ کسی نے جواباً عرض کیا کہ ایک اور جگہ رہتے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ آپ کے پاس بھی کوئی حاجتمند آیا کرتے ہیں یا نہ۔ حافظ اللہ دین نے عرض کیا کہ ان کے پاس بھی بہت سے لوگ آیا کرتے ہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ آپ بھی مخلوق کو فیض پہنچایا کریں کیونکہ فقیر کے لئے لازم ہے کہ ہر ایک کو نفع پہنچائے۔ خواہ کوئی تعویذ مانگے، دعائے خیر کرائے یا بیعت ہونے کا ارادہ ظاہر کرے۔ ضرور کیا کریں۔ اس کے بعد حضرت محبوب سبحانی وظائف میں مشغول ہو گئے اور ہم بھی زمین ادب کا بوسہ لے کر رخصت ہوئے۔

☆☆☆

Marfat.com

مجلس دہم

فنافی الشیخ اور فنافی اللہ کے بیان میں

۲رذی الحج ۱۳۱۱ھ/ ۶رجون ۱۸۹۴ء

رات کو سونے سے پہلے قدم بوسی کی سعادت سے مشرف ہوا۔ چونکہ حضور چار پائی پر دراز تھے، اٹھے اور بیٹھ گئے۔ اور پوچھا نور عالم ہو۔ پھر قدم بوس ہوا۔ آپ نے فرمایا اور کون ہے؟ عرض کی میاں محمد اشرف اور چند اور اشخاص۔ پس تمام حاضر ہو گئے۔ آپ نے لنگر شریف کا کھانا تناول کرنے کو فرمایا۔ ماہِ مذکورہ کی پانچویں تاریخ کو مجلس شریف میں مشرف ہوئے۔ بہت سے پیر بھائی حاضر تھے۔ بات فنافی الشیخ اور فنافی اللہ کے متعلق شروع ہوئی کہ ان سے مراد کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی فنافی اللہ کا مدعی ہو۔ حالانکہ ابھی تک اپنے شیخ کے طریقہ پر ثابت قدم نہ ہو اس میں کوئی صداقت نہیں ہوتی کیونکہ جو شخص اوپر جاتا ہے۔ وہ نچلی سیڑھی سے ضرور گذرتا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے:

مَنْ ضَیَّعَ رَبَّ الْاَدْنٰی لَمْ تَصِلُ رَبَّ الْاَعْلٰی

یعنی جو شیخ کے اداب کو ضائع کرتا ہے بزرگ رب تک نہیں پہنچ سکتا۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کبھی کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ پہلے اوپر جائے اور پھر نیچے آئے۔ اس دعا گو نے عرض کیا کہ کیا فنافی الشیخ اور فنافی اللہ کے مقامات کی تعریف ایک جیسی ہے یا علیحدہ علیحدہ؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ شیخ اس طرح ہوتا ہے جیسے پانی پر حباب۔ اب اگر پوچھا جائے کہ حباب کہاں سے آیا تو جواب ہوگا پانی سے۔ کوئی بھی یہ نہیں کہے گا کہ حباب اور ہے اور پانی اور۔ یعنی حقیت ایک ہی ہے لیکن ان کے درمیان فرق یہ ہوتا ہے کہ حباب ایک ایسا نقش ہے جو پانی سے پیدا ہوا اور پھر پانی میں گم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ صفت موصوف سے خارج ہوتی ہے اور

Marfat.com

پھر موصوف میں جمع ہو جاتی ہے۔ پس فنافی الشیخ یہ ہے کہ اگر شیخ شریعت کا پابند ہے تو مرید کو بھی اپنے شیخ کی سیرت اور اس کے طریقے پر قائم رہنا چاہیے۔ اگر شیخ کے بعض افعال شریعت کے مطابق نہ ہوں تو مرید بھی اس میں علت میں گرفتار ہوتا ہے ورنہ از روئے حقیت وہ بھی فقر ہوتا ہے۔

اس موقع پر لکھوال کے فنا نامی درویش نے عرض کیا کہ ایک شیعہ مذہب رکھنے والا سید آپ کی ذات عالی کی شکایت کیا کرتا تھا۔ میں نے منع کیا۔ مگر وہ باز نہ آیا۔ میں نے آخر اسے لاٹھی دے ماری۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کچھ نہ کہا کرو۔ جو شخص کسی کو برا کہتا ہے خود ویسا ہوتا ہے۔

الحدیث؛

اَلْاِنْسَانُ مِرْاٰۃُ الرَّحْمٰنِ

یعنی انسان خدا تعالیٰ کا آئینہ ہے اور آئینہ کی یہ خاصیت ہوتی ہے کہ جیسی صورت ہو ویسی دکھاتا ہے۔

اگر کتے کے سامنے آئینہ رکھیں تو اپنی شکل اس میں دیکھتا ہے اور بھونکتا ہے۔ نہ یہ کہ کتے کو آئینے میں آدمی کی صورت دکھائی دے۔ غرض یہ ہے کہ آئینے میں جو کچھ دیکھتا ہے اس کی اپنی صورت ہوتی ہے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ فقیر کو اگر برا کہا جائے اور صبر کرے تو اس کے حق میں اچھا ہوتا ہے، بہ نسبت اس کے کہ اس کی تعریف کی جائے کیونکہ نفس مدح سے مغرور اور ملامت سے اندوہگیں ہو جاتا ہے اور چارہ صبر کے بغیر اور کوئی نہیں۔ خداوند تعالیٰ اور اس کے پیغمبر بھی اس ملامت سے نہیں بچے اس کے بعد آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے یہ شعر پڑھے۔

مَانَجَا اللّٰہُ وَالرَّسُوْلُ مَعاً　　مِنْ لِسَانِ الْوَرٰی فَکَیْفَ اَنَا [1]

---

[1] اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ بھی مخلوق کی زبان (طعن و تشنیع) سے محفوظ نہیں رہے تو میرا کیا حال ہوگا

Marfat.com

قِیلَ اِنَّ الْاِلٰـہَ ذُوْوَلَدٍ قِیلَ اِنَّ الرَّسُوْلَ قَدْ کَھَنَا [1]

یہ بات نہیں تھی کہ آپ یہ وصف رکھتے تھے بلکہ حکمت یہ تھی کہ آخرت میں ان کا درجہ کم نہ ہو۔اس کے بعد انہوں نے ایک اور شعر پڑھا۔

بزہدو توبہ ازعذاب بتواں رست [2]

ولے اززبان مردم نتواں رست

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ایک روز ابوجہل آنحضرت ﷺ کے متعلق ناشائستہ اوصاف کا ذکر کررہا تھا۔حضور ﷺ نے فرمایا تو نے سچ کہا۔صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حاضر تھے۔اٹھ کھڑے ہوئے،آنحضرت ﷺ کی تعریف کی اور کہا حضور ﷺ ایک ایسا آفتاب ہیں کہ عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک موجودات کا ہر ذرہ ان کے نور سے فیض یاب ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا تو نے سچ کہا۔حاضرین نے عرض کیا۔دونوں کی باتیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور حضور نے دونوں کو سچ فرمایا ہے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں آئینہ ہوں اور دونوں کی صورت جیسی ہے دکھاتا ہوں۔ابوجہل نے اپنی صورت کو دیکھا اور پنے اوصاف بیان کیے۔صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی صورت دیکھی اور تعریف کی۔پس دونوں نے سچ کہا۔

بعدازاں محبوب سبحانی نے یہ لفظ مبارک فرمایا کہ بدگوئی اور ملامت ابتدا ہی سے آرہی ہے۔جہاں پھول ہوتا ہے کانٹا بھی ہوتا ہے۔اور جہاں خزانہ چھپا ہو وہاں سانپ پایا جاتا ہے۔

بلائے خمارست درعیش مُل سلحدارخاراست برشاخ گل [3]

---

[1] کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ اولاد والا ہے اور یہ بھی کہا گیا کہ رسول کاہن ہیں۔

[2] زہد اور توبہ کے ذریعے عذاب سے چھٹکارا مل سکتا ہے۔لیکن لوگوں کی زبان سے نہیں بچ سکتا۔

[3] پیٹ بھرے ہوئے کی زندگی (اور عیش) میں نشے کی بلا ہے۔اور جس شاخ پر پھول ہو اس پر کھال اُتارنے والا کانٹا بھی ہوتا ہے۔ شراب کے عیش وآرام میں نشے کی مصیبت ہے پھول والی شاخ پر کانٹا پیدا ہوتا ہے۔

Marfat.com

جو فقیر ملامت سے بچا ہوا ہوتا ہے اس کے فقر میں ابھی کمی ہوتی ہے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ایک عالم بیعت کے ارادے سے کسی درویش کے پاس جا رہا تھا۔ راستے میں ہر شخص کی زبان سے اس کی تعریف سنتا تھا اور حیران تھا کہ ملامت بھی فقیر کے حال کے ساتھ لازم ہوتی ہے، کوئی بھی فقیر کی بدگوئی نہیں کرتا۔ اس کے پاس گیا اور حمد وثنا کے بغیر کچھ نہ سنا۔ اس لئے واپس لوٹ آیا۔ ایک شخص نے اس پوچھا، کہاں گیا تھا؟ اس نے کہا۔ فلاں درویش کے پاس۔ وہ کہنے لگا وہ فقیر نہیں اور بدگوئی کی۔ یہ سن کر عالم درویش کے پاس واپس گیا اور بیعت کر لی۔

بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ حضرت صاحب تونسوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ملفوظات میں فرمایا ہے۔

ہر کہ مارا رنجہ دارد راحتش بسیار باد [1]

ہر کہ مارا یار بنود ایزد اورا یار باد

ہر کہ او در راہ ما خارے نہد باد شمنی

ہر گلے کز عمرش بشگفد بے خار باد

اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ ایک شخص حضرت تونسوی کی ہمیشہ شکایت کیا کرتا تھا اور مرید بھی تھا اس کی روٹی بھی لنگر شریف سے مقرر تھی۔ جب اس کی بدگوئی اور شکایت کی خبر حضرت صاحب کے حضور پہنچائی جاتی تو آپ لانگری سے پوچھتے کہ اسے کتنی روٹیاں دیا کرتے ہو۔ لانگری نے جواب دیا کہ ایک آپ نے فرمایا کہ ایک اور بڑھا دو۔ اس کی دو روٹیاں مقرر ہو گئیں۔

---

[1] جو شخص ہمیں تکلیف پہنچاتا ہے اسے بہت آرام ہو جو ہمارا دوست نہیں بنتا اللہ تعالیٰ اس کا دوست ہو۔
جو شخص دشمنی کے باعث ہمارے رستے میں کانٹے بچھاتا ہے۔ اس کی زندگی سے کھلنے والا ہر پھول کانٹے کے بغیر ہو۔

Marfat.com

وہ شخص اپنی عادت ترک نہیں کرتا تھا۔ بیوی اس پر ناراض ہوتی اور کہتی تمہارے جیسا کوئی نمک حرام نہیں۔ روٹی کے فکر سے تمہیں فارغ کر دیا گیا ہے۔ لیکن تو غیبت ترک نہیں کرتا۔ بیوی کے کہنے سے اسے سمجھ آ گئی اور تعریف شروع کر دی۔ درویشوں نے حضور کی خدمت میں جا عرض کیا کہ اب اس شخص کی حالت سدھر گئی ہے اور غیبت کی بجائے تعریف کرتا ہے۔ آپ نے لانگری کو بلایا اور پوچھا کہ اسے کتنی روٹیاں دیا کرتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ دو۔ آپ نے فرمایا ایک بند کر دو اور ایک دیتے رہو۔ درویشوں نے ماجرا پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔ اس شخص نے اپنا کام ترک کر دیا اور ہم نے روٹی بند کر دی۔ دوسری روٹی فقط اسی کام کی مزدوری تھی۔ الغرض بدگوئی اور غیبت فقیر کے حق میں اچھی ہوتی ہے۔ ایک تو اس سے نفس کا علاج ہو جاتا ہے۔ دوسرے عمل میں خلوص پیدا ہوتا ہے۔ یہ کہہ کر آپ نوافل اشراق کیلئے تیار ہوئے اور ہم زمینِ بوس ہو کر رخصت ہوئے۔

☆☆☆

Marfat.com

مجلس نمبر ۱۱

قرضہ ادا کرنے کے بیان میں

اگلے روز مجلس میں حاضر تھا اور حضرت محبوب سبحانی وظائف پڑھنے میں مشغول تھے۔ عباس درویش اور مراد بخش پراچہ حاضر ہوئے اور عرض کی کہ دکانداروں میں سے ہر ایک کی رقم ادا کردی گئی ہے۔ مگر فلاں دکاندار کے حساب میں مغالطہ ہے اور یہ قبلہ عالم مہارویؒ کے عرس مبارک کا قرضہ تھا۔ حضور نے فرمایا ہوش سے کام لینا چاہیے کیونکہ اس وقت جسے موقعہ ملے فرق نہیں کرتا اور پھر فرمایا بندہ کے ہاتھ میں ظاہری حفاظت ہوتی ہے دل کی کدورت کون صاف کرسکتا ہے۔ اسی بنا پر شریعت کو مقدم رکھا گیا ہے کیونکہ ظاہری باتیں اگر درست نہ ہوں۔ باطنی صفائی کی کوئی قدروقیمت نہیں ہوتی۔

☆☆☆

Marfat.com

مجلس نمبر۱۲

مسلمانوں کی بے اتفاقی کے بیان میں

اگلے روز چند اشخاص کے ساتھ مجلس میں حاضر تھا۔ جلالپور شریف کے قدم نام نمبردار نے آ کر سلام کیا اور خوشامد کی باتیں شروع کر دی۔ لیکن شاید اس کا دل درست اور صاف نہیں تھا۔ حضرت محبوب سبحانی نے تبسم فرمایا اور وعظ و نصیحت کی مثالیں دینی شروع کر دیں۔ یعنی مسلمانوں کی شکست کا سبب یہ ہے کہ ایک دوسرے کے مخالف ہوتے ہیں اور ہندو وغیرہ قوموں کا ہر معاملہ میں آپس میں اتفاق ہوتا ہے اور اتفاق ایک ایسی چیز ہے کہ جس بات پر ہو جائے فریق ثانی کو شکست دے دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا

اَلْجَمَاعَۃُ بَرَکَۃٌ

ظاہری معاملات میں بھی فتح و نصرت اتفاق سے حاصل ہوتی ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ قوم کے اتفاق کی وجہ سے خونریزیوں پر بھی پردہ پڑ جاتا ہے اور مقدمے کے سراغ کی بو بھی نہیں نکلتی۔

دو دل یک شود بشکند کوہ را [1]
پراگندگی آرد انبوہ را

اس دعا گو نے عرض کی کہ کیا وجہ ہے ہندو ہر معاملہ پر متفق ہوتے ہیں مگر مسلمان نہیں ہوتے۔ آپ نے فرمایا خطرہ پاکیزگی کو ہوتا ہے۔ یعنی ہر وہ چیز جو پاک ہوتی ہے اسے نقصان کا خطرہ ہوتا ہے اور اس کی حفاظت مشکل ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام چونکہ پاک ہے اسے ہر جانب سے نقصان کا خطرہ ہوتا ہے آپ نے مزید فرمایا۔ پلیدی کو پلیدی سے کیا خطرہ ہوتا ہے اور تبسم فرما کر زبان مبارک پر یہ شعر لائے۔

---

[1] دو دل ایک ہو جائیں تو پہاڑ کو توڑ دیتے ہیں اور اجتماع منتشر ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

گر آب چاہ نصرانی نہ پاکست ۱؎
جہودے مردہ می شویم چہ باکست

پنجابی۔

دل پاک ہووے تاں پاک ملے بن پاکی پاک نہ ملدا
تیرے من دی دھوتیاں کجھ نہ ہوندا دھوکو قطرہ دلدا
ہرگز حاصل کجھ نہ ہوی آمونہہ چٹیاں سکھنی سل دا
سپاں نال گھر بھریو فاضل زیب کیا کاہ گل دا

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ تمام خطرے اور نقصان بروں کی صحبت سے ہوتے ہیں۔

اے بسا ابلیس کآدم روی ہست ۲؎
پس بہر دستی بناید داد دست

جو شخص برائی کی راہ دکھاتا ہے وہ بھی شیطان ہوتا ہے اگرچہ صورت انسان کی رکھتا ہے۔ آپ نے پھر فرمایا اہل دنیا ایک دوسرے کے شیطان ہوتے ہیں۔

اہل دنیا چوں سگِ دیوانہ اند ۳؎
دور شوز یشاں کہ بس بیگانہ اند
اہل دنیا چہ کہیں وچہ مہین
لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ

۱؎ جب کے کنویں کا پانی ناپاک ہے تو یہودی مردے کو غسل دیں تو کیا ڈر۔ (از گلستان سعدی)

۲؎ سنو! بہت سے شیطان انسانی شکل میں ہیں پس ہر ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہیے۔

۳؎ دنیادار دیوانے کتے طرح ہیں ان سے دور رہو کہ بہت بیگانے ہیں دنیادار بہت حقیر و ذلیل ہیں ان سب پر اللہ کی لعنت ہو۔

Marfat.com

بعدازاں آپ نے فرمایا کہ شیطان کو یہ قدرت حاصل ہے کہ انسان کی صورت میں ظاہر ہو اور رہزنی کرے۔ جس شخص کے دل میں بزرگوں کی صحبت کی رغبت ہوتی ہے۔ شیطان کے شر سے بچا رہتا ہے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ حضرت سلطان المشائخ کے زمانے میں ایک عالم تھا جو آپ کا مرید تھا۔ ایک روز ایک وجیہہ سبز پوش انسان جس کے ہاتھ میں عصا تھا۔ راستے میں اسے ملا اور پوچھنے لگا۔ کہاں جا رہے ہو۔ اس نے جواب دیا۔ اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے جا رہا ہوں۔ اس شخص نے کہا۔ مجھے آپ سے ایک کام ہے۔ یعنی چند مسئلے ہیں جو کسی سے حل نہیں ہوتے۔ عالم نے کہا۔ بتائیں۔ اس شخص نے چند مشکل مسائل بیان کئے۔ مذکورہ عالم نے خدا کی مدد سے ہر سوال کا صحیح جواب دیا۔ وہ شخص کہنے لگا آپ اس قدر علم و فضل کے مالک ہیں۔ حق یہ ہے کہ دنیا بھر کے عالم آپ کے پاس آئیں اور آپ کے علم سے فائدہ اٹھائیں۔ مگر اتنے علم کے باوجود آپ کی سبکی ہو رہی ہے کہ آپ ایک ایسے شخص کے پاس جا رہے ہیں کہ علم سے بے بہرہ ہے۔ اس عالم نے سوچا۔ مبادا یہ شیطانی وسوسہ ہو۔ لاحول پڑھی اور وہ شخص دور ہو گیا۔ پھر لاحول پڑھی اور وہ صد پوش دو چند فاصلے پر چلا گیا۔ تیسری بار پڑھی اور وہ شخص بھاگ گیا۔ عالم نے یہ واقعہ حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں جا بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا۔ قسمت نے تیری یاوری کی اور ہماری صحبت کے اثر سے تو نے اس کے ہاتھ سے امان پائی اور اسے تو نے دفع کیا ورنہ ظاہری علم سے کوئی بھی اسے دور نہیں کر سکتا۔ یہ بات کر کے حضرت محبوب سبحانی نے یہ شعر پڑھا۔

یک زمانہ صحبت با اولیا[1]

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

---

[1] اولیاء کرام کی مجلس میں تھوڑا وقت بیٹھنا ریا کاری سے پاک سو سالہ عبادت سے بہتر ہے۔

Marfat.com

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ حضرت پیر دستگیر کو چوتھے آسمان پر ایک نور دکھائی دیا۔آپ نے خیال کیا کہ یہ نورِ حق ہے۔اس کے سامنے سجدہ کیا جائے۔پھر ظاہری علم سے کام لے کر سوچا۔شاید شیطانی وسوسہ ہو۔لاحول پڑھی۔نور چھپ گیا اور آواز آئی کہ آپ کا نصیب بلند تھا کہ محفوظ رہ گئے ورنہ چارسو کامل ولی کو اس مقام پر میں نے کافر بنایا ہے۔حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ جسے خداوند تعالیٰ ہدایت کرے بزرگوں کی برکت سے بچ جاتا ہے۔

اس موقع پر قدم نمبردار نے علم کو ترجیح دی اور کہا کہ بے علم ان خطروں سے نجات حاصل نہیں کرسکتا۔کیونکہ عالم گڈریے کی مانند ہوتا ہے جو ریوڑ کو زراعت یا خطرناک جگہ سے دور رکھتا ہے۔حضرت محبوب سبحانی نے اس کے خیال کی تردید کی اور فرمایا کہ ممکن ہے گڈریا اس وقت سو رہا ہو اور بھیڑیا ریوڑ کو پھاڑ ڈالے۔یا یہ بھی ممکن ہے کہ گڈریا ریوڑ کو کڑوے پانی پر لے جائے۔اور میٹھے اور مفید پانی سے دور رکھے اور بھیڑیں ہلاک ہوجائیں۔آپ نے فرمایا حفاظت کا کام عالم پر منحصر نہیں ہوتا بلکہ ہر قوم اور ہر فرقہ کی حفاظت کرنے والا گڈریا مختلف ہوتا ہے۔حدیث پاک ہے

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ [1]

چنانچہ اولاد کا گڈریا باپ ہوتا ہے لیکن اگر والدین اولاد کو گمراہ کریں یا ان سے ایسا کام کرائیں جس سے حقوق الٰہی کے ادا کرنے میں نقصان ہو یا نماز روزہ کی پابندی میں خلل آتا ہو۔پس کس طرح جائز ہوسکتا ہے کہ ایسے والدین کے فرمان پر عمل کیا جائے۔آپس میں ہر وقت ہی محبت کیوں نہ رہتی ہو لیکن ایک دوسرے کی امداد نہیں کرسکتے۔حتیٰ کہ کہ درد سر بھی دور نہیں کرسکتے۔علاوہ بریں اس جہاں میں تو ممکن ہے کچھ نہ کچھ ایک دوسرے کی امداد کرسکتے ہوں لیکن اگلے جہاں میں بالکل نہیں کرسکیں گے۔اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ہمارے حضرت خواجہ شمس

---

[1] تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور تم میں سے ہر شخص سے ہر ایک سے اس کے ماتحتوں سے پوچھا جائے گا۔

Marfat.com

العارفین نے فرمایا ہے کہ عشق ومحبت ایک ایسی چیز ہے کہ ذات حق اور اپنے پیر کے بغیر اور کسی پر راست نہیں آتی۔ خواہ ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ اور پیر کے بغیر کسی اور سے عشق وبال جان ہو جاتا ہے خواہ وہ ماں باپ سے ہی کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے؛

وَلَاتَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَ کُمْ وَاِخْوَانَکُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْکُفْرَ عَلَی الْاِیْمَانِ وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْکُمْ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ط

مت پکڑو اپنے باپوں کو اور بھائیوں کو رفیق اگر وہ عزیز رکھیں کفر کو ایمان سے اور جو تم میں سے ان کی رفاقت کرے سو وہی لوگ گنہگار ہیں۔

بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ خدا اور پیر دونوں جہانوں میں دوست ہوتے ہیں اور مرید کی خیر خواہی کے بغیر اور کچھ نہیں چاہتے۔ والدین کا حق اگرچہ بہت زیادہ ہوتا ہے لیکن ان پر عاشق ہونا درست نہیں۔ ان کے حقوق بے شک بڑے ہیں۔ اس لئے دو رکعت نفل ترتیب دیئے گئے ہیں جو کوئی حق الوالدین کے نفل پڑھے۔ ماں باپ کے حقوق سے عہدہ برآ ہو جاتا ہے۔ اس موقع پر محمد مظفر ولد محمد اشرف نے ان نوافل کے پڑھنے کا وقت اور طریقہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ دونوں رکعتوں میں فاتحہ کے بعد آیت الکرسی اور تین بار اخلاص پڑھے۔ یہ نفل دوگانہ نوافل اشراق سے تعلق رکھتے ہیں اور طلوع آفتاب کے قریب پڑھے جائیں تو افضل وقت ہوتا ہے۔ لیکن جس درویش نے وظائف پڑھنے ہوں وہ ان کے بعد یہ نفل پڑھے۔

اس کے بعد قدم مذکورہ نے سوال کیا کہ اگر علم نہ ہو تو ہدایت کیسے ہوگی۔ آپ نے فرمایا بہر حال ہدایت بہتر ہے علم ہو یا نہ ہو۔ اگر ہدایت نہ ہو تو علم کسی کام کا نہیں بلکہ وبال کا موجب ہوتا ہے۔ اکثر اس طرح ہوتا ہے کہ زیادہ علم خطرات اور فاسد خیالات کا باعث بنتا ہے جو شخص سادہ ہو ان سے بچا رہتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے

اَهْلُ الْجَنَّةِ بُلْهَةٌ

Marfat.com

یعنی اہل جنت سادہ لوگ ہوتے ہیں

بعدازاں آپ نے فرمایا کہ ایک عالم کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ حق تعالیٰ جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

يَفْعَلُ اللّٰهُ مَايَشَاءُ وَيَهْدِىْ مَنْ يُرِيْدُ

اس لئے اس نے فرائض کے احکام کو بے فائدہ اور پیغمبروں پر اترنے والی کتابوں کو غیر ضروری سمجھا انہیں ترک کر دیا۔ علماء اسے بحث میں مغلوب نہ کر سکے اور اپنے دل کی خرابی کا وہ کوئی علاج قبول نہ کر سکا۔ ایک بزرگ کے سامنے ماجرا پیش کیا گیا انہوں نے فرمایا کہ علماء اور امراء کی مجلس بلائی جائے اور مجھے بھی اس میں دعوت دی جائے۔ امیر مجلس نے اس بزرگ کو دعوت دی۔ انہوں نے آنے میں دیر کر دی۔ مذکورہ عالم بڑے غصے میں آیا۔ کہنے لگا۔ اولی الامر کی اطاعت کیوں نہیں کی۔ بزرگ نے کہا۔ میں معذور تھا۔ خدا کی قدرت کا مشاہدہ کر رہا تھا۔ میری عبادت گاہ میں ایک بڑا دریا رواں تھا۔ اس کے کنارے پر ایک درخت نمودار ہوا۔ تھوڑی سی دیر میں بڑا ہو کر بلند ہو گیا۔ اچانک اس میں سے کشتی نکلی اور ملاح کے بغیر دریا میں ہر طرف آنے جانے لگ گئی۔ یہ باتیں سن کر اس عالم کا غصہ تیز ہو گیا۔ کہنے لگا۔ اس قدر جھوٹ کیوں بول رہے ہو۔ بزرگ نے فرمایا کیا خداوند تعالیٰ اس بات پر قادر نہیں۔ عالم نے کہا۔ قادر تو ہے لیکن مسبب الاسباب ہے اور ایسے کام جو تو نے بیان کئے ہیں اسباب سے ظاہر کرتا ہے۔ بزرگ نے فرمایا اگر تو خداوند تعالیٰ کو مسبب الاسباب سمجھتا ہے تو اس کے اسباب اور افعال سے جو پیغمبر، نماز، روزہ اور دیگر احکام ہیں کیوں منحرف اور منکر ہوتا ہے کیونکہ یہ تمام کشتی کی مانند ہیں او گمراہی کے دریا سے باہر لے آتے ہیں۔ یہ سن کر عالم لاجواب ہو گیا۔ ایک درویش نے تلوار لے کر اس کی گردن اڑا دی۔ مبادہ پھر گمراہ ہو جائے اور کافر مرے۔ اس کے بعد حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ ہدایت علم پر منحصر نہیں جیسا کہ اس آیت میں ہے:

Marfat.com

يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيَهْدِیْ مَنْ يُرِيْدُ

اس موقع پر مرزا غلام احمد قادیانی کی بات شروع ہوئی۔آپ نے فرمایا کہ دیکھئے وہ شخص بھی عالم ہے اور علم کے فخر کی بنا پر کیسے کیسے نازیبا دعوے کرتا ہے کہ اپنے آپ کو مثیل عیسیٰ تصور کر بیٹھا ہے اور لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔پھر آپ نے فرمایا کہ جب کسی کا نفس طاقت پکڑتا ہے تو خدائی دعوی شروع کر دیتا ہے۔

نفس ماہم کمتراز فرعون نیست ؎[1]

لیک اوراعون وماراعون نیست

ساتھ ہی آپ نے فرمایا۔نیاز احمد کہتے ہیں۔

جب تلک نمرودی پندار تیرے سر موں ہے

سرزنش کی مونگری سے سر کو اپنے کوٹ کوٹ

نمرودی سے مراد خودی اور تکبر ہے ورنہ نمرود بھی ایک بندہ ہی تھا۔لیکن چونکہ اس کے نفس کو قوت حاصل ہوئی اس نے خدائی کا دعویٰ کیا۔ملفوظات مرتب کرنے والے اس عاجز بندے نے عرض کی کہ اس مرض کا علاج حق تعالیٰ نے نمرود کو یہ سکھلایا کہ اپنے کو پٹوائے۔اس موقع پر قدم مذکور نے کہا کہ آج کل مرزا غلام احمد کا بڑا زور شور ہے۔حضور نے فرمایا جو چیز باطل ہو ابتداء میں اس کا رواج بلندی اختیار کر لیتا ہے اس کا بڑا زور شور ہوتا ہے لیکن آخر کار حق ہر ایک پر غالب ہو جاتا ہے۔اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ درویش کو چاہئے اپنے نفس کو ہر وقت ملامت اور سرزنش کرتا رہے تاکہ ذلیل وخوار رہے۔

ملامت صیقل زنگار عشقت ملامت شحنہ بازار عشقت ؎[2]

---

[1] ہمارا نفس فرعون سے کم تر نہیں لیکن اسے طاقت حاصل تھی ہمارے پاس طاقت نہیں۔

[2] ملامت، عشق کے رنگ کو دور کرنے والی پالش ہے ملامت، بازار عشق کا کوتوال ہے۔

Marfat.com

بعدازاں آپ نے فرمایا کہ ملامت ایک ایسی چیز ہے کہ کوئی شخص اس پر صبر نہیں کرسکتا۔ لیکن رتڑ چھتر والے شاہ صاحب ۱؎ کے متعلق ہم نے سنا ہے کہ اتنے باحوصلہ اور باکمال شخص تھے کہ اگر کوئی کہتا فلاں آپ کی شکایت کررہا تھا تو فرمایا کرتے تھے۔ میں نہیں مانتا کہ وہ مجھے برائی سے یاد کرے۔ پھر اس کی حد سے زیادہ تعریف کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے سننے والے کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ جب شکایت کرنے والے کو اس بات کا پتہ چلتا تو آکر معذرت کرتا تھا اور مرید ہو جاتا۔ اسطرح شاہ صاحب مذکورہ مخلوق کو اپنی طرف کھینچ لیا کرتے تھے اور مطیع بناتے تھے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ فقیری چار چیزوں میں ہے۔

قِلّةُ الطَّعَامِ (تھوڑا کھانا)   قِلّةُ المَنَامِ (تھوڑا سونا)   قِلّةُ الکَلَامِ (تھوڑا بولنا)

قِلّةُ الصُّحْبَةِ مَعَ الْاَنَامِ   (لوگوں کے ساتھ تھوڑا میل جول رکھنا)

ورنہ ظاہری اسباب فقر کے منافی نہیں ہوتے۔ چنانچہ بعض ایسے انبیاء اور اولیاء ہوئے ہیں کہ ان کے مال واسباب کا حساب ہی نہیں تھا۔ چنانچہ نقل ہے کہ غوث الاعظم قدس سرہ العزیز کا ایک پرانا پیراہن تین سو روپے میں بکا تھا۔ یہاں پہنچ کر حضرت محبوب سبحانی نوافل اشراق میں مشغول ہو گئے اور ہم زمیں بوس ہو کر اپنی قیام گاہ پر چلے گئے۔

☆☆☆

۱؎ رتڑ چھتر کا دوسرا نام مکان شریف ہے۔ دریائے راوی کے بائیں کنارے پر ضلع گورداسپور میں ایک گاؤں ہے۔ آج کل بھارت میں ہے۔ پہلے سیالکوٹ سے ریل جاتی تھی۔ وہاں نقشبندی سلسلہ کے ایک بہت بڑے بزرگ، سید صاحب ہوئے ہیں۔

Marfat.com

مجلس نمبر ۱۴

مرزائے قادیانی کے بیان میں

اگلے روز میاں محمد اشرف، محمد مظہر اور یہ دعاگو مجلس کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ محمد اشرف کی چھتری قبلہ عالم کے عرس کی رات کے ہنگامے میں کسی نے چرالی تھی۔ اس نے خوش طبعی کی بنا پر عرض کیا کہ بعض فقرا کشف وکرامات کے زور پر انگوٹھی لے جانے والے چور کو واپس لائے تھے۔ میں بھی منتظر ہوں کہ شاید حضور کے زور سے میری چھتری بھی واپس آجائے۔ حضرت محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ ہنسے اور فرمایا کہ وہ صاحب کشف تھے۔ چور کو راستے سے واپس لائے۔ تمہیں بھی اگر کشف ہوتا تو چور واپس آجاتا اس پر میاں محمد اشرف ہنسا اور کہنے لگا کہ میں اگرچہ کشف نہیں رکھتا مگر چونکہ یہاں ہوں حضور کو صاحب قوت سمجھتا ہوں۔ حضور نے فرمایا کہ ہم فقیروں کی بات پر حیران ہیں جو پوشیدہ بات کو ظاہر کرتے ہیں۔ شاید انہیں حالات معلوم ہو جاتے ہونگے۔ دعاگو نے عرض کی کہ اس بات کا کیا سبب ہے کہ بعض کو احوال معلوم ہوجاتے ہیں اور بعض کو کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا اس میں حکمت ہوتی ہے۔ میاں محمد اشرف نے پھر عرض کیا کہ احوال اگر معلوم بھی ہو جائیں۔ ان کے اظہار سے احتراز چاہیے۔ اسی بنا پر مرزا قادیانی پر بھی احتراز ضروری تھا۔ آپ نے فرمایا۔ خیر یہ علیحدہ بات ہے اس کے لئے کوئی احتراز نہیں کیونکہ یہ اس لئے ہوتا ہے جس کی کوئی اصل ہوتی ہے۔ اس کی اصل یعنی شیخ کوئی نہیں، اس پر کیا احتراز

مَنْ لَیْسَ لَهُ الشَّیْخُ فَشَیْخُهُ الشَّیْطَانُ

مصرعہ

کہ بود بے شیر مسکہ کے بود بے پیر پیر

Marfat.com

میاں مذکور نے وارث شاہ کا مقولہ بھی پڑھا۔

بناں مرشداں راہ نہ ہتھ آوے

دودھ باجھ نہ بجھدی کھیر بیلی

بعدازاں آپ نے فرمایا کہ وارث شاہ بھی عاشق تھا مگران کی بات ظاہر سے تعلق رکھتی ہے اگلے لوگوں کی باتیں جہاں بھی رکھی جائیں درست اترتی ہیں۔

اس موقع پر شعرا کے متعلق بات ہوئی آپ نے فرمایا۔ شعر بھی امداد غیبی سے کہا جاتا ہے۔ جب حاصل ہوتی ہے تو طبیعت رواں ہو جاتی ہے اور کبھی ایک مصرعہ پر بڑی مدت گذر جاتی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ شاہنامے کے مصنف فردوسی کے اشعار مشکل ہیں۔ ایک مدت تک اس کی طبیعت اس مصرعہ پر رکی رہی ۔

بفرمود شہ اسپ رازیں کنند [1]

دوسرا مصرعہ زبان پر نہیں آتا تھا۔ اس کی لڑکی نے جب اس مصرعہ کا تکرار سنا تو کہ اٹھی ۔

دم اندر دم نائی زریں زنند [2]

اس کے بعد ہم نے دعائے خیر کے لئے عرض کی۔ زمین خدمت کا بوسہ لیا اور رخصت ہو گئے۔

☆☆☆

---

[1] بادشاہ نے کہا گھوڑے پر زین کس دیں،

[2] سانس میں سانس زریں بانسری بجائیں۔

Marfat.com

مجلس نمبر ۱۴

خواجہ تونسویؒ کے عرس کے بیان میں

(۶ رصفر ۱۳۱۲ھ / ۹ راگست ۱۸۹۴ء)

حضرت تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس پر عشا کے وقت میاں محمد اشرف اور دیگر اشخاص کے ساتھ سعادت قدمبوسی سے مشرف ہوا۔ آپ نے فرمایا جائیں کھانا کھائیں۔ نماز فجر کے بعد مجلس عرس منعقد ہوگی۔ بہت سے درویشوں کا وقت وجد و رقص میں خوشی خوشی گذرا۔ قوالوں پر نذر کی رقم بارش کی طرح گر رہی تھی۔ قوالوں کی تین جوڑیاں تھیں۔ پہلی کو ستر روپے، دوسری کو چھتیس روپے اور تیسری کو چھبیس روپے موصول ہوئے۔ عشا کے وقت دوسری مجلس بھی اسی طرح ختم ہوئی۔ اگلے روز زمین ادب کا بوسہ لے کر ہم رخصت ہوئے۔

☆☆☆

Marfat.com

مجلس نمبر ۱۵

قدم بوسی اور سجدہ کے بیان میں

(۱۲ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ/ ۱۳ ستمبر ۱۸۹۴ء)

عصر کے وقت قدمبوسی کی سعادت سے مشرف ہوا۔ چونکہ تنہا تھا دیکھتے ہی حضرت محبوب سبحانی کی زبان مبارک سے نکلا۔ بزرگا آ۔ پھر میاں محمد اشرف کے حالات پوچھے۔ ان کی طرف سے میں نے سلام اور نیاز پیش کئے۔ آپ نے فرمایا۔ میاں صاحب بڑے نیک ہیں اور دربار سیال شریف کے بڑے خدمت گذار ہیں۔ اب بھی پچپن روپے نذر پیش کی تھی۔ پھر فرمایا کہ اس روز سے میاں صاحب کی زندگی فراغت اور عافیت سے گذر رہی ہے۔ ان کی چالیس روپے تنخواہ تادم مرگ مقرر ہے۔ اولاد بھی فرماں بردار ہے اور ان کی بات سے ملال اور انکار نہیں کرتی۔ آپ نے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ جب ہم سیال شریف سے واپس آئے تو ان کا چھوٹا لڑکا شان محمد ہرنپور کے ریلوے سٹیشن پر جہاں وہ غالباً ملازم ہے چائے تیار کر کے بیٹھا ہوا تھا۔

اگلے روز چاشت کے وقت مجلس کی سعادت سے مشرف ہوا۔ تین اور اشخاص بھی تھے۔ ایک بھیرہ کا رہنے والا تھا۔ ایک محمد خان رئیس سنگھوئی تھا اور تیسرا جلالپور شریف کا مدرس قدمبوس ہوا۔ بھیرہ والے مرد نے عرض کی آج کل کے علماء طعنہ زن ہوتے ہیں کہ یہ لوگ اپنے پیر کا سجدہ کرتے ہیں اور کافر بن جاتے ہیں۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ تونسہ شریف میں ایک عالم گدا کے لباس میں رہا کرتا تھا۔ ایک روز روضہ شریف کے آستانہ کا بوسہ لیا۔ دونوں رخسار بھی آستانہ سے لگائے۔ ایک اور عالم نے یہ حال دیکھ کر کہا۔ غیر خدا کا سجدہ کرنا کفر ہے۔ اس کام سے رک جاؤ۔ جواب کے طور پر اس دیوانے نے یہ آیت پڑھی

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا [1]

---

[1] اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا۔

Marfat.com

سجدہ کیا اور سبابہ انگلی کا اشارہ اس عالم کی طرف کر کے اِلَّا اِبْلِیْس پڑھا۔

اس طرح وہ کئی بار فَسَجَدُوْا کہہ کر سجدہ کرتا تھا اور اٹھ کر اِلَّا اِبْلِیْسَ کا اشارہ اس کی طرف کرتا تھا۔ اس ذکر پر حضرت محبوب سبحانی ہنسے اور فرمایا سجدہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک سجدۂ عبادت جو محض حق تعالیٰ کے لئے ہوتا ہے۔ دوسرا سجدہ تحیت ہوتا ہے جسے پانچ اشخاص کے لئے درست سمجھا جاتا ہے۔ بادشاہ اسلام، ماں، باپ، استاد اور پیر اور یہ دوسری قسم کا سجدہ زمین کا بوسہ لینا اور رخسار زمین سے چھونا ہوتا ہے۔ فی الحقیقت اسے سجدہ کہا بھی نہیں جاتا۔ سجدہ تو یہ ہوتا ہے کہ زمین پر ناک اور پیشانی کو رکھیں۔ دوسری قسم کو خاکبوسی اور زمین بوسی کہتے ہیں۔ سجدہ نہیں کہتے۔ آنحضرت ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم جب سفر سے واپس آیا کرتے تھے تو ادب کے طور پر خاکبوسی اور زمین بوسی کیا کرتے تھے۔ اس وقت سے یہ آداب مروج ہیں۔

شام کے وقت خواجگان کا ختم شریف پڑھنے کے لئے حاضر ہوئے۔ محمد خان مذکور نے بیعت کی ہوئی تھی آپ نے اسے درود مستغاث اور سلسلہ شریف پڑھنے کیلئے ارشاد فرمایا۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ فرصت ملنے پر درود شریف کی زکوٰۃ بھی نکالنا۔ آپ نے فرمایا۔ اعتقاد ایسی چیز ہے کہ اگر اس میں ثبات ہو تو دنیا چاہو گے تو مل جائے گی۔ اور دین چاہو گے تو حاصل ہو جائے گا۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ سلطان محمود ٹوانے کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ جس روز سے وہ ہمارے حضرت صاحب ک خدمت میں حاضر ہوا اس کے کاروبار میں ترقی شروع ہو گئی۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اس کا شوق اس قدر بڑھا کہ عدالت میں ہر وقت حضرت صاحب کے نام کی کافیاں پڑھتا رہتا تھا اور وجد میں آ کر چٹکیاں مارتا تھا حاکموں سے اجازت لئے بغیر سیال شریف چلا جایا کرتا تھا۔ کوئی حاکم اسے روکتا نہیں تھا۔ ہر ایک کو پتہ تھا کہ ہر ماہ اپنے پیر کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا ہے۔ آپ نے ساتھ ہی فرمایا کہ اس کا بیٹا خدا بخش ایک روز حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر تھا۔ انہوں نے فرمایا اور خدا بخش بھیڑیا! تیرا باپ یہاں زیادہ

Marfat.com

آنے کی وجہ سے تمام دنیاداروں سے آگے بڑھ گیا اور تو یہاں آنے میں تاخیر کرتا ہے۔ شاید تو چاہتا ہے کہ تمام سے پیچھے رہ جائے۔ خدا بخش سن کر قدموں میں گرا اور اب وہ اتنے بلند درجے پر پہنچا ہوا ہے کہ اس کی عزت تمام رئیسوں سے زیادہ ہے۔

بعدازاں آپ نے ختم شریف شروع فرمایا۔ ختم شریف کے اختتام پر حافظ اللہ دین کے ساتھ میں نے رخصت طلب کی اس وقت آپ چارپائی پر دراز تھے۔ آپ نے ایک مرید کو جو ہزارہ سے آیا ہوا تھا۔ درود مستغاث کی زکوۃ کی تلقین فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ زکوۃ کے ایام میں روزہ ہونا چاہیے۔ وقت اور جگہ ایک ہی ہو۔ مسور کی دال اور گوشت نہ کھایا جائے۔ ان سے حرارت عزیزی بڑھتی ہے۔ تھوم اور پیاز بھی نہ کھائے جائیں۔ ان سے ناخوش بو آتی ہے۔ درود مستغاث پہلے روز ایک بار پڑھے اور گیارہویں روز تک ایک ایک بڑھایا جائے اکیسویں روز ختم کیا جائے۔ (گیارہویں کے بعد ایک ایک ہر روز کم کرنا ہوگا) اس اثنا میں امیر بخش ملتانی نے عرض کیا کہ میں اس درود شریف میں سیدنا کا لفظ بڑھا لیا کرتا ہوں یعنی

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

آپ نے فرمایا۔ زیادہ کی ضرورت نہیں۔ اس درود شریف کی سند یہی ہے کہ محض پڑھا جائے۔ جو سند ہو اس میں کمی بیشی کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اس درود کو خضری کہتے ہیں۔ بعدازاں آپ نے فرمایا کہ اس درود شریف کو پڑھتے ہوئے چاہیے کہ پیغمبر ﷺ کو اپنے دائیں کندھے کی جانب حاضر و ناظر سمجھے خواہ نظر نہ آئیں۔ خداوند تعالیٰ کو بھی دیکھا نہیں جاسکتا اگرچہ ہر جگہ ہر حال میں اور ہر وقت حاضر و ناظر ہوتے ہیں۔ اس کے بعد زمین بوسی کر کے ہم رخصت ہوئے۔

۲۶ رجمادی الاول ۱۳۱۲ھ/۲۵ نومبر ۱۸۹۴ء کو اپنے بھائی محمد عارف اور میاں محمد اشرف کے پوتے غلام یوسف کے ساتھ قدمبوسی کا شرف حاصل کیا آپ نے فرمایا میاں صاحب نہیں آئے۔ عرض کیا۔ انہوں نے سلام اور نیاز پیش کئے ہیں۔ آپ نے میاں صاحب

Marfat.com

کی خیر و عافیت پوچھ کر فرمایا کہ مظفر شاہ صاحب نے ان کے بلانے کے لئے فتو حجام کو بھیجا تھا۔فتو یہاں رخصت لینے کے لئے آیا اور ہم نے اسے منع کر دیا۔اب آپ کے آنے کی وجہ سے اتنے سفر سے بچ گیا۔ہم میاں صاحب کو اپنے ساتھ تونسہ شریف لے جائیں پھر آپ نے فرمایا کہ ظہر کی نماز پڑھ لو۔

☆☆☆

Marfat.com

مجلس نمبر ۱۶

توبہ اور سماع اولیا کے بیان میں

اگلے روز چاشت کے وقت بندہ نے عرض کیا۔ مرید کی توبہ کب قبول ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب توبۃ النصوح کی جائے۔ آپ نے حدیث شریف پڑھی؛

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَہٗ ۱

جو گناہ بھی ترک کرے پھر اس کی خواہش دل میں پیدا نہ ہو۔ ساتھ ہی آپ نے فرمایا کہ ملفوظات میں ہم نے اس طرح دیکھا ہے کہ توبہ کی قبولیت کی علامت یہ ہے کہ جب زمین سے خاک کی مٹھی اٹھائے تو سونا بن جائے۔ اس موقع پر میاں عمردین نے عرض کیا کہ ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ ایک روز دف بجانے والے اور بیت خوان آنحضرت ﷺ کے حجرہ کے پاس سے گزرے۔ آنحضرت ﷺ کو وجد ہو گیا۔ جبرئیل آئے اور کہنے لگے۔ یارسول اللہ ﷺ اپنی جگہ سے جنبش نہ کریں کیونکہ آسمان زمین پر گر پڑے گا۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ دارا بادشاہ ایران جب میدان جنگ میں مارا گیا اور اس کے سر کو سکندر اپنی ران پر رکھ کر بیٹھا تھا تو وہ نزع کے وقت کہہ رہا تھا۔

مجنباں مرا تا نجنبد زمیں ۲

جب دنیا کے بادشاہ کو اس قدر زعم، حوصلہ اور دلیری ہو تو کونین کے سلطان کو اس طرح کیوں نہ ہو۔ بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ کہ جب خواجہ معین الدین، حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہما کی ملاقات کے لئے گئے ان کے سامنے کھانا رکھا گیا تو فرمایا کہ نمک کہاں ہے۔ نمک

---

۱ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے ہو جاتا ہے گویا اس کا کوئی گناہ تھا ہی نہیں۔

۲ مجھے حرکت نہ دو تا کہ زمین حرکت میں نہ آ جائے۔

Marfat.com

کے بغیر یعنی سرور کے بغیر ہم کھانا نہیں کھاتے۔ایک شخص نے پرانی چنگ لاکر بجائی۔خواجہ صاحب پر ایسی حال طاری ہوئی کہ وجود مبارک پگھل گیا اور چادر کے نیچے پانی کے چشمے کی مانند دکھائی دیتا تھا۔حضرت پیر دستگیر غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا لئے جب خواجہ صاحب اپنی اصلی حالت پر آئے تو مصاحبوں نے حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ سے ہاتھ اوپر اٹھانے کی حقیقت پوچھی۔آپ نے فرمایا۔ولی کامل جب وجد میں آتا ہے تو آسمان بھی کانپتا ہے ہمیں فکر تھا کہ شاید آسمان ہم پر گر پڑے۔

حضرت محبوب سبحانی نے ساتھ ہی فرمایا کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ بھی سماع کی حالت میں جاں بحق ہوئے تھے۔قوال جب یہ مصرعہ پڑھتے تھے۔

کشتگان خنجر تسلیم را ۱

جان جسم سے نکل جاتی تھی۔ پھر جب دوسرا مصرعہ۔

ہر زماں از غیب جان دیگر ست ۱

قوال پڑھتے پھر زندہ ہو جاتے۔آخر تقدیر الٰہی سے قوالوں کو مصرعہ ثانی بھول گیا اور خواجہ قطب صاحب رحمۃ اللہ علیہ شہید ہو گئے اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ قدرت الٰہی ان کی ارواح کو بشری لباس میں پیدا کرتی ہے لیکن پتہ نہیں خدا کے نزدیک وہ کیا چیز ہوتے ہیں۔ سالک کو چاہئے کہ فقر کو جس لباس میں دیکھے اعتراض نہ کرے کیونکہ خبر نہیں ہوتی اندر کیا ہوتا ہے۔

بعد ازاں آپ نے فرمایا۔میاں محمد اسمٰعیل لاہوری میاں کلاں کے نام سے مشہور ہیں۔درویش ان کی خدمت میں ہمیشہ التجا کیا کرتے تھے کہ کبھی ہمیں کوئی ولی اللہ دکھائیں۔ایک روز ایک قلندر کتے کے دو بچے بغل میں اور بھنگ گھوٹنے والا لکڑی کا گھوٹنا ہاتھ میں لئے مسجد میں آ

---

۱ سپردگی کے خنجر سے قتل کیے ہوئے لوگوں کے لیے ہر گھڑی غیب سے دوسری گھڑی ہوتی ہے۔

Marfat.com

گیا اور کہا میاں کلاں کہاں ہے۔ وہ اس کی آواز سن کر باہر آ گئے۔ قلندر نے کہا بوٹی یعنی بھنگ لاؤ۔ میاں صاحب نے جلد گھوٹی ہوئی بھنگ پیش کر دی۔ اس نے پی اور چلا گیا۔ درویشوں نے پوچھا یہ کون تھا۔ میاں صاحب نے فرمایا کہ یہ قلندر کہتا ہے میں ولی اللہ ہوں۔ درویشوں نے کہا۔ معاذ اللہ اولیاء اللہ بھی اس طرح ہو سکتے ہیں۔ اگلے روز ایک شخص مسجد کے پاس چنگ بجا رہا تھا اور کہتا تھا۔ میں قبول نہیں کرتا، میں قبول نہیں کرتا۔ میاں صاحب فرماتے تھے اگر مالک چاہتا ہے تو کیوں قبول نہیں کرتا۔ درویشوں نے پوچھا۔ یہ کون ہے۔ میاں صاحب نے فرمایا۔ یہ بھی کہتا ہے میں حق کا اولیا ہوں۔ درویشوں نے کہا جو شخص غیر شرع باتیں کرے وہ کیسے ولی ہو سکتا ہے۔ پھر ایک روز ایک متقی صورت شخص مسجد میں آیا اور کہنے لگا۔ دو درویش میرے ساتھ بھیجیں تاکہ ایک میت کی تجہیز تکفین کر کے جنازہ پڑھیں۔ خود آگے آگے چل پڑا حتی کہ ایک دہلیز کے پاس آیا۔ اس نے کہا تم ٹھہرو۔ میں اندر جاتا ہوں۔ کچھ دیر کے بعد وہ درویش بھی اندر چلے گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ تختے پر مرا پڑا ہے۔ میت کا سارا سامان کفن، خوشبو، صابون، چارپائی اور غسل دینے والوں کا محنتانہ قریب پڑا ہے۔ درویش کو یقین ہو گیا کہ یہ شخص اولیاء حق میں سے تھا انہوں نے اس کی تجہیز و تکفین کی، جنازہ پڑھا اور دفن کر دیا واپس جا کر میاں صاحب کی خدمت میں واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا یہ وہی قلندر تھا جس نے بھنگ پی تھی اور اگلے روز چنگ بجاتا گذر رہا تھا۔

اس موقع پر میاں عمر دین نے عرض کیا کہ پیر صاحب قدس سرہ کے مکان پر اب بھی لنگر جاری ہے۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ دو لنگر ہیں۔ ایک کے لئے زمین ہے جو فقراء کے لئے خریدی گئی تھی اور غلے کی آمدنی سے فقراء کا خرچ پورا کیا جاتا ہے۔ دوسرے سلطان روم نے بھی وہاں لنگر جاری کر رکھا ہے۔ میاں مذکور نے کہا کہ ان کی بڑی کرامتیں مشہور ہیں کہ غرق شدہ کشتی بارہ سال کے بعد سواریوں کے ساتھ نکالی تھی۔ نیز اس وقت بھی مہاراجہ جموں کے

Marfat.com

شیروں نے ان بھیڑوں کو سونگھ کر چھوڑ دیا جو پیر صاحب کی نذر کی گئی تھیں۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ کشتی والی بڑھیا کی اولاد اب بھی بغداد میں رہتی ہے اور بڑی مالدار ہے۔

اس کے بعد آپ نے سجادہ نشین تونسوی کی کرامات بیان فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ بڑے شیر مرد ہیں۔ جہاں جہاں سفر پر جایا کرتے ہیں، اپنے لئے پختہ عمارات بنوالی ہیں۔ چنانچہ مہار شریف اور پاکپتن کی راہ میں اپنے ہی مکانات میں ٹھہرتے ہیں اور لنگر وغیرہ کے اسباب کے لدے ہوئے اونٹ ساتھ ہوتے ہیں۔ آپ کے مرید بھی جہاں کہیں ہوتے ہیں اپنی جائدادیں ان پر قربان کرتے ہیں اور مفتون ہیں اور آپ کے مہار شریف میں پہنچنے سے پہلے جلانے کی لکڑی کے انبار اور غلے اور آٹے کے لدے ہوئے اونٹ دعوت کے لئے جمع کر رکھتے ہیں۔ اس سال پاکپتن شریف میں مہدی خان مرحوم کے رشتہ داروں نے ذبح کرنے کیلئے بھیڑوں کے ریوڑ، دودھ دینے والی گائیں، لکڑی کے انبار، آٹا اور دوسری ضروری چیزیں ان کی تشریف آوری سے پہلے بھیج دی تھیں۔ پہلی دعوت ہمیشہ انہی کی طرف سے مقرر ہو چکی ہے۔ مہدی خان جب تک زندہ رہا ہر سال تونسہ شریف میں دس من گھی نذر کیا کرتا تھا۔ اب بھی یہ نذر مقرر ہے۔ ہر علاقے میں لنگر کے فقیر گھی اور دیگر چیزوں کے خریدنے کے لئے مقرر ہیں۔ ہر ایک کی تنخواہ لگی ہوئی ہے بعض مویشیوں کے محافظ ہیں۔ بعض لنگر کا گودام خریدنے پر مامور ہیں۔ بعض دوسرے متفرق کاموں پر لگے ہوئے ہیں کیونکہ ان کا کارخانہ بہت بڑا ہے حتی کہ موذن کو بھی تنخواہ ملتی ہے۔ امام، معمار وغیرہ مزدوروں پر تخمیناً پانچ سو روپیہ روزانہ خرچ ہوتا ہے۔ عمارات ختم نہیں ہوتیں۔ ہر روز ایک نئی عمارت کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں دور و نزدیک کے مرید اپنے اہل و عیال کے ساتھ آتے ہیں اور لمبی مدت تک تونسہ شریف میں مقیم رہتے ہیں۔ اپنے تمام اسباب کے ساتھ مقررہ حویلیوں میں ٹھہرتے ہیں۔ مکانات عجیب اور بے نظیر ہیں۔ اگر کوئی کسی مکان میں داخل ہو تو وہاں سے ایک دروازے سے دوسرے دروازے میں اندر چلا جاتا ہے۔ راہ گم کر

Marfat.com

بیٹھتا ہے۔ ہوش نہیں رہتا اور خبر نہیں ہوتی کون سے دروازے سے داخل ہوا تھا اور کس میں سے باہر آیا۔ ایک روز میں تمام مکانات کی سیر نہیں کر سکتا۔

اس موقع پر میاں عمر دین نے پھر پیر صاحب قدس سرہ کا ذکر چھیڑ دیا۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ غوث الاعظم کی اولاد میں سے ایک خاص شخص اس ملک میں آیا تھا۔ ہر علم کا عالم اور ہر فن میں کامل تھا۔ کیا فقہ، حدیث اور تفسیر، شاستر وغیرہ کے علوم بھی یاد تھے۔ ہر علم کی بحث میں ہر گروہ پر غالب رہا۔ برہمن اور پنڈت جو شاستروں کے استاد تھے تمام اس کے سامنے سرنگوں اور خدمت گذار بن گئے۔ چنانچہ اپنے ہاتھ سے حقہ تیار کر کے اسے پیش کرتے تھے۔ اہل اسلام کے عالم بھی اس کے سامنے سر تسلیم خم کرتے تھے۔ کہتا تھا کہ سارنگی اور طنبور کا راگ مسجد میں سننا جائز ہے۔ اگر کوئی بحث کرتا تو اسے جواب دیتا تھا کہ صوری نماز مسجد میں جائز ہے تو معنوی کیوں جائز نہ ہوگی۔ علماء کو اس نے عاجز کر دیا تھا۔ اس کو صفائے باطن اس قدر حاصل تھی کہ جس شہر کے قریب آتا اس کے تمام خورد و کلاں بلائے بغیر اس کے استقبال کیلئے باہر آجاتے یعنی لوگوں کے دلوں کو باطن کی صفائی سے اپنی طرف کھینچ لیتا تھا۔ مجاہدے کے ذریعے وجود کی صفائی اس قدر حاصل کر لی تھی کہ کنوئیں کے چکر کے درمیان تختے پر لیٹ جاتا تھا، لوٹوں کا پانی منہ کے ذریعے اندر کھینچ لیتا تھا اور نچلے رستہ سے باہر نکال دیتا تھا۔ یعنی پانی کی نالی کی طرح اس کے اندر سے جاری ہو جاتا تھا۔ اس کی بدقسمتی سے اس کا گذر تونسہ شریف کی طرف ہوا۔ اور حضرت صاحب کو خبر دی گئی کہ اس شخص نے یہ لفظ استعمال کیا ہے اور کہہ کر چلا گیا۔ ایک امیر نے علماء کو اس کے ساتھ مباحثہ کے لئے جمع کیا۔ بحث کے دوران میں تمام نے سمجھ لیا کہ کسی علم سے مغلوب نہیں ہوتا۔ پٹھانوں کی قوم میں سے ایک عالم نے اس کے منہ پر تھپڑ دے مارا۔ وہ کہتا رہ گیا کہ میں تنہا مسافر ہوں لیکن تمام اسے مارنے اور بھگانے میں لگ گئے۔ اس کے بعد جہاں کہیں جاتا تھا اس کی پٹائی ہوتی تھی۔ اس کی تعظیم جاتی رہی۔ اس کے بعد ایک دفعہ سیال شریف

Marfat.com

آیا اور حضرت شمس العارفینؒ سے ملاقات کی۔اسے علیحدہ مکان دیا گیا۔اس مکان میں جا کر باطنی قوت وہمت سے حضرت صاحبؒ کو جذب کرنے میں مصروف ہو گیا۔اسکا کوئی نشان یا کوئی خبر ہاتھ نہ آتی تھی۔کہتے ہیں کہ جس وقت اس نے حضرت صاحب کے وجود پر توجہ کی ہوئی تھی اور باطنی قوت سے کام لے رہا تھا۔حضرت صاحب کا ایک کندھا صرف تھوڑا سارا کانپا۔اس کے بعدوہ انکے قدموں پر گر پڑا اور سجدہ کیا۔داڑھی اور مونچھیں صاف کرادی تھیں۔عذر خواہی کرنے لگا کہ میں نے اس باطنی ہمت سے کسی ملک میں کسی کو کھنچے بغیر نہیں چھوڑا لیکن یہاں میں نے پوری قوت صرف کردی اور کچھ خبر نہ ہوئی کہ ان کا مقام کہاں ہے۔حضرت محبوبِ سبحانی نے فرمایا کہ اس وقت سیال شریف میں چاچڑاں والے مولوی فضل دین ارادت کی بنا پر بیعت کیلئے آئے ہوئے تھے۔جب اس شخص نے حضرت صاحب کے سامنے سجدہ کیا۔مولوی صاحب نے کہا کہ اے شخص کافر ہوتا ہے سجدہ نہ کرو خاموش رہا اور اپنے مکان پر چلا گیا۔مولوی صاحب نے پھر کہا حضرت صاحب آپ نے بھی منع نہ فرمایا کہ یہ کام شرع کے خلاف ہے۔خواجہ شمس العارفین نے فرمایا۔میں کیا کروں۔اس سے پہلے میں نے کہا ہے کہ اس نے اپنی داڑھی اور مونچھیں صاف کرادی ہیں۔وہ کام بھی خود کیا اور یہ بھی خود کرتا ہے۔پھر مولوی مذکور نے کہا کہ میں بیعت کے ارادہ سے آیا تھا لیکن میرا عقیدہ درست نہیں رہا۔حضرت صاحب نے فرمایا۔یہ آپ کی مرضی ہے۔بیعت کریں یا نہ کریں۔مگر اس شخص کے روبرو نہ جائیں۔آپ اہل علم ہیں۔وہ اہل صفا میں سے ہے۔اور بیباک ہے۔ایسا نہ ہو آپ کو ذلیل کرے۔کیونکہ آپ نے اس کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا ہے اور وہ خاموش ہو کر چلا گیا ہے۔خبر نہیں ہمارا لحاظ کر کے اس نے کچھ نہیں کہا یا کوئی اور سبب تھا۔اب اس سے پوشیدہ رہیں۔

حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ مولوی صاحب اتفاقاً اس کے مکان کی طرف سے گذرے اس کے دل میں غصہ تھا۔مولوی صاحب سے گفتگو شروع کردی۔اس مسئلہ کے متعلق

Marfat.com

جتنی تقریریں اور حدیثیں یاد تھیں دریا کی روانی کی طرح پڑھ رہا تھا۔ مولوی صاحب کا ہوش غائب ہوگیا۔ جواب کی طاقت مسلوب ہوگئی۔ آخر اس کے سامنے سر تسلیم جھکا دیا۔ حتی کہ جہاں جاتا مولوی صاحب اس کے پیچھے ہوتے اور شاید انت الحق کا کلمہ بھی استعمال کرتے تھے۔ وہ کہتا۔ مولوی صاحب، ہوش سے کام لو کیوں کافر ہوتے ہو۔ الغرض مولوی صاحب کو اتنی ہوش نہ تھی کہ اس کا پیچھا چھوڑتے۔ اس بغدادی شخص نے کہا کہ میں تمام ملکوں میں گیا ہوں اور ہر انسان کو مطیع اور مغلوب کیا ہے۔ گستاخی کا ایک لفظ حضرت تونسوی کے متعلق استعمال کیا اور میری ساری عزت جاتی رہی اور بڑی خواری اور رسوائی ہوئی۔ اس کے بعد میں یہاں آیا۔ ہمت لگائی لیکن سخت شرمندہ ہوا۔ داڑھی اور مونچھیں منڈوا دیں۔ بے شرمی اور بے حیائی کا یہ پھل تھا تو میرا پیچھا چھوڑ اور حضرت صاحب کے پاس جا کر عذر خواہی کر کیونکہ تو نے گستاخی کی ہے۔ پس مولوی صاحب حضرت صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی۔ لیکن جب تک زندہ رہے ہوش نہ آئی اور نماز کے بغیر کوئی وظیفہ نہیں پڑھ سکتے تھے۔

بعد ازاں حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ وہ بغدادی مرد خاص حضرت غوث الاعظمؒ کی اولاد میں سے تھا اور انگریزوں نے کسی بہانے سے چاپلوسی کر کے اسے اس ملک سے روانہ کر دیا۔

☆☆☆

Marfat.com

مجلس نمبر ۱۷

میاں عمر دین کے سوالات اور
حضرت محبوب سبحانیؒ کے جوابات کے بیان میں

اگلے روز حضرت محبوب سبحانی کی مجلس میں حاضر تھے۔ میاں عمر دین آئے۔ جوش کی حالت میں تھے۔ مستواروں کی طرح حضرت محبوب سبحانی سے چند سوالات پوچھے۔ انہوں نے کہا کیا خداوند تعالیٰ بھی عبادت کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ میاں صاحب نے کہا۔ کیا خدا نماز پڑھتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ مقدس اور بے نیاز ہے۔ لیکن بندے کی عبادت بھی اسی کی طرف سے ہے۔ کیونکہ صفات کاملہ الٰہی اپنی کلیت اور اطلاق کی وجہ سے جمیع انسانی صفات کے ضمن میں ساری اور جاری رہتی ہیں۔ جس طرح کہ اس کی صفات انسانی صفات کے ضمن میں عین انسانی صفات بن چکی ہیں۔ مثلاً حیات، علم، ارادہ، قدرت، سمع، بصر، کلام بالجملہ تمام اس کی صفات ہیں جنہوں نے کلیت اور اطلاق کی بلندی سے تنزل کیا اور جزئیت اور تقیید کی پستی میں تجلی کی۔ ورنہ دیکھئے۔ بعض کے کان ہوتے ہیں مگر شنوائی نہیں ہوتی۔ بعض کی آنکھ ہوتی ہے مگر بصارت نہیں ہوتی، زبان ہوتی ہے مگر کلام نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ یہ تمام اسباب ہوتے ہیں اور حق تعالیٰ سمیع ہے کانوں کے بغیر، بصیر ہے چشم کے بغیر، متکلم ہے بلا زبان۔ پس بندے سے قدرت اور فعل کی نسبت ظہور حق کی جہت سے ہے اس کی صورت کے اعتبار سے، اس کی حقیقت کی جہت سے نہیں۔ نیز اس وقت سے پہلے آپ نے فرمایا تھا کہ

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ

کی بجائے

اِنَّا بِکَ نَعْبُدُ وَاِنَّا بِکَ نَسْتَعِیْنُ

Marfat.com

بھی جائز کیا گیا ہے۔

اس کے بعد میاں عمر دین نے کہا کہ خدا ہر جگہ موجود ہے۔ بائیں دائیں، اوپر نیچے۔ پھر دعا کے لئے ہاتھ آسمان کی طرف کیوں اٹھائے جاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا آسمان پر ہے۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ تمام تعینات سے منزہ ہے جہت کا اشارہ جو تم کر رہے کسی جگہ سے اس ذات پاک کی نسبت اور اضافت نہیں ہوسکتی لیکن اس کے باوجود کوئی جگہ ایسی نہیں جو اس کے تصرف سے خالی ہو۔ اب دعا کیلئے ہاتھ اگر آسمان کی طرف اٹھائے جاتے ہیں تو حکم کی بنا پر ہے کیونکہ رحمت کا نزول آسمان سے ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی کتابیں اور قرآن بھی اوپر سے نازل ہوئے عرش وکرسی، لوح محفوظ، بہشت ارواح اور فرشتے بھی آسمان پر ہوتے ہیں۔ صرف زمین نیچے ہے۔ آنحضرت ﷺ کا معراج بھی آسمان پر ہوا۔

میاں عمر دین نے اس کے بعد پوچھا کہ کیا آنحضرت ﷺ معراج پر اس وجود کے ساتھ تشریف لے گئے تھے یا کسی اور کے ساتھ۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کا وجود مقدس ہمارے وجود کی طرح نہیں تھا۔ آپ نے یہ مصرعہ پڑھا۔

ہمہ دیدہ گشتہ چو نرگس تنش [1]

آپ نے فرمایا کہ آنحضرت فداہ امی وابی کا وجود مبارک آنکھ کی طرح تھا جو تمام کی تمام جمال حق کا مشاہدہ کرتی تھی۔ بلکہ حضور ﷺ اس جہان میں آگے پیچھے یکساں دیکھتے تھے۔ پھر میاں مذکور نے پوچھا کہ فَـــابَ قَـوْسَيْــن کا درجہ کیا ہے۔ اس سوال کا جواب اس غریب کو یاد نہیں رہا۔

میاں صاحب نے اس کے بعد پوچھا کہ پیغمبروں کی کتابیں کلام حق ہیں وہ منسوخ کیوں ہوئیں اور قرآن شریف کا حکم اب تک باقی ہے۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ حکم

---

[1] جو کچھ دیکھا ہوا اس کا جسم نرگس کی طرح ہو گیا۔

Marfat.com

بادشاہ کا ہوتا ہے۔ وقتاً فوقتاً خلق کی بہتری کے لئے جو کچھ مناسب سمجھتا ہے حکم جاری کر دیتا ہے۔ قرآن شریف کے باقی رہ جانے کا موجب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ذات مبارک پیغمبروں کی خاتم تھی اس لئے ان کا قرآن بھی سابقہ آسمانی کتابوں کا ناسخ بنا۔ جب نبوت ختم ہوگئی سابقہ انبیاء علیہم السلام کی کتابوں کے حکم کا جاری رہنا بھی منسوخ ہوگیا۔ بلکہ قرآن شریف اپنی ذات کی حد تک ناسخ ومنسوخ بھی ہے۔ اس کی تمام آیات پر حکم جاری نہیں۔ اس موقع پر اس دعا گو نے پڑھا

مَانَنۡسَخۡ مِنۡ اٰیَۃٍ اَوۡ نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَیۡرٍ مِّنۡهَاۤ اَوۡ مِثۡلِهَا

ترجمہ: آیات قرآنی میں سے ہم جو کچھ منسوخ کرتے ہیں یا فراموش کرتے ہیں آیت منسوخہ سے ہم بہتر لاتے ہیں یا اس جیسی لے آتے ہیں۔

اس پر میاں صاحب نے جوش سے میری طرف دیکھا اور کہا کہ تو نے خدا کو دیکھا ہے کہ کہاں ہے۔ حضرت محبوب سبحانی نے اس غریب کی طرف سے جواب دیا کہ وجود انسانی کے تین سے ساٹھ اعضا ہیں اور روح کی جگہ معین نہیں کہ کہاں ہے۔ جب روح کی جگہ معین نہیں کہ کونسے اعضاء میں ہے اور کوئی عضو اس کے تصرف سے خالی بھی نہیں ہے۔ اگر ایک عضو زخمی ہو تو تمام وجود بے آرام ہو جاتا ہے۔ کسی نے دیکھا کہ روح کہاں ہے بلکہ تمام وجود پر محیط ہے۔ مقدار اور تعین کا اس میں کوئی دخل نہیں۔

قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّیۡ کہو کہ روح میرے پروردگار کے امر سے ہے۔

میاں صاحب کہہ اٹھے کہ میں نے لکھا ہوا پڑھا ہے کہ بعض اولیا نے خدا کو خواب میں دیکھا۔ یہ کیا بات ہے۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ بزرگوں نے لکھا ہے لیکن یہ کام بڑا مشکل ہے۔ کیونکہ پیر صاحب قدس سرہٗ کی روح مبارک نے ایک نور دیکھا۔ سمجھا کہ خدائی نور ہے اسے سجدہ کرنا چاہئے۔ آخر شریعت کے ظاہر حکم کے مطابق لاحول پڑھی۔ وہ نور گم ہوگیا۔ ایک آواز سنائی دی کہ عصمت نے آپ کی یاوری کی ورنہ چار سو کامل ولیوں کو میں نے اس مقام

Marfat.com

سے کفر میں پھینکا ہے۔اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ایک عابد تھا جس نے ساری عمر صومعہ میں گذاری اور عبادت کرنے میں مشغول رہا۔ایک فاسق تھا جس نے تمام عمر فسق وفجور میں صرف کردی۔ایک روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس عابد کے پاس آئے اور بیٹھ گئے۔اس فاسق نے جب دیکھا کہ عابد پیغمبر کی صحبت میں بیٹھا ہے تو دل میں توبہ کی اور معافی مانگی کہ میں گناہوں کے سبب نیکوں کے قرب سے مجبور ہوں اور کہا خدایا! مجھے بھی نیکوں کے ہمراہ بہشت میں پہنچا۔اس وقت عابد کی نظر اس فاسق پر پڑی۔شیطان نے اس کے دل میں عُجب اور غرور پیدا کردیا کہ یہ فاسق ہمارے پاس کیوں آیا ہے۔اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا دعا فرمائیں کہ یہ بدبخت عاقبت میں ہمارے قریب نہ ہو۔پیغمبر کے پاس وحی آئی کہ مجھے ان دونوں کی دعائیں قبول ہیں۔اس فاسق نے توبہ کی اور مغفرت طلب کی اس کی جگہ میں نے بہشت کردی۔یہ عابد اس سے دوری چاہتا تھا۔اسے میں دوزخ میں لے جاتا ہوں۔ الغرض عُجب اور غرور کا وسوسہ کاملین کو بھی ممکن ہے اور دیدار حق خواب میں یقینی امر ہے۔

بعدازاں میاں عمردین نے کہا کہ پیر صاحب قدس اللہ سرہٗ کی کرامات تمام اولیا سے برتر اور بیشتر ہیں۔حضرت محبوب سبحانیؒ نے مردان شاہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ بتایئے شہر جموں میں شیروں کا کیا قصہ ہوا ہے۔جنہوں نے بھیڑوں کا گوشت نہ کھایا۔مردان شاہ نے عرض کی کہ سنا ہے مہاراجہ کے پیادے ہر روز دیہات سے شیروں کی خوراک کے لئے بھیڑیں جبراً لایا کرتے تھے۔ایک دن ریوڑ سے انہوں نے ایک موٹی بھیڑ پکڑی۔گڈریے نے شور مچایا کہ یہ پیر صاحب کی نذر ہو چکی ہے۔اسے نہ پکڑو۔مگر پیادوں نے زبردستی پکڑ لی اور لا کر شیر۔کے پنجرے میں داخل کردی۔شیر نے اسے سونگھ کر چھوڑ دیا۔مہاراجہ اس روز سے مسلمانوں کی بڑی حمایت کیا کرتا تھا اور وہ دلیر ہو گئے۔حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ مہاراجہ جب تک زندہ رہا اس کے اقبال میں زوال نہ آیا۔اب تو وہاں خرابی کے بغیر کچھ بھی نہیں۔اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ

Marfat.com

مہاراجہ مسلمان امیروں سے تمخول کیا کرتا تھا کہ خنزیر کا گوشت بڑا اچھا ہوا کرتا ہے ۔بہت سی بیماریوں کو دور کر دیتا ہے۔چونکہ اسلام میں غیرت بہت بڑی خوبی شمار ہوتی ہے۔ایک روز حکیم نورالدین بھیروی اٹھ کھڑا ہوا۔اور کہنے لگا۔مدت سے حضور کی بیماری علاج معالجہ سے دور نہیں ہوتی ۔اگر بے ادبی معاف ہو تو عرض کرتا ہوں کہ آپ کی مرض کے لئے گائے کا گوشت بڑا مفید ہے۔بیماری کو دور کر دے گا۔یہ بات سنتے ہیں مہاراجہ مجلس سے اٹھ پڑا اور دربار موقوف کر دیا۔

اس موقع پر ایک شخص نے دعا خیر کے لئے عرض کی کہ آج میرے مقدمہ کی تاریخ ہے۔ آپ نے دعائے خیر فرمائی اور وہ چلا گیا۔اہل مجلس میں سے کسی نے پوچھا کہ اس شخص کا کیا مقدمہ ہے۔حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ یہ لوگ دلوں میں ایک دوسرے سے شرکت رکھتے ہیں اور ان کا کوئی وقت مقدموں سے خالی نہیں گذرتا۔یعنی یہ لوگ بالطبع مقدمہ باز ہیں۔اہل مجلس میں سے کسی نے کہا کہ انگریز بھی جھوٹ بولنے پر عتاب نہیں کرتے تاکہ لوگوں کے درمیان مقدمے کم ہو جائیں۔حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ بادشاہوں کے لئے موزوں نہیں کہ ان کے عامل مخلوق سے روپیہ پیسہ لے کر مقدموں کو زیر و زبر کر دیں اور اس طرح ان میں کمی بیشی ہو جائے۔مقدمات کی کثرت کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ مسلمانوں میں سے ہر ایک کی زمین ہندوؤں کے پاس گروی ہو کر ان کے قبضہ میں چلی گئی ہے۔مخلوق ہر وقت مقدموں میں خراب ہو رہی ہے۔ اس کے بعد آپ نے پوچھا کہ کیا تم نے کبھی سنا تھا کہ سکھوں کے زمانے میں کسی زمیندار کی زمین گروی ہو گئی ہو۔البتہ سکھ یہ ظلم ضرور کیا کرتے تھے کہ جہاں کسی مسلمان یا ہندو کے پاس زیادہ دولت دیکھتے تھے تو زبردستی لے جاتے تھے۔تاوان ڈالنا ان کے لئے ادنیٰ کھیل تھا۔

☆☆☆

Marfat.com

مجلس نمبر ۱۸

روضہ شاہ یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے بیان میں

۵ رجب ۱۳۱۲ھ/۲ جنوری ۱۸۹۵ء

چہارشنبہ کے روز قدم بوسی کی سعادت سے مشرف ہوا۔ اس وقت مجمع کثیر حاضر تھا۔ بار کے علاقہ سے ایک شخص آپ کے حضور آیا اور بیٹھ گیا اس نے کہا۔ میں بھی ہاتھ پکڑنے کے لئے آیا ہوں۔ حضرت محبوب سبحانی نے تبسم کے بعد فرمایا کہ میں اس سے پہلے اپنا ہاتھ پکڑا چکا ہوں۔ اہل مجلس نے اسے سمجھایا کہ کہو کہ ہاتھ پکڑانے کے لئے آیا ہوں۔ اس نے اسی طرح عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ وضو کر کے آؤ۔

اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ خاکروب نے شاہ یوسف کی خدمت میں کہا کہ میں بھی مرشد بننے کے لئے آیا ہوں۔ شاہ یوسف صاحب نے فرمایا کہ مرید بننے کے لئے آئے ہو یا مرشد بننے کے لئے۔ اس نے کہا۔ ان دونوں میں سے بہتر کون ہوتا ہے۔ شاہ یوسف نے فرمایا۔ مرشد بننا۔ اس نے کہا۔ میں وہ بننا چاہتا ہوں جو بہتر ہوتا ہے۔ پس شاہ یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر توجہ کی اور اس کا کام بن گیا اور وہ ولی کامل ہو گیا۔ اس کا روضہ بھی عالی شان ہے۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ شاہ یوسف کا روضہ شاہ پور اور سیال شریف کے درمیان دور سے دکھائی دیتا ہے۔ وہ اتنے صاحب کمال تھے کہ ایک چور ان کی گھوڑی چرانے کے لئے آیا۔ تمام رات رسی کھولنے میں لگا رہا۔ اگر آگے سے کھولتا تو پیچھے سے بندھ جاتی۔ اگر پیچھے سے کھولتا تھا تو آگے سے بندھا ہوا پاتا۔ آخر صبح کے وقت لوگوں نے اسے پکڑ لیا۔ شاہ صاحب نے توجہ فرما کر اسے قطب کے درجے تک پہنچا دیا۔ جس طرح حضرت پیر دستگیر نے ایک چور کو قطب بنایا تھا۔ بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ شاہ یوسف صاحب نے اپنا روضہ اپنی زندگی میں تعمیر کرا لیا تھا۔ نقل ہے کہ ایک معمار کو آپ نے فرمایا کہ میرا روضہ پیر صاحب قدس سرہٗ کے روضہ مبارک کی طرح بناؤ۔ اس

Marfat.com

نے کہا۔میں نے تو دیکھا نہیں ۔شاہ صاحب نے فرمایا،آنکھیں بند کرو اور دیکھو۔اس نے عرض کی کہ اگر غلطی ہو جائے تو پھر کیا کروں۔آپ نے فرمایا کہ جب بھی تمہیں ضرورت محسوس ہو۔ آنکھیں بند کرنا اور پیر صاحب کے روضہ شریف کو دیکھ لینا۔حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ جب تک معمار شاہ صاحب کے روضہ کی تعمیر کرتا رہا۔حضرت پیر صاحب کے روضہ مبارک کی زیارت کیا کرتا تھا۔

☆☆☆

Marfat.com

مجلس نمبر ۱۹

تونسہ شریف کی عمارات اور دنیا اور فقیر کے بیان میں

سال مذکور کی چھ رجب/ تین جنوری کو پنجشنبہ کے روز خواجہ بزرگ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کے موقع پر تونسہ شریف کی عمارات اور وہاں کے مکانات کا کچھ ذکر چھڑ گیا۔ آپ نے فرمایا۔ ان کے مکانات عوام الناس کے نفع کے لئے ہیں۔ آپ نے پھر فرمایا کہ یقین نہیں وہاں کی عمارات ایک شخص کی زندگی میں اختتام پذیر ہو جائیں۔

اس وقت آستانہ شریف پر ایک شخص کھڑا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹھ جاؤ یا اندر آ جاؤ۔ اس نے کہا۔ ادھر ادھر بہت پھرتا رہا ہوں اب یہاں آیا ہوں تاکہ مجھے بھی آپ بیعت فرمالیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے پہلے بھی کہیں بیعت کی ہے۔ اس نے کہا۔ ابھی کہیں بیعت نہیں کی۔ آپ نے فرمایا پیشیں (ظہر) کی نماز کے بعد آؤ۔ اسی اثنا میں علماء والی صورت کے ایک شخص نے جو اپنے گاؤں میں امامت کرتا تھا۔ قدمبوسی کے بعد عرض کی کہ گاؤں کے لوگوں نے میرے بڑے بیٹوں کو بڑا مارا اور پیٹا ہے اور مجھے گالیاں دی ہیں۔ آپ نے فرمایا جو کوئی اہل دنیا کی خوشامد اور چاپلوسی کرتا ہے اس کے ساتھ یہی سلوک ہوتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ شمس العارفین نے فرمایا ہے کہ دنیا سائے کی مانند ہے۔ اگر کوئی شخص سائے کی طرف منہ کر لے تو سایہ بھی اس کے آگے آگے دوڑتا ہے اور اگر وہ سایہ کی طرف سے پیٹھ موڑ لے تو سایہ اس کی طرف پیچھے پیچھے دوڑتا ہے۔ الغرض اگر دنیا کو ترک کرو گے تو تمہارے پیچھے آئے گی۔ اور اگر اس کے پیچھے بھاگو گے تو وہ تم سے دور بھاگے گی۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ ایک مرید اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر تھا۔ تین کبوتر ان کے سامنے سے گذرے جو ہوا میں آگے پیچھے جا رہے تھے۔ شیخ نے مرید سے پوچھا کیا تمہیں علم ہے یہ کبوتر کون ہیں؟

Marfat.com

اس نے کہا نہیں۔شیخ نے فرمایا۔اگلا کبوتر فقیر ہے جو اپنے خیال میں مست جا رہا ہے درمیان والا کبوتر دنیا ہے جو اس کے پیچھے جا رہی ہے۔سب سے پچھلا کبوتر دنیا کا طالب ہے جو اس کے پیچھے اڑا جا رہا ہے۔فقیر تو دنیا سے بھاگتا ہے مگر دنیا اپنے طالب سے بھاگتی ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

مجلس نمبر ۲۰

سند کے مطابق وظائف پڑھنے کے بیان میں

شنبہ کی رات ماہ مذکور کی تیسویں تاریخ یعنی جنوری کی بیس تاریخ کو خاکبوسی کی دولت سے مشرف ہوا۔ سیالکوٹ شہر کے ایک شخص منشی غلام قادر نے بیعت کی تھی حضور نے اسے وظیفہ تلقین فرمایا کہ خفتاں کی نماز کے بعد یہ دعا ستر مرتبہ پڑھنا۔

یَاشَفِیْقُ یَارَفِیْقُ نَجِّنِیْ مِنْ کُلِّ ضِیْقٍ

اور قلمی لکھا ہوا درود مستغاث اور سلسلہ شریف پڑھنا کیونکہ مطبوعہ درود مستغاث سند سے زیادہ لکھا ہوا ہے۔ اسی اثنا میں حافظ اللہ دین اور مولوی سراج الدین بھی آگئے۔ حضور نے فرمایا سند یہ ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ سے سینہ بسینہ آرہی ہو۔ چنانچہ تہجد کی سند یہ ہے کہ (تحیۃ الوضو کے دونفلوں کے بعد) شفع اول (کی دو رکعت) میں فاتحہ کے بعد آیت الکرسی (خَالِدُوْنَ تک) پہلی رکعت میں اور اٰمَنَ الرَّسُوْلُ (کفرین تک) دوسری رکعت میں پڑھے۔ اس کے بعد ہر رکعت میں وہ رکعت تک سورہ اخلاص ایک ایک بڑھاتا چلا جائے تاکہ پچپن بار ہو جائے۔ آپ نے فرمایا کہ جو وظیفہ سند سے کم یا زیادہ پڑھا جائے تو فائدہ کی بجائے نقصان ہوتا ہے۔ چنانچہ شام کی نماز کہ جس کی سند تین رکعت ہے اگر دو یا چار پڑھیگا تو گنہگار ہوگا۔ اور مسبعات شریف جو بہت بڑا وظیفہ ہے اور ہر خاندانِ تصوف میں پڑھا جاتا ہے۔ اس کی سند یہ ہے کہ بعض آیات اور دعاؤں کو تسمیہ کے ساتھ اور بعض کو تسمیہ کے بغیر پڑھنا چاہئے۔ ایک شخص تھا جو تمام کو تسمیہ کے بغیر پڑھا کرتا تھا۔ ایک روز بیابان میں چور اسے قتل کرنے کے لئے آئے۔ اچانک اس کے کانوں میں گھوڑوں کی آواز آئی۔ چور بھاگ گئے اور وہ بچ گیا۔ اس کے بعد سات سوار دکھائی دیئے لیکن ان ساتوں کے دھڑ سر کے بغیر تھے اس نے پوچھا۔ تم کون ہو۔ انہوں نے جواب دیا۔

Marfat.com

ہم تمہارے مسبعات ہیں۔ ہمارا سر تسمیہ تھا جو تو نہیں پڑھا کرتا تھا اور ہمیں سر کے بغیر چھوڑ دیا۔

اس موقع پر آپ نے اس ملفوظ کو یاد فرمایا جو اس سے پہلے لکھا جا چکا ہے اور جو یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ کے متعلق تھا کہ شیخ نے یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ پڑھنے کا حکم دیا تھا اور فائدہ پہنچا۔ آپ نے فرمایا۔ قصہ کوتاہ یہ کہ جو کچھ شیخ فرمائے وہی سند ہوتا ہے۔ فیض بھی اسی پر ملتا ہے نہ اس پر کہ ہر شخص کتابوں سے وظیفہ اختیار کرے اور پڑھنے لگ جائے اور اسے مقصد حاصل ہو۔ چنانچہ آج کل مرقع اور کشکول وغیرہ کتابیں چھپ چکی ہیں۔ اب جو شخص شیخ کی اجازت کے بغیر ان سے تعویذ لکھنا شروع کر دے فائدہ نہیں ہوگا۔

بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ ایک مرید بابا فریدالدین گنج شکر قدس سرہٗ کے ہمراہ جا رہا تھا۔ راستے میں انہوں نے دریا عبور کرنا تھا۔ اسے انہوں نے فرمایا کہ فرید فرید پڑھو اور میرے پیچھے آؤ۔ بابا صاحب اللہ اللہ پڑھتے جا رہے تھے۔ جب مرید نے اللہ کا اسم ان کی زبان سے سنا اس نے بھی اللہ کہا اور کہتے ہی ڈوبنے لگا۔ بابا صاحب نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو اسے کہا کمبخت فرید فرید کہو تا کہ بچ سکو۔ تو اللہ کو نہیں جانتا اور وہ ناواقف کی فریاد پر امداد نہیں کرتا۔ میں نے اللہ کو جان لیا ہے۔ اور میری مرضی شناخت کے سبب میری امداد کرتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ جو کام اپنے ارادے اور مرضی سے کیا جائے اس سے فائدہ حاصل نہیں ہوتا بلکہ الٹا نقصان پہنچتا ہے۔ اس سبب سے ارادت کے کام اور اجازت کے کام میں بڑا فرق ہے۔ اجازت سند ہوتی ہے اور سند کے بغیر کام مفید نہیں ہوتا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگرچہ کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے:

اَلْعِلْمُ فِی الْکُتُبِ لَافِی الصُّدْرِ

یعنی علم کتابوں میں ہوتا ہے سینہ میں نہیں ہوتا۔

لیکن یہاں؛ اَلْعِلْمُ فِی الصُّدْرِ لَافِی الْکُتُبِ

یعنی علم سینے میں ہوتا ہے کتابوں میں نہیں ہوتا، سمجھنا چاہئے۔

Marfat.com

اس کے بعد آپ نے مرید کے مراتب بیان فرمائے۔

مرتبہ اول کا وہ مرید ہوتا ہے جو پیر کے سامنے میت کی طرح ہوتا ہے۔ اس طرح جیسے کہ وہ غسل دینے والے کے سامنے ہوتا ہے۔ چونکہ میت میں حس و حرکت نہیں ہوتی اس کی طہارت اور غسل کی تمام شرطیں غسل دینے والے کے ذمے ہوتی ہیں۔ اس سبب سے اس کو دھونے میں وہ بڑی احتیاط کرتا ہے۔ مبادا نجاست کا کچھ اثر اس پر باقی رہ جائے۔ اگر مرید زندہ اور مختار ہو تو پیر خادم کی طرح اس کے کہنے پر عمل کرے گا۔ اپنے طور پر کچھ نہ کرے گا۔ بلکہ یوں ہوتا ہے کہ خادم اگر اس کی مرضی کے بغیر کام کرے۔ تو اس کی رنجش کا موجب ہوتا ہے۔ لیکن یہ سب سے آخری مرتبہ ہے۔ مرتبہ دوم کا وہ مرید ہوتا ہے جو بچے کی طرح بالکل بے خبر ہوتا ہے۔ پس اس کی حفاظت ماں کے ذمے ہوتی ہے۔ جو ہر حال میں خبردار رہتی ہے۔ بھوک کے وقت دودھ پلاتی ہے۔ درد یا مرض کے وقت دوا دیتی ہے۔ طبیب اس سے بے خبر ہوتے ہیں۔ جب بچہ اس کے بدن پر بول و براز کر دیتا ہے تو دھو ڈالتی ہے، ناراض نہیں ہوتی۔ لیکن جب بچہ اس حد کو پہنچ جاتا ہے جب ہر کام کا خود مختار ہوتا ہے تو اسے چھوڑ دیتی ہے اور اس کا کوئی کام اپنے ذمے نہیں سمجھتی۔ بلکہ بعض اوقات اس سے نفرت کرتی ہے۔ مرتبہ سوم کا وہ مرید ہوتا ہے جو اس طرح ہو جیسے مریض حکیم کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اگر حکیم کے کہنے پر مریض مخالف چیزوں سے پرہیز کرتا ہے تو شفا پاتا ہے اور اگر اپنے اختیار سے کوئی مخالف چیز کھا لیتا ہے تو حکیم بھی اسے چھوڑ دیتا ہے اور اس سے نفرت کرتا ہے۔ الغرض جب تک شفا نہ پائے اس کیلئے لازم ہوتی ہے۔ جب شفا پا جاتا ہے تو خود اس کو خبر ہو جاتی ہے کہ اب میں صحت پا چکا ہوں۔ جو کچھ کھاتا ہے گوارا ہوتا ہے۔ اس دعا گو نے عرض کیا کہ اب بھی اگر حکیم سے اجازت حاصل کرے تو بہتر ہوگا۔ اس غریب کی طرف چہرہ مبارک کر کے آپ نے فرمایا کہ وہ اپنے حال سے خبردار ہوتا ہے۔

اسی موقع پر آپ نے فرمایا کہ حکما نے لکھا ہے تین قسم کے لوگ صحت یاب نہیں ہوتے۔

Marfat.com

ایک بے توفیق، دوسرا بے یقین اور تیسرا بد پرہیز۔ یہاں بے توفیق سے مراد بے فرمان ہے۔ ورنہ حکیم کو علم ہوتا ہے اور وہ ہر ایک کی توفیق کے مطابق دوا کرتا ہے۔ غلام قادر ایک نئے مرید نے عرض کیا کہ اگر مرید دنیا سے پرہیز نہ کرے تو اس کے دل کا زنگار صاف نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا۔ تجرید کا یہ کام اہل تعلقات کو میسر نہیں آسکتا۔ چنانچہ کہا گیا ہے۔

نمی گویم کہ از عالم جدا باش ۱؎

دلے ہر جا کہ باشی با خدا باش

کیونکہ انبیا اور اولیا کرام کے بھی معاملات تھے۔ اس قسم کی پرہیز اس کے لئے درست ہے جو تعلقات سے بالکل مجرد ہو۔ غلام قادر مذکور نے پھر کہا کہ قاضی صاحب اعوان والے نے اپنے دو ایک مریدوں سے بیویوں کو طلاق دلا دی ہے۔ اور باقی ان سے متنفر ہو گئے ہیں۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ یہ کام بھوک کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کیونکہ پیر جب تک خود سیر نہ ہو چکا ہو یعنی بیماری سے بے خطر نہ ہو چکا ہو۔ دوسروں کو کیسے اجازت دے کہ جو کچھ چاہو کھاؤ۔ اس کی مثال کے طور پر آپ نے فرمایا کہ صدف سمندر میں جب تک بھوکی ہو اپنا منہ کھلا رکھتی ہے اور ہر طرف پانی پر گردش کرتی رہتی ہے اور اپنے مقصود کی طلب میں پھرتی رہتی ہے۔ مگر جونہی بارش کا قطرہ اس کے منہ میں گرتا ہے اور اپنا مقصود حاصل کر لیتی ہے تو سیر ہو جاتی ہے۔ اور پانی کی گہرائی میں آرام کرتی ہے۔ پھر لوگ اس کی طلب میں پانی میں غوطہ لگاتے ہیں۔ کبھی اسے پا لیتے ہیں اور کبھی اپنی جان بھی قربان کر بیٹھتے ہیں۔ آپ نے یہ بیت پڑھا۔

مابرائے استقامت آمدیم ۲؎

نہ پئے کشف و کرامت آمدیم

۱؎ میں یہ نہیں کہتا کہ دنیا سے جدا ہو جا لیکن جہاں بھی رہو اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہو۔

۲؎ ہم استقامت کے لئے آتے ہیں کشف و کرامت کے لئے پیچھے نہیں آتے۔

Marfat.com

حقیقت کی منزل کو پہچاننے والوں کا کیا کہنا۔ایک شخص نے عرض کیا کہ بعض صلحا کے پیچھے مخلوقات کا بڑا انبوہ رہتا ہے اور ان کی بڑی مشہوری ہوتی ہے۔آپ نے فرمایا کہ فقیر کی توجہ جب تک لوگوں کی طرف رہتی ہے۔لوگ اس کے پیچھے دوڑتے ہیں۔جب وہ سیر ہو جاتا ہے یعنی کمال کو پہنچتا ہے اور مستغنی ہو جاتا ہے اس کی توجہ مکمل طور پر حق کی طرف ہوتی ہے۔اسے مخلوق کی ضرورت نہیں رہتی۔زیادہ آئیں یا تھوڑے۔بعد ازاں حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ قاضی صاحب اعوان والے یہاں آئے تھے۔ہم نے سنا تھا کہ کسی کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے بلکہ کسی کے سامنے بھی نہیں کھاتے اور اگر کھائیں تو قے کر دیتے ہیں۔کھانے کا وقت آیا تو ہم نے کہا کہ یہ وسوسہ ہے۔اسے دل سے نکال دیں۔ہمارے اور دوسروں کے ساتھ مل کر کھانا کھائیں۔چنانچہ انہوں نے کھایا اور کوئی قے نہ ہوئی۔

☆☆☆

Marfat.com

مجلس نمبر ۲۱

نیک خلقی اور دلوں کو خوش کرنے کے بیان میں

شنبہ مذکور کے روز چاشت کے وقت مجلس کی سعادت سے مشرف ہوا۔غلام قادر مذکور حاضر تھا۔امیر بخش ملتانی اس وقت حاضر ہوا۔وہ صاحب زادہ قائم الدین شاہ دام ظلہم کا دوا ڈاکٹر سے لینے کیلئے امرتسر گیا تھا۔اس نے کہا قبلہ حضرت صاحب آپ کو مذکورہ انگریز پیر صاحب کے لفظ سے یاد کرتا تھا۔نام لینا بے ادبی جانتا تھا۔میں اسے دوائی کی قیمت دیتا تھا۔لیکن وہ کہتا تھا کہ ہمارے لئے پیر صاحب کی مہربانی کافی ہے۔حضرت محبوب سبحانی نے تبسم فرمایا اور بیان کیا کہ یہاں ایک ہندو تھا۔جو کہا کرتا تھا کہ جہان میں کرامات کوئی نہیں۔صرف ملاقات باقی ہے یعنی کرامات تو کبھی کبھی ہوتی ہے اور ملاقات ہر دم ہوتی ہے۔اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جس کسی کے اخلاق اچھے ہوں اس کی ملاقات سمجھئے اور ہمارے پیغمبر ﷺ کی یہی شان ہے۔اچھے اخلاق کا مطلب دلوں کو خوش کرنا ہوتا ہے۔میں نے سنا ہے کہ قائم الدین شاہ مرحوم کے کہنے پر حضرت محبوب سبحانی نے ایک گھوڑا اور دنبیوں کا ایک ریوڑ دے کر انگریز مذکور کا دل خوش کیا تھا۔

اس کے بعد آپ یہ بیعت زبان پر لائے۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است ازہزاراں کعبہ یک دل بہتر است [1]
دل گذرگاہ جلیل اکبر است کعبہ بنگاہ خلیل آذر است

چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے:

قُلُوْبُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَرْشُ اللّٰهِ تَعَالٰی

---

[1] (لوگوں کے) دل قابو کرنا یہ حج اکبر ہے۔ایک دل ہزار کعبہ سے بہتر ہے۔
دل بہت بڑے بزرگی والے کی گزرگاہ ہے۔کعبہ خلیل کی نگاہ میں آذر ہے۔

Marfat.com

یعنی مومنوں کے دل خدا تعالیٰ کا عرش ہیں اور جو مومن کے دل کو راضی کرے اس کے متعلق ایک اور حدیث میں آیا ہے:

خَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰی مَلَكاً. لَهٗ سَبْعُوْنَ اَلْفَ جَنَاحٍ. فِیْ كُلِّ جَنَاحٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ رَأْسٍ وَفِیْ كُلِّ رَأْسٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ وَجْهٍ. فِیْ كُلِّ وَجْهٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ فَمٍ. فِیْ كُلِّ فَمٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ لِسَانٍ. كُلُّ لِسَانٍ يَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰی بِسَبْعِيْنَ اَلْفَ لُغَاتٍ اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ. وَيَكْتُبُ اللّٰهُ لَهٗ ثَوَابَ ذَالِكَ كُلَّهٗ

حضرت محبوب سبحانی نے اس حدیث کا محض ترجمہ بیان فرمایا کہ؛

مومن کے دل کو خوش کیا جائے تو حق تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا کرتے ہیں۔ جس کے ستر ہزار بازو ہوتے ہیں۔ ہر بازوں پر ستر ہزار سر ہوتے ہیں۔ ہر سر پر ستر ہزار چہرے ہوتے ہیں۔ ہر چہرے پر ستر ہزار منہ ہوتے ہیں اور ہر منہ میں ستر ہزار زبان ہوتی ہے۔ ہر زبان قیامت تک حق تعالیٰ سے ستر ہزار اصطلاح میں مغفرت کی دعا مانگتی رہتی ہے۔ حق تعالیٰ اس تمام استغفار کا ثواب دل خوش کرنے والے کو عطا کرتا ہے۔

اس مجلس میں امیر بخش ملتانی نے عرض کیا کہ میں نے اخبار میں دیکھا ہے نواب رامپور جو مسلمان ہے۔ اجمیر شریف کے مزار مبارک کا زر خالص کلس تیار کرا کے لایا ہے اور سابقہ سنہری کلس جو شاہجہان نے کھڑا کیا تھا اسے اجمیر شریف کے خزانے میں داخل کر دیا گیا ہے۔ اور نواب صاحب کا لایا ہوا کلس اس کی جگہ کھڑا کیا گیا ہے۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ والی ہندوستان خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور جس کسی کو حق تعالیٰ نیک کام کرنے کی طاقت دیتا ہے وہ کرتا ہے۔ چنانچہ کسی شخص نے نواب حیدر آباد کے متعلق ذکر کیا ہے کہ اس نے اجمیر شریف میں خرچ کثیر سے سنگ مرمر کا مجلس خانہ تعمیر کرایا ہے اور یہ بھی نذر مانی ہے کہ چنن کے دروازہ کی بجائے سنہری دروازہ کھڑا کروں گا اور چنن کا دروازہ جو اکبر بادشاہ نے کھڑا کیا تھا اسے خزانہ میں

Marfat.com

رکھا جائے۔ آپ نے پھر فرمایا کہ یہ تمام شوق اور عشق ہے لیکن حضرت خواجہ اجمیر کا مرتبہ عجیب شان رکھتا ہے کہ وصال کے وقت خواجہ صاحب کی پیشانی مبارک پر قدرت الٰہی سے الفاظ لکھے گئے

هٰذَا حَبِيْبُ اللّٰهِ مَاتَ فِيْ حُبِّ اللّٰهِ

یعنی یہ مرد اللہ تعالیٰ کا دوست تھا اور اللہ کی دوستی میں جان دے دی۔

یہ دیکھ کر ہر ایک کے دل میں خواجہ صاحب کی کرامت اور بزرگی کا کامل اعتقاد پیدا ہو گیا۔ اسی وجہ سے ہندو بھی یعنی ہندو راجے بھی بڑا اعتقاد رکھتے ہیں۔ چنانچہ ملک زمان مہدی جو وہاں گیا تھا کہنے لگا کہ آفتاب طلوع ہونے کے وقت سے لے کر غروب ہونے تک ہر روز اتنے لوگ جمع ہوتے ہیں خاص طور پر ہندو کہ دروازہ سے گزرنا سخت مشکل ہو جاتا ہے۔ ہر طرف مٹھائی سے بھرے ہوئے طشت دکھائی دیتے ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

مجلس نمبر ۲۲

سجدہ اور وحدت وجود کے مسئلہ کے بیان میں

یک شنبہ کے روز مجلس کی سعادت سے مشرف ہوا۔ تونسہ شریف کا ذکر شروع ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ وہاں کا قانون یہ ہے کہ آنے والے لوگ پہلے روضہ شریف کا طواف کرتے ہیں۔ پھر دیگر زیارات کی طرف جاتے ہیں۔ روضہ شریف کے اردگرد طواف کی جگہ برآمدے کی مانند کھلی ہے۔ بعدازاں آپ نے اس عالم کا ذکر کیا جس نے ایک بکھرے ہوئے بالوں والے عام قسم کے شخص کو آستان بوسی سے منع کیا اور کہا کہ حق تعالیٰ کے بغیر کسی کو سجدہ کرنا کفر ہے۔ لیکن وہ عامی یہ آیت پڑھتا تھا:

اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا[1]

سجدہ کرتا تھا اور پھر سر اٹھا کر الا ابلیس کا اشارہ اسی عالم کی طرف کرتا تھا۔ یہ ذکر اس سے پہلے لکھا جا چکا ہے اس کے بعد آپ ہنسے اور فرمایا کی سجدہ کی شرط زمین پر ناک اور پیشانی لگانا ہوتا ہے۔ رخسار لگانا نہیں ہوتا اور اسے خاکبوسی کہا جاتا ہے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ایک فاضل شخص جس شمس الہند کہتے ہیں یہاں آیا تھا۔ اس نے کہا کہ اس خاکبوسی کے متعلق اگر کوئی مجھ سے گفتگو کرے تو میں اسے جواب دوں کہ صحیح بخاری وغیرہ سے ثابت ہے کہ صحابہؓ آنحضرت ﷺ کے قدموں میں خاکبوسی کرتے اور رخسار لگایا کرتے تھے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ مناقب المحبوبین میں بڑی سندوں کے ساتھ استاد، والدین، بادشاہ اسلام اور پیر کے لئے بھی سجدہ جائز رکھا گیا ہے لیکن شریعت کے طریقہ کو ملحوظ رکھنا بہتر ہے۔ صاحب مناقب کہتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ سے پہلے کسی کے لئے سجدہ

---

[1] جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو، تو انہوں نے سجدہ کیا۔

Marfat.com

مباح تھا تو اب بھی اباحت سے خالی نہیں۔اس موقع پر قدم نمبردار نے کہا کہ سجدہ بتوں کے لئے حرام کہا گیا ہے۔آدم کے لئے نہیں۔حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ واقعی آدم سرّ حق ہے اور بت اور آدم کے درمیان فرق ہے۔

گر نبودی سرّ حق اندر وجود ١

آب و گل را کی کند ملکی سجود

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ وحدت الوجود کا مسئلہ اس طرح جس طرح مطلع میں آیا ہے۔

چوں مدد پیر مرا گشت یار   نیست مرا حاجت آمرزگار ٢

بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ حضرت تونسوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ اس بیت کا آخری لفظ آموزگار ہے یا آمرزگار۔لوگوں نے عرض کیا۔اس کا کیا معنی ہے۔انہوں نے فرمایا۔ثابت کر دوہ کیا ہے جو ایک انسان کے دل میں دوسرے کے لئے کشش کا موجب ہے۔تمام نے عرض کیا کہ یہ حق کا کام ہے۔آپ نے فرمایا کہ کشش جو کارحق ہے۔پیر کے وجود سے ظاہر ہو پھر آمرزگار کی کیا حاجت رہ جاتی ہے۔یہی حاجت تھی اور یہ مقصود جس نے بندے کو اپنی طرف جذب کر لیا اور جس کا پیر کے وجود سے ظہور ہوا۔اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ نہ کوئی اعتقادی کی حد ہے اور نہ ہی بے اعتقادی کی نہایت۔دونوں ایسی باتیں ہیں کہ جن کی نہایت نہیں۔پھر آپ نے فرمایا کہ دیہات کے رہنے والے لوگوں کو دیکھو۔گھر میں ایک ہو یا دو، بے تامل جہاں ہوں پاکپتن روانہ ہو جاتے ہیں۔مال مویشی کو بے حفاظت چھوڑ دیتے ہیں۔یہ سوچتے ہی نہیں کہ مویشی کی کون خبر گیری کرے گا حالانکہ کسی کو حاکم وقت کے پاس جانا ہوتا ہے تو اس کے

---

١ اگر وجود میں حق پوشیدہ نہ ہوتا، پانی اور مٹی کو فرشتے کس طرح سجدہ کرتے۔

٢ جب مرشد کی مدد میری مددگار بن گئی تو مجھے بخشنے والے کی حاجت نہ رہی۔

(وحدت الوجود کی طرف اشارہ ہے)

Marfat.com

دل میں ہزاروں اندیشے پیدا ہوتے ہیں۔اس بیان سے مراد یہ ہے کہ یہ غیبی کشش حق کی طرف سے ہوتی ہے جو بے تامل لے جاتی ہے۔اس دعا گو کو اس وقت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیت یاد آیا ہے۔

کششے کہ عشق دارنگذاردت بدینساں ؎۱

بجنازہ گر نیائی بمزار خواہی آمد

اس کے مزید دو شعر بھی لکھے جاتے ہیں۔

خبرم رسیدامشب کہ نگارخواہی آمد ؎۲

سرمن فدائے راہیکہ سوارخواہی آمد

بہ لبم رسیدجانم تو بیاکہ زندہ مانم

پس ازاں کہ من نمانم بچہ کارخواہی آمد

اس موقع پر آپ نے جامی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر بیان فرمایا۔ان کے دل میں رسول اللہ ﷺ کا جذبہ عشق اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ پہلو کے بل گھسٹتے روانہ ہوئے تا کہ اس طرح ایک عاشق اور دوسروں کے درمیان فرق ظاہر ہو جائے۔آخر بیابان کی ریت کی گرمی سے جل اٹھے۔ خار مغیلاں نے انہیں زخمی کر دیا اور وہ یہ بیت زبان پر لائے۔

مارا بجفاکشتہ پشیماں شدہ باشی ؎۳

خونِ دل ما ریختہ حیران شدہ باشی

؎۱ وہ قتل کیا ہوا جو عشق رکھتا ہے۔وہ تجھے اسی طریقے پر نہیں چھوڑے گا اگر تو جنازہ پر نہیں آیا مزار پر تو آئے گا

؎۲ آج رات میری خبر یار تک پہنچی تو وہ آئے گا میرا سر اس راستے پر فدا ہو جس پر سوار آئے گا۔

میری جان لبوں تک پہنچ گئی تو آ جا کہ میں زندہ نہیں رہوں گا اس کے بعد تو کس لئے آئے گا۔

؎۳ ہمیں ظلم کے ساتھ قتل کر کے پشیمان ہو گیا، ہمارے دل کا خون بہانے کے بعد تو حیران ہو گیا۔

Marfat.com

اسی وقت آنحضرت ﷺ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ نے جواب کے طور پر یہ بیت پڑھا؛

در کشش خارِ مغیلانِ رہِ دوست [1]

از آمدنِ کعبہ پریشاں شدہ باشی

اس میں رمز یہ ہے کہ جامی کعبہ سے مدینہ شریف کی زیارت کیلئے نہیں جایا کرتے تھے۔ کیونکہ دوسروں کے طفیل محبوب کی زیارت محبت کا طریقہ نہیں۔ کعبہ شریف سے گھر واپس آ جاتے تھے اور پھر گھر سے مدینہ منورہ کی زیارت کیلئے جایا کرتے تھے۔

اس موقع پر اس دعا گو نے عرض کی کہ جامی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب میں یہ مسئلہ لکھا دیکھا ہے کہ

بِدَایَۃُ الْوِلَایَۃِ نِھَایَۃُ النُّبُوَّۃِ

اسی جگہ یہ بھی لکھا ہوا تھا

بِدَایَۃُ النُّبُوَّۃِ نِھَایَۃُ الْوِلَایَۃِ

حضرت محبوب سبحانی نے پوچھا کہ وہاں کیا لکھا ہوا ہے۔ بندہ نے عرض کیا لکھا ہے کہ نبوت کی انتہا اس وقت ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا؛

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ

یعنی جب تک کہ اول سے لے کر آخر تک قرآن شریف کے تمام احکامات کا پیرو نہیں ہو جاتا بدایۃ الولایۃ شروع نہیں کرتا۔

آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ

اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ

---

[1] دوست کے راستے میں کیکر کے کانٹے برداشت کرنے ہیں، کعبہ کے آنے کی وجہ سے پریشان ہو گیا۔

Marfat.com

یعنی قوم میں شیخ وقت کے نبی کی طرح ہوتا ہے اور اس نبی یعنی شیخ کا اتباع کلی سلوک کی ہدایت ہوتی ہے اور ایک اور قول بھی اس معنی کے سلسلہ میں منسوب ہے۔ بندہ نے عرض کیا اس قول کی تاویل اس طرح لکھی ہے کہ آنحضرت ﷺ کا معراج زمین سے عرش تک ظاہری جسم سے ہوا ہے اور چشم ظاہر سے تمام مشاہدات ہوئے لیکن ولی جب درجہ کمال کو پہنچتا ہے تو وجود باطن اور سر کی آنکھ سے اسے یہ مشاہدات نصیب ہوتے ہیں۔

اس موقع پر قدم نمبردار نے از راہ تعجب کہا کہ

اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِهٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِهٖ

حدیث ہے یا قول۔ حدیث ہے کیونکہ قوم اور امت کا ایک ہی معنی ہوتا ہے اور نبی کا کام بھی مخلوق کی رہبری کرنا ہوتا ہے اور شیخ کا کام بھی یہی ہوتا ہے۔ بلکہ انبیاء کی نسبت یہ کام اولیا سے بہتر طور پر ظہور پذیر ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت صاحب تونسوی ہی کو لیں۔ ہزارو ہزار لوگ ان سے فیضیاب ہوئے۔ ان کا شمار ہی نہیں ہو سکتا۔ دعا گو نے عرض کی اللہ کے بزرگ جس قدر بزرگی میں آگے بڑھتے ہیں۔ ان کی نیازمندی بھی زیادہ ہوتی ہے اور نہایت کو ابتدا ہی تصور کرتے ہیں۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ شیخ شبلی نے اپنی ریش حنا سے رنگی ہوئی تھی۔ راستے میں ایک سفید گدھے والا ان سے ملا۔ اس نے اپنے گدھے کو حنا سے رنگا ہوا تھا۔ وہ کہنے لگا کہ شیخ تیری ڈاڑھی کا رنگ بہتر ہے یا میرے گدھے کی دم کا۔ شیخ نے کہا وقت آئے گا تو جواب دوں گا۔ جس وقت شیخ صاحب کا جنازہ اٹھا تو وہ گدھے والا آگے آیا اور کہنے لگا۔ مجھے جواب دینے کا وعدہ اب پورا کیجئے۔ کفن سے منہ نکال کر انہوں نے جواب دیا۔ اب میری ڈاڑھی کا رنگ بہتر ثابت ہو چکا ہے۔ کیونکہ اسے حق تعالیٰ کے سامنے قبول کر لیا گیا ہے۔

اس وقت ایک عورت لڑکا اٹھائے ہوئے آستانہ مبارک پر کھڑی تھی کہ ایک اور اندھی سی خستہ حال بڑھیا بھی آ گئی۔ حضرت محبوب سبحانی نے اشارے سے اس غریب کو فرمایا کہ اسے

Marfat.com

روٹی دو۔اس تھوڑی نظر والی عورت نے جب آدھ سیر کے قریب روٹی لے لی تو اس کے منہ سے اچانک یہ الفاظ نکلے۔ہے تیرا بھلا ہووے۔حضرت محبوب سبحانی نے اس غریب پر نظر تبسم فرمایا اور کہا کہ اسے شکر بھی دو اور خود اٹھ کر مصلے کے نیچے سے چند ٹکے دوسری عورت اور اس کے بچوں کو دیے۔سبحان اللہ ہم روز ہر وقت دیکھتے ہیں کہ خواہ دروازے پر کھڑے ہوں دو ایک روٹیاں انہیں دے دیتے ہیں اور روٹی لے کر چلے جاتے ہیں اگر چہ ہر ایک خود کمانے والا ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت محبوب سبحانی آستانہ کے فقیروں کی طرف سخاوت کی نظر برابر رکھتے ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

مجلس نمبر ۲۳

وسوسہ کے بیان میں

اسی یک شنبہ کے روز مجلس شریف میں حاضر تھا۔ایک شخص فوجی ملازم قدموس ہوا۔اس نے عرض کی کہ دعا فرمائیں۔میرا عقیدہ درست ہو جائے۔اسباب دنیا میں شغل بڑھتے چلے جاتے ہیں اور عقیدہ کی راہ پر کمتر چلنے کا اتفاق ہوتا ہے۔

حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ مسلمان کا ایمان یہی اعتقاد ہوتا ہے۔جب کسی کے اعتقاد میں وسوسہ پڑ گیا تو پہلے فقرا کی کرامات کا انکار کرتا ہے۔پھر نیچریوں[1] کی طرح پیغمبر ﷺ کے معجزات کا انکار کرتا ہے۔پھر اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ کہتا ہے۔خدا کا وجود بھی کوئی نہیں۔یہ جہان اور زمانے کی گردش ایک عادت ہے جو جاری ہے اور خیال میں آتی ہے یہاں پہنچ کر حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ واقعی اس عادت کی بنیاد تیرے باپ نے رکھی تھی کہ تو کہتا ہے۔خدا کوئی نہیں پھر آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ

یعنی وہ خفا میں بندوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے اور یہ وسوسہ ایسی سخت مرض ہوتی ہے کہ اس کا علاج محال ہے۔مثلاً پانی اگر تھوڑا ہو تو اسے روکا جا سکتا ہے۔لیکن اگر سمندر کے برابر ہو جائے تو اس پر بند باندھا جا سکتا ہے۔اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ پہلے انسان کا خون غلیظ ہوتا ہے۔پھر اس کی پس بنتی ہے۔پھر گمیر ہو جاتی ہے اور گوشت کو کھانا شروع کر دیتی ہے۔پھر ہڈیاں تک کھائی جاتی ہیں اور جس کی عقل جتنی زیادہ ہو وہ اتنا ہی زیادہ وسوسوں میں پڑتا

---

[1] سرسید احمد خان کے زیر اثر آجانے کی وجہ سے بعض لوگ کہتے تھے کہ سب کچھ قانون قدرت سے ہوتا ہے۔ انہیں نیچری کہا جاتا ہے

Marfat.com

ہے۔ چنانچہ ہمارے حضرت صاحب خواجہ شمس العارفین قدس سرہٗ سے لوگوں نے پوچھا کہ انگریزوں کا عقل کیوں زیادہ ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہر مسلمان کے وجود میں دو چیزیں ہوتی ہیں۔ ایک ایمان دوسری عقل۔ پس جس کسی کا عقل زیادہ ہوتا ہے اس کے ایمان میں نقص ہوتا ہے اور جس کسی کا ایمان کامل ہو اس کا عقل کمتر ہوتا ہے۔

الحدیث: اَهْلُ الْجَنَّةِ بُلْهٌ یعنی اہل جنت سادہ لوح ہوتے ہیں۔

اور خواجہ صاحب نے فرمایا کہ انگریزوں کو ایمان کی جگہ بھی عقل دیا گیا ہے اور وہ جو کچھ کرتے ہیں تدبیر سے کرتے ہیں۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ جو مسلمان زیادہ عقل اور تدبیر رکھتا ہے وہ اپنا کوئی کام خدا کے سپرد نہیں کرتا۔ بلکہ یہ عقل خود محض ایک وسوسہ ہے۔

یَفْعَلُ اللّٰهُ مَایَشَاءُ چوں خواندہٗ [1]

پس چرا در وسوسہ ہا ماندہٗ

بعدازاں آپ نے فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ آپ نے خداتعالیٰ کو کیسے پہنچانا یعنی جب آپ کا کوئی داعی اور استاد نہ تھا؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ خداتعالیٰ کو میں نے اس طرح پہچانا کہ وہ جو کچھ کرتا ہے اپنی مرضی کے مطابق کرتا ہے اور میری مرضی کے خلاف کرتا ہے۔

اس موقع پر چترال کی طرف انگریزوں کی فوج کشی [2] کا ذکر شروع ہوگیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے کیا حاصل ہوگا سوائے اس کے کہ وہاں کے رہنے والے بیچاروں کے گھر جلائے جائیں گے۔ ساتھ ہی آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ اس قدر راسخ الاعتقاد ہوتے ہیں کہ جان دینے سے دریغ نہیں کرتے۔ چونکہ اس وقت حضرت محبوب سبحانی اس فوجی ملازم کو نصیحت کرنا چاہتے

---

[1] جب تم یہ پڑھتے ہو اللہ تعالیٰ جو چاہے کرتا ہے، پھر وسوسوں کا شکار کیوں ہو۔

[2] مہم چترال ۱۸۹۵ء میں ہوئی۔

Marfat.com

تھے جس نے کہا تھا کہ میرا عقیدہ درست ہو جائے۔آپ نے فرمایا کہ یہ مسلمان جوانگریز کی طرف سے طمع کی امید پر خیبر کی طرف کے رہنے والوں سے جنگ کرتے ہیں وہ دونوں جہانوں سے بے بہرہ رہنے کے علاوہ اور کچھ حاصل نہیں کر سکیں گے۔ایک تو طمع کی امید پر جان دینا اور دوسرے اہل اسلام سے جنگ کرنا دونوں برے کام ہیں۔آپ نے یہ مصرعہ پڑھا۔

طمع راسہ حرف است وہر سہ تہی ؎۱

آپ نے فرمایا یہ طمع کی صفت جوانسان کے اندر پائی جاتی ہے۔ایسی بری ہے کہ پرندوں کو ہوا سے لاکر اور مچھلیوں کو پانی میں جال میں پھینک دیتی ہے۔اگر یہ انسان خدا کو رزاق مطلق جانتا تو ہوائے نفسانی کی تحریص اور تدبیر کی پرواہ نہ کرتا۔لیکن حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے؛

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعاً

یعنی واقعی انسان کو مال جمع کرنے پر حریص پیدا کیا گیا ہے۔

ہلوع نام کا ایک جانور ہے اس کا وجود اتنا بڑا ہوتا ہے کہ ہر روز ایک کنال زمین سے گھاس بالکل خالی کر دیتا ہے اور پانی بھی اتنا پیتا ہے جو ایک کنال زمین کے برابر ہوتا ہے۔اگرچہ اس قدر روزی حق تعالیٰ سے اسے ہر روز مل جاتی ہیں اور موٹا ہو جاتا ہے لیکن پھر متفکر اور پریشان ہوتا ہے کہ کل کے روز اس قدر روزی کہاں سے پاؤں گا۔اس فکر میں سوکھ کر تنکے کی طرح ہو جاتا ہے۔ اس کی ساری زندگی اسی فکر میں گذرتی ہے۔

اس موقع پر اس فوجی نے عرض کی کہ وظیفہ تلقین فرمایا جائے مگر تھوڑا کہ زیادہ وظائف مجھ سے نہیں پڑھے جا سکتے۔حضور لفظ مبارک پر لائے کہ مقصد اعتقاد پر موقوف ہوتا ہے۔زیادہ وظیفے پڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔جس نے راہ بھولنی ہوتی ہے،صرف رات کے وقت گمراہ نہیں ہوتا بلکہ دن کے وقت بھی گم کر بیٹھتا ہے۔

؎۱ طمع کے تین حروف ہیں (ط،م،ع) نقطے سے خالی ہیں۔

Marfat.com

مجلس نمبر ۲۴

حضرت تونسوی کے مرید نجم الدین کا عشق

اگلے روز دوشنبہ کو حافظ اللہ دین، عبداللہ درویش اور یہ دعا گو مجلس میں مشرف تھا ایک درویش فتح دین نام جس کی بیعت سیال شریف تھی خدمت میں حاضر ہوا۔ حافظ اللہ دین معروض ہوئے یہ فقیر صاحب کہتے ہیں کہ دعا فرمائیں میں بے ہوش ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ جب تو نے دنیا کے کام چھوڑ دیئے اور خدا کی طرف مشغول ہو گیا تو بے ہوشی یہی ہوتی ہے۔ اس نے کہا غریب نواز جب میں گھر جاتا ہوں تو لذت کم ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا پھر اس طرح روانہ ہو جایا کریں عاشقوں کا یہی کام ہوتا ہے۔

تبسم کے بعد آپ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ تونسوی کے مریدوں میں سے ایک درویش نجم الدین نام دہلی کی ایک مسجد میں درس پڑھا کرتا تھا۔ مسجد کے قریب ایک امیر کا مکان تھا۔ جس جگہ وہ درویش بیٹھا کرتا تھا اس کے محاذ میں اس بلند مکان کی ایک کھڑکی تھی۔ ایک دن اس کھڑکی سے امیر کی بیٹی نے درویش کو دیکھا۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر عاشق ہو گئے۔ لڑکی نے کھڑکی میں اپنے بیٹھنے کی جگہ بنالی اور اس طرح ایک دوسرے کو دیکھتے رہتے تھے۔ ایک دن لڑکی نے ایک کنیز کو بھیجا کہ فلاں فقیر کو کہو میرا سر درد کرتا ہے دعا کرو۔ یہ خبر سنتے ہی درویش تونسہ شریف آیا اور حضرت صاحب کے حضور عرض کی کہ میرا معشوق بیمار ہے۔ دعا فرمائیں۔ اس کے بعد وہ دہلی واپس چلا گیا۔ ہمیشہ اس کا یہی کام تھا کہ دعا کراتا اور تونسہ شریف رات نہ ٹھہرتا۔ ایک دفعہ عصر کا وقت تھا۔ تونسہ شریف سے باہر جا رہا تھا۔ حضرت سجادہ نشین کی اس سے ملاقات ہوگئی۔ انہوں نے فرمایا کہ اس وقت کہاں جاتا ہے۔ اس نے عرض کیا۔ میری غرض دعائے خیر تھی۔ اب رخصت ہو چکا ہوں۔ ہر چند صاحبزادہ صاحب فرماتے رہے۔ مگر وہ چلا گیا۔ کچھ

Marfat.com

مدت کے بعد لڑکی کے امیر باپ کو اس عشق کی اطلاع مل گئی۔اس نے درویش کو شہید کرادیا اور پوشیدہ دفن کردیا۔ہفتہ کے بعد لڑکی بھی فوت ہوگئی۔لڑکی صندوق ایک اور جگہ لے گئے۔انکے ہاں یہ رسم تھی کہ اپنے فوت شدہ آدمیوں کو مقررہ جگہ پر دفن کیا کرتے تھے۔اتفاقاً قبر کے موقع پر صندوق کھولا گیا۔درویش بھی لڑکی کے ساتھ معانقہ کیے ہوئے تھا۔جدا کرنے کیلئے بڑے حیلے کئے گئے مگر اسے جدا نہ کرسکے۔آخر صندوق کو اسی طرح دفن کردیا گیا۔اس وقت ایک مرید دہلی سے حضرت صاحب کی خدمت میں مشرف ہوا۔آپ نے پوچھا۔ہمارے نجم الدین کا کیا حال ہے؟اس مرید نے شہادت اور دفن کا تمام ماجرا بیان کیا۔حضرت صاحب کچھ دیر خاموش رہے اور پھر فرمایا دہلی سے کون آیا ہے؟ ہمارے نجم الدین کا پھر حال بتاؤ۔کچھ دیر خاموش رہ کر آپ پھر فرماتے تھے کہ حال بتاؤ۔آخرکار آپ نے فرمایا نجم الدین ایسا ہی تھا۔

اس موقع پر مولوی سراج الدین امام مسجد ایک اور عالم کے ساتھ حاضر خدمت ہوا۔
زمین خرید کے متعلق بات شروع ہوئی۔لفظ مبارک پر آپ نے فرمایا کہ یہ گھر اس والی حویلی اڑھائی روپے فی مرلہ کے حساب سے ہم خریدنے کا فیصلہ کیا تھا۔ہندوؤں نے بیچنے والوں کو ترغیب دی کہ قیمت زیادہ کرو۔ان کی مراد یہ تھی کہ ہم خرید نہ سکیں گے اور وہ خود زیادہ قیمت دے کر خرید سکیں گے۔مالک ہمارے پاس آیا اور اس نے بتایا کہ ہندو یہ کچھ کہتے ہیں۔لیکن میں وعدہ سے تجاوز نہیں کرتا۔ہم نے کہا کہ منادی کرادو کہ ہم نے نرخ فی مرلہ بارہ روپے مقرر کیا ہے۔اگر کسی کی خواہش ہے تو خرید لے۔آخر خاموشی کے بغیر انہیں کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔پھر دروازہ کی شمالی دہلیز کھڑا کرتے وقت انہوں نے شوروغوغا کیا اور لڑنے کیلئے آمادہ ہوگئے۔ہم نے کہا اگرچہ ہماری مرضی نہیں تھی کہ اس طرف دروازہ کھڑا کریں تاہم اب خواہ مخواہ کھڑا کریں گے۔کوئی بھی مقابلے پر نہ آیا سوائے اس کے کہ ایک سفید ریش سبزی فروش دروازے کی جگہ پر آیا اور لیٹ گیا کیونکہ وہ زمین اس کی ملکیت تھی۔ہم نے کہا اگر وہ روبرو آتے تو دیکھ لیتے کہ کیا ہوتا ہے لیکن

Marfat.com

اس سفید ریش کو ہم کیا کہیں۔ پس اڑھائی مرلہ زمین چالیس روپے کی قیمت پر ہم نے اس سے لے لی۔ وہ راضی ہو گیا۔ دعا دی اور چلا گیا۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ان ہندوؤں کے پاس بڑی رقم ہے۔ مسلمانوں کے کنوئیں اور زمین قرض کے ذریعے اپنے قبضہ میں لائے ہیں۔ مسلمان ہر وقت ایک دوسرے سے مخالفت اور بے اتفاقی کرتے رہتے ہیں۔ ہندو قوت پکڑ گئے ہیں۔ اگر ان مسلمانوں کا ہمارے ساتھ معاملہ ہو تو تمام شرارت پر متفق ہو جاتے ہیں۔ بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ ایک موقع پر قدم نمبردار پر انہوں نے جھوٹا دعویٰ کر دیا کہ اس نے شادی پر گائے ذبح کی ہے۔ چند مسلمان گواہ مقرر ہوئے۔ ہندو دلیر ہو گئے۔ ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے آپ فقیر ہیں۔ آپ کسی کی طرف داری نہ کریں۔ ہم نے کہا۔ مذہب کے معاملہ میں ہم علیحدہ نہیں ہو سکتے۔ اس تھانہ میں ایک مسلمان رسالدار آیا تھا۔ ہم نے اس کی طرف آدمی بھیجا کہ اگر انگریز موقعہ پر تحقیقات کیلئے آئے تو مسلمانوں کی سفارش کرنا۔ چونکہ ہندوؤں نے اسے مٹھائی وغیرہ سے ورغلا لیا تھا۔ اس نے کہا۔ حضرت صاحب فقیر ہیں اور فقیر کیلئے چاہئے کہ ہر ایک کے ساتھ یکساں سلوک کرے۔ ہمارا بھیجا ہوا آدمی واپس آ گیا۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا چونکہ حق تعالیٰ ہمیشہ اسلام کو فتح اور نصرت دیتا ہے اس کا فضل اس طرح ظاہر ہوا کہ رسالدار مسلمان تھا۔ ہمارے وظائف پڑھا کرتا تھا۔ مسلمانوں کی مدد کرنے سے اس نے انکار کر دیا۔ ہمارا بھیجا ہوا آدمی ناامید ہو کر تھانے سے باہر آیا۔ تھانیدار جو کہ ہندو تھا اس سے پوچھنے لگا۔ کیسے آنا ہوئی تھی۔ ہمارے آدمی نے ماجرا بیان کیا۔ تھانیدار نے کہا۔ رسالدار کا اس معاملہ میں کوئی تعلق نہیں۔ جو کچھ تعلق ہے مجھ سے ہے اور میں وہ کچھ کروں گا جو حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ وہ انگریز کے پاس گیا اور کہا کہ مسلمان بے قصور ہیں اور ان کے ہندوؤں نے محض غلبہ اور قوت پکڑنے کے لئے شرارت کی ہے۔ انگریز کو یقین ہو گیا کہ ہندو کی زبان سے یہ شہادت ممکن نہیں۔ واپس ہو گیا

Marfat.com

اور دارا پور چلا گیا۔

دارا پور میں راجہ زمان مہدی کو خبر ہوئی ۔انگریز کے روبرو اس نے ہندوؤں کو گالیاں دی۔اس نے کہا گائے کو ذبح کرنے کی ممانعت کہاں سے آئی ہے۔انگریز نے کہا کوئی ممانعت نہیں جو چاہے ذبح کرے۔ ہندوؤں نے یہ بھی کہ مسلمانوں نے گائے کے بال ہمارے کنوؤں میں ڈال دیئے ہیں۔کنوؤں کو پاک رکھنے کے لئے چند ملازم رکھے گئے۔ پوچھا گیا کہ کنوئیں کیسے پاک ہوں گے۔ ہم نے کہا۔کیونکہ جب تک مٹی اور گندگی کنوئیں سے نہ نکلے پاک نہیں ہوتے۔پس مزدوری اور خرچ ہندوؤں کے ذمہ کیا گیا اور کنوؤں کا پاک کرنا مسلمانوں کے ذمے لگایا گیا۔راجہ صاحب مذکور سے انگریز نے پوچھا کہ ہندوؤں کے لئے کتنے کنوئیں کافی ہوں گے۔انہوں ے کہا کہ چار کنوئیں جو شہر کے قریب ہیں۔ ہندوؤں کیلئے ہوں۔باقی مسلمان استعال کریں۔انگریز جہاں جاتا تھا۔چار چار کا لفظ دہراتا تاکہ فیصلہ کے وقت تک بھول نہ جائے۔راجہ مذکور کو ہندوؤں نے کہا کہ آپ ہماری دادرسی نہیں کرتے۔راجہ صاحب نے کہا یہ دادرسی چاہتے ہو کہ مسلمان پانی نہ پئیں۔یعنی ہر کنوئیں پر تمہارا انبوہ مسلمانوں کو لاچار کردے۔

حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ راجہ زمان مہدی بڑا جوانمرد تھا۔انگریز نے اس سے اور اس سکھ سے اس فیصلہ کے متعلق رائے پوچھی جو اس کے ساتھ عدالت میں بیٹھا تھا۔اس نے اس سکھ کے خلاف رائے لکھی حالانکہ سکھ مذکور ہر معاملہ میں اس سے متفق ہوتا تھا۔اور لحاظ کرتا تھا۔اس سکھ نے کہا۔کیا میرا لحاظ نہیں کرتے۔راجہ زمان مہدی نے کہا آپکا لحاظ دنیاوی معاملات میں ہوتا ہے اور یہ اسلام کا معاملہ ہے اس میں لحاظ نہیں کرتا۔انگریز نے کہا گائے کے ذبح کرنے کی جگہ مقرر ہونی چاہئے۔ بلکہ اس بات کو عام رکھا چاہئے۔ ہر طرف جو کوئی چاہئے ذبح کرے۔

حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا اس روز سے ہندوؤں کا شور قدرے ٹھنڈا پڑ گیا ہے ورنہ ہر وقت شرارت کرتے تھے۔

Marfat.com

مجلس نمبر ۲۵

مجذوب کے درجہ اور سالک کے درجہ کے بیان میں

چہار شنبہ کے روز مجلس کی سعادت سے مشرف ہوا۔ عبداللہ درویش اور غلام محمد بلاک والا وغیرہ دوست حاضر تھے۔ حضرت محبوب سبحانی نے غلام محمد سے استفسار فرمایا۔ کیا نماز پڑھتا ہے۔ اس نے عرض کی۔ نہیں پڑھتا۔ آپ نے فرمایا۔ اوکم بختا۔ اس پر غلام محمد معروض ہوا کہ ایک روز مولوی صاحب عبداللہ نے اسے کہا۔ اے عبدالقادر جس راہ پر پیغمبر ﷺ اور اولیائے متقدمین چلتے رہے یہی نماز ہے۔ اب جس راہ نماز کے بعض فقیر چلتے ہیں کیا ہے۔ اس نے کہا۔ نماز عام لوگوں کی راہ ہے۔ خواص کی راہ اور ہے۔ حضرت محبوب سبحانی زبان مبارک پر یہ شعر لائے ؂

خلاف پیمبر کسے راہ گزید [1]

کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ سالک کے درجہ کے مقابلہ میں مجذوب کا درجہ کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ ہمارے حضرت صاحب شمس العارفین نے فرمایا ہے کہ مجذوب کی مثال اس طرح ہے کہ اگر کوئی شخص لاہور جا ہے اور آنکھ بند کرے اور اپنے آپ کو وہاں پائے اور سالک کی مثال یہ ہے کہ ہتھیار لے لے اور سارا راستہ قدم بہ قدم چلے اور راستے کی تمام سختیاں اور مشقتیں آزمائے اور اس طرح رستہ طے کرے ؂

کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا [2]

دوسری مثال یہ ہے کہ سالک راہ میں قافلہ کے ہمراہ ہوتا ہے۔ یعنی مشائخ کی مدد اس

---

[1] جو شخص پیغمبر ﷺ کے راستے کے خلاف راستہ اختیار کرتا ہے۔ وہ ہرگز منزل پر نہیں پہنچے گا۔ (سعدی)

[2] سالک (تصوف کی منزلیں طے کرنے والا) منزل کے راستے اور رسم سے بے خبر نہیں ہوتا۔

Marfat.com

کے ساتھ ہوتی ہے اور مجذوب راہ کے بغیر تنہا ہوتا ہے اور جو تنہا ہوتا ہے خطرے میں ہوتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ عبدالقادر نفس کش آدمی تھا۔ ہمیشہ روزہ رکھتا تھا اور ننگے سر مسجد کا پانی بھر کے لاتا تھا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ حضرت تونسوی کے مریدوں میں سے ایک درویش تھا۔ تونسہ شریف آیا کرتا تھا تو راستے میں ایک فقیر تھا جو ہمیشہ اسے نقصان پہنچاتا۔ یعنی جب اس کے سامنے سے گذرتا تو بے لذت ہو جایا کرتا تھا۔ آخر اس نے وہ راہ چھوڑ دیا اور ایک اور راہ پر دور سے گذرا کرتا تھا۔ اس فقیر نے بھی اپنی جگہ چھوڑ دی اور اس کے راہ پر بیٹھ گیا۔ ایک دن حضرت صاحب نے فرمایا۔ بھیین داکن فقیر تیرے ساتھ شرارت کرتا ہے اور تو ظاہر نہیں کرتا۔ اس نے عرض کیا کہ حضرت حضور پر عیاں ہے۔ بیان کرنے کی کیا حاجت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ۔ اب اسے طرح نہ دینا بلکہ اس راستے پر سے گذرنا جس پر وہ بیٹھا کرتا تھا۔ درویش مذکور جب اس کے پاس سے گذرا تو اس نے دیکھا کہ اس فقیر کا چہرہ تبدیل ہو چکا ہے اور خراب حال ہو کر گریہ وزاری کر رہا ہے اور فریاد کر کے کہنے لگا۔ اے درویش اپنے پیر سے عرض کریں کہ مجھے معاف کر دیں۔ کیونکہ میرا فقر بلکہ ایمان بھی خدا تعالیٰ سے زائل کرا دیا ہے۔ درویش کو اس کے حال پر رحم آیا اور حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا باز نہیں آتا۔ تینڈا بھی وہ حال کروں۔ اس نے کئی بار تیرے ساتھ شرارت کی۔ میں منتظر رہا کہ باز آجائے گا۔ آخر شرم بھی چھوڑ دیا۔ اٹھو اور چلے جاؤ۔

اس موقع پر اس دعا گو نے عرض کی کہ بعض مجذوب ظاہری اعمال چھوڑ دیتے ہیں اور بعض ظاہری اعمال میں بھی بڑی ترقی کرتے ہیں۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے؛

لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكَارٰى.

یعنی نماز کے قریب مت جاؤ جب تم مست ہو۔

Marfat.com

لیکن شریعت کی بھی پاسداری کریں تو ظاہرا بھی باکمال ہو جائیں۔ بعدازاں آپ نے فرمایا کہ ہمارے حضرت خواجہ شمس العارفین کو آخری دنوں میں اس قدر استغراق رہتا تھا کہ نماز اور وظائف ادا فرماتے تھے لیکن وقت کی کوئی خبر نہیں ہوتی تھی کہ اب کونسا ہے۔ بلکہ نماز کی رکعتیں یاد دلانے کے لئے ایک خادم مقرر تھا اور ضعف اس قدر تھا کہ ایک خادم سینے کے نیچے ہاتھ دے کر سجدے سے اٹھاتا تھا۔ ہرگز کوئی وظیفہ یا نماز قضا نہ ہوا۔ حتیٰ کہ وصال کے وقت تین بار پوچھا کیا صبح طلوع ہو چکی ہے جس وقت عرض کیا گیا کہ صبح پھوٹ گئی ہے تو آپ نے فرمایا۔ فرض پڑھتے ہیں کیونکہ تاخیر زیادہ نہیں۔ پس آپ نے دو رکعت فرض تیمم سے ادا کیے۔ تین مرتبہ، اللہ کہا اور جاں بحق ہو گئے۔

اس موقع پر نذر معین کے متعلق بات شروع ہوئی مثلاً چورمہ پیر صاحب اور توشہ شیخ عبدالحق رودلوی۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ نذر کرنے والا اگر ایک دانہ کے برابر بھی نذر سے خیانت کرے گا اور کھا جائے گا تو نذر ادا نہیں ہوگی۔ اب لوگوں کا حال یہ ہے کہ خود بھی کھاتے ہیں اور اپنے بال بچوں کو بھی دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نذر معین کے علاوہ ہم نے اس میں اپنا حصہ شامل کیا ہے۔ پھر دوسروں میں ان کی شرکت کیسے ہوتی ہے اور کیا ہے۔ بعدازاں آپ نے فرمایا کہ قبلہ عالم مہاروی کی نذر جو گائے کی جاتی ہے اس کی قیمت چھ روپے مقرر ہے جوان کی اولاد کے بغیر اور کسی کو نہیں دی جاسکتی۔ حضرت خواجہ تونسوی کا دنبہ بھی اسی طرح دیا جانا چاہیے۔ دعا گو نے عرض کی کہ بیماروں یا میت کے کھانے کے متعلق کیا حکم ہے۔ کھایا جائے یا نہ۔ آپ نے فرمایا۔ منع نہیں ہے۔ لیکن میت کی قبر کے سامنے نہ کھائے کہ وہ عبرت کا مقام ہوتا ہے اور اہل میت کے گھر سے تین روز تک کھانا نہ کھایا جائے کیونکہ منع ہے اور یہ بات کہ چوتھے روز اہل میت کھانا کھلائیں اس سے مراد یہی ہے۔

اس موقع پر ایک شخص نے عرض کیا کہ بعض نذر معین کرتے ہیں مگر پھر تقسیم میں کمی بیشی

Marfat.com

کرتے ہیں۔آپ نے فرمایا۔یکساں دینی چاہئے ورنہ ادا نہیں ہو گی کیونکہ اس نذر کا مالک اب وہ نہیں کہ بعض کا لحاظ کرتے ہوئے اس میں کمی بیشی کرے اس مرد نے کہا کہ بعض نام مشہور کرنے کے لئے کیا کرتے ہیں۔آپ نے فرمایا؛

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ

یعنی عمل نیت پر موقوف ہوتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ ریا کاری کا عمل نڑ کی طرح ہوتا ہے جو پانی میں اگتا ہے۔دیکھنے میں تو گنے کی طرح ہوتا ہے لیکن اس میں رس نہیں ہوتی۔گنے سے آپ کانڈ،شکر،مصری جو چاہیں بنالیں آپ نے پھر فرمایا۔عمل کا پھل نیت پر ہوتا ہے۔نیت کی مثال زمین کی طرح ہوتی ہے کہ جیسی ہو ویسی کھیتی یا ردی چیز اس سے پیدا ہوتی ہے۔پھل اس کے مطابق ہوتا ہے۔اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ کشمیر میں ایسی زمین ہے کہ اس میں زعفران پیدا ہوتا ہے۔بلکہ ایسی زمین بھی ہوتی ہے کہ کانٹوں کے بغیر اس میں سے کچھ بھی نہیں اگتا۔چنانچہ آیت مبارک ہے:

وَالَّذِیْ خَبُثَ لَایَخْرُجُ اِلَّانَکِدًا

یعنی ناپاک اور شور زمین سے ایسے گھاس کے بغیر کچھ پیدا نہیں ہوتا۔جس سے کوئی فائدہ ہیں ہوتا۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا؛

اَلنَّائِیْ کَالْقَرِیْبِ

یعنی دور نزدیک کی مانند ہوتا ہے۔

چنانچہ جہاں تک اقتدا کا تعلق ہے نماز میں پچھلی صفوں میں کھڑے ہوئے لوگ اگلی صفوں والے لوگوں کے برابر ہوتے ہیں۔اس سے مراد یہ ہے کہ خلوص نیت عمل کی خرابی کو چھپا لیتا ہے۔

Marfat.com

فائدہ

یہ غریب کہتا ہے کہ حضرت غوث الاعظم محی الدین گیلانی رحمۃ اللہ علیہ فتوح الغیب میں فرماتے ہیں کہ ہر انسان کے دل کی زمین یکساں نہیں ہوتی بلکہ اس میں فرق ہوتا ہے۔ جس طرح ایسی زمین بھی ہوتی ہے کہ اگر اس میں کھاد ڈالی جائے تو درخت اور کھیتی خراب ہو جاتی ہے اور کمال حاصل نہیں کرتی۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس کی ذاتی حیثیت اور قوت کمال درجہ کی ہوتی ہے۔ چنانچہ اسے کھاد یا پانی سے خالی رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ کچھ زمین ایسی ہوتی ہے کہ اس میں کھاد یا پانی نہ ڈالا جائے تو زراعت وغیرہ کی پرورش نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس کی ذاتی قوت ناقص ہوتی ہے۔ اس طرح حق تعالیٰ بعض دلوں کو جنہیں توکل کی قوت دی ہوتی ہے۔ دنیا کے مال متاع سے خالی رکھتا ہے تاکہ ان میں ایمان کا درخت گندہ نہ ہو جائے بعض دلوں کو دنیوی متاع سے تروتازہ رکھتا ہے تاکہ ایمان کا درخت ان میں خشک نہ ہو جائے اور خوب پھلے پھولے۔

اس موقع پر پیر کے نذرانہ کی بات شروع ہوئی۔ حافظ اللہ دین نے عرض کی مرید کا ہاتھ خواہ جس قدر خالی ہو اگر دل کو مضبوط رکھے تو جو کچھ چاہے گا۔ پیر کی نیت سے اسے میسر آ جائے گا۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ دل گذرگاہ حق ہے اور فرہاد نے بھی پہاڑ کو دل کی استقامت سے توڑا تھا۔ بلکہ جب اس حد کو پہنچ گیا تو فرشتے بھی اس کے ہمراہ ہو گئے۔ حافظ مذکور نے عرض کیا اس مصرعہ کا کیا معنی ہے۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است [1]

کیا دل سے مراد اپنا دل ہے یا غیر کا دل۔ آپ نے فرمایا کہ اہل شریعت کے نزدیک اس سے مراد غیر کا دل ہے۔ لیکن اہل طریقت کے نزدیک اس سے مراد اپنا دل ہے اور دل کو ہاتھ

---

[1] دلوں کو قابو کر دیہ حج اکبر ہے۔

Marfat.com

میں لانے سے مراد دل میں مشاہدۂ حق کا حصول ہے۔آپ اس موقع پر یہ بیت زبان پر لائے۔

جب خدا آیا تو بندہ پھر کہاں　　　آفتاب آیا تو سایہ پھر کہاں

بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ میاں امیر درویش بڑا عاشق مرد تھا۔اس نے کہا کہ ایک دفعہ میں نے نیت کی کہ جب بھی حضرت صاحب کی خدمت میں حاضری دوں میں پانچ روپے نذر پیش کروں گا۔حالانکہ ہر جمعہ کو یہاں آیا کرتا تھا۔جب نیت کرنے کے بعد روانگی کا وقت آیا تو دو روپے پاس تھے۔تین روپے مزید میسر نہ ہو سکے۔اس نے بیان کیا کہ عادت کے مطابق جب اپنے بزرگ کی قبر پر فاتحہ پڑھنے کے لئے گیا اور چار دیواری کے گرے ہوئے پتھر درست کرنے کے لئے اٹھائے تین روپے پتھر کے نیچے سے مل گئے۔تینوں مختلف سالوں کے تھے۔ اس کے بعد حرص کی بنا پر کئی پتھر اٹھائے مگر کچھ نہ ملا۔حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ سناروں کے کہنے کے ان تین روپوں کی چاندی بے مثل تھی۔اس کے بعد فنا نام درویش نے عرض کی کہ چھ سال تنہائی میں گذارے ہیں۔اگر اجازت ملے تو دوسرا نکاح کرلوں ورنہ نہیں کرتا۔حضرت محبوب سبحانی کچھ دیر کے لئے خاموش ہو گئے اور پھر فرمایا۔دراصل مرد کو گمراہ کرنے والی چیز عورت سے زیادہ اور کوئی نہیں۔زہر کا اثر بھی تب ہوتا ہے جب کھائی جائے لیکن یہ عورتیں ایسی زہر قاتل ہوتی ہیں کہ ایک نظر سے دیکھنے والے کو مقتول کر دیتی ہیں۔آپ نے یہ بیت پڑھا۔

در راہ خدا کہ راہزنانند[1]
آں راہ زناں ہمیں زنانند

---

[1] اللہ تعالیٰ کے راستے میں جو ڈاکو ہیں وہ ڈاکو یہی عورتیں ہیں۔

Marfat.com

مجلس نمبر ۲۶

درویشی اور فقر کے آداب کے بیان میں

یکم شعبان ۱۳۱۲ھ/ ۲۸ جنوری ۱۸۹۵ء کوشنبہ کے روز سعادت مجلس سے مشرف ہوا۔

حافظ اللہ دین اور امیر بخش ملتانی حاضر تھے۔ فقر کے ظاہر کرنے اور آداب شیخ کے متعلق بات شروع ہوگئی۔ آپ نے فرمایا۔ بعض اوقات فقر خود بخود ظاہر ہو جاتا ہے کیونکہ فرشتے کرتے ہیں۔ کستوری کی خوشبو پردوں کے نیچے سے بھی چھپ چھپ کر باہر آجاتی ہے۔ مگر جو نفس خود ظاہر کرے قابل مذمت ہوتا ہے۔ امیر بخش نے کہا یہ لوگ جو ننگے پاؤں حاضر ہوتے ہیں یہ بھی تو ایک قسم کا دکھلاوا ہے۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ یہ ادب ہے۔ کوئی نہیں چاہتا کہ اس قدر تکلیف محض اظہار فقر کیلئے برداشت کرے۔ آپ نے پھر فرمایا۔ یہ نیت پر موقوف ہوتا ہے دعا گو نے عرض کیا کہ ادب غیر حاضری میں یکساں ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ادب کی کوئی حد نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں خود بخود دکھا دیتے ہیں اور عجیب وغریب باتیں اور ادب کے نئے نئے افعال اس سے سرزد ہوتے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ بابا فرید الدین لاہور میں گنج بخش علی ہجویری قدس سرہٗ کے مزار کے قریب خواجہ معین الدین والی ہند کی چلہ گاہ پر جب جایا کرتے تو ہاتھ کی ہتھیلیوں اور گھٹنوں کے بل جایا کرتے تھے، اس لئے کہ میرے دادا پیر بھی پاؤں سے چل کر جائیں اور میں بھی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اس ادب کی کوئی حد نہیں۔ چنانچہ فضل درویش جنڈ والا نے یہاں سے کئی کوس کی مسافت پیٹھ پیچھے کر کے طے کی تھی۔ اس کا گھر جلالپور شریف سے چوبیس کوس کے فاصلے پر تھا۔ آپ نے فرمایا کہ جب پہلے پہل آیا تو عاجزی ظاہر کرنے کے لئے منہ میں گھاس ڈالا ہوا تھا۔ گلے میں غلامی کی نشانی کے طور پر کپڑا ڈالا ہوا تھا اور خدمت گذاری کے لئے جنگل سے خشک اُپلے چن کر سر پر گٹھڑی اٹھالایا تھا اس کے بعد آپ

Marfat.com

نے فرمایا کہ بعض نئے نئے طریقوں سے بے ادبی کے رنگ میں اظہار کرتے ہیں کہ لوگوں کو پتہ چلے ان کا بھی کوئی خاص درجہ ہے۔ چنانچہ برابری کا اظہار کر کے اپنے پیرزادوں کے ساتھ چارپائی پر سوتے ہیں۔ یہ غریب کہتا ہے کہ شاید یہ رمز حضور نے امیر بخش کیلئے بیان فرمائی تھی۔

اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ ایک بزرگ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ حج پر جا رہے ہو۔ عرب شریف میں جو کچھ بھی ہو اسے اچھا جانو اور اس کا ادب کرو۔ جب بیٹا واپس آیا تو باپ نے پوچھا کہ عرب کی اشیا تو نے کیسی پائیں اس نے جواب دیا کہ میں ہر چیز کو عزیز جانتا تھا اور ادب کرتا تھا لیکن وہاں کے کتے بڑے سخت تھے باپ نے کہا۔ اس حج سے تجھے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوا۔ بعدازاں آپ نے یہ شعر پڑھا۔

نسبت بہ سگت کردم وبس منفعلم زانکہ نسبت بہ سگِ تو بس بے ادبیست [1]

اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ ایک درویش سے اس کے بیٹے نے کہا کہ مجھے بھی فقر میں راہ سلوک سکھائیں۔ اس نے بیٹے کو چلّے میں بٹھا دیا۔ بعد میں اسے علما کی مجلس میں بھیجا جہاں مسائل پر بحث ہوتی تھی۔ اس نے بھی علما کی طرح تقریریں کیں۔ درویش نے کہا اور ایک چلّہ نکالو۔ اسے پھر علماء کی مجلس میں بھیجا۔ اس کی تقریر میں کمی واقع ہوگئی۔ تیسری بار اس سے چلّہ نکلوایا۔ پھر مجلس میں جا کر اس نے کوئی تقریر نہ کی اور خاموشی کے بغیر کچھ نہ کہا۔ اس بزرگ نے معلوم کر لیا کہ ادب اور فقر کی تاثیر درست ہو چکی ہے۔ مراد یہ ہے کہ ادب اس وقت حاصل ہوتا ہے کہ جب وجود سے کوئی حرکت سرزد نہ ہو۔ آپ یہ بیت زبان پر لائے۔

قرآن کتاباں سبھو پڑھیوں اک نہ پڑھیوئی ہارن
جہاں ہکو ہارن پڑھیا آپ ترن کل نوں تارن

---

[1] میں نے تیرے کتے سے نسبت اختیار کی اس پر بہت شرمندہ ہوں اس لیے کہ تیرے در کے کتوں سے نسبت بہت بے ادبی ہے۔

Marfat.com

مجلس نمبر ۲۷

خدابخش مجذوب وغیرہ کے بیان میں

دوشنبہ کی رات ختم شریف کے حلقہ میں شامل تھا۔ حافظ اللہ دین، مولوی سراج الدین، فقیر محمد درویش اور چند اور لوگ بھی شامل تھے۔ اس وقت ایک مجذوب خدابخش گدا کیلئے آیا۔ حضرت محبوب سبحانی نے انگلی کے اشارے سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ وہ باہر گیا اور بیٹھ گیا۔ سبحان اللہ کا ذکر ہر وقت کیا کرتا تھا۔ بیٹھ کر اس نے وہی شروع کر دیا۔ اس مجذوب کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور دیوانہ ہے۔ قصبہ جلالپور شریف کے مغرب میں ایک غار میں رہتا ہے۔ حلقے میں سے کسی نے پوچھا۔ اتنی روٹیاں جو یہ لیتا ہے کھاتا ہے یا نہیں۔ فقیر محمد نے کہا۔ کل توشے کا حلوا میں نے اسی کے منہ میں ڈالا۔ اس نے بالکل نہ کھایا اور کہا کہ اگر گدا نہیں دیتے تو جاتا ہوں۔ چنانچہ چلا گیا۔ حضرت محبوب سبحانی نے یہ شعر پڑھا۔

گر خوری یک لقمۂ از نانِ نور ۱
خاک ریزی برسرِ نانِ تنور

فقیر محمد نے پھر کہا خدابخش نے اپنے کان اور ناک کے سوراخ مٹی سے بند کر دیئے ہیں۔ پھر آپ نے یہ شعر پڑھا۔

چشم بند و لب بہ بند گوش بند ۲
گر نیابی سرِ حق بر من بخند

حضرت محبوب سبحانی بھی مجذوب پر بڑی مہربانی کر کے گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ

---

۱ اگر تو نور کی روٹی سے ایک لقمہ کھا لے تو تنور کی روٹی کے سر پر مٹی ڈالے گا۔

۲ آنکھ بند ہونٹ بند اور کان بند، اگر حق کا راز نہیں پاتا تو مجھ پر ہنسنا۔

Marfat.com

ایک روز پیشیں کے وقت دروازے پر آیا۔آپ نے فرمایا۔آخدا بخشا۔اس نے گوشت اور چاول مانگے۔آپ نے فرمایا۔اس وقت روٹی لے لو۔رات کے وقت تمہیں گوشت دیں گے۔ یہ غریب اسے روٹی دیتا تھا اور وہ لیتا نہیں تھا۔آپ نے فرمایا اسے پتاسے دو جو میں نے دیئے اس نے پھر مکئی مانگی۔وہ بھی اس نے لی۔اس نے پھر وہ روٹی بھی مانگی جو پہلے نہیں لیتا تھا۔دروازے سے روانہ ہوا۔اور اس دوران میں اس نے کئی باتیں کیں۔

اس کے بعد نیپالی جوگی کے زہد اور اس کی ریاضت کی بات شروع ہوئی جو حضرت محبوب سبحانی کی توجہ سے مسلمان ہو گیا تھا۔آپ نے فرمایا کہ کچھ مدت تک ٹلہ کے پہاڑ پر سردی کے موسم میں ننگا رہتا تھا۔تمام ملکوں کی سیر کی ہوئی تھی۔یہاں آیا اور بڑی بحث و تکرار شروع کر دی۔آخر ہم نے کہا کہ کجروی چھوڑو اور راستی اختیار کرو۔کلمہ پڑھو اور مسلمان ہو جاؤ۔اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اب حاجتمند ہر قسم کی نقدی وغیرہ اس کے پاس لاتے اور اسے کسی قسم کا کوئی طمع نہیں ہوتا اور جو سب سے پہلے کھانا لاتا ہے اس کا کھالیتا ہے اور باقی تمام کا واپس کر دیتا ہے۔اگر دو تین روز تک کوئی بھی کھانا نہ لائے تو کسی سے نہیں مانگتا۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ حضرت تونسوی کے پاس ایک فقیر ننگے بدن گدھے پر سوار آیا۔اس کی شرم گاہ بھی ننگی تھی۔حضور کی یہ عادت مبارک تھی کہ ہر وقت سر مراقبے میں جھکائے رہتے تھے۔فقیر جب آپ کے سامنے آیا تو کہنے لگا۔نیچے کیا ڈھونڈتے ہو۔یہ لیجئے میں کھڑا ہوں۔یعنی اپنی اضافت حق تعالیٰ سے کی۔حضرت صاحب نے سر مبارک اٹھایا۔اس کی طرف نگاہ ڈالی اور پھر نیچے کر لی۔وہ فقیر گدھے سے نیچے اتر آیا۔کسی سے چادر مانگی اور اپنی ستر پوشی کی۔سلام کیا اور بیٹھ گیا۔حضرت صاحب نے ایک اور نگاہ ڈالی اور فرمایا اب جاؤ۔اس نے گدھا پکڑا اور پیادہ روانہ ہو گیا۔ایک درویش نے عرض کیا۔یہ شخص کون تھا۔آپ نے فرمایا کہ یہ شخص منصور رحمۃ اللہ علیہ کی منزل پر مستغرق تھا۔اب اس مقام سے آگے نکل گیا ہے اور صحو

Marfat.com

میں آ گیا ہے۔حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ حضرت تونسوی نے ارشاد فرمایا کہ منصور حلاج کو عالم لوگوں نے پھانسی پر لٹکا دیا تھا۔اسے اس منزل سے نکال نہ سکے۔اگر منصور ہمارے زمانے میں ہوتا اسے ہرگز پھانسی نہ دینے دیتا یعنی اسے اس مقام سے صحو کی حالت میں لے آتا۔

بعدازاں آپ نے دو فقیروں کے مجاہدہ اور ریاضت کا ذکر کیا کہ ہمارے ابتدائی دنوں میں ایک فقیر نے ننگے بدن سردیوں میں چھ ماہ ہماری مسجد کے پیچھے گذارے۔ایک اور کا آپ نے ذکر فرمایا کہ ہر پیغمبر کے روضہ پر غارالانبیا میں چلّہ کاٹا تھا۔چوتھے روز کو روزہ افطار کرتا تھا۔ایک مقام پر اسے روزی نہ ملی۔اس لئے الہام کے مطابق سانپ کا گوشت چھ ماہ تک کھاتا رہا۔وہاں سانپ بہت تھے۔حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ سانپ کا گوشت لوٹے میں ابال لیتا تھا۔ یہاں آیا اور پڑھنے کیلئے وظیفہ پوچھا اور چلا گیا۔آخر سیالکوٹ شہر میں ایک چلّہ کے دوران میں مر گیا۔

☆☆☆

Marfat.com

مجلس نمبر ۲۸

قبلہ عالم مہاروی کی کرامت کے بیان میں

سہ شنبہ کے روز دولت مجلس سے مشرف ہوا حافظ اللہ دین اور عبداللہ درویش حاضر تھے۔حضرت محبوب سبحانی کتاب لطائف سیریہ کا مطالعہ فرما رہے تھے۔یہ کتاب حضرت محکم دین سیرانی کے ملفوظات اور حالات پر مشتمل تھی۔حضرت محکم دین ابتدا میں قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی کے ہم سبق تھے۔مشرب اویسیہ میں صاحب کمال تھے۔حضرت محبوب سبحانی نے اس کتاب سے ایک ذکر بیان فرمایا۔وہ یہ تھا کہ قبلہ عالم کے مریدوں میں سے ایک حج پر گیا۔ اونٹ پر سوار تھا۔جب عرفات کے موقع پر پہنچا تو اس نے وہاں قبلہ عالم کی تلاش شروع کر دی کیونکہ اس نے سنا ہوا تھا کہ آپ ہر حج کے وقت عرفات پر حاضر ہوا کرتے ہیں۔ناگاہ اس کی نظر حضرت قبلہ عالم پر پڑی۔اس نے دیکھا کہ ایک برقعہ پوش بزرگ آگے آگے جا رہے ہیں اور آپ ان کے پیچھے ساتھ ساتھ ہیں۔وہ مرید اونٹ سے اترا اور قدمبوسی کی اس نے عرض کیا۔یہ برقع پوش کون سے بزرگ ہیں۔انہوں نے فرمایا کہ جناب سرور کائنات ﷺ ہیں۔اس نے پھر عرض کی کہ مجھے بھی زیارت سے مشرف فرمائیں اس نے کہا کہ حضرت قبلہ عالم کے استدعا کرنے پر حضور ﷺ نے برقع مبارک اٹھایا۔اس نے دیکھا کہ پیشانی مبارک آفتاب کی مانند چمک رہی تھی۔ابرو مبارک کے بال یاقوت کی طرح روشن تھے۔دانت مبارک سفید تھے۔باقی آثار حد سے باہر تھے۔بعدہٗ قبلہ عالم نے فرمایا کہ جلدی سے اپنے مقام پر چلا جا کیونکہ یہ مقام خوف ہے۔اس لئے اس نے قدمبوسی کی اور اپنے اونٹ کی طرف چلا گیا۔اس نے مہینے کی تاریخ، دن اور وقت لکھ لیا اور اپنے ملک میں واپس آ گیا۔جب بہاولپور کے قریب موضع پکھی میں پہنچا تو وہاں لوگوں سے اس نے سنا کہ قبلہ عالم اس وقت اور اس روز خاص مقرر مکان میں

Marfat.com

سو رہے تھے۔

یہ غریب راقم سطور کہتا ہے کہ اگر قبلہ عالم نے اپنے مرید کو آنحضرت ﷺ کی زیارت عرفات کے موقع پر کرائی اور حضور ﷺ نے ان کی استدعا پر اپنے آفتاب جیسے روشن چہرہ مبارک سے برقع اٹھایا۔ ہمارے حضرت محبوب سبحانی اپنے گھر میں اپنے مریدوں کو آنحضرت ﷺ کی زیارت سے مشرف اور ممتاز کراتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے مریدوں میں سے ایک مرتبہ تمام رات اس مولود شریف پر پرکار کی طرح وجد اور رقص کرتا رہا۔

اَیکہ آمد والضحیٰ شرح جمالِ روئے تو [1]
نکتۂ و اللیل وصفِ عنبر بوئے تو
سینِ دندانِ تو یاسین نشانے میدہد
سورۂ حٰمٓ دارد حلقۂ گیسوئے تو
اَیکہ چشمت سرمہ ناک از کحل مازاغ البصر
قاب قوسین است رمز گوشہ ابروئے تو

اس مرید کا رقص آخری مصرعہ پر بے حد تھا۔ اس وجد و ذوق میں سو گیا اور اس نے دیکھا کہ برقع پوش محبوب حق ﷺ سفید چادر میں اپنا چہرہ مبارک چھپائے چارپائی پر سو رہے ہیں اور اس درویش کا وجود اسی طرح وجد میں چارپائی مبارک کے ارد گرد طواف کر رہا ہے۔ چکر لگاتا اور یہ شعر پڑھتا تھا۔

---

[1] اے وہ ذات کے آپ کے چہرے کے جمال کی شرح کے لیے والضحیٰ آیا آپ کی عنبریں زلف کا وصف واللیل میں بیان ہوا ہے۔
آپ کے دانتوں کی سین یٰسین سے نشان دیتی ہے۔ سورہ حٰم آپ کی زلفوں کا حلقہ رکھتی ہے۔
اے وہ ذات کہ آپ کی آنکھیں "مازاغ البصر" کے سرمہ سے سرگین ہیں قاب قوسین آپ کے ابروؤں کے گوشہ کا رمز و اشارہ ہے۔

Marfat.com

یارسول اللہ برافگن برقع از رخسار خویش [1]

تا شود روشن ز رویت آفتاب خاوری

ہر بار رقص میں طواف کرتے ہوئے جب چہرہ اقدس کے قریب آتا تھا تو برقع مبارک ذرا پیچھے سرک جاتا حتیٰ کہ چند بار طواف کرنے کے بعد تمام چہرہ مبارک بے نقاب ہو گیا اور اس خوش قسمت درویش نے دیکھا جس مبارک نظارے کا ذکر ہوا ہے۔

حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ حضرت قبلہ عالم کے مریدوں میں سے ایک مرید واصل باللہ تھا۔ حج پر گیا۔ بعد ازاں مدینہ شریف گیا۔ رات کے وقت لوگوں کو باہر نکال کر جب حرم شریف کے دروازہ کو قفل لگایا گیا تو حضرت قبلہ عالم کا وہ مرید اس کھجور کے تنے کے کی اوٹ میں چھپا رہا جو وہاں ہے۔ آدھی رات کے بعد روضہ شریف کا دروازہ کھلا۔ دو برقع پوش حرم پاک میں ٹہلتے ٹہلتے اس کھجور کے پاس آئے۔ ایک نے کہا انسان کی بو آتی ہے اور پیچھے ہٹ گیا۔ دوسرے برقع پوش نزدیک آئے۔ قبلہ عالم کا مرید لپکا اور قدموں میں گر پڑا وہ حضرت رسول کریم ﷺ تھے۔ حضور نے فرمایا اے شخص تیرے پیر (یعنی قبلہ عالم مہاروی) خوش تھے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ واپس جا کر ہمارا سلام پہنچانا۔ جو برقع پوش دور ہو گئے تھے وہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا تھے۔

اس کے بعد اس کتاب سے آپ نے ایک اور نقل سنائی۔ آپ نے فرمایا کہ ہر شخص تعریف کرتا ہے کہ فلاں کا لنگر جاری ہے۔ اب دیکھو کہ حضرت محکم دین سیرانی رحمۃ اللہ علیہ نے لنگر کا کیا معنیٰ بیان کیا۔ ایک شخص نے اس کے لنگر سے کھانا کھایا اور سیر ہوا۔ بلند آواز سے اس نے دعا دی کہ اس لنگر کو خداوند تعالیٰ جاری رکھے۔ میرے جیسے گدا سیر ہوتے رہیں۔ یہ کیا دعا

---

[1] یارسول اللہ ﷺ! اپنے رخ انور سے برقع (پردہ) اٹھایئے تاکہ مشرق سے طلوع ہونے والا سورج آپ کے رخ انور سے روشن ہو جائے۔

Marfat.com

دی ہے کہ لنگر کے لفظ سے دی ہے۔ لنگر تو اس چیز کا نام ہے جو رواں کشتی کو پانی میں ٹھہرا دے۔ سیرانی صاحب کا مطلب یہ تھا کہ اس کام میں بندش اور امساک بری بات ہے۔

بعدازاں آپ نے فرمایا کہ حضرت سلطان المشائخ سے فوائد الفواد میں روایت بیان کی گئی ہے کہ ایک بزرگ کہا کرتے تھے اوراد، اذکار، نوافل تو مصالحہ ہوتا ہے اور ان چیزوں سے شوربا تیار نہیں ہوتا۔ جب تک کہ دیگ میں گوشت نہ ہو۔ اسے شوربائے زور (کاذب) کہا جاتا ہے۔ جب گوشت ہو تو اسے اصل اور حقیقی شوربا کہتے ہیں۔ گوشت سے مراد ترک دنیا ہے اور ترک دنیا یہ نہیں ہوتا کہ لباس نہ پہنا اور کھانا نہ کھایا۔ بلکہ پہنیں اور کھائیں اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ ملے اسے جمع نہ کیا جائے اور پانی کی طرح اسے رواں رکھا جائے۔ دل اسباب سے متعلق کسی چیز سے نہ لگایا جائے آپ نے یہ بیت پڑھا۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا [1]

ہر چہ داری صرف کن در راہِ ہُو

اس کی وجہ یہ ہے کہ درویش کو مقام عالی اس وقت حاصل ہوتا ہے جب جو کچھ اسے ملے خرچ کر دے اور دل فارغ رکھے۔

بہاؤل بخش قصاب حضرت خواجہ شمس العارفین کے مریدوں میں سے تھا۔ اس نے بیان کیا کہ چکوال سے روانہ ہوا۔ راستے میں ایک خیال دل سے گذرا کہ خواجہ شمس الدین نے دنیا کی کوئی پرواہ نہیں رہنے دی۔ ہر روز مجھے پانچ روپے مل جایا کرتے ہیں۔ لیکن نعمت دین کے متعلق انہوں نے مجھے کچھ نہیں بتایا۔ اس نے کہا جب میں حضرت محبوب سبحانی کے حضور مشرف ہوا تو آپ نے فرمایا۔ بہاؤل بخشا۔ خداوند تعالیٰ جو کچھ دے اس پر شاکر رہنا چاہئے اور اس کی حفاظت کرنی چاہیے۔ اگر کوئی پیسے کو حفاظت سے رکھے تو اس کا اعتبار بڑھ جاتا ہے۔ حق تعالیٰ

---

[1] ہرگز نیکی نہیں پا سکتے حتیٰ کہ خرچ کرو، جو کچھ رکھتے ہوئے اس کے راستے میں خرچ کر دو۔

Marfat.com

اسے دو پیسے دے دیتا ہے۔ اور اگر دو پیسوں کو فضول خرچ نہ کرے اور جو شخص دنیا میں پختہ کار نہیں ہوتا اسے دین کی بو بھی نہیں آتی۔ بہاؤل بخش نے عرض کیا کہ ایک روز ہمارے خواجہ شمس العارفین نے ایک کتاب سے یہ مسئلہ بیان فرمایا کہ یہ پیسہ جو گول بنا ہوا ہے رواں رکھنے کیلئے ہے، امساک اور جمع کرنے کے لئے نہیں۔ آپ نے پھر فرمایا کہ ایک شخص لعل کا طالب گار تھا۔ چھ سال تک بیابانوں میں اس کی تلاش کرتا رہا۔ لیکن ناکام رہا۔ اس کے بعد چھ سال سمندروں اور دریاؤں میں ڈھونڈتا رہا۔ وہاں سے بھی اسے لعل نہ ملا۔ آخر سست اور بے کار ہو کر بیٹھ گیا۔ جب اس نے غور کیا اور اپنے اندر دیکھا تو جس لعل کی اسے طلب تھی وہ لعل وہ خود تھا۔ پس حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا۔ جب یہ نعمت حاصل ہو جائے تو اس کی حفاظت کی جائے۔ خام جوش دیگ کی طرح باہر نہ پھینک دی جائے۔ یہ سن کر بہاؤل بخش نے عرض کی۔ بے چاری دیگ تو عاجز اور بے اختیار ہوتی ہے۔ منہ کھلا ہوتا ہے اور ڈھانپ نہیں سکتی۔ اختیار والا تو وہ ہوتا ہے جو پکار رہا ہوتا ہے۔ جس طرح بہتر ہو وہ مہربانی کرے تا کہ شوربا پک جائے۔ آپ نے فرمایا۔ واقعی یہ درست بات ہے۔

اس موقع پر حافظ الہ دین نے عرض کیا کہ شیخ عطار کے اس مصرعہ کا کیا مطلب ہے ؎

ذکرِ خاص الخاص اندر سر بود [1]

حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ مبتدی جب حبس نفس کرتے ہیں اور نفس کے تمام مخرج اور ناک، کان اور منہ کے سوراخ بند کر لیتے ہیں، آخر نفس دماغ کی طرف عروج کرتا ہے تو گھنٹی اور بانسری وغیرہ کی آواز کی طرح دماغ کے اندر آوازیں پیدا ہوتی ہیں۔

لب بہ بند و چشم بند و گوش بند   گر نیابی سرّ حق بر من بخند [2]

---

[1] خاص الخاص کا ذکر دل میں ہوتا ہے۔

[2] ہونٹ بند کرو آنکھیں بند کرو اور کان بھی بند کرو اگر حق کا راز نہ ہو تو مجھ پر ہنسنا۔

Marfat.com

اس دعا گو نے عرض کی کہ نفس بالکل بند نہیں ہوتا بلکہ مسامات کی راہ باہر نکلتا ہے۔آپ نے فرمایا۔خیر مثال یہ ہے کہ جب کوئی گھر کے دروازے بند رکھتا ہے اور دھوئیں کے نکلنے کی کوئی راہ نہ رہے اگرچہ باریک سوراخوں سے تھوڑا تھوڑا دھواں باہر آتا ہے لیکن قلیل کیلئے کالعدم کا حکم ہے، حالانکہ اس گھر میں آگ بھی پے در پے جلائی جاتی ہے۔آپ نے فرمایا کہ انسان کے وجود میں جو تین سو ساٹھ رگیں ہیں اور تمام گوشت، ہڈیاں اور پوست تمام اس حبس نفس سے جداگانہ آوازوں کے ساتھ ذاکر ہو جاتی ہیں۔آپ یہ مصرعہ زبان مبارک پر لائے۔

ہر رگِ من تار گشتہ حاجتِ زنار نیست [1]

ذکرِ زبان وغیرہ اور ہاتھ اور پاؤں کے مقابلہ میں اس ذکر کی یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ ہر وقت متصل اور جاری رہتا ہے۔اس ذکر کے کرنے والا اسے بند نہیں کر سکتا حالانکہ زبان کے ذکر میں وقفہ اور انفصال پیدا ہو جاتا ہے۔دوسرے یہ کہ ذکرِ زبان کرنے والا ذکرِ نفس کا علم نہیں رکھتا اور نہیں جانتا کہ میرا نفس جس کا نکلنا اور اندر آنا میرے اختیار میں نہیں کیا کام کر رہا ہے جب کہ ذکر سر والے کے علم میں وہ خود بخود ذاکر ہوتا ہے۔

اس لمحے بہادر خان چک جانی والا قدمبوس ہوا۔حضرت محبوب سبحانی اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔آپ نے فرمایا اگر فلاں زمین دے دیتے تو اس میں لنگر میں جلانے کے لئے کیکر وغیرہ کے درخت لگا دیئے جاتے۔زمین مذکور میراں شاہ ڈھیری والے کی ملکیت میں تھی اور وہ فوت ہو چکا تھا۔زمین غیر آباد ہو چکی تھی اور اس کے مالک حسد اور بخل کی وجہ سے بیع نہیں کر دیتے تھے۔آپ کہ بادشاہ وقت نے بڑے حیلے کئے کہ حضرت سلطان المشائخ کا لنگر منقطع ہو جائے آخر عاجز آ گیا اور کہنے لگا کہ یہ خدا کا لنگر ہے میرے حیلوں سے بند نہیں ہوتا۔

چار شنبہ کی رات کو ہم چند اشخاص ختم شریف پڑھنے کے لیے حاضر ہوئے۔اس وقت

---

[1] میری ہر رگ تار بن گئی زنار کی ضرورت نہیں (زنار ہند کا جنیو ہوتا ہے)

Marfat.com

تحصیل دار پنڈ دادنخان اپنے متعلقین کے ساتھ حاضر تھا اور پوچھ رہا تھا کہ دوسرے فقیر کے پاس جانے کے متعلق کیا فرمان ہے۔ حضرت محبوب سبحانیؒ نے فرمایا۔ خیر۔ اس باب میں کہا گیا ہے۔

شیر نر بوسد لبہا پائے مرد قانعے [1]

مادہ سگ خاید بدنداں پائے مردِ ہر درے

آپ نے پھر فرمایا

وَقَلِيْلٌ مِنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْر.

یعنی اس چیز پر شکر کرنے والے جو ایک جگہ سے میسر آجائے کمتر ہیں جو آرام کر کے بیٹھ جائیں اور یقین کر لیں کہ خداوند تعالیٰ قادر ہے۔ اگر چاہے تو یہیں سے دے دے اور اگر نہیں تو ہر دروازے کو جا کر کھٹکھٹانے سے مقصود حاصل نہیں ہوتا۔ اس کے بعد تحصیل دار نے کہا کہ ایک علیحدہ عرض پیش کرنا چاہتا ہوں۔ اس لیے تمام پیر بھائی باہر چلے گئے۔ خبر نہیں اس نے کونسی بات کہی۔

پنجشنبہ کے روز چند آدمیوں کے ساتھ حضوری کی سعادت سے مشرف ہوا۔ خواجہ شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت مہر علی شاہ صاحب کا ذکر شروع ہوا۔ ہری پور ہزارہ کا ایک شخص خدمت میں حاضر تھا۔ اس نے عرض کی کہ ہمارے علاقے میں ان کی بڑی شہرت ہے۔ اس دعا گو نے عرض کی کہ مہر شاہ صاحب شاید خواجہ شمس العارفین کی خدمت میں آخری ایام میں حاضر رہے ہیں۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ ہمیں معلوم نہیں ہے۔ لیکن حضرت صاحب سیالویؒ کے وصال کے بعد جب ہم سیال شریف سے واپس آئے تھے تو ان کی ہمارے ساتھ ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ آپ نے تھوڑی دیر بعد فرمایا کہ حضرت صاحب کے سینکڑوں خلفاء جو

---

[1] قناعت کرنے والے مرد کے پاؤں کو نر شیر بوسہ دیتا ہے۔ اور ہر دروازے پر جانے والے آدمی کے پاؤں کو کتیا دانتوں سے کاٹتی ہے۔

Marfat.com

آپ کی زندگی میں پوشیدہ رہے آپ کے وصال کے بعد مخلوق میں ظاہر ہو گئے۔ کیونکہ ہمارے حضرت صاحب کا نور بے شک آفتاب کے نور کی طرح تھا۔ اپنے زمانے میں بے نظیر تھے۔ اس کے مطابق آپ نے ایک حکایت بیان فرمائی کہ آپ کے مریدوں میں سے ایک شخص کرم داد تھا یعنی ہمارا پیر بھائی تھا۔ حضرت صاحب کے دستور کے خلاف مزامیر بجایا کرتا تھا۔ ایک جگہ جا کر بیعت لینے لگ گیا۔ اس کی خبر حضرت صاحب کے حضور پہنچائی گئی۔ کچھ مدت کے بعد سیال شریف میں آیا حضرت کی قدم بوسی کی۔ کسی درویش نے عرض کیا کہ غریب نواز، یہ کرم داد ہے جو لوگوں سے بیعت لیا کرتا ہے۔ آپ نے زبان مبارک سے فرمایا۔ فلانے۔ آفتاب کے سامنے شمع روشن نہ کرنا۔ ہرگز روشنی نہیں ہوگی۔

اس کے بعد حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ حضرت تونسوی رحمۃ اللہ علیہ ہر کسی کے سامنے عشق کا ذکر عام واشگاف طور پر کیا کرتے تھے اور ہمارے حضرت صاحب ایسے صاحب حوصلہ وحلم تھے کہ کوئی مذکور ظاہر نہیں فرمایا کرتے تھے۔ لوگ آپ کے اردگرد شور وغوغا کیا کرتے تھے لیکن حضور خاموش بیٹھے رہا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے سازوں سے سماع کبھی بھی نہ سنا۔ اب بھی یہی معمول ہے کہ آپ کے عرس کی مجلس کے موقع پر ساز نہیں ہوتے۔ حالانکہ تونسہ شریف کا یہ معمول ہے کہ ہر روز صبح کے وقت قوال سازوں کے ساتھ چوکی کیا کرتے ہیں اور حضرت خواجہ تونسویؒ کے عرس کے روز قوالوں کی تمام جوڑیاں جو ماہوار تنخواہ پر ملازم ہیں۔ سازوں کے ساتھ قوالی کیا کرتی ہیں۔

بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ حضرت صاحب تونسویؒ بڑے کمال اور جلال کے مالک تھے۔ جس طرح جناب رسالت پناہ ﷺ خاتم الانبیاء تھے آپ اسی طرح خاتم الاولیاء تھے۔ دعا گو نے عرض کیا میں نے مناقب المحبوبین میں لکھا دیکھا ہے کہ جس وقت حضرت تونسویؒ کا وصال ہوا ان کے جنازہ کے روز ایک فقیر نے یہ بات کھلے الفاظ میں کہی کہ آج تمام روئے زمین

Marfat.com

کے اولیاء کی ارواح ان کے جنازہ میں شامل ہوئی ہیں اور حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانیؒ اور حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر جا رہے ہیں اور باہم غمخواری کر رہے ہیں۔ حضرت محبوب الٰہی فرماتے ہیں کہ آج سلسلہ چشتیہ کے خاتم دار البقاء کو رحلت کر گئے اور غوث الاعظمؒ اس طرح فرماتے ہیں کہ صرف خاتم چشتیا نہیں بلکہ تمام چاروں سلسلوں کے خاتم تھے۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ اس میں کوئی شک نہیں کیونکہ حضرتِ مذکور چاروں سلسلوں میں بیعت لیا کرتے تھے، بندہ نے عرض کیا کہ اسی کتاب میں بندہ نے دیکھا ہے کہ حضرت مذکور کی لاش مبارک کی تدفین کے وقت حضرت آدم علیہ السلام کی روح نے سر مبارک پر ہاتھ رکھا ہوا تھا اور پائنتی کی طرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روح نے اپنے ہاتھوں سے لاش کو لحد میں رکھا۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا۔ بے شک سچ ہے حضرت تونسویؒ اسی طرح صاحب کمال تھے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ سجادہ نشین حضرت اللہ بخشؒ کے کمال کی بھی حد نہیں۔ جب مخلوق کے ہنگامے میں بیٹھے ہوتے ہیں تو اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ ان کا سر مبارک آسمان سے چھو رہا ہے۔ آپ کی عادتِ مبارک میں اس قدر سادگی ہے کہ ان کا لباس ہمیشہ انتہائی میلا کچیلا ہوتا ہے جو لباس بھی پہنتے ہیں کبھی دھویا نہیں جاتا۔ تاوقتیکہ پارہ پارہ نہ ہو جائے بدن سے جدا نہیں کرتے خاک پر بیٹھتے ہیں۔ اگر کوئی اطلس وغیرہ کا فرش بچھا دے تو اسے لپیٹ کر زانو کے نیچے رکھ لیتے ہیں۔

آپ نے اس کے بعد فرمایا کہ حضرت تونسویؒ کے درویش آپس میں ان کی کرامات اور برکات کا ذکر کر رہے تھے۔ ایک رئیس بھی ان کے درمیان بیٹھا تھا جس کی بیعت حضرت سجادہ نشین سے تھی کہنے لگا کہ ہمارے حضرت صاحب اپنے دادا بزرگوار سے فوقیت لے گئے ہیں۔ حضرت محبوب سبحانی نے تبسم کیا۔ فرمایا کہ ہر ایک کو اپنا محبوب دوسروں سے بہتر نظر آتا ہے۔ حضرت تونسویؒ کے مریدوں نے اس رئیس کو مجبور کیا کہ اس طرح نہ کہو۔ ایک تو یہ کہ آپ ان کے

Marfat.com

دادا بزرگوار تھے۔ دوسرے ان کی بیعت آپ سے ہے اور آپ ہی سے فیض حاصل کیا۔ اس نے کہا اگر جواب کا وقت آیا تو دوں گا۔ اتفاقاً ایک فاحشہ عورت تھی۔ اس کے گھر والے اس کے قتل کے لیے آمادہ ہوئے۔ وہ عورت دوڑ کر حضرت سجادہ نشین کے حرم خانوں میں داخل ہو گئی اس خیال پر کہ یہاں مجھے کوئی کچھ نہ کہے گا۔ حضرت سجادہ نشین نے عذر خواہی کی کہ اگرچہ یہ عورت گناہ گار ہے لیکن چونکہ اس نے آ کر ہمارے گھر میں امان مانگی ہے ہمارے لیے اسے چھوڑ دو۔ وہ لوگ واپس چلے گئے اور بے حیائی کر کے انگریز کی عدالت میں حضرت مذکور کے خلاف اغواء کا مقدمہ دائر کر دیا۔ عدالت سے ان کی تلبیہ کے کاغذات جاری ہوئے اس خبر سے حضرت سجادہ نشین اندوہگیں ہوئے۔ اس اثناء میں تلبیہ کی تاریخ سے پہلے اسی رئیس کی عرضی تونسہ تریف میں آئی۔ اس نے لکھا کہ اطلاع دی جائے ہمارے حضرت صاحب کو کونسا حادثہ پیش آیا ہے۔ کیونکہ چند دنوں سے میرا دل بے قرار اور اندوہگیں ہے اس رئیس کی طرف جملہ واقعات تحریر کر کے روانہ کیے گئے۔

اس نے دوسری عرضی بھیجی کہ میں نے اپنی جان حضرت صاحب کے حادثہ کے عوض برائے خدا قربان کر دی ہے۔ جواب دیا جائے کہ ان کے جد اعلیٰ کے مریدوں میں سے بھی کسی نے اپنی جان اپنے پیر کے سامنے فدا کی ہے۔ الغرض ہمارے حضرت سجادہ نشین ایسے صاحب کمال ہیں کہ ان کے مریدان کے لیے جان فدا کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ اسی اثناء میں سفارش کرنے والے خود بخود انگریز کے پاس گئے کہ تو نے حضرت کو طلب کیا ہے۔ تیری حکومت کو زوال آ جائے گا روئے زمین کے نواب ان کے مرید ہیں اور تیرے ساتھ جنگ کرنے سے دریغ نہیں کریں گے۔ انگریز ڈر گیا۔ حضرت کی تلبیہ موقوف کر دی۔ اسی وقت یہ خبر بھی آئی کہ رئیس مذکور فوت ہو گیا ہے اور جان بحق تسلیم کر دی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ چونکہ صدق اور اخلاص سے اس نے اپنی جان پیش کی تھی اللہ تعالیٰ نے قبول کر لی۔ حضرت سجادہ نشین کے خلاف دعویٰ ٹل

Marfat.com

گیا اور حق تعالیٰ نے اس کا صدق ظاہر کردیا۔

☆☆☆

marfat.com

Marfat.com

مجلس نمبر ۲۹

حافظ جمالؒ ملتانی اور دوسرے بزرگوں کے روضہ کے بیان میں

۵رشعبان ۱۳۱۲ھ/۲رفروری ۱۸۹۵ء

بروز جمعہ حضرت محبوب سبحانیؒ کے حضورؒ موجود تھا۔ آپ نے امیر بخش ملتانی سے پوچھا کہ حضرت حافظ جمالؒ جو قبلہ عالم مہارویؒ کے خلیفہ تھے، کا روضہ کتنا بڑا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ چنداں بلند یا فراخ نہیں بلکہ اوسط درجہ کا ہے۔ مہدی خان مرحوم کی قبر کے علاوہ اس میں صرف حافظ صاحب کی قبر ہے۔ کسی اور قبر کی گنجائش نہیں کہتے ہیں کہ حافظ صاحب اپنے زمانہ میں سپاہی کی طرح ہتھیار لگاتے تھے اور گھوڑے پر سوار ہوا کرتے تھے۔ اب ان کے مرید بھی اسی ہیئت سے جایا کرتے ہیں اور مقررہ تاریخ پر حافظ صاحبؒ کا عرس مبارک منعقد کرتے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے پوچھا کہ غوث بہاؤ الحقؒ کا روضہ مبارک کتنا بڑا ہے۔ امیر بخش ملتانی نے جواب دیا کہ وہ بھی درمیانہ قسم کا ہے البتہ شاہ رکن عالمؒ کا روضہ جو غوث بہاؤ الحقؒ کے پوتے تھے بڑا عالیشان اور فراخ ہے۔ روضہ میں ان کی اولاد کی سو پختہ قبریں ہیں۔ ان کی وفات کے روز سندھ کے لوگ ملتان میں آتے ہیں اور عرس مناتے ہیں۔ انہوں نے لنگر بھی جاری کر رکھا ہے۔ حضرت غوثؒ اور شاہ رکن عالمؒ کے روضوں پر اور ان کی اولاد کو جا بجا نذرانے دیتے ہیں۔

حضرت محبوب سبحانیؒ نے پوچھا ان کی اولاد مہمانوں کو کھانا نہیں دیتی۔ امیر بخش نے کہا۔ غریب نواز لوگ کہتے ہیں نذرانے لے لیتے ہیں اور خود بھی سندھیوں کے لنگر سے کھانا کھاتے ہیں۔ حضرت محبوب سبحانیؒ نے تبسم فرمایا اور حاضرین بھی ہنس پڑے۔

اس موقع پر مولوی صاحب عبیداللہ مرحومؒ کا ذکر شروع ہوا۔ وہ میاں خدا بخشؒ خیر پوری کے خلیفہ تھے اور وہ آگے حافظ جمال رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ مولوی صاحبؒ اور حافظ صاحبؒ کا دونوں کا ایک ہی روز وصال ہے۔ ایک روز حافظ صاحب مرحوم کا عرس منعقد ہوتا ہے

Marfat.com

اور اگلے روز مولوی صاحب مرحوم کا۔ امیر بخش نے کہا کہ مولوی صاحبؒ کا یہ وطیرہ تھا کہ جو شخص نذرانہ پیش کرتا اس سے پوچھتے تھے کیا تو مقروض ہے۔ اگر مقروض ہوتا تو نذرانہ واپس کر دیتے، ورنہ قبول فرما لیتے تھے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ میں نے بھی بچپنے میں ان کی زیارت کی تھی۔ بے نماز کو مسجد میں نہیں آنے دیتے تھے۔ چنانچہ ایک روز ایک ڈپٹی جو شیعہ مذہب رکھتا تھا قدم بوسی کے لیے مسجد میں آیا۔ آپ قضائے حاجت کے لیے گئے ہوئے تھے۔ جب واپس آئے تو اسے دیکھا۔ مسجد سے باہر کھڑے ہوگئے اور کسی کو اشارہ کیا کہ اس کتے کو کہو مسجد سے باہر چلا جائے اور مسجد کو پلید نہ کرے مولوی صاحبؒ کے دو بیٹے ہیں ہر ایک دوسرے سے علیحدہ عرس مناتا ہے کیونکہ دونوں ایک دوسرے کے مخالف اور بدخواہ ہو چکے ہیں۔ انہوں نے مولوی صاحبؒ کی قبر پر ایک تختہ کھڑا کیا ہوا ہے تاکہ اگر دونوں کو ایک ہی وقت باپ کی قبر کی زیارت کا اتفاق ہو تو ایک دوسرے کا چہرہ نہ دیکھ پائیں۔

☆☆☆

Marfat.com

مجلس نمبر ۳۰

سلطان روم کے عدل وانصاف کے بیان میں

۲۱ر رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ / ۱۸ مارچ ۱۸۹۵ء

بروز چہار شنبہ زمین بوسی کی سعادت تک رسائی حاصل ہوئی۔ استنبول کے بادشاہ کے عدل وانصاف کی بات ہو رہی تھی۔ عبداللہ خان مرحوم وہاں گیا تھا۔ اس کی روایت کے مطابق حضرت محبوب سبحانیؒ نے بیان فرمایا کہ بادشاہ کا قانون اس طرح ہے کہ جب جمعہ کے روز نماز جمعہ کے لیے باہر آتا ہے تو اس کی فوج تخت گاہ والے مکان سے لے کر مسجد جامع تک بادشاہ کے رستہ کی دونوں طرف صف بستہ کھڑی ہو جاتی ہے ان صفوں کے پیچھے دادخواہوں کی قطاریں ہوتی ہیں جن کے ہاتھوں میں لکھی ہوئی عرضیاں ہوتی ہیں۔ ان کے پیچھے زیارت کرنے والوں کی قطاریں ہوتی ہیں۔ الغرض زیارت کرنیوالی اس قدر مخلوق ہوتی ہے کہ بادشاہ کے رستہ پر گھروں کی چھتیں اور صحن پر ہوتے ہیں اور کھڑا ہونے کے لیے فی مرد دس روپیہ کرایہ وصول کیا جاتا ہے۔ بادشاہ کے ہمراہ دو سوار دائیں بائیں ہوتے ہیں جن کے ہاتھ میں ایک ایک صندوقچہ ہوتا ہے اور دائیں بائیں سے عرضیاں لے کر صندوقچوں میں ڈالتے چلے جاتے ہیں۔ نماز جمعہ کے بعد اگر کسی کی عرضی رہ جاتی ہے تو وہ بھی صندوقچوں میں ڈال لی جاتی ہے۔ بادشاہ اپنے خاص مکان پر جا کر ان سے صندوقچے لے لیتا ہے اور اندر جا کر تمام عرضیاں خود پڑھتا ہے اور مدعی لوگوں کو حکم ہوتا ہے کہ مقررہ دن کو گواہوں کے ہمراہ حاضر ہوں جو مقدمہ شاہی قاضیوں کی رائے کے مطابق اس قابل ہوتا ہے کہ اس کے لیے شریعت کا حکم حاصل کیا جائے تو مذکورہ بالا سواروں کے ہاتھ قاضی اسلام کے پاس بھیج دیا جاتا ہے۔ تو اس مقدمہ کی منظوری یا منسوخی کا دار و مدار قاضی اسلام کے فیصلہ پر ہوتا ہے یعنی ہر معاملہ میں شریعت کا حکم غالب ہوتا ہے۔ اگر عدل و انصاف کے سلسلہ میں بادشاہ سے قصور سرزد ہوتا ہے تو شریعت کے حکم کے مطابق اسے تنزل کر

Marfat.com

دیا جاتا ہے۔اوران میں سے کسی اور کو بادشاہ بنا دیا جاتا ہے نئے بادشاہ کو بھی امور شریعت کے متعلق تنبیہ کی جاتی ہے اوراس سے عہد لیا جاتا ہے کہ حکم شریعت کا ترک واقع ہوا تو تنزل لازمی ہوگا۔حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ وہاں اسلام کی اس قدر عزت ہے کہ بادشاہ کو بھی قصور کے کفارہ کے طور پر تنزل کر دیا جاتا ہے اور کفارہ لے کر اسے پھر شاہی منصب دے دیا جاتا ہے اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ بادشاہ شریعت کا اس قدر پابند ہے کہ ملک کو ملک خدا اور حکم صرف خدا کا حکم جانتا ہے۔

عبداللہ خان کی روایت کے مطابق آپ نے یہ بھی بیان فرمایا کہ سات ہزار حاجیوں نے بادشاہ سے عرض کی کہ ہمیں اسلحہ دو ہم اور کچھ نہیں چاہتے، ہم لشکر اسلام کی مدد کے لئے کفار روس سے غزا کریں گے۔عبداللہ خان نے بتایا کہ وہ ہی ان حاجیوں میں شامل تھا۔بادشاہ نے جواب دیا۔ مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ ہزاروں غریب لوگوں کو ملک کے طمع میں قتل کرادوں۔ ملک خدا کا ہے چاہے تو مجھے دے دے اور اگر چاہے تو روس کو دے دے۔ میں راضی ہوں یہ جواب دے کر اس نے غازیوں کی درخواست نامنظور کر دی۔بعض تو ادھر ادھر بکھر گئے اور بعض ہتھیاروں کے بغیر میدان جنگ میں چلے گئے۔عبداللہ خان فوج کے افسر پاشا کے پاس گیا اور ہتھیار مانگے۔اس کی بغل میں قرآن شریف اور وظائف دیکھ کر پاشا نے کہا کہ آپ مکان میں بیٹھ کر قرآن شریف کی تلاوت کرتے رہیں اور خداوند تعالیٰ سے اسلامی لشکر کی فتح اور نصرت کی دعا مانگتے رہیں۔عبداللہ خان نے بتایا کہ پاشا دونوں وقت مجھے اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھاتا تھا۔ میدان جنگ استنبول سے شمال کی طرف دوسو کوس کے فاصلہ پر تھا۔کچھ وقت تو عبداللہ خان وہاں رہا لیکن پھر اجازت لے کر واپس چلا آیا۔

اس موقع پر سون سکیسر ضلع سرگودہا کے علاقہ کے ایک شخص نے بتایا کہ ہمارے علاقے میں سید لال شاہ انگہ شاہ بلاول میں سجادہ نشین ہے اس نے شریعت کی حدود اور دین کے آئین

Marfat.com

قائم رکھے ہوئے ہیں۔ اس طرف کے تمام لوگ اس کے مرید ہیں وہ جو فرمان دیتا ہے لوگ اس پر عمل کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کے درویشوں کے لیے لوگوں نے چالیس حجرے تعمیر کیے ہیں۔ امیر غریب تمام لوگ حجروں کے لیے پتھر پہاڑ سے سروں پر اٹھا کر لاتے تھے اور دیواریں کھڑی کرتے تھے۔ حضرت محبوب سبحانیؒ نے چالیس حجروں کے لفظ پر تعجب کا اظہار فرمایا اور کہا اس ملک میں دینداری بہت ہے ہر انسان اہل دین میں سے ہے۔ مگر افسوس ہے یہاں ایسے کاموں کی کسی کو خبر تک نہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

مجلس نمبر ۳۱

شیخ اور پردہ پوشی کے بیان میں

ماہ مذکور کے پنج شنبہ کو مجلس میں حاضری کی دولت نصیب ہوئی۔ سون کے علاقہ کا وہ آدمی ہاتھ میں مورچھل لے کر محبوب سبحانیؒ کے نزدیک بیٹھا تھا۔ اس نے عرض کیا کہ علمائے ظواہر اس بات سے منع کرتے ہیں کہ مرید اپنے شیخ کا تصور کریں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ بت پرستی ہے۔ حضور فرمائیں یہ کیا بات ہے۔ حضرت محبوب سبحانیؒ نے فرمایا جسے علم سینہ کے متعلق بے خبری ہو تو وہ انکار کرنے کے علاوہ اور کیا پیش کرے۔ یہ علماء اگرچہ اہل علم ہوتے ہیں اور لوگوں میں وعظ و تدریس کرتے ہیں لیکن علم صدر سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ اس معاملہ میں فرق یہ ہے کہ علم ظاہر کے جاننے والوں کے لیے تعلیم دینا اور اظہار کرنا واجب ہوتا ہے اور فقیر کے لیے علم سینہ کے متعلق پردہ پوشی اور اخفاء لازم ہوتا ہے اسی موقع پر آپ نے حکایت بیان فرمائی کہ ایک عالم سیال شریف آیا اور وعظ و نصیحت کرنے لگا۔ خواجہ شمس العارفینؒ کے درویش ایک سے ایک چونکہ فضیلت رکھتے تھے اس کی اس بات سے متعجب ہوئے اور کہنے لگے یہ کونسی وعظ اور نصیحت کی جگہ ہے وہ عالم اپنے کام سے باز نہ آیا۔ مولوی فضل دین چاچڑانوالہ کو جوش آ گیا۔ انہوں نے کہا اے عالم اگرچہ تمہیں الف بے کا معنی نہیں آتا وعظ کیا کرتے ہو۔ الغرض اسے عاجز کر دیا گیا اور وہ غمناک ہو کر حضرت صاحب کے حضور آیا۔ انہوں نے جب اس کی شکستہ دلی کو دیکھا تو اس کی طرفداری فرمائی۔ آپؒ نے فرمایا اس نے کونسی برائی کی ہے کہ اس کے درپے ہو گئے ہو۔ خلق کو وعظ و نصیحت کرنا کوئی ناجائز کام نہیں بلکہ اچھا ہے۔ اس کی دلداری فرمائی اور رخصت کر دیا محبوب سبحانیؒ نے فرمایا اہل فقر اس قدر پردہ پوش، حوصلہ اور صفا کیش ہوتے ہیں کہ جہاں کسی کا غلبہ دیکھتے ہیں تو مغلوبوں کی مدد کرتے ہیں۔

Marfat.com

اس موقع پر پردہ پوشی کی بات شروع ہوگئی۔آپ نے فرمایا کہ سیال شریف میں مجروح نام ایک درویش تھا۔جو غلبہ عشق کی وجہ سے تنور میں کود پڑا اور جل کر مر گیا۔ایک بار اس نے مسجد شریف میں پیشاب اور پاخانہ کردیا۔درویشوں نے ملامت کی تو نے مسجد کو پلید کردیا۔اس نے کہا مسجد مومنوں کی ماں ہوتی ہے اور ماں اپنے بیٹوں کی آلودگی اپنے وجود سے صاف کرتی ہے اور پردہ فاش نہیں کرتی۔پس جب ماں نے میری پردہ پوشی کی ہے اور کچھ نہیں کہا تمہارا کیا بگڑا ہے کہ میرا پردہ فاش کرتے ہو۔اس کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ درویشی پردہ پوشی ہوتی ہے۔ معراج کی رات حق تعالیٰ نے پیغمبر ﷺ کو ایک چادر عطا فرمائی اور ارشاد کیا کہ جو کوئی کہے میں پردہ پوشی کرتا ہوں اسے دیں۔آنحضرت ﷺ نے صبح کے وقت چاروں یاروں سے ان کے کردار کے متعلق سوالات کیے۔صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں ہر کام میں صداقت اختیار کرتا ہوں اور پروردگار کی عبادت کرتا ہوں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا عدل و انصاف سے کام لیتا ہوں۔عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا درویشوں پر سخاوت کرتا ہوں۔جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے جواباً کہا میں نے درویشی اور پردہ پوشی اختیار کر رکھی ہے۔آنحضرت ﷺ نے چادر انہیں دے دی اور فرمایا کہ امر حق بھی یہی تھا کہ جو یہ جواب دے اسے یہ چادر دینا۔

بعد ازاں آپؒ نے فرمایا۔شاید یہ ملفوظ اہل مجلس میں سے کسی نے بیان کیا (مرتب ملفوظات) ایک شخص نے گواہی دی خود آنحضرت ﷺ کے حضور میں کہ میں نے ایک شخص کو ایک عورت کے ساتھ جمع دیکھا ہے۔آنحضرت ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھیجا کہ جا کر معلوم کریں کہ معاملہ کیا ہے وہ حیران تھے کہ اگر مسجد میں نہ جاؤں تو بے فرمان بنتا ہوں۔اور اگر جاتا ہوں تو ایک مسلمان کا عیب دیکھوں گا اور اس کی پردہ دری کروں گا۔آخر اپنی آنکھوں پر ایک کپڑا باندھا۔زمین پر ایک ڈنڈہ مارتے ہوئے گئے تاکہ اس کی آواز سن کر دونوں بھاگ

Marfat.com

جائیں۔ آنکھوں پر کپڑا باندھے اور ہاتھوں میں ڈنڈہ لیے وہ مسجد میں گھومتے رہے اور فرماتے تھے کوئی مسجد میں ہے یا نہیں۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے پوچھا کہ آپ نے مسجد میں کسی کو دیکھا۔ انہوں نے عرض کیا اپنی آنکھ سے کسی کو نہیں دیکھا۔ حضرت محبوب سبحانیؒ نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس طرح پردہ پوشی کیا کرتے تھے کہ کوئی کیا کرے گا۔

☆☆☆

Marfat.com

مجلس نمبر ۳۲

مریدوں کے اعتقاد اور بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات کے بیان میں

۴ محرم ۱۳۱۲ھ / ۲۷ جون ۱۸۹۵ء

قدم بوسی کی سعادت حاصل کی۔ ماہ مذکور کی نو تاریخ (۲ جولائی) کو رخصت طلب کرنے کے لیے مجلس میں حاضر ہوا۔ مریدوں کے اعتقاد کے متعلق بات شروع تھی۔ آپ نے فرمایا اس زمانے میں لوگوں کا اعتقاد اس قدر ناقص ہو چکا ہے کہ ان کی مرضی کے مطابق ان کے کام ہوتے رہیں تو اعتقاد بھی قائم رہتا ہے اور اگر کوئی کام ان کی مرضی کے خلاف ہو جائے تو اسی وقت اعتقاد فاسد ہو جاتا ہے۔ اس وقت پیر بھی ان کا اعتقاد قائم رکھنے کے لیے دلجوئی شروع کر دیتے ہیں۔ اگر حق گوئی اختیار کریں تو کسی کا اعتقاد ثابت نہ رہے۔

اس موقع پر آپؒ نے فرمایا کہ کسی کا قول ہے آج کل کرامات کوئی نہیں ملاقات باقی ہے یعنی اس زمانے میں پیری اور مریدی رسم ملاقات پر قائم ہے اور ملاقات خاطر مدارات پر منحصر ہے۔ اعتقاد ایسی چیز ہے کہ پوشیدہ نہیں رہتا بلکہ ہر کام میں ظاہر ہوتا ہے۔ اگرچہ ہر شخص اعتقاد کا دعویٰ کرتا ہے مگر جب امتحان کا وقت آئے تو تمام ناکام رہتے ہیں۔ یہ گیند ہر ایک کے ہاتھ میں نہیں آتی اس کے بعد آپؒ نے فرمایا۔ یہ معاملہ گیند کے کھیل کی طرح ہے ہر ایک گیند لے جانا چاہتا ہے لیکن گیند صرف ایک آدمی کی قسمت میں ہوتی ہے اور باقی خالی رہ جاتے ہیں۔ آپ زبان مبارک پر یہ شعر لائے۔[1]

عشق بازی طفل بازی نیست اے دل سرباز
زانکہ گوئی عشق نتواں زد بچوگان ہوس

---

[1] اے دل عشق کرنا بچوں کا کھیل نہیں سر کی بازی لگا دے اس لیے کہ عشق کی گیند کو حرص کے بلے سے مار نہیں سکتے۔

Marfat.com

غرض یہ کہ جس کا خاتمہ اس حالت میں ہوا کہ اس کا اعتقاد ثابت رہا تو یہ گیند اس کے نصیب میں جاتی ہے۔

بعد ازاں آپؒ نے فرمایا کہ ایک بزرگ کے بہت سے مرید تھے اور اس کی خدمت میں مشغول رہتے تھے۔ ایک شتر راستہ پر سے آیا اس نے سلام کیا اور چلا گیا۔ مریدوں نے تعجب کیا کہ بڑا گستاخ اور بے ادب تھا۔ اونٹ سے اترا تک نہیں اور واپس چلا گیا۔ اس بزرگ سے پوچھا گیا کہ یہ کون تھا؟ انہوں نے کہا میرا مرید ہے۔ لوگوں نے کہا بڑا بے باک ہے۔ بزرگ نے فرمایا تم ہزار میں وہ ایک بہتر ہے۔ ان مریدوں کا شک بڑھ گیا بزرگ نے کہا۔ اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ شیخ کو کوئی حاجت پیش آئی ہے یہ پیغام سنتے ہی وہ بالا خانہ پر آیا اور منادی کی کہ اپنی تمام جائداد بیچنا چاہتا ہوں۔ جس نے سنا خرید لی۔ آپؒ نے فرمایا سستی بیچنے اور مہنگی خریدنے میں دیر نہیں لگتی۔ الغرض تمام جائداد بیچ کر اور اپنی لڑکیاں ساتھ لے کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور کہا۔ ان لڑکیوں کو نہیں بیچا کہ شاید یہ کام آپ کی مرضی کے موافق نہ ہو۔ بزرگ مذکور نے تمام مریدوں کی طرف نظر کی اور کہا تم میں سے کوئی ایسا ہے جو اس قسم کا اعتقاد رکھتا ہو اور اسی طرح اپنا مال و متاع میری ضرورت کے لیے فدا کر دے۔ تمام نے سر جھکا لیا اور عاجز آ گئے۔ آپ نے فرمایا اعتقاد اسے کہتے ہیں کہ جب فرمان پہنچے تو اس کے بجا لانے میں دریغ نہ کرے۔ خواہ تمام مال و جان جاتا رہے۔ یہ نہیں کہ اپنی غرض اور حاجت کے لیے معتقد ہو اور مصیبت کے وقت منحرف ہو جائے۔ آپؒ نے پھر فرمایا کہ کوئی شخص ایسا نہیں جو ہر حال میں یکساں رہے پھر اس دعا گو کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ کیا یہ واقعات درست ہیں یا نہیں۔ آمین کہہ کر بندہ تسلیم بجا لایا۔

مذکورہ بالا تاریخ کو حافظ الہ دین، مولوی سراج الدین امام مسجد اور امیر بخش ملتانی وغیرہ حاضر تھے۔ خوشی محمد نام کا ایک شخص تھا۔ اس کا بیٹا فضل الٰہی گھر چھوڑ کر حضرت محبوب سبحانیؒ کی خدمت میں حاضر ہو گیا تھا۔ اس نے عرض کہ اس لڑکے کو فرمائیں کہ گھر جائے اور عمدہ لباس

Marfat.com

پہنے۔ یہ پرانا اتار دے کہ ہمیں اس سے شرم آتی ہے۔ حضرت محبوب سبحانیؒ نے فرمایا کہ یہ لڑکا پندو نصیحت کی تاب نہیں رکھتا۔ جتنی نصیحت کریں۔ گریہ وزاری کرتا ہے۔ ہم ڈر جاتے ہیں اور حق تعالیٰ کی بے نیازی سے خوف زدہ ہو کر خاموش ہو جاتے ہیں اور ایسے دردمندوں کو آزردہ نہیں کر سکتے۔

اس موقع پر ایک سفید ریش جو جلالپور شریف کے ترکھانوں میں سے بابا پھلا نامی تھا، آیا اور اس نے سلام عرض کیا۔ اس کے ساتھ آپؒ مخاطب ہو گئے اور پوچھا کہ کیا تم نے کنویں کو آباد کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا ہے وہ کنواں لنگر شریف سے مشترکہ تھا۔ اس نے کہا میں نے ارادہ ملتوی نہیں کیا۔ پاکپتن شریف گیا تھا۔ آپؒ نے تبسم فرمایا اور کہا وہاں کے حالات بیان کرو۔ اس نے عرض کیا میں نے یہ دیکھا کہ پہلے دیوان صاحب اللہ جوایا مرحوم کے بڑے فرزند نے کنجی لے کر بہشتی دروازہ کھولنا چاہا لیکن قفل نہ کھلا۔ ضلع کا انگریز حاکم حاضر تھا۔ اس نے چھوٹے لڑکے کو چابی دی ہوئی تھی۔ قفل اس کے ہاتھ کھلا۔ انگریز نے بابا صاحب کا پانچ سو روپیہ نذرانہ پیش کیا اور کہا کہ تمہارے مقدمے کا فیصلہ خود بابا صاحبؒ نے کر دیا ہے اور حکم لکھا کہ مقدمہ کا خرچ انہیں واپس دیا جائے۔ اس دعا گو نے عرض کی کہ شاید دونوں بھائیوں کے درمیان سجادگی کا مقدمہ تھا۔ آپؒ نے فرمایا کہ مدت سے مقدمہ چلا آتا تھا اور دونوں طرف سے چالیس چالیس ہزار روپیہ خرچ ہو گیا ہے۔ امیر بخش ملتانی نے عرض کی کہ دیوان صاحب اللہ جوایا مرحوم چھوٹے بیٹے کی طرف توجہ رکھتے تھے اور انگریز بڑے بیٹے کے حق کو ثابت کرتا تھا۔ ممکن ہے یہ واقعہ اس کے برعکس بھی ہو۔ حضرت محبوب سبحانیؒ نے فرمایا کہ مشائخ کی خلافت کا حق اسے پہنچتا ہے جو وصی ہو خواہ وہ صاحب اولاد ہی کیوں نہ ہو۔ اور اولاد کے بڑے چھوٹے ہونے کا بھی دخل نہیں ہوتا۔ اسے ملحوظ نہیں رکھا جاتا آپ نے فرمایا کہ یہاں میراں شاکر شاہ مرحومؒ کی خانقاہ پر پھو شاہ مجاور تھا۔ اس کی اولاد خانقاہ کا نذرانہ وصول کرتی تھی یہ عمر شاہ ڈھیری والا جو میراں شاکر شاہ کی اولاد ہے

Marfat.com

یہاں آیا اور اس نے دعویٰ کیا کہ خانقاہ کی آمدنی ہمارا حق ہے۔ چونکہ ہم نے کتاب میں مسئلہ دیکھا ہوا تھا کہ خلافت وصی کا حق ہوتا ہے ہم منتظر تھے کہ اس مقدمہ میں کون سی بات ثابت ہوتی ہے۔ پس انگریز نے فیصلہ لکھا کہ اگر عمر شاہ خانقاہ پر جائے تو اسے پچاس روپیہ جرمانہ وصول کیا جائے۔ خانقاہ کی آمدنی کے مستحق مجاور ہیں۔

اس موقع پر آپؒ نے فرمایا کہ بابا فریدالدین گنج شکر جب پاکپتن میں آئے تو ایک عورت کا لڑکا گم ہوگیا تھا۔ اس نے ان کی خدمت میں عرض کی کہ ایک ہی لڑکا تھا گم ہوگیا ہے۔ دعا فرمائیں کہ واپس آجائے۔ بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مراقبہ کیا اور دیکھا کہ وہ لڑکا گجرات کے نواح میں بچھڑے چراتا ہے۔ اپنے باطن کے زور سے اس کا بازو پکڑا اور اپنے گھر میں لا پھینکا۔ آپ نے عورت کو اشارہ کیا کہ گھر جاؤ عورت آئی اور اسے گھر میں موجود پایا۔ وہ پھر آپ کی خدمت میں آئی اور عرض کی کہ یہ پانچ کنال اراضی میں نے آپ کی نذر کی ہے۔ قبول فرمائیں۔ بابا صاحبؒ نے انکار کر دیا کہ ہمیں اس کی کیا ضرورت ہے۔ عورت نے منت سماجت کی کہ میں نے صدق نیت سے نذر کی ہے۔ اس کے ثواب سے مجھے محروم نہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا تمہاری روزی کا ذریعہ یہی ہے۔ کوئی اور ذریعہ نہیں ہے۔ اس شرط پر قبول کرتا ہوں کہ دونوں وقت کھانا ہمارے لنگر سے کھاؤ۔

حضرت محبوب سبحانیؒ نے فرمایا کہ وہ عورت اور اس کا بیٹا تا دم مرگ لنگر سے کھانا کھایا کرتے تھے۔ ان کی فوتیدگی کے بعد دو مدعی دعویٰ حاکم کے پاس لے گئے کہ زمین حقیقت میں ہماری ہے اور یہ فقیر جبر سے اس پر قابض ہوگیا ہے۔ حاکم نے بابا صاحب سے جواب دعویٰ طلب کیا۔ آپؒ نے فرمایا ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ اس کے پاس جائیں۔ اس نے پھر طلبی کی۔ آپؒ نے فرمایا ہم یہاں سے حرکت نہیں کریں گے۔ البتہ اس گردن شکستہ کو کہو جواب دعویٰ اس زمین سے طلب کرے کہ کس کی ملکیت میں ہو۔ آخر حاکم موقع پر آیا بابا صاحبؒ نے بھی ایک

Marfat.com

درویش ساتھ روانہ کیا۔ حاکم نے درویش کو کہا کہ زمین سے جواب مانگو۔ درویش نے پہلوتہی کی اور کہا کہ مدعی پوچھیں جو اسے ملکیت سمجھتے ہیں۔ وہ عاجز آ گئے۔ حاکم نے درویش سے التجا کی۔ درویش نے زمین کو مخاطب کر کے کہا۔ مجھے بابا صاحبؒ نے بھیجا ہے۔ خداوند تعالیٰ کے حکم سے سچ کہو کہ تو کس کی ملکیت ہے۔ زمین نے کہا میں بے چاری پانچ کنال زمین کیا کہوں بلکہ مشرق سے مغرب تک تمام زمین بابا صاحبؒ کی ملکیت میں ہے۔ حاکم نے جب جواب سنا تو حیران رہ گیا اور واپس لوٹا۔ ابھی اس زمین کی سرحد سے نہیں گزرا تھا کہ گھوڑے سے گر پڑا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ حضرت محبوب سبحانیؒ نے فرمایا کہ بابا صاحب قدس سرہٗ کا روضہ مبارک اسی زمین میں ہے اور دیوار حرم اس پر بنی ہے۔ بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ مسئلہ ہے کہ تمام وحشی جانور، پرندے وغیرہ اور بے جان چیزیں جو زمین میں موجود تھیں۔ انہوں نے بھی گواہی دی تھی کہ ہم بابا صاحبؒ کی ملکیت میں ہیں اور ان کے تابع ہیں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جن وانس وغیرہ میں بابا صاحب کے ہزاروں خلیفے ہوئے ہیں کہ شمار میں نہیں آتے۔ سبحان اللہ بارگاہ حق تعالیٰ میں انہیں ایسی منظوری حاصل ہوئی ہے کہ ولی اللہ وہاں تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ یہ بھی دیکھو کہ اس ناقص زمانے میں جب کہ پیغمبر ﷺ کے بعد بارہ تیرہ سو سال گزر چکے ہیں کسی ولی سے یہ کرامت ظاہر نہیں ہوئی کہ کھلنے والا بہشتی دروازہ بنایا ہو۔ دوسرے یہ کہ جو قفل ایک سال تک بند رہے توڑے بغیر کھلتا نہیں لیکن یہاں اشارے سے چابی دامن میں گر پڑتی ہے۔

اس کے بعد آپؒ نے ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ اکبر بادشاہ نے روضہ شریف کے اردگرد کی بارہ کوس تک زمین ان کے لنگر شریف کو جاگیر کے طور پر معاف کر دی تھی۔ یہ بادشاہ ایک بار بہشتی دروازہ میں سے گزرنے کے لیے یہاں آیا اور اس وقت کے دیوان صاحب کو کہا کہ دروازہ کھول دیں۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ دروازہ محرم کی پانچویں کے بغیر نہیں کھلتا۔ البتہ بہشتی

Marfat.com

دروازے میں کوئی سوراخ دیکھ کر ہاتھ یا انگلی میں سے اندر گزاریں۔ شاید اسے دروازہ میں سے گزرنے کے جا بجا شمار کر لیا جائے۔ بادشاہ نے اسی طرح کیا۔ مگر اس کا وزیر جو اس کے ہمراہ تھا۔ فاسد الاعتقاد تھا۔ اس نے بادشاہ کو کہا کہ آپ کی بادشاہی کی قدر نہیں کی گئی۔ جاگیر ضبط کر لی جائے یا ان سے کوئی کرامت طلب کی جائے آخر مشورہ کر کے یہ مکر کیا کہ ایک زندہ آدمی کو دم کشی سکھا کر چار پائی پر لٹا دیا اور میت کے بہانے مخلوق کو جنازے پر بلایا۔ دیوان صاحب ؒ کو خبر دی گئی کہ اس میت کے جنازہ کے لیے آئیں۔ دیوان صاحب ؒ نے ایک درویش بھیج دیا۔ انہوں نے منت ساجت کی کہ اس میت کی مغفرت کے لیے آپ کو بلایا ہے۔ خدا کرے آپ کی برکت سے بخشا جائے۔ آخر دیوان صاحب جنازے کے لیے آئے۔ آگے جا کر آپ خاموش کھڑے ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد منہ پیچھے کر کے فرمایا اس کا والی کون ہے؟ کسی نے کہا میں ہوں۔ آپ نے فرمایا اس کے لیے جنازہ کی تکبیر پڑھوں۔ اس نے کہا آپ پڑھیں۔ دو تین بار اسی طرح چہرہ مبارک صفوں کی طرف کر کے اجازت مانگتے تھے۔ اور چپ ہو جاتے تھے۔ آخر آپ نے تکبیر کہی اور جنازہ پڑھا۔ اس شخص کے جو والی تھے میت کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے اٹھو۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ تو مر چکا ہے۔ دیوان صاحب ؒ نے فرمایا اب اس کے دفن کرنے کا حیلہ کرو۔ یہ تو قیامت تک نہیں اٹھے گا۔ وہ روئے پیٹے۔ دیوان صاحب ؒ نے فرمایا کہ جب مجھے اس شخص کے جنازہ کے لیے بلایا گیا تو میں بابا صاحب ؒ کو دیکھ رہا تھا کہ جناب الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہے تھے خداوندا۔ میری اولاد کی پردہ پوشی کریں۔ میں کئی بار پیچھے ہٹا اور اجازت مانگی کہ شاید ان لوگوں کو عقل و ہوش آجائے اور اس بات سے باز آجائیں تا کہ ناحق خون میرے ذمے نہ پڑے۔ کیونکہ اس وقت روح قبض کرنے والے فرشتے کو بھی سامنے دیکھ رہا تھا۔

جب یہ کرامت لوگوں نے دیکھ لی تو دوسری بار وزیر نے ایک نیا حیلہ اور مکر کیا اور بادشاہ کو کہا۔ انہیں کہیں کہ میں بیت اللہ شریف میں نماز پڑھنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ ہمت کر کے ایسا کر

Marfat.com

سکیں تو بہتر ہوگا۔ اگر ان سے یہ بات صادر ہو جائے تو جاگیر کی معافی قائم رکھیں ورنہ ضبط کر لیں۔ بادشاہ جب یہ سوال دیوان صاحبؒ کی خدمت میں لے گیا تو انہوں نے فرمایا۔ اس وقت تو جو سوال بھی رکھتا ہے ظاہر کر دے۔ بابا صاحبؒ کی برکت سے پورا ہو جائے گا۔ ہمیں تمہاری جاگیر اور معافی کی ضرورت نہیں۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ تمہارا عقیدہ فاسد نہ ہو کیونکہ تیرے عقیدہ کے فساد سے تمام ملک تباہ و برباد ہو جائے گا۔ آخر دیوان صاحبؒ نے فرمایا۔ آنکھیں بند کرو اور اپنا پاؤں میرے پاؤں پر رکھو۔ اس نے اسی طرح کیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ بیت اللہ شریف میں موجود ہے۔ نماز ادا کر کے اس نے واپسی کی درخواست کی۔ دیوان صاحبؒ نے فرمایا اگر اسی طرح خالی ہاتھ واپس جائے گا تو تیرے وزیر کو کیسے یقین آئے گا کہ تو نے بیت اللہ شریف میں جا کر نماز ادا کی ہے اور دوسرے لوگوں کو بھی کیا پتہ چلے گا۔ یہاں سے کوئی چیز ہاتھ میں پکڑ لے تاکہ تو انہیں جا کر دکھائے کہ بیت اللہ شریف سے لایا ہوں۔ اس نے کسی درخت کے پتے ہاتھ میں لے لیے اور پہلے کی طرح دیوان صاحبؒ کی ہمت سے پاک پٹن شریف میں پہنچ گیا۔ اتنی کرامتیں دیکھنے کے بعد بھی اس وزیر بے پیر کے کہنے پر یہ بات قرار پائی کہ اس جاگیر سے روئی اور گنے کا مالیہ وصول کیا جائے گا۔ باقی سب کچھ معاف ہے۔ اب قضائے الٰہی سے ایسا ہوا کہ یہ دونوں فصلیں اس زمین میں پیدا نہیں ہوتیں۔ یا اگر پیدا ہو جائیں تو بالکل تھوڑی سی ہوتی ہیں۔

یہ تمام کرامات بیان کر کے حضرت محبوب سبحانیؒ نے فرمایا کہ اس وقت انگریزوں نے جہاں کہیں بزرگوں کے مکانات پر مخلوق کا اجتماع ہوتا ہے۔ بند کر دیا ہے۔ مگر یہاں پاک پٹن شریف میں خلق اللہ کو روکنے کے لیے جس قدر انتظامات کیے گئے ہیں مخلوق کا آنا اور زیادہ ہو گیا ہے۔ لاجرم دیوان صاحبؒ کے پاس جا کر التجا کی گئی کہ آپ خود کوئی حیلہ کر کے اس مخلوق کو منع کریں کیونکہ اجتماع سے حکام کا بڑا حرج ہوتا ہے۔ دیوان صاحبؒ نے فرمایا کہ خلق اللہ کو روکنے کی فقیر کو توفیق نہیں۔ البتہ مخلوق کا کھانا جس قدر ہوگا فقیر کے ذمے ہے۔ جس ترکھان نے ذکر شروع کیا تھا

Marfat.com

اس نے عرض کی کہ غریب نواز ہندو وغیرہ اقوام بھی بہشتی دروازہ پر آ کر سلامی دیتے ہیں اور لوٹ جاتے ہیں۔

اس موقع پر اجمیر شریف کا ذکر شروع ہو گیا۔ حضرت محبوب سبحانیؒ نے فرمایا کہ وہاں خواجہء ولی الہند کے عرس پر اس سے بھی زیادہ مخلوق جمع ہوتی جاتی ہے اور فیض پاتی ہے۔ آپؒ نے فرمایا کہ ایک عورت نے وہاں نذرانہ مقرر کیا کہ اگر حق تعالیٰ خواجہ صاحبؒ کی برکت سے مجھے بیٹا عطا فرمائیں تو خواجہ صاحب کا اس قدر نذرانہ دوں گی۔ خواجہ صاحبؒ کی برکت سے حق تعالیٰ نے اسے لڑکا عطا کیا۔ اس بیٹے کو بغل میں لے کر اور نذرانہ ساتھ لے کر خواجہ صاحبؒ کے آستانہ پر آئی۔ اب اتفاق ایسا ہوا کہ عورت نے اپنے بیٹے کو کسی بزرگ کی قبر کے غلاف کے نیچے رکھا۔ جو خواجہ صاحب کی روضہ مقدسہ کے باہر کی طرف مدفون تھے۔ خود قضائے حاجت کے لیے چلی گئی۔ جب واپس آئی تو لڑکے کو غلاف کے نیچے سے اٹھایا لڑکا مردہ تھا۔ اس نے اسے خواجہ صاحبؒ کی تربت کے غلاف کے نیچے رکھ دیا اور کہا میں تو فیض کے لیے حاضر ہوئی تھی نہ کہ نقصان کے لیے۔ دو ایک گھڑیاں گزریں تو لڑکے نے رونا شروع کر دیا۔ عورت نے اٹھایا تو زندہ تھا۔ اسے لے کر رخصت ہو گئی۔ اس رات خواجہ صاحبؒ نے کسی مجاور کو خواب میں فرمایا۔ اس شخص کو قبر کے ساتھ کہیں مجھ سے دور پھینک دو۔ مخلوق الٰہی ہر طرف سے یہاں فائدہ اور فیض کے لیے آتی ہے اور اس شخص نے ناحق خونریزی کا طریقہ اختیار کر رکھا ہے۔ اسی وقت اس بزرگ کی قبر اکھیڑ کر روضہ شریف کے احاطہ سے باہر پھینک دی گئی۔ اس کی لاش بھی وہاں سے منتقل کر دی گئی اور وہاں اس کی قبر کا نام ونشان تک نہ رہ گیا۔ آپؒ نے فرمایا کہ روئے زمین کے نواب ہمیشہ وہ سلامی کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ بے شمار نذر نیاز پیش کرتے ہیں۔ ہر ایک خواجہ صاحب کا علیحدہ علیحدہ عرس کرتا ہے اور لنگر جاری کرتا ہے۔ چنانچہ حیدر آباد کے نواب نے وہاں بہت ہی وسیع مجلس خانہ تعمیر کرایا ہے جو بڑا لمبا چوڑا ہے۔ اس کی تعمیر کرائی ہوئی عمارات کے

Marfat.com

عجائبات کا سمجھنا مشکل ہے۔ تخمیناً کئی لاکھ روپیہ اس کی عمارات پر خرچ ہوا ہے۔

سہ شنبہ ہفتم ماہ صفر ۱۲۱۳ھ/۳۰ جولائی ۱۸۹۵ء قدم بوسی کی سعادت نصیب ہوئی چونکہ لنگر شریف کی تقسیم کا وقت تھا۔ حضرت محبوب سبحانیؒ کے اشارے پر طعام میں مشغول ہو گیا۔ خواجہ تونسویؒ کے عرس مبارک کی تاریخ کے باعث اتنی مخلوق آئی ہوئی تھی کہ شمار مشکل تھا۔ تخمیناً چار ہزار ہوں گے ملفوظات لکھنے کی فرصت نہ مل سکی اور اگلے روز رخصت ہو گیا۔

☆☆☆

marfat.com

Marfat.com

مجلس نمبر ۴۴

خواجہ شمس العارفینؒ کے مجاہدہ اور مسافرت کے بیان میں

۲ ربیع الثانی ۱۳۱۳ھ / ۲۲ ستمبر ۱۸۹۵ء

یک شنبہ کو زمین بوسی کی سعادت حاصل ہوئی چونکہ رات کا وقت تھا آپ نے فرمایا نور عالم ہو۔ ناچیز نے سر تسلیم جھکا دیا اور آپ کے مبارک ہاتھوں کا بوسہ لیا۔ اگلے روز چاشت کے وقت حاضر ہو۔ میاں محمد اشرف اور غلام مصطفیٰ درویش حاضر تھے۔ صاحبزادہ قائم الدین شاہ دامت برکاتہ کی شادی کے کپڑے سینے کے لیے دو درزی بلائے گئے تھے۔ آپ نے دعائے خیر کے لیے ہاتھ اٹھائے اور برکت کے لیے پتاسے تقسیم کرنے کو فرمایا جو سامنے پڑے تھے۔ غلام مصطفیٰ درویش نے انہیں تقسیم کیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اور پتاسے لے لو اور صحن میں جو معمار اور مزدور کام کر رہے ہیں ان میں تقسیم کرو۔ میاں محمد اشرف نے عرض کیا کہ کیا سیال شریف عرضی بھیجی گئی ہے۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ جس وقت شادی کی تاریخ مقرر ہو جائے گی تو نسہ شریف بھی عرضی بھیجی جائے گی کیونکہ قائم الدین شاہ وہیں سے حق دار ہیں۔ یعنی حضرت تونسویؒ سے بیعت ہے۔ شادی کے بعد خود بھی جائیں گے۔

شام کے وقت حلقہ ختم میں حاضر ہوئے۔ ختم شریف کے بعد غلام محمد معمار چکوالی کے اعتقاد کا ذکر شروع ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس سال سیال شریف سفر کے وقت اس نے بڑی ہمت کی تھی۔ مظفر شاہ نے مربہ ہلیلہ کے دو مرتبان ہمارے ہمراہ کر دیے تھے کہ صاحبزادہ سجادہ نشین صاحب سیال شریف کے لیے لے جائیں۔ ان کی فرمائش پر ایک خاص شہر سے مربہ تیار کرایا گیا تھا۔ ہمیں خبر نہیں تھی۔ ہمیں یقین نہیں تھا کہ یہ مرتبان سیال شریف ثابت پہنچ جائیں گے کیونکہ ریل پر چڑھانے اور اتارنے میں خطرہ تھا۔ حالانکہ اہلا کے سٹیشن پر گاڑی زیادہ دیر نہیں ٹھہرتی مگر یہ غلام تیزی سے دونوں مرتبان سر پر اٹھائے ننگے پاؤں گرم پکے فرش پر دوڑتا گیا اور

Marfat.com

مرتبان پہنچا دیئے۔اس کے بعد آپ نے فرمایا جس کسی نے ثمر سعادت حاصل کیا پختہ اعتقاد ہی سے حاصل کیا۔آپ یہ شعر زبان مبارک پر لائے۔

عشق بازی کار بازی نیست اے دل سر باز [1]

زانکہ گوئی عشق نتواں زد بچوگانِ ہوس

اس موقع پر آپؒ نے فرمایا کہ ہمارے حضرت صاحب چالیس سال تک تونسہ شریف کی طرف مسافر رہے جب گھر واپس آتے تھے تو بے قرار ہو جاتے تھے اور پھر روانہ ہو جاتے تھے۔چنانچہ آمد و رفت کی کثرت سے تھل کے ریگستان میں ایک علیحدہ رستہ بن گیا کیونکہ حضور عام مخلوق کی راہ پر نہیں آتے جاتے تھے۔پشمینے کا ایک کمبل ہمیشہ ساتھ ہوتا تھا۔سردی کے موسم میں رات اس میں بسر کر لیتے تھے۔گرمی کے موسم میں نیچے فرش کا کام دیتا تھا۔جب حضرت تونسویؒ مہار شریف یا پاک پتن شریف کے سفر پر جاتے تھے تو وہ حضرت کی سواری کے آگے آگے دوڑا کرتا تھا۔گھوڑے کا زین پوش اور لوہے کا ایک رنبہ پاس ہوتا۔منزل پر پہنچ کر گھوڑے کی صفائی یا اس کے لیے گھاس وغیرہ ان کے ذمے تھا۔یہ خدمت ادا کر کے علیحدہ مکان میں مقیم ہو جاتے تھے۔یہ کام اور طریقہ اس وقت تک جاری رہا جب آپ کی عمر ضعیفی کو پہنچ گئی حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ ایک روز خواجہ شمس العارفینؒ نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ مہار شریف کے سفر میں ہم بہت دوڑے۔منزل پر پہنچے تو تھکے ماندے تھے۔جسم ٹوٹ رہا تھا۔علیحدہ ایک مسجد میں جا کر لیٹ گئے۔خیال آیا کہ اب مجھ سے یہ کام نہیں نبھایا جا سکتا۔فجر کے وقت اس سوچ کی وجہ سے متفکر تھا کہ گڈریا مسجد کے سامنے سے گزرا۔دوہڑا گاتے ہوئے اس نے ایک سخن کہا جس نے میرے دل پر بہت بڑا اثر کیا۔سستی دور ہو گئی اٹھ کھڑا ہوا۔کمر باندھی اور سفر کے لیے تیار ہو گیا۔

---

[1] اے دل عشق کرنا بچوں کا کھیل نہیں سر کی بازی لگا دے اس لیے کہ عشق کی گیند کو حرص کے بلے سے مار نہیں سکتے۔

Marfat.com

اس وقت اس دعا گو نے عرض کی بندہ نے ایک شخص حافظ کرم دین سے یہ نقل سنی ہے کہ ایک دفعہ مہار شریف کے سفر میں ملتان کی منزل سے روانہ ہوئے مولوی صاحب مکھڈوی کے اسباب میں سے کوئی چیز منزل پر رہ گئی۔ استادی کے حق کے سبب اس چیز کے لانے کے لیے خواجہ شمس العارفین واپس ہو گئے۔ کچھ آگے چلنے کے بعد خواجہ صاحب تونسوی نے گھوڑے کی باگ روک لی اور پوچھا کہ مولوی ساہیوالی کہاں گئے ہیں۔ ہمراہیوں نے واقعہ بیان کیا یہ بات سن کر آپ جوش میں آگئے اور فرمایا کہ ہم تمام تو اندھے ہیں۔ راہ نہیں سوجھتی کہاں جائیں۔ مبادا کسی کنویں میں گر پڑیں ایک درویش آنکھوں والا تھا اسے بھی واپس بھیج دیا گیا ہے۔ جس وقت خواجہ شمس العارفین لوٹ آئے اور ملاقات کی تو خواجہ تونسوی نے فرمایا مولوی! میرے ساتھ چلو اور انہیں چھوڑ دو۔

حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ آخری عمر میں جب ہمارے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ضعیف ہو گئے اور مہار شریف کے سفر پر روانگی پیش آئی تو خواجہ صاحب تونسوی نے لانگری کو فرمایا کہ مولوی ساہیوالی کو کونسی سواری دو گے۔ اتفاقاً روانگی کے وقت تو اونٹ اور گھوڑے تمام کے تمام عالم حضرات اور خواص میں تقسیم ہو گئے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابقہ طریقہ کے مطابق پاپیادہ عوام کے ساتھ ہو گئے۔ قافلہ جب مہار شریف پہنچا خواجہ صاحب نے لانگری کو بلایا اور پوچھا مولوی ساہیوالی کو تو نے کونسی سواری دی تھی۔ اس نے عرض کیا ان کے لیے کوئی سواری نہیں بچی تھی۔ خواجہ صاحب کو جوش آگیا اور آپ نے فرمایا اے جھلا تھینویں۔ چنانچہ اس نے اپنا لباس پارہ پارہ کر ڈالا اور بے ہوش گیا اس کے بعد چارپائیوں اور روٹیوں کے تقسیم کرنے والے کو بلایا اور پوچھا کہ کیا تو نے مولوی کو چارپائی دی ہے اس نے کہا حضور نہیں۔ پھر پوچھا کیا مولوی کو عاموں میں روٹی دی گئی تھی یا خاصوں میں۔ اس نے عرض کیا عاموں میں دی تھی۔ اس کے بعد انہوں نے ہمارے حضرت صاحب کو طلب فرمایا اور سواری روٹی اور چارپائی میں سے

Marfat.com

ایک ایک کے متعلق استفسار فرمایا۔ حضرت صاحبؒ نے آسودگی، خوشنودی اور مطلب، کے حصول پر کلمہ شکر کے بغیر اور کچھ نہ کہا۔ خواجہ صاحبؒ نے سن کر فرمایا اب اپنے گھر جاؤ اور آرام سے رہو۔

حضرت محبوب سبحانی کا ملفوظ یہاں پہنچا تو میاں محمد اشرف نے حال میں آ کر یہ شعر پڑھا۔

دنیا شکار گاہ کمینہ سگان ما [1]

عقبیٰ چرای گاہِ خرانِ خرانِ ما

یہ سن کر حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ یہ شعر اس مکتوب کے جواب میں ہے جو بابا صاحبؒ نے غوث بہاؤ الحقؒ کو لکھا تھا۔ بابا صاحبؒ کی رباعیات آپ نے یاد کرنے کی بڑی کوشش کی مگر زبان پر نہ آئیں [1]۔ آپ نے فرمایا بابا صاحبؒ کی رباعیات کا یہ مطلب ہے کہ بابا صاحبؒ نے اپنے فقر اور مسکینی کی حالت کو غوث صاحبؒ کی تونگری اور غناء پر ترجیح دی تھی۔

خواجہ صاحب نے جواباً تحریر فرمایا ہے

دنیا شکار گاہ کمینہ سگان ما　　عقبیٰ چرای گاہِ خرانِ خرانِ ما [2]

جملہ بشر کواکب افلاک انجمن　　جبریل با ملایک از چاکران ما

---

[1] ممکن ہے ان میں سے ایک مندرجہ ذیل ہو جو خواجہ ابوالبرکات سید محمد فضل شاہ صاحب قدس سرہ العزیز نے اپنے وصال کے بعد برادر طریقت حافظ نذر حسین شاہ فاروقی کو ایک مکاشفہ کے موقع پر سنائی تھی۔

خواہم کہ ہمیشہ درہوائے تو زیم　　خاکے شوم و زیر پائے تو زیم

مقصود من بندہ کونین توئی　　از بہر تو میرم ز برائے تو زیم

یعنی میں چاہتا ہوں کہ ہمیشہ تیری خواہش میں زندہ رہوں مٹی ہو جاؤں اور تیرے پاؤں کے نیچے زندہ رہوں۔ مجھ بندہ کا کونین سے تو ہی مقصود ہے۔ تیرے لئے مروں اور تیرے لئے زندہ رہوں۔

[2] دنیا ہمارے کمینے کتوں کی شکار گاہ ہے۔ اور آخرت ہماری اطاعت کرنے والوں کا حکم ماننے کی چراگاہ ہے۔ تمام انسان انجمن کے آسمانوں کے ستارے ہیں جبریل فرشتوں سمیت ہمارے غلاموں سے ہیں

Marfat.com

کرسی وعرش باشد زیر قدم نہاں　　　اسلام و کفر سوزد ازیں امتحان ما ؎

بشنو تو از بہائی سخنہائے اے فرید　　　واللہ شان وحدت در شان شانِ ما

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ باباصاحبؒ کا یہ حال تھا کہ کبھی جوش میں نہیں آتے تھے۔ درگاہ تعالیٰ میں منظوری کا یہ عالم تھا کہ اولیاء اللہ میں سے کوئی اس مرتبہ پر نہیں پہنچا۔

☆☆☆

؎ کرسی اور عرش قدم کے نیچے چھپ گئے ہمارے اس امتحان سے اسلام اور کفر جلتے ہیں۔
اے فرید تم بہاؤالدین سے باتیں سنو اللہ کی قسم شانِ وحدت ہماری شان ہی شان ہے۔

Marfat.com

مجلس نمبر ۴۴

صاحبزادہ محمد امین سیالویؒ کی آمد ورفت کے بیان میں

دوشنبہ کے روز ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۱۳ھ / ۷ اکتوبر ۱۸۹۵ء کو خاک بوسی کی دولت تک رسائی حاصل ہوئی۔ سیال شریف سے صاحبزادہ محمد امین صاحب آئے ہوئے تھے۔ چونکہ غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک کی رات تھی اور تمام لوگوں کے بعد مجلس میں تشریف لائے۔ حضرت محبوب سبحانی ان کی تعظیم اور آداب کے لیے چند قدم اٹھ کر گئے اور استقبال کیا۔ اپنے مصلے پر بٹھایا اگلے روز صاحبزادہ صاحب تشریف لے گئے۔ حضرت محبوب سبحانی اور تمام درویش انہیں الوداع کہنے کے لیے ہمراہ تھے۔ چونکہ دونوں حضرت ہمدوش جارہے تھے۔ مبارک وقت تھا۔ قوالوں نے پنجابی میں چند بیت پڑھے۔ ایک مصرعہ یہ ہے۔

میرے بھاگ سولڑے نوشوہ میں گھر آیا

اس کے بعد انہوں نے خواجہ علی احمد صابر کی یہ غزل پڑھی۔

امروز شاہ شاہاں مہماں شد است مارا جبریل با ملایک دربان شد است مارا [1]

در جلوہ گاہے وحدت کثر کجا بگنجد ہژدہ ہزار عالم یکساں شد است مارا

در محفل گدایاں مرسل کجا بگنجد بے برگ و بینوائی ساماں شد است مارا

ما خانہء جہاں را بسیار سیر کردیم اے شیخ بت پرستی ایمان شد است مارا

---

[1] آج بادشاہوں کا بادشاہ ہمارا مہمان ہوا جبریل علیہ السلام فرشتوں کے ہمراہ ہمارے دربان ہوئے۔
وحدت کی جلوہ گاہ میں کثرت کہاں سما سکتی ہے۔ اٹھارہ ہزار عالم ہمارے لیے ایک ہو گئے ہیں۔
فقیروں کی محفل میں پیغام لانے والے کی گنجائش کس طرح ہمارا ساماں بے فائدہ اور مفلس ہو گیا۔ (بے قیمت ہو گیا) ہم نے دنیا کی بہت سیر کی اے شیخ بت پرستی ہمارا ایمان ہو گیا۔

Marfat.com

احمد بہشت ودوزخ برعاشقاں حرام است   ایں جا رضائی جاناں رضواں شداست مارا [1]

جب حضرت محبوب سبحانی کے والدین کی خانقاہ کے قریب پہنچے جو شہر سے مغرب کی طرف راہ میں ہے ہر دو حضرات نے رخصت کے ارادے سے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ایک دوسرے کے قدموں کو چھونے کے لیے جھکے۔آخر ایک دوسرے کو گلے لگایا۔صاحبزادہ صاحب کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔حضرت محبوب سبحانی تبسم اور شفقت فرمارہے تھے۔جب رخصت ہوئے تو صاحبزادہ صاحب سوار نہ ہوئے۔حضرت محبوب سبحانی ان کی تعظیم کے لیے کھڑے رہے۔جب دور جا کر سوار ہوئے تو آپ نے اپنے دولت خانہ کی طرف مراجعت فرمائی۔

اگلے روز چند افراد کے ساتھ حاضر خدمت تھا پوٹھوہار کے موضع کھنگر کے ایک شخص عمر دین نے قدم بوسی کی۔آپ نے فرمایا کہ احمد دین درویش قائم الدین شاہ کی شادی کے لیے غلہ خریدنے اس طرف گیا تھا۔اس نے عرض کی کہ ہم نے اپنے گھروں سے سستے بھاؤ غلہ دے کر اونٹوں پر بار کرایا تھا۔اور موضع دولیال ضلع جہلم کی چکیوں پر بھیج دیا تھا۔یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ ہم نے اسے منع کر دیا تھا کہ کسی کو تکلیف نہ دینا۔عمر دین نے عرض کی کہ ہم نے خوشی اور رضا مندی سے اسے غلہ دیا تھا۔اس نے بالکل نہیں کہا اور نہ ہم تکلیف سمجھی۔آپ نے فرمایا۔عمر دین تمہاری یہاں تکلیف کوئی فائدہ نہیں پہنچاتی کیونکہ اگر کوئی پانی کا گھڑا دریا میں ڈالے۔دریا میں کوئی زیادتی نہیں ہو جاتی۔اور اگر دریا میں سے گھڑا بھر لے تو دریا میں کمی نہیں ہو جاتی۔اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ بعض اوقات ہم خود بھی حیران ہوتے ہیں کہ اتنا خرچ کہاں سے آتا ہے۔

☆☆☆

---

[1] اے احمد! عاشقوں پر بہشت اور دوزخ حرام ہیں اس جگہ محبوب کی رضا ہماری خوشنودی ہے۔

Marfat.com

مجلس نمبر ۳۵

چودھویں صدی کے چودھویں سال کے مقالات

حضرت کے خواہرزادہ نواب شاہ کی بیماری اور معالجہ کے بیان میں

ماہ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ/ اگست ۱۸۹۶ء کے جمعہ کے روز قدمبوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔اس وقت حضرت محبوب سبحانی کے بھانجے اور داماد نواب شاہ صاحب درد گردہ سے بیمار تھے۔انہوں نے ایک شخص کو حضور کے پاس بھیجا کہ جس حکیم کو ہم مڑیالہ سے لائے تھے۔اس کے معالجہ سے آپ نے منع فرمایا، آپ نے قاضی محمد عالم حکیم پٹواری کو بھی رخصت فرما دیا ہے، اب کیا کیا جائے اور اس قاضی محمد عالم نے حضرت محبوب سبحانی کے فرمان کی تعمیل کرتے ہوئے نواب شاہ صاحب کا علاج مسہل سے کیا تھا اور اس بڑا فائدہ ہوا تھا۔لیکن ابھی کچھ درد باقی تھا۔ اس نے مدر بول ادویات لکھ کر دی تھیں اور خود احمد خان کالسی کے ہمراہ رخصت ہو گیا تھا مگر حضور کی مرضی نہیں تھی کہ قاضی یہاں سے جائے۔نواب شاہ صاحب کے بھیجے ہوئے آدمی نے کہا کہ اب قاضی مذکور کے پیچھے کس کو روانہ کیا جائے۔اس بات کی وجہ سے حضرت محبوب سبحانی متفکر تھے کہ قاضی مذکور دوپہر کے وقت حاضر خدمت ہو کر زمین بوس ہوا۔آپ نے تبسم کیا اور فرمایا ہمارا شکوہ ہو رہا تھا کہ حکیم وہ لائے تھے اسے ہم نے منع کر دیا اور قاضی صاحب کو بھی رخصت کر دیا، اب فرمائیں تو کسی کو قاضی کے پیچھے روانہ کیا جائے۔ہم نے کہا قاضی اب دور چلا گیا ہے۔آپ نے قاضی صاحب کو فرمایا آپ کا آنا نیک امر ہے ہمیں کسی کو بھیجنے کی ضرورت نہیں پڑی۔

قاضی مذکور نے غریب راقم سطور پر ظاہر کیا کہ حضور سے رخصت لے کر آدھی رات کے وقت احمد خان کے ہمراہ روانہ ہو گیا۔مگر مجھے نہ ہوش تھا نہ خبر کہ کہاں جا رہا ہوں۔میری دونوں ٹانگیں چلنے سے سست اور بے کار ہو گئیں۔اس لیے دو تین کوس چل کر ایک تالاب پر تہجد

Marfat.com

پڑھی اور ہمراہیوں کو وداع کر دیا۔ وہاں بے ہوشی کی حالت میں لیٹ گیا حتیٰ کہ سورج نکل آیا۔ راہگیر میرے قریب سے گزرتے تھے اور کہتے تھے کہ شاید یہ مسافر پڑا ہے یا بیمار ہے۔ یہ آوازیں سنتا تھا مگر لیٹا ہوا تھا۔ دھوپ تیز ہو گئی۔ موضع وگھر کا مسمی تا تار خان آیا، میرے ہاتھ کو پکڑ کر اٹھایا اور مجھے اپنے ہمراہ حضرت محبوب سبحانی کی خدمت میں واپس لایا۔

رشتہ در گردنم افگندہ دوست [1]

می کشد ہر جا کہ خاطر خواہِ اوست

☆☆☆

[1] دوست نے میری گردن میں ایک ڈورا ڈال دیا ہے۔ جہاں اس کا دل چاہتا ہے وہاں لے جاتا ہے۔

Marfat.com

مجلس نمبر ۳۶

بوعلی قلندر خواجہ معین الدینؒ اور دیگر بزرگوں کے روضہ کے بیان میں

ہندوستان کا ایک شخص گوہر اور چند دیگر افراد مجلس میں حاضر تھے۔ گزشتہ جمعہ کے بعد کے اتوار کا روز تھا۔ حضرت محبوب سبحانی نے گوہر سے پوچھا کیا شاہ شرف قلندر رحمۃ اللہ علیہ کا روضہ پانی پت میں ہے۔ اس نے عرض کیا کہ تین مقامات پر ان کا روضہ مشہور ہے۔ پانی پت، کرنال اور بڈھا کھیڑا۔ ہر قصبے کے لوگ اپنے دعوے کی صداقت پر فخر کرتے ہیں۔ اس نے نقل بیان کی قلندر صاحب کے زمانے میں ایک قاضی صاحب اور ان کا آپس میں جھگڑا تھا۔ ہر ایک نے دوسرے کو بد دعا دی تھی۔ قلندر صاحب نے کہا کہ جس کسی کا گدھا گم ہو گیا تیری قبر پر ملے گا۔ قاضی صاحب نے کہا تیری قبر بھی گم ہو جائے گی اور کسی کو معلوم نہیں ہو گا کہ کہاں ہے۔ چنانچہ اس وقت تک جس کسی کے گدھے گم ہوتے ہیں قاضی صاحبؒ کی قبر پر ملتے رہیں اور قلندر صاحبؒ کی قبر بھی نہیں ملتی۔ تاہم دوسری جگہوں کی نسبت پانی پت میں رونق زیادہ ہے اور مبارز خان کی قبر بھی جو ان کا معشوق تھا پانی پت میں ان کے مزار کی پائنتی میں موجود ہے۔

اس موقع پر حافظ الہ دین نے کہا کہ مخدوم جہانیاںؒ کا روضہ مبارک بھی بہت سے مقامات پر ہے۔ حضرت محبوب سبحانی نے زبان مبارک سے فرمایا کہ مردان خدا فیض الٰہی کا منبع ہوتے ہیں چنانچہ مخدوم صاحبؒ جنہوں نے تمام روئے زمین کی سیر کی تھی۔ جہاں جہاں بھی جا بیٹھے وہی جگہ مخلوق کی زیارت گاہ بن گئی۔ آپ نے فرمایا کہ اس پہاڑ میں بھی ایک چشمہ ہے اس میں سے سرمہ بھی نکلتا ہے فقیر وہاں مقیم رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ مخدوم صاحبؒ کا مقام ہے۔
آپ نے فرمایا کہ مخدوم صاحب بھی خاندان چشتیہ میں سے تھے اور خواجہ نصیر الدینؒ چراغ دہلی سے ان کی بیعت تھی۔ آپ نے فرمایا کہ ولایت ہند کی بادشاہی خواجہ معین الدین چشتیؒ اجمیری

Marfat.com

کے سپرد کی گئی ہے اور کسی کا اس سے واسطہ نہیں۔ چنانچہ اب بھی ہندوستان کے تمام نواب کیا ہندو اور کیا مسلمان خواجہ صاحبؒ کے مرید کہلاتے ہیں۔ ہر ایک نے نذرانہ تنخواہ کے طور پر مقرر کر رکھا ہے۔ وہاں ایک مجلس خانہ تعمیر کرایا ہے۔ روئے زمین پر ایسی عجیب عمارت نہیں پائی جاتی۔ ہر روز دو مرتبہ مزار شریف کو صندل کے پانی سے غسل دیا جاتا ہے۔ اس طرح صندل کا جو بورہ قبر مبارک پر رہ جاتا ہے مجاور احتیاط سے اکٹھا کر کے تبرک کے طور پر اسے بیچتے ہیں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اب بھی مزار شریف کی جاگیر ایک لاکھ پچیس ہزار روپے کے برابر مقرر ہے۔ پہلے زمانے میں اس سے بھی زیادہ تھی۔ اس جاگیر سے روضہ شریف کے ملازموں کو تنخواہ پر خرچ کیا جاتا ہے اور شاہی کارخانوں کی طرح ملازموں کے گلے میں خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام کا ایک منقش چپڑاس ہوتا ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ مدفون خزانوں کا بھی شمار نہیں۔ مخمل کے بنے ہوئے خیمے سنہری چوبیں زربفت کے سائبان، اطلس کے فرش اس سب کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کون ہے جو ان کو گن سکے۔ ۶ رجب کو عرس شریف کے روز ہندوستان کے تمام بادشاہ نواب اسباب کے ساتھ اس خیمہ گاہ کے سائے میں سکونت اختیار کرتے ہیں۔ خواجہ صاحب کے مزار پر ایک لعل موجود ہے جس کی قیمت کی حد نہیں۔ طاقوں کے ساتھ صندل کا ایک دروازہ ہے جو کسی بادشاہ کے پاس بھی نہیں ہوگا۔ سلطان محمود غزنوی یا اکبر بادشاہ دہلی سومنات کے ملک سے لایا تھا اور نذر کے طور پر روضہ شریف نصب کر دیا۔ اب نواب حیدر آباد نے اس کی جگہ سنہری دروازہ نصب کرایا ہے اور اسے خواجہ صاحبؒ کے مال خانہ میں جمع کرا دیا ہے۔ مس کی دیگیں اور ایک نواب حیدر آباد کی دیگ موجود ہے۔ سو من چاول اس میں پکتا ہے۔ خواجہ صاحبؒ کے زمانے کا ایک پانی کا چشمہ ہے۔ اس کے پانی کے بغیر چاول پکتے ہی نہیں تھے۔ ایک بار نواب مذکور نے باہر سے صاف پانی منگوایا اور اگرچہ نیچے بہت ایندھن جلایا لیکن چاول نہیں پکتے تھے۔ آخر وہ پانی نکال کر چشمے کا پانی ڈالا گیا پھر چاول پکے۔ مجاوران چاولوں کو تبرک کے طور پر بیچتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت محبوب سبحانی نے سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ ساحل ہر روز اپنے پاؤں کو رسی سے باندھ کر الٹے سر لٹک جاتے ہیں اور ہر روز انہیں کھولا جاتا ہے یعنی ہر شخص جو حاجت رکھتا ہے آتا ہے مال اور زر ہو یا کپڑے۔ چنانچہ ایک شخص ، چودہ سالہ بیوی چاہتا تھا کوئی اسے تیرہ سال کی لڑکی دینا چاہتا تھا مگر اس نے نہ لی۔ آخر اسے چودہ سالہ لڑکی ملی اور پھر وہ وہاں سے گیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ دولت مند خواجہ معینؒ کی نذر مانتے ہیں کہ اگر ہماری یہ مہم کامیاب ہو جائے تو خواجہ کے اتنے سوالیوں کو آزاد کرائیں گے۔ اس لیے ہر روز وہاں تمام بندھے ہوئے سوالی کھولے جاتے ہیں۔

ساتھ ہی آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جو چیز بادشاہوں کو نہیں ملتی وہ بزرگوں کے مکان پر مل جاتی ہے۔ سید حسن شاہ پشاوری نے عرض کی کہ پشاور سے شمال کی جانب اخوند درویزہؒ کے مزار شریف کے قریب ایک ٹیلہ ہے وہاں انگریز پاسبانی کرتے ہیں۔ کسی چیز کی انہیں طلب تھی مگر ملتی نہیں تھی۔ ایک شخص وہاں سے مٹی شہر میں لایا کرتا تھا۔ ایک روز مٹی کھود رہا تھا کہ سرخ مہروں سے بھرا ہوا برتن نظر آیا اس کے منہ پر پتھر رکھ کر گھر لایا۔ مہریں چھپا دیں اور پتھر طاقچے میں رکھ دیا۔ اسے خبر نہ تھی کہ یہ لعل ہے۔ جب رات کے وقت اس کا گھر اس پتھر سے چمک اٹھا کسی نے انگریزوں کے پاس چغل خوری کر دی انہوں نے ڈرا دھمکا کر اسے لے لیا۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ سلیمان علیہ السلام نے نکاح کے وقت اپنی لڑکی کو دو لعل دیئے تھے۔ روئے زمین کے تمام خزانے ایک لعل کے مقابلے میں دیئے جاتے تو اس کی قیمت ادا نہ ہو سکتی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ ایران کے بادشاہ کو لعل ملا۔ شاہِ روم اس کے ساتھ لڑائی کے لیے تیار ہو گیا اور کہنے لگا یہ لعل مجھے دے دیا جائے۔ وہ ڈر گیا اور اگرچہ شیعہ مذہب رکھتا تھا لعل پیغمبر ﷺ کے روضہ مقدسہ کی نذر کر دیا۔ اب وہ لعل روضہ شریف کے اندر ہے اور رات کو مہتاب کی طرح چمکتا ہے۔ ساتھ ہی آپ نے فرمایا کہ ایک نواب کو پارس کے دو ستون سمندر سے ملے ایک اور نواب اس کے در

Marfat.com

پے ہوگیا۔ وہ بھی ڈر گیا اور ستون قلندر صاحب کی نذر کر دیئے جواب بھی موجود ہیں۔ کسی کو ان کی قیمت کا علم نہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

مجلس نمبر ۳۷

حضرت محبوب سبحانی کے خلیفہ محمد شاہ صاحب لودھیانوی کے بیان میں

۶ رجب ۱۳۱۴ھ/ ۱۲ دسمبر ۱۸۹۶ء

خواجہ معین الدینؒ کے عرس مبارک کے موقع پر خاک بوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ مجمع کثیر تھا۔ آپ نے محمد فاضل لاہوری سے پوچھا کہ کیا محمد شاہ صاحب لاہور میں آئے ہیں یا نہیں؟ اس نے عرض کی کہ لودھیانہ سے ایک شخص آیا تھا۔ اس کی زبانی پتا چلا کہ اس سال یکم رجب کو پاپیادہ لودھیانہ سے روانہ ہوئے ہیں۔ حضرت محبوب سبحانی متعجب ہوئے اور آپ نے فرمایا کہ وہ آرام طلب ہو چکے ہیں اور سفر لمبا ہے یعنی دو کوس۔ معلوم نہیں کونسی نذر مانی ہے کہ پا پیادہ آرہے ہیں۔ آپ نے بعد میں فرمایا کہ ان کا بھائی احمد شاہ یہ سفر ہمیشہ پاپیادہ طے کرتا تھا۔ اس موقع پر میاں محمد اشرف نے ایک عرضی حضور کی خدمت میں پیش کی جو حضور نے خود میاں صاحب مذکور سے تونسہ شریف بھیجنے کے لیے لکھوائی تھی۔ آپ نے اسے ملاحظہ فرمایا اور دو ایک لفظ تبدیل کیے اور یہ عبارت لکھنے کے لیے ارشاد فرمایا۔

''درویش خاک پائے درویشان آستان عالی''

ایک عرضی اس سے پہلے بھی مدعیان داراپوری کے دعویٰ کے بارہ میں تونسہ شریف بھیجی تھی کہ جسکا جواب مضمون دیکھتے ہی حضرت سجادہ نشین تونسوی کی طرف سے صادر ہوا تھا۔ اس کا مضمون یہ تھا

خط اشمار سید۔ حال معلوم شد، بدامن گیری روضہ حضرت قدس سرہٗ العزیز دعا خواستہ شد۔ حق جل وعلا بعوض کیفر کردار خود ایں معاندان را سزا بدہد۔ وما یا نرا امید اس کہ جواب ایں خط بہ خبر فرحت اثر۔ زود خواہد رسید [1]

---

[1] تمہارا خط ملا، حال معلوم ہوا حضرت والا قدس سرہ العزیز کے روضہ مبارک کے دامن سے وابستہ ہو کر دعا کی گئی اللہ تعالیٰ ان دشمنوں کو بطور سزا کیفر کردار تک پہنچائے۔ ہمیں امید ہے کہ اس خط کا جواب خوش خبری کی صورت میں چلا آئیگا

Marfat.com

حضرت محبوب سبحانی نے اس مضمون کے جواب میں میاں محمد اشرف سے مذکورہ بالا عرضی لکھوائی تھی۔

☆☆☆

Marfat.com

مجلس نمبر ۳۸

غیرت اسلام کے بیان میں

۱۷رشعبان المعظم ۱۳۱۴ھ/ ۲۱رجنوری ۱۸۹۷ء

میاں محمد اشرف کے ہمراہ خاک بوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔ حضرت محبوب سبحانی تلاوت قرآن شریف میں مشغول تھے۔ ہم زمین بوس ہونے کے بعد اس وقت چلے آئے۔ نماز عصر کے بعد مجلس میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ غیرت اسلام کی بات شروع ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ خود ایمان بھی غیرت ہے۔ پس جس کی غیرت زیادہ ہو اس کا ایمان بھی مکمل ہے اور جو بے غیرت ہے دیوث ہے۔ یہ حدیث بھی زبان مبارک لائے۔

کُلُّ دَیُّوْثٍ لَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ

اس حدیث کا معنی بیان فرمایا کہ کل دیوث جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔

اور معنی کے سلسلے میں ایک قاضی صاحب کا ذکر کر کے فرمایا کہ سو مجوس اکٹھے کیے جائیں تو ایک دیوث بنتا ہے۔ پھر فرمایا غیرت صرف اسلام میں پائی جاتی ہے ورنہ ان ہندوؤں کو دیکھو ہرگز غیرت نہیں رکھتے اور انگریز بھی اگرچہ حاکم ہیں مگر بے غیرت ہیں۔

اگلے روز بوقتِ فجر میاں محمد اشرف نے رخصت کے لیے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جب جہلم جاؤ تو درویشوں کو منع کر دینا کہ کسی کو مقدمہ کا گواہ نہ بنائیں۔ ضرورت نہیں۔ اس موقع پر میاں مذکور سے حضور نے نسوار طلب فرمائی۔ چوہدری حسن نے نسوار حاضر کی۔ حافظ اللہ دین نے میاں صاحب مذکور سے تقاضا کیا کہ خود نسوار جلد لاؤ تا کہ حضور کے ہاتھ مبارک اسے چھو لیں۔ آپ مسکرائے اور فرمایا کہ اس ہاتھ نے اس سے پہلے بہت مرتبہ ان کی نسوار کو چھوا ہے۔ پھر فرمایا کہ ہمیں حضرت صاحب نے نسوار کے استعمال سے منع فرمایا تھا۔ چنانچہ سیال شریف میں ریزش کے سبب شیخ صاحب سے تھوڑی سی نسوار لی تھی اور صاحب زادہ صاحب اور شیخ صاحب

Marfat.com

نے فرمایا تھا کہ اگرچہ اب نہیں۔ مگر آخر آپ کو خواہ مخواہ اس کی حاجت ہوگی۔ اس اثناء میں حضرت صاحب قدس سرہٗ تشریف لائے انہوں نے پوچھا۔ ہاتھ میں کیا ہے۔ عرض کیا کہ نسوار ہے۔ آپ نے فرمایا اس نامراد کو پھینک دیں کہ خشکی کرتی ہے۔ تعجب ہے باوجودیکہ حضرت صاحب نے منع فرمایا تھا۔ گاہ گاہ ریزش کے باعث نسوار لینے کی ضرورت پھر بھی پڑتی ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

مجلس نمبر ۴۹

سجادہ نشین صاحب سیال شریف کے بیان میں

تخمیناً ۱۲ر شوال ۱۳۱۴ھ/ ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء

میاں محمد اشرف کے ہمراہ قدم بوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ سجادہ نشین صاحب سیال شریف کی تشریف آوری کا ذکر ہوا کہ آں حضرت سجادہ نشین اجمیری کے ساتھ جلال پور شریف میں وارد ہوئے تھے۔ میاں مذکور نے عرض کی کہ حضرت سیالوی محض حضرت اجمیری کے ساتھ تشریف لائے تھے یا کوئی اور وجہ تھی۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ ادھر آنے کا پہلے بھی ارادہ تھا۔ مولوی صاحب مکھڈ شریف کی فاتحہ خوانی کے لیے اجازت لے کر سیال شریف آئے۔ ان کی بیعت حضرت تونسوی سے تھی اور سیر کے ارادے سے ادھر بھی آئے۔ میاں مذکور نے پھر عرض کی حضرت سیالوی کو ان کے یہاں آنے کی اطلاع کیسے ملی۔ آپ نے فرمایا کہ صاحبزادہ صاحب سیال شریف نے ایک نوازش نامہ ساہیوال میں چوہدری خدا بخش کے نام ارسال فرمایا تھا کہ فلاں تاریخ کو ہرن پور سٹیشن پر پہنچیں گے۔ ان کے اشارے کے مطابق بیس گھوڑیوں ایک پالکی کا سجادہ نشین صاحب اجمیری کے لیے ہرن پور کے سٹیشن پر انتظام کیا گیا۔ مظفر شاہ نے بھی وہاں قدم بوسی کی اور دونوں حضرات کو ساتھ لائے۔ دو روز یہاں قیام فرما کر پھر پنڈی وہاب کی طرف روانہ ہو گئے۔ ہم نے سنا ہے کہ لالہ موسیٰ سے وہ لاہور کی طرف چلے گئے اور حضرت صاحب سیالوی راولپنڈی کی طرف جا کر گولڑہ شریف تشریف لے گئے۔ وہاں سے ریل کے ذریعے دریائے اٹک کے قریب جا کر کشتی پر سوار ہونگے اور مکھڈ شریف تشریف لے جائیں گے۔ پھر آگے بھی کشتی پر سوار ہو کر شاید تونسہ شریف پہنچیں گے۔

اس موقع پر مولوی صاحب مکھڈوی قدس اللہ سرہٗ کے عرس مبارک کا ذکر شروع ہو گیا۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ وہاں رسم ہے کہ مکھڈ کے تمام باشندے عرس کے دنوں

Marfat.com

میں حسب توفیق آٹا اور گوشت جمع کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک ایک شخص اسی اسی من آٹا دیتا ہے اور دوسری چیزیں بھی، مخلوق کے لیے چار پائیاں اور مکان تیار رکھتے ہیں۔ مخلوق بھی بے شمار جمع ہوتی ہے۔ تمام کھانا پکا کر تقسیم کرتے ہیں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تمام مکھڈ وی لوگ مالدار اور دولت مند ہیں۔ مکھڈ کا شہر بھی بڑا آراستہ اور خوبصورت ہے تمام بازار چھتے ہوئے ہیں۔

اس موقع پر میاں محمد اشرف نے اس دعا گو کی نسبت عرض کیا کہ خواجہ شمس العارفین کی جناب میں ایک مناجات حاسدوں اور دشمنوں کی غوغا آرائی کے متعلق لکھی ہے جو انہوں نے آپ کے متعلق کر رکھی ہے اور استمداد کی درخواست کی ہے۔ وہ مناجات ایک کاغذ پر لکھی گئی تھی جو آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ میاں صاحب نے اس غریب کو اشارہ کیا کہ خود پڑھوں۔ میں نے پڑھنا شروع کیا۔ حضرت محبوب سبحانی مراقبے میں تھے۔ جب تمام مناجات پڑھ چکا تو حضور نے تین بار دعائے خیر فرمائی اور ایک دعائے خیر میں اتنا عرصہ مشغول رہے جس میں ایک پاؤ قرآن مجید پڑھا جاتا ہے۔ وہ دعائے خیر اس کتاب کے شروع میں درج ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

مجلس نمبر ۴۰

بابا فرید الدین کے عرس کی مجلس کے بیان میں

۵ محرم الحرام ۱۳۱۵ھ/ ۶ جون ۱۸۹۷ء

کو میاں محمد اشرف کے ساتھ قدم بوسی کی سعادت سے مشرف ہوا۔ بابا فرید الدینؒ کے عرس مبارک کا موقع تھا۔ میاں مذکور نے عرض کیا کہ مہر نور محمد ساکن گوہڑہ متصل جہلم بعد از ادائے تسلیمات عرض کرتا تھا کہ آپ نے چکی پیسنے کے متعلق جو کچھ فرمایا تھا کہ بندہ روز و شب لگا رہتا ہے۔ لیکن چکی کے نیچے آٹا نظر نہیں آتا۔ حضرت محبوب سبحانی نے تبسم فرمایا کہ اکٹھا آٹا ایک بار شاید ہی نظر آئے۔ اس موقع پر حضور نے فرمایا کہ مولوی غلام حسین چکوالی نے بھی اس طرح حضرت صاحب قدس اللہ سرہٗ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ چکی بہت چلاتا ہوں مگر آٹے کا نام و نشان نظر نہیں آتا۔ حضرت خواجہ شمس العارفین نے فرمایا کہ نیچے پڑے ہوئے آٹے کو ایک چوہا کھا جاتا ہے۔ جمع کیے ہو یعنی جتنا نیچے آتا ہے چاٹا جاتا ہے۔

بعد ازاں جب عرس شریف کی مجلس میں رات کے وقت ختم شریف پڑھا گیا اور قرآن شریف کے ختم جمع کر کے خواجگان کی ارواح کو بخشے گئے ہر ایک دعائے خیر کہلا کر رخصت ہوتا تھا۔ حضرت محبوب سبحانی مصلے سے اٹھ کر چارپائی پر تشریف فرما ہوئے۔ ایک شخص نے قدم مبارک پکڑ کر رخصت کے لیے عرض کی آپ نے فرمایا اس سے پہلے بھی تو نے رخصت کے لیے دعائے خیر کہلائی ہے اور اب پھر آ گیا ہے ہمیں مغالطے میں ڈالتا ہے کہ شاید ہم نے پہچانا ہی نہیں وہ شرمندہ ہو گیا اور جلد واپس چلا گیا۔

اس دعا گو نے پیٹھ کی طرف مٹھی چاپی شروع کر دی آپ نے پوچھا کون ہے؟ خلیفہ ہو۔ خلیفہ غلام محمد ملکوالی کا لقب تھا عرض کی کہ نور عالم ہوں۔ آپ نے فرمایا خیر، مراد بخش پراچے سے آپ نے پانی طلب فرمایا وہ گلاس میں پانی لایا آپ نے نوش فرمایا اور اس کے بعد دراز ہو گئے۔

Marfat.com

مجلس نمبر ۱۴۱

خواجہ تونسویؒ کی مجلس عرس کے بیان میں

۷ صفر ۱۳۱۵ھ/ ۸ جولائی ۱۸۹۷ء

کو میاں محمد اشرف کے ہمراہ قدم بوسی کی سعادت سے مشرف ہوا۔ گزشتہ رات کا آپ نے کچھ حال پوچھا۔ عرس شریف پر آنے والے لوگوں کے ہجوم کے باعث ہم مجلس سے رخصت ہو گئے۔ حافظ اللہ دین کو آپ نے فرمایا میاں صاحب کو ٹھہرانے کے لیے کوئی خالی مکان دیا جائے۔ دوسرے عرسوں کے خلاف اس عرس کا ان دنوں وقت مقرر ہے۔ محمد شاہ صاحب کے ہمراہ لودھیانہ سے دو قوال آیا کرتے ہیں۔ ان کے سخن سے مجلس بڑی گرم ہوتی ہے۔ جو مجلس رات کے وقت ہوتی ہے اس میں آپ نچلی حویلی میں تشریف فرما ہوا کرتے ہیں۔ لوگوں کے انبوہ کثیر کی وجہ سے بالائی صحن میں گنجائش ممکن نہیں ہوتی۔ جس وقت مجلس ختم ہوئی اور اس کے بعد ختم شریف کا آغاز ہوا یعنی سورۂ ملک اور دیگر آیات پڑھی جانے لگیں تو آسمان پر کالے بادل چھا رہے تھے اور بارش برسنا چاہتی تھی۔ اس غریب کو یہ نظر آتا تھا کہ بادل صرف اختتام مجلس کا منتظر ہے اور چاہتا ہے کہ لوگ آرام سے مکانات میں پہنچ جائیں۔ لیکن بعض لوگ بے قراری کے باعث مجلس کے کناروں سے روانہ ہونے لگ گئے۔ حالانکہ دعائے خیر ابھی باقی تھی۔ حضرت محبوب سبحانی نے پورے آرام اور سکون کے ساتھ ہر شخص سے ختم قرآن شریف ملک کرایا اور ارواح حضرت خواجگان کو بخشا اور اپنے معمول کے مطابق تسلی کے ساتھ مخلوق کے لیے کئی بار دعائے خیر فرمائی۔ پھر مجلس سے اٹھے اور روانہ ہو پڑے۔ ایک درویش لالٹین لیے ہمراہ تھا۔ دو تین بار ٹھہر کر آپ نے فرمایا قائم دین کہاں ہے۔ یعنی ساتھ کیوں نہیں آ رہے۔ آخر آپ اس راستے سے تشریف لے گئے جو رات کی تاریکی کے باعث مشکل تھا اور آپ نے فرمایا لالٹین واپس لے جائیں اور صاحبزادہ صاحب کے ہمراہ آئیں۔ لوگ جب اپنی جگہ آرام سے پہنچ گئے

Marfat.com

تو بارش شروع ہو گئی۔

اس غریب نے کتاب میں یہ مسئلہ دیکھا ہے کہ محض اولیائے کرام کے وجود کی برکت کی وجہ سے زمین پر بارش برسا کرتی ہے۔ اگر ان کا وجود زمین پر نہ ہو تو مخلوق کی آبادی کا سبب منقطع ہو جاتا ہے اور آسمان سے جو آفات و بلیات نزول کرتی ہیں انہیں کی وجہ سے رکتی ہیں۔ پس اس وقت گویا بارش کا رکنا بھی محبوب سبحانی کے احترام کے باعث تھا۔

☆☆☆

Marfat.com

مجلس نمبر ۲۴

صاحبزادہ قائم الدین شاہ صاحب کی بیماری کا بیان

۲۰ جمادی الثانی ۱۳۱۵ھ ۱۶ نومبر ۱۸۹۷ء

بوقت مغرب خاک بوسی کی سعادت حاصل ہوئی حضرت محبوب سبحانی حفظ الایمان کے دوگانہ سے فارغ ہو کر اس غریب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ختم شریف میں شامل ہو جاؤ جو آپ نے حافظ اللہ دین کے حوالے کر رکھا تھا۔ اس لیے کہ ذات مبارک کو اٹھارہ روز بخار رہا تھا اس کے سبب سخت ضعف تھا۔

اگلے روز حضوری کی سعادت سے مشرف ہوا آپ نے میاں محمد اشرف کا قدر حال پوچھا جو کچھ حالت تھی بندہ نے عرض کی آپ نے فرمایا کہ میاں صاحب بڑے نیک مرد ہیں کہ ہر وقت دوسروں کی خیر خواہی میں لگے رہتے ہیں۔

اسی اثنا میں حکیم محمد عالم نے صاحبزادہ قائم دین شاہ کے حالات بیان کیے کہ تونسہ شریف کے سفر اور ہوائے مخالف کی وجہ سے نزلہ کا غلبہ ہے۔ حضرت محبوب سبحانی نے اپنے پاس سے الائچی خورد کے چند دانے دیئے کہ چائے میں ڈال کر پی لیں۔ حافظ اللہ دین نے کہا کہ ان کا دماغ کمزور ہو چکا ہے اس غریب کی زبان سے بھی یہ کلمہ نکلا جسے ابتداء ہی میں بچپنے کے زمانے میں کوئی مرض لاحق ہو جائے تو اس کی تمام عمر لاچاری میں گزرتی ہے۔ حضور نے لفظ مبارک ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ جس وقت چاہے سخت بیمار کو شفا بخش دے اور صحیح اور تندرست آدمی کو بیمار کر دے ہر بات اس کے امر سے ہوتی ہے وہاں ابتداء اور انتہا کوئی نہیں۔ دیکھیں جو شخص صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ ہوتا ہے وہ قوی اور کارکن ہو جاتا ہے یعنی فربہ اور تندرست۔ لیکن ضعف اور ناتوانائی کے وقت بیمار ہوتا ہے

☆☆☆

Marfat.com

مجلس نمبر ۴۳

حضرت سجادہ نشین کے جلال اور خواجہ شمس العارفینؒ کے حلم کا ذکر

۲۲ جمادی الثانی ۱۳۱۵ھ بمطابق ۱۸ نومبر ۱۸۹۷ء

مولوی محمد بخش صاحب تونسوی کے ساتھ جوان ایام میں جلالپور شریف میں مقیم تھے سعادت مجلس سے مشرف ہوا حکیم محمد عالم وغیرہ چند اشخاص حاضر تھے اس وقت قطب دین حجام حضرت محبوب سبحانی کا خط مبارک بنانے میں مصروف تھا اس نے پہلے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے شروع کر کے خنصر تک ناخن اتارے پھر بائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے لے کر خنصر تک۔ اس کے بعد چہرہ مبارک کو استرہ سے صاف کیا۔ پھر لب مبارک قطع کیے سر مبارک کے بال دراز تھے انہیں درست کیا پھر ریش مبارک کو کنگی کی اور ٹھوڑی کے درمیان سے دائیں طرف کا حصہ انگلی میں پکڑا اور زائد بالوں کو قینچی سے قطع کیا اسی طرح بائیں طرف کے بالوں کو کیا۔ اس کے بعد تمام ریش مبارک کو کنگھی کی مشت بھر ہاتھ میں لی اور باقی کو قطع کیا اس کے کنپٹی کے بال قلم کیے۔

جس وقت حضور حجامت سے فارغ ہوئے مولوی صاحب مذکور سے استفسار فرمایا کہ کیا محمد بخش کاریگر سیال شریف میں ہے مولوی صاحب نے عرض کیا کہ صاحبزادہ صاحب سجادہ نشین نے اسے فرمایا تھا کہ لکڑی کا ایک دروازہ اس طرح بناؤ جس طرح حضرت جلالپور شریف کی حویلی کا ہے اور وہ دروازہ بنانے میں مشغول ہے۔ بعد ازاں مولوی صاحب نے عرض کی کہ کرم شاہ لانگری نے محمد بخش کو اشارہ کیا کہ لنگر کے لیے ایک صندوق تیار کرو مگر خیال رہے حضرت صاحب سے پوشیدہ بنانا۔ کاریگر مذکور رات کو بنایا کرتا تھا محمد سجادہ نشین صاحب نے معلوم کر لیا اور سخت ناراض ہوئے اس لیے کہ دروازے کے کام میں تاخیر ہو جائے گی اس بیچارے نے عرض کیا اگر آپ منع فرماتے تو نہ بناتا لیکن اب مہربانی فرمائیں اور خفا نہ ہوں حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ صاحبزادگان صاحب جلال ہوتے ہیں اور یہ مصرعہ پڑھا۔

Marfat.com

قرب سلطان آتش سوزاں بود ۱؎

درویش بے چاروں کی کیا مجال ہوتی ہے۔

خلاف رائے سلطان رائے جستن ۲؎

بخون خویش باشد دست شستن

کیونکہ اگر خادمان دربار کا بھی حکم بجا نہ لائیں پھر بھی ڈر ہوتا ہے پھر فرمایا کہ حلم مشائخ کا کام ہوتا ہے۔

اب خواجہ شمس العارفین کے حلم اور کرم کی بات شروع ہوگئی

حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ جس وقت سے حضرت خواجہ کے حضور ہمیں قدم بوسی کی سعادت حاصل ہوئی ہم نے کبھی نہ دیکھا کہ چہرہ مبارک پر سرخی کے آثار ظاہر ہوئے ہوں البتہ ایک بار اس طرح ہوا کہ ہمیں ایک کتاب لکھنے کا حکم ہوا ہم وہ کتاب مسجد شریف میں لکھا کرتے تھے اور حضرت خواجہ از روئے لطف و کرم ہر روز دو تین مرتبہ دیکھنے کے لیے تشریف لایا کرتے تھے۔ ایک روز دوات کی سیاہی خراب تھی آپ نے فرمایا سیاہی خراب ہے پھر آپ واپس تشریف لے گئے۔ اتفاقاً شیخ صاحب سامنے آگئے ہم نے دیکھا کہ انہیں تنبیہ فرما رہے ہیں کہ تم اس کام سے کیوں غافل اور بے خبر ہو سیاہی خراب ہونے کے سبب کتاب لکھنا مشکل ہو چکا ہے اس روز آشفتگی کے آثار حضور کے چہرہ مبارک پر دیکھے۔

اس کے بعد حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ دربار کے درویشوں سے ہم نے پوچھا کہ کبھی بے نیازی کی بات بھی حضور کی زبان مبارک سے سنی ہے انہوں نے کہا کہ شیخ صاحب کہتے ہیں حضرت خواجہ تونسوی صاحب" لوگوں کے سامنے دلیرانہ باتیں کرتے تھے لیکن اپنے

۱؎ بادشاہ کا قرب جلانے والی آگ ہوتی ہے۔

۲؎ بادشاہ کی رائے کے خلاف رائے ڈھونڈنا اپنے خون سے ہاتھ دھونا ہے۔ (سعدی)

Marfat.com

حضرت سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے کبھی ایسی باتیں نہیں سنی ۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ایک بار درویشوں نے بتایا کہ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی عادت مبارکہ تھی کہ موسم گرما میں تہبند اور ٹوپی کے بغیر آپ کے بدن پر کوئی کپڑا نہ ہوتا تھا ۔ایک بار خادم پانی کا کوزہ وضو کے لیے لایا حضرت خواجہ چوکی پر بیٹھے سر مبارک پر ہاتھ پھیر رہے تھے اس وقت آپ نے یہ کلمہ فرمایا یہ کمینے لوگ کہتے ہیں سرکونا ملاں بیٹھا ہوا ہے مگر انہیں پتا نہیں سارے جہان وال بیٹھا ہے یعنی تمام جہان کی قیمت ۔

بعد ازاں اپنی ذات پر خواجہ شمس العارفین ؒ کے لطف و کرم کا ذکر فرمایا کہ مظفر شاہ صاحب کی شادی کے موقع پر مسماۃ بانو آئی ہوئی تھی اور ہم نے وقت کے مطابق اس کی خدمت جیسی کہ واجب تھی کر دی ۔مگر جیسا کہ اس کی عادت تھی حضرت صاحب کے حضور اس نے طول طویل غوغا کیا حضرت صاحب نے فرمایا کہ بانو کیا کہتی ہے ۔میاں امام بخش نے عرض کیا شاہ صاحب کی شکایت کرتی ہے ۔انہوں نے فرمایا کہ اسے کم رقم ملی ہوگی ۔

پھر حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ صاحبزادہ خیر محمد تونسوی صاحب موضع پھالیہ میں مہدی خان کے پاس آئے چونکہ ان کی طبیعت میں جلال تھا نذرانہ کم ہونے کے باعث اس پر ناراض ہوئے مہدی خان نے بڑی منت سماجت کی مگر صاحبزادہ صاحب راضی نہ ہوئے آخر اس نے اپنے گلے میں رسی ڈال لی اور کہا کہ اگر راضی نہ ہوئے تو اس رسی کو کھینچ کر اپنے آپ کو مار ڈالوں گا انہوں نے جب یہ حال دیکھا تو راضی ہو گئے اور اس کے گلے سے رسی کھلوا دی لیکن جو نذرانہ رد کیا تھا وہ قبول نہ کیا پھر وہاں سے ہماری جانب آنے کی نیت کر کے روانہ ہو گئے ۔ جب صاحبزادہ صاحب ہماری طرف روانہ ہوئے تو حضرت خواجہ شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کیا آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ کس جگہ ہیں لوگوں نے عرض کیا کہ اب مہدی خان کے پاس ہیں وہاں سے جلالپور شریف جائیں گے ۔حضرت صاحب نے فرمایا کہ دعائے خیر ہو جائے ۔

Marfat.com

صاحبزادہ صاحب کسی اور طرف چلے جائیں شاہ صاحب بے چارے درویش ہیں اتنا بوجھ برداشت نہیں کر سکتے اس دعائے خیر کا یہ نتیجہ نکلا کہ جب دریا کے پتن پر پہنچے کہ جلالپور شریف زمین صاف ہے یا کوہستان ۔لوگوں نے عرض کیا کہ کوہستان ہے۔یہ سنتے ہی صاحبزادہ صاحب نے فرمایا پھر میں وہاں نہیں جاتا۔یہ کہہ کر جنوب کی طرف روانہ ہو گئے۔

اس موقع پر مولوی صاحب تونسوی نے عرض کیا کہ کئی بار یہ واقعہ پیش آیا کہ ملک شیر خان ٹوانہ نے حضرت خواجہ شمس العارفین کے حضور عرضی روانہ کی کہ شیر محمد نے جو میرا برادری کا شریک ہے انگریز گورنر کی آمد پر بڑے تحفے اور بڑا اسباب جمع کیا ہے اور مجھے شرم آتی ہے کہ اتنا اسباب میں مہیا نہیں کر سکتا۔اس کی عرضی کے آنے پر خواجہ شمس العارفین دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے اور انگریز گورنر عنان کسی اور طرف مڑ جاتا تھا۔پھر شیر خان وہ تمام اسباب سیال شریف روانہ کر دیتا تھا۔

حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ ایک بار چراغ دین درویش نے جو قوم کا حجام ہے حضرت صاحب کے پاس غلام شاہ صاحب کی نسبت شکایت کی کہ اس طرح کرامات دکھاتا ہے حضرت صاحب اس وقت مسجد میں تھے اور لیٹے ہوئے تھے ہمیں اس کی شکایات سے خوف پیدا ہوا کیونکہ غلام شاہ صاحب کے وسیلے سے حضرت خواجہ شمس العارفین کی خاکبوسی کی سعادت نصیب ہوئی تھی ان کی محبت اور خیر خواہی کی وجہ سے ہم نے شیخ صاحب سے تذکرہ کیا کہ چراغ دین نے غلام شاہ صاحب کی شکایت حضرت صاحب سے کی ہے اور آپ معافی لے دیں۔شیخ مذکور ان کے حضور حاضر ہوئے اور عرض کی غلام شاہ ایسا شخص نہیں جیسا کہ چراغ دین نے کہا ہے اور ہمارے متعلق بھی اظہار کیا کہ غلام شاہ صاحب کے متعلق یہی رائے رکھتے ہیں۔حضرت صاحب اٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ شاہ صاحب بھی اس طرح کہتے ہیں۔شیخ صاحب نے عرض کیا ہاں غریب نواز نے فرمایا دعائے خیر کہیں۔محبوب سبحانی نے فرمایا کہ غلام شاہ صاحب کو خواب میں

Marfat.com

دعا مانگے جانے کا پتا چلا ان کے گھر میں ایک بھینس تھی ساتھ لی اور سیال شریف کی جانب روانہ ہو گئے۔

بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ وہ صاحبزادہ دین محمد دامت برکاتہ کی شادی کا موقع تھا اور حضرت خواجہ شمس العارفین نے ہمیں برات کے ساتھ چناب کی طرف بھیجا۔ جب برات واپس ہوئی، چونکہ فرزندی تھی حضرت صاحب نے قوال ساتھ لیے اور برات کے استقبال کے لیے تشریف لائے۔ غلام شاہ صاحب حضرت صاحب کے ہمراہ تھے۔ بڑے خوش ہوئے کہ آپ نے ہمارے جملہ حقوق ادا کر دیئے اور خواب کا سارا واقعہ بیان کیا۔

اس موقع پر آپ نے شاہ صاحب مذکور کے ایثار مال کا ذکر کیا۔ زبان مبارک پر یہ لفظ لائے کہ ان کی طرح تارک الدنیا زمین پر کوئی نہ ہوگا۔ جو کچھ موجود ہوتا، راہ حق میں فدا کر دیتے تھے۔ ایک بار بیمار ہوئے۔ بدن کے کپڑے سوال کرنے والوں کو دے دیئے۔ جب نزع کا وقت آیا تو ایک سائل آ گیا۔ محمد دین درویش کو کہا کہ لحاف کے اندر سے میرا تہبند اتار اور اس سائل کو دے دے۔ محمد دین نے عرض کیا کہ آپ برہنہ ہو جائیں گے۔ شاہ صاحب نے کہا ماں کے پیٹ سے برہنہ پیدا ہوئے تھے اور برہنہ جائیں گے۔ تین مرتبہ اللہ کہا اور جاں بحق ہو گئے
اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ایک بار انہوں نے دو عمدہ مکان بنوائے۔ قضائے الٰہی سے بارش ہوئی اور دونوں مکانوں سے چھت گر پڑی۔ اس وقت شہتیر شہتیریاں کشتی میں ڈال کر سیال شریف روانہ کر دیئے۔ حضرت محبوب سبحانی نے اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ قبلہ عالم تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے موضع ہرن پور میں تشریف لائے شاہ صاحب کے پاس کوئی نقد چیز موجود نہ تھی کہ نذرانہ پیش کرتے گھر کی چھت پر چڑھ گئے اور اعلان کیا کہ میں اپنی زمین کی ہر قیمت پر بیع کرتا ہوں جس کے پاس روپے ہیں خرید لے اس موقع پر حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ شاہ صاحب مقروض تھے اس وقت انہوں نے تجارت کے لیے دو تین گھوڑے خرید رکھے تھے۔ دو

Marfat.com

گھوڑے موضع ٹھوک میں اپنے بھائی کے پاس چھوڑے ہوئے تھے اور ایک اپنے پاس تھا اتفاقاً وہ گھوڑا صاحبزادہ صاحب تونسوی کے سامنے آیا انہوں نے پوچھا یہ گھوڑا کس کا ہے شاہ صاحب نے عرض کیا اگر آپ کو پسند ہے تو لے لیں اس کے بعد صاحبزادہ صاحب شاہ صاحب کے بھائی کے پاس موضع ٹھوک میں گئے اور باقی دو گھوڑے وہاں تھے شاہ صاحب نے وہ بھی ان کے حوالے کر دیئے۔

حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ سید غلام شاہ صاحب ہر پوشیدہ راز بھی ہمارے سامنے ظاہر کر دیئے تھے ایک دفعہ انہوں نے بیان کیا کہ بچپن میں حافظ چوغطہ ہرنپوری کے ساتھ ہم حضرت خواجہ تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے حضور مشرف ہوئے حاجی بختاور ایک درویش تھا کہ ہر مسافر کو جو حضرات خواجہ کے آستانے پر آتا تھا ان کے حضور لے جا کر سفارش کرتا تھا۔ حافظ مذکور ہمیں حاجی صاحب کے پاس لے گیا وہ نماز شام کے بعد ہمیں حضرت خواجہ کے حضور لے گیا اور عرض کی غریب نواز آپ کا دریائے رحمت بے پایاں ہے اور یہ لڑکا اہل بیت حضرت رسالت پناہ ﷺ سے ہے۔ کہ آنحضرت ﷺ کے طفیل اس لڑکے پر نظر شفقت فرماتے ہوئے اس لڑکے کا ہاتھ پکڑیں۔ ہمیں یاد ہے کہ جونہی حضرت خواجہ نے میرا ہاتھ پکڑا تین چیزیں مجھے مل گئیں ایک تو اسم ذات بے اختیار میرے دل میں جاری ہو گیا دوسرے میرے پیٹ میں بھوک کی بجائے ایک پتھر سا موجود ہو گیا اور اس کے بعد کھانے کی طلب نہ رہی۔ تیسرے حضرت صاحب کا تصور اس طرح روشن ہو گیا کہ قضائے حاجت کے وقت شرم آتی تھی۔ اس کے بعد حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ شاہ صاحب سات سات روز تک کچھ نہیں کھاتے تھے اس حد تک کہ ان کے اندر سے خون رواں ہو جاتا تھا۔ چادر کمر پر ڈالے اور پوستین کے زنبیل بغل میں لیے مسافروں کے لیے گدا کیا کرتے تھے۔

حضرت محبوب سبحانی نے یہ بھی فرمایا کہ ایک روز شاہ صاحب ایک لوہار کی دوکان پر

Marfat.com

موجود تھے ایک پیرزادہ وہاں بڑی شان وشوکت سے آیا اور پوچھا کہ یہ کون ہے؟ جیسا وقت تھا لوگوں نے اس کے مطابق شاہ صاحب کی تعریف کی۔

پیرزادہ نے کہا اگر فقیر ہے تو کوئی کرامت دکھائے یا مجھ سے دیکھے۔ شاہ صاحب نے وہ پوستین دکھائی جس میں گدا کیا کرتے تھے اور کہا کہ میں تو ایک گداگر ہوں۔ آپ کو اگر فقر کا دعوٰی ہے تو کچھ دکھائیں پیرزادہ خاموش ہو گیا۔ شاہ صاحب نے فرمایا۔ اس فقیر سے آپ کیا چاہتے ہیں انہوں نے کہا اس اہرن کو اپنی طرف بلائیں جس پر لوہار کام کر رہا ہے۔ اہرن اچانک وہاں سے اچھلی اور ان کے پاس جا پڑی پھر فوراً وہاں سے اچھل کر اپنی جگہ چلی گئی۔ پیرزادہ اس واقعہ سے ڈر گیا۔ جب تک بات گفتار کی تھی وہ دلیر رہا لیکن جب اسرار کا معاملہ آیا تو ششدر رہ گیا۔ لوگوں نے شاہ صاحب سے پوچھا اس کرامت کا کیا راز تھا انہوں نے کہا میں نے کچھ نہیں کیا تھا صرف خواجہ تونسویؒ کا تصور کیا تھا جنہوں نے اپنے ہاتھ سے اہرن کو اکھیڑا اور اصلی جگہ پر پہنچا دیا۔

☆☆☆

Marfat.com

مجلس نمبر۴۴

خواجگانِ چشت کی استقامت اور ان کی بزرگی اور کرامات

۱۹ شعبان ۱۳۱۵ھ بمطابق ۱۳ جنوری ۱۸۹۸ء کو قدم بوسی کی سعادت حاصل ہوئی۔
حضرت محبوب سبحانی دامت برکاتہ کو باری کے بخار کی تکلیف تھی۔مولوی صاحب تونسوی نے آپ کی پیشانی مبارک پر تعویذ چسپاں کیا ہوا تھا۔حق تعالیٰ نے اس روز کی باری سے آپ کو بچا لیا
حکیم ہادی حسین ایک ہمراہی لڑکے کے لیے نوافل تہجد اور اشراق کی تلقین حاصل کر رہے تھے۔
مولوی صاحب مذکور نے تعریف کی کہ حضور کی عجیب فیض رسانی ہے کہ ایک کم عمر لڑکا بھی عبادت کا بوجھ اٹھانا چاہتا ہے اور اسی طرح مہتاب دین گجراتی جو پیشہ کاروں کی قوم سے ہے اہل و عیال کے ساتھ یہاں حاضر ہو کر تائب ہو چکا ہے بلکہ اس کے ہمراہ دو ایک اور پیشہ ور عورتیں بھی بدکاری سے تائب ہو چکی ہیں۔واقعی خلافت کا دعویٰ تو بہت لوگ کرتے ہیں مگر ہدایت اس درگاہ کے بغیر کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔

حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ ہدایت وقت پر موقوف ہوتی ہے جب وقت آ جاتا ہے تو صغر سنی یا بڑھاپے کی وجہ سے آگے پیچھے نہیں ہوتا۔مولوی صاحب نے عرض کیا کہ مصلیٰ پر استقامت صرف اس خاندان کا خاصہ ہے اسی لیے لوگوں کی رونق ان کے دروازے پر ہوتی ہے
حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ آلو مہار والے دسوندھی شاہ بھی اس بات کے قائل ہو گئے کہ مصلیٰ پر استقامت چشتیوں کا خاصہ ہے وہ کہتے ہیں کہ چونکہ نقشبندی بزرگوں نے شروع سے سیر کا طریقہ اختیار کیا ہے اسی لیے ان میں استقامت کیسے آئے۔اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ خود دوسروں کے دروازوں پر جاتے ہیں ان کے اپنے دروازوں پر مخلوق کی رونق کیسے ہو۔
اس موقع پر خواجگان چشت کے سفر کا ذکر شروع ہوا۔مولوی صاحب نے عرض کی کہ

Marfat.com

اس خاندان میں سے صرف خواجہ نور محمد مہارویؒ نے دامان کے علاقے کی طرف دو ایک سفر کیے ہیں۔اس کی وجہ یہ تھی کہ مولانا فخر الدین دہلوی نے انہیں حکم دیا تھا کہ دامان کے علاقے سے ایک شہباز آپ کے ہاتھ لگے گا اس کی پرورش بڑے دل سے کرنا۔اس شہباز سے مراد خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ تھے۔لیکن قبلہ عالم مہاروی نے وہ شہباز قاضی محمد عاقل کوٹ مٹھن والے کے درس میں پایا۔آپ نے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے عرض کیا گیا کہ درگ کے علاقے سے آیا ہے۔تعلیم حاصل کرتا ہے اور لوگوں میں وعظ کرتا ہے قبلہ عالم مہارویؒ وہاں سے واپس آگئے اور قاضی صاحب بھی اپنے شاگردوں کے ساتھ آپ کی معیت میں روانہ ہوئے۔جب موضع اوچ میں پہنچے تو وہاں ٹھہرے۔اوچ کے مخدوم زادے قاضی صاحب کے مرید تھے انہوں نے دعوت کی۔جب کھانا تقسیم کرنے کا وقت آیا تو گوشت ختم ہو گیا۔لوگ ابھی باقی تھے۔گوشت کا ایک دیگچہ خواص کے لیے تھا لانگری نے اس میں سے تقسیم کرنا شروع کر دیا وہ درگی شخص جوش میں آیا اور لانگری کے منہ پر تھپڑ دے مارا۔لانگری قبلہ عالم کے پاس شکایت لے گیا کہ قاضی صاحب کے ہمراہیوں میں سے ایک درویش نے مجھے سخت تھپڑ رسید کیا ہے۔انہوں نے پوچھا کون سا درویش ہے۔لانگری نے درگی کی طرف اشارہ کیا۔قبلہ عالمؒ نے نظر ڈالی تو پہچان لیا وہی شہباز ہے۔لانگری سے عذر کیا کہ ہمارے لیے اس کا گناہ معاف کر دو۔اس کا ہاتھ پکڑا اور سید جلال بخاری مخدوم جہانیاںؒ کے روضے میں لے گئے۔چنانچہ خواجہ تونسوی کا ملفوظ مبارک ہے کہ قبلہ عالم نے میرا ہاتھ اس تیزی سے کھینچا کہ ابھی میرے پاؤں سے ایک جوتا جدا نہیں ہوا تھا کہ روضہ شریف کے اندر لے جا کر مجھے بیعت کر لیا۔جب فارغ ہوئے تو شکریے کے طور پر شیرینی تقسیم کی اور ایک بزرگ کی طرف خط لکھا کہ جس مقصد کے لیے تمہارے ملک میں سفر کیا کرتا تھا اب حاصل ہو گیا ہے اس کے بعد ہرگز سفر نہ کیا۔اس کے بعد مولوی صاحب نے عرض کیا کہ عجیب مرتبہ ہے پیر اپنے مرید کی تلاش میں مسافر تھے۔

Marfat.com

حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ قبولیت ارواح میں ہوتی ہے اور ارواح کی ایجاد ایک ہی وقت ہوئی تھی۔حق تعالیٰ نے بعض کو بعض پر مکرم اور مقبول بنا دیا ہے اگرچہ بعض کو پیدائش میں موخر کر دیا ہے ورنہ ان کے حالات وکرامات جو ملفوظات میں سامنے آتے ہیں عقل ان کو دیکھ کر دنگ رہ جاتی ہے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اس طرح ہمارے حضرت خواجہ شمس العارفین ابتداء میں شاہانہ مزاج اور لباس رکھتے تھے اور جہاں جاتے تھے عوام اور خواص میں مقبول ہوتے تھے مولوی صاحب جب تک انہیں ساتھ نہ بٹھا لیتے کھانا نہیں کھاتے تھے۔محمد دین نامی ایک پراچہ تھا جو ہفتہ کے بعد ہمارے حضرت کو دعوت پر بلاتا تھا ورنہ اکثر روز فاقہ رہتا تھا۔اس کے بعد مولوی صاحب تونسویؒ نے عرض کی کہ ایک دفعہ پراچہ مذکور تجارت کے لیے کابل جانے لگا۔وہاں مال کی زکوٰۃ تاجروں سے لی جاتی تھی۔لہٰذا تاجر ایک عالم دین کو شمار نصاب کے لیے اپنے ساتھ رکھتے تھے اور ہمارے حضرت صاحب کو علم حدیث کی سند کی ضرورت تھی اور کابل میں حافظ نقاش محدث کامل تھے۔ہمارے حضرت صاحب نے محمد دین کو فرمایا کہ مولوی صاحب مکھڈوی کی خدمت میں عرض کر کے ہمیں اپنے ہمراہ لے چلو۔پراچہ مذکور نے عرض کی۔مولوی صاحب نے فرمایا کہ تو ہمارا خادم ہے لیکن یہ معاملہ اس طرح ہے جس طرح برادران یوسف نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے عرض کیا تھا کہ یوسف کو ان سے جدا کر دیا۔لیکن یہ امان ہمارے پاس واپس لانا۔لیکن کابل میں عجیب صورت پیدا ہو گئی حافظ نقاش قاضی سلطان تھے۔ہمارے حضرت نے ان سے حدیث پڑھی تو وہ آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے اور کہتے تھے کہ میری لڑکی سے نکاح کر لیں اور میرے پاس فرزند کی حیثیت سے ٹھہریں۔ہمارے حضرت صاحب فرماتے تھے۔میں والدین کا اکلوتا بیٹا ہوں ان کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔

حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ مولوی صاحب مکھڈوی بھی نفیس اور شاہانہ لباس

Marfat.com

پہنتے تھے اور پالکی میں تونسہ شریف جایا کرتے تھے۔ حضرت خواجہ تونسویؒ مولوی صاحب کو دیکھ کر فرمایا کرتے تھے۔ میرا بابا نکا آیا۔ بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ ہمارے حضرت خواجہ شمس العارفین تونسہ شریف سے آ رہے تھے۔ ریگستان میں ڈاکوؤں کا ایک گروہ ملا وہ دست درازی کرنا چاہتے تھے۔ حضرت صاحب نے ایک پتھر اٹھا لیا۔ ڈاکوؤں نے واویلا شروع کر دیا اور امان چاہی۔ آپ نے فرمایا۔ میں تو تنہا ہوں۔ تم کس سے ڈرتے ہو۔ انہوں نے کہا۔ ہزاروں لوگ نظر آ رہے ہیں جنہوں نے آپ کے ساتھ پتھر اٹھائے ہوئے ہیں۔ اگر ہمیں ماریں تو ہمارے لیے جائے پناہ نہیں ہوگی۔ مولوی صاحب تونسوی نے عرض کیا کہ اہل ولایت کے لیے کوئی مشکل نہیں ہوتا کہ کسی وقت ایک ہونے کے باوجود کثیر نظر آئیں۔

حضرت محبوب سبحانیؒ نے اس موقع پر فرمایا کہ میراں سید محمدی فاضل اجل تھے۔ علماء کو جب کوئی بحث طلب مسئلہ پیش آتا تو فیصلہ ان کے فتوے کے مطابق ہوتا تھا۔ ایک دفعہ لوگ ایک مسئلے کے سلسلے میں آئے چونکہ وہ موجود نہیں تھے۔ واپس جانے کے لیے لوٹے۔ پیچھے سے انہوں نے ایک آواز سنی۔ جب لوٹ کر آئے تو میراں صاحب کو موجود پایا۔ حیران ہو گئے۔ انہوں نے فرمایا اس وقت میں بیت اللہ شریف میں تھا اور نماز کے لیے تیار تھا۔ تکبیر میں وقفہ تھا۔ آپ کی رفع حاجت کے لئے یہاں آ گیا ہوں۔ وہاں موجود رہوں گا اور یہاں بھی۔

اس موقعہ پر حکیم صاحب دولت پوری نے عرض کیا کہ اہل ولایت کی علامات کیا ہیں۔

حضرت محبوب سبحانی لفظ مبارک پر یہ آیت لائے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

یعنی جو شخص راہ خدا میں قتل ہو گئے انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔

حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ راہ خدا میں کشتہ ہو جانے سے مراد یہ ہے کہ جہاد میں جان کو ایثار کر دیا جائے۔ جہاد دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک کفار کے ساتھ اور دوسرا نفس کے ساتھ۔

Marfat.com

چنانچہ کفار سے جہاد کے بعد واپسی پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

رَجَعْنَا مِنْ جِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلٰی جِهَادِ الْاَكْبَرِ

یعنی چھوٹے جہاد سے جس کا مطلب کفار سے لڑنا ہوتا ہے ہم بڑے جہاد کی طرف لوٹ آئے ہیں

حضرت محبوب سبحانی نے آیت مذکور اور اس حدیث پاک کے معانی بتاتے ہوئے دو ایک حکایات بیان فرمائیں اور دو بیت بھی پڑھے بعد میں ان کا ذکر آ رہا ہے۔

فائدہ

یہ غریب (ملفوظات کو ترتیب دینے والا) کہتا ہے کہ یہاں دو باتیں ہیں جن کی تشریح کرنی ضروری ہے ایک تو چھوٹے اور بڑے جہاد کی تشریح دوسرے اثبات نفس کہ یہ کیا ہے؟ معلوم ہونا چاہیے کہ بزرگوں نے لکھا ہے کہ کفار کے ساتھ جہاد کو اس لیے اصغر کہا گیا ہے کہ اس میں نفس کو دو قسم کی چیزیں ملتی ہیں۔ ایک تو ہے دشمن پر تلوار چلانا اور دوسرے مال غنیمت کی امید۔ اور یہ جہاد وقت پر بھی موقوف ہوتا ہے۔ نفس کے ساتھ جہاد کو آں حضرت ﷺ نے اس لیے اکبر کہا ہے کہ یہ اپنے نفس کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ دوامی طور پر اس کی مخالفت ہوتی ہے۔ یعنی نفس کا حصہ ترک کرنا ہوتا ہے اور ہر طرف سے اس کے حظ اور لطف کو ایثار کرنا پڑتا ہے نفس کے ساتھ مجاہدہ نہ ہونے کی صورت میں وہ ہمیشہ لذات اور شہوات کے درپے رہتا ہے۔ آں حضرت ﷺ کے اس فرمان سے مقصود تنبیہ ہے اور اس بات کی ترغیب کہ نفس کے ساتھ مجاہدہ لازمی طور پر ہمیشہ جاری رکھنا چاہیے۔ اس کا اہتمام کبھی بھی ترک نہ کیا جائے۔ اس حدیث پاک کا مطلب یہ نہیں کہ جہاد بالنفس کفار کے ساتھ جہاد کرنے کے بعد شروع کیا جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے جہاد بالنفس تو ہمیشہ جاری رہتا ہے۔ ان آزمائشوں میں سے ایک کفار کے ساتھ جہاد ہوتا ہے بزرگوں نے کہا ہے کہ جب تو نفس پر غالب آجائے اور مخالفت اور مجاہدے کی تلوار سے اسے قتل کر ڈالے تو جیسا کہ حضرت غوث اعظم فرماتے ہیں۔

Marfat.com

كُلَّمَا جَاهَدْتَ نَفْسَكَ غَلَبْتَهَا قَتَلْتَهَا بِسَيْفِ الْمُخَالَفَةِ اَحْيَاهَا اللّٰهُ تَعَالٰى

خداوند تعالیٰ اسے حیات معنوی دے کر زندہ کر دیتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اسے ذات حق تعالیٰ اور اس کی صفات کا علم و عرفان حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ اصل حقیقت کو دریافت کر لیتا ہے۔

اس کے بعد آپ کو جان لینا چاہیے کہ اہل تصوف کی زبان میں نفس شہوات ولذات حسی کے مبدا کو کہتے ہیں۔ یہ لطیف بخارات ہوتے ہیں جو قلب کے اندر سے اٹھتے ہیں۔ حرارت عزیزی کے بلند ہونے سے اٹھتے ہیں اور خون کی رگوں کے ذریعے تمام اعضاء اور اجزائے بدن میں پھیل جاتے ہیں۔ بدن میں حس وحرکت انہیں کے باعث پیدا ہوتی ہے۔ بھوک، سیری اور حرص وہوا انہیں سے قائم ہے۔ تمام صفات ذمیمہ کی پائداری بھی انہیں سے ہے۔ اور اولیائے حق اپنے نفس کو شہوات اور صفات مذکورہ کے ازالے کے لیے قصد اور تکلیف سے ریاضت اور مجاہدے میں ڈالتے ہیں اور اس کا تزکیہ کرتے ہیں تا کہ ان کا نفس تمام قسم کی حرکات سے اس طرح پاک ہو جائے گویا وہ مر چکا ہے۔ ہر گھڑی وہ نفس کی ہستی، اس کی خواہشات اور اس کے اختیارات کو ختم کرنے کے درپے رہتے ہیں۔ ایسا کرتے ہوئے صبر کی تلخی مختلف آزمائشوں میں اولیائے حق کو شہد اور شکر کی طرح شیریں معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے تمام کاموں میں انہیں سکون حاصل رہتا ہے تقدیر الٰہی کے ظاہر ہونے پر انہیں اضطراب نہیں ہوتا۔ خدا کی طرف سے ابتلا ان کے لازم حال ہوتا ہے۔

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ
مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرَاتِ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم تمہیں خوف اور بھوک اور مال، جان اور ثمرات کے نقصان سے آزماتے ہیں۔

Marfat.com

چنانچہ حدیث پاک میں ہے

إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا ابْتَلَاهُ فَإِنْ اَصْبَرَ اِقْتَنَاهُ

یعنی جب حق تعالیٰ بندے کو دوست رکھتا ہے تو اسے آزمائش میں ڈالتا ہے اور اگر وہ صبر کرتا ہے تو اسے اپنے لیے نگاہ میں رکھتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اقتنا کے معنی اس طرح واضح فرمائے۔

اَیْ لَمْ یَذَرْ لَهٗ مَالًا وَ وَلَدًا

اس کے لیے مال اور اولاد باقی نہیں چھوڑتا اس لیے کہ اگر مال اور اولاد ہو تو بندہ ان سے محبت کرنے لگ جاتا ہے (الایۃ)

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ

اور صبر کرنے والوں کو بشارت دو کہ جب وہ مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔

یہ کلمہ اس بات کا اقرار ہے کہ ہم قضا کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کریں گے۔ اور رضا کا وصف اپنے اندر پیدا کریں گے کہ جو چیز حق کی دوستی میں تفرقہ ڈالتی ہے اس کے فنا ہونے پر ہم حق تعالیٰ سے راضی رہنے کا عہد کرتے ہیں۔

بعض کے نزدیک رضا کا مطلب پروردگار کی تقدیر کے سامنے یہی سکون اور آرام بیان کیا ہے اور بعض نے کہا ہے

وِجْدَ انُ الْحَلَاوَةِ بِفَضْلِ اللّٰهِ

(اللہ کے فضل سے مٹھاس اور لطف حاصل کرنا)

اور یہ اعلیٰ اور ارفع مرتبہ ہوتا ہے۔ رضا محبت سے پیدا ہوتی ہے۔ محبت جس قدر زیادہ اور قوی ہوتی ہے۔ رضا اتنی ہی زیادہ صاف اور کامل ہوتی ہے۔ بس جو لوگ خوشی اور رغبت سے موت اختیار کرتے ہیں اور جان کو قربان کرتے ہیں انہیں دوسرے مصائب سے مثلاً دشمن سے

Marfat.com

خوف، مال کے نقصان اور اولاد کی موت سے کیا غم ہوتا ہے۔ بات یہ ہے کہ محبوب کے لیے جان کی قربانی تمام تر خوشی اور راحت کا سبب ہوتی ہے اور اس میں حلاوت ہی حلاوت پائی جاتی ہے۔ محبوب کے علاوہ کسی غیر کے لیے جان کی قربانی قدرتی طور پر کلفت اور کراہت کا باعث ہوتی ہے تاہم اسے صبر اور سکون سے برداشت کرنا چاہیے۔

حضرت محبوب سبحانی نے محبوب کے لئے جان قربان کرتے ہوئے جو راحت اور حلاوت ہوتی ہے۔ اس کے ضمن میں دو حکایات بیان فرمائیں اور اوپر لکھی ہوئی آیات کے تمام مطالب حل کر دیئے۔ آپ نے فرمایا کہ آں حضرت ﷺ کے یاروں میں سے ایک ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ غار میں اپنی انگلیوں سے سانپ کا سوراخ بند کرتے تھے تا کہ ان کے دلدار کو گزند نہ پہنچے اور دوسرے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بستر مبارک پر سو گئے جب کفار حضور ﷺ کی جان کے درپے ہو چکے تھے۔ یعنی ان دونوں کو راحت اور حلاوت اس بات سے حاصل ہوئی کہ ان کی جان اپنے محبوب کے لیے قربان ہو جائے۔

فائدہ

یہ غریب کہتا ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حکایت اس طرح دیکھنے میں آئی ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت جبرائیل اور میکائیل کو فرمایا کہ میں نے تمہارے درمیان برادری کا رشتہ قائم کیا ہے پس کون ہے کہ زندگی کے لیے تم میں سے اپنے آپ کو بھائی کے لیے قربان کر دے اور اپنے لیے موت اختیار کرے۔ دونوں نے اپنے لیے زندگی کو ترجیح دی۔ انکو حق تعالیٰ نے کہا۔ علی کا شرف دیکھو اور اپنے آپ پر اس کی فضیلت کا خیال کرو ہم نے ان کے اور اپنے رسول ﷺ کے درمیان برادری قائم کی ہے۔ علی رضی اللہ عنہ نے اپنی موت اختیار کی ہے اور پیغمبر ﷺ کے بستر پر سو گیا ہے جان ان پر فدا کی ہے اور زندگانی ایثار کی ہے۔ اپنی ہلاکت پر تیار ہو گیا ہے۔ اب تم دونوں زمین پر جاؤ اور دشمنوں سے اس کی حفاظت کرو۔ اس وقت دونوں آئے۔ ایک ان کے

Marfat.com

سرہانے کی طرف بیٹھ گیا اور دوسرا پائنتی کی طرف۔ جبرائیل نے کہا۔ اے علی ابن ابی طالب! آپ کی طرح کون ہوسکتا ہے کہ خدا تعالیٰ بھی آپ پر تمام فرشتوں کے مقابلے میں فخر کر رہے ہیں اور تو میٹھی نیند سو رہا ہے۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ

حضرت محبوب سبحانی نے ایثار کے ضمن میں، یعنی محبوب کے علاوہ غیروں کے حق میں بھی، سکون اور آرام حاصل کرنے اور جام صبر کی تلخی کو شہد و شکر کی طرح سمجھنے کے متعلق بھی وضاحت فرمائی۔ آپ نے بیان فرمایا کہ جب جنگ احد میں مسلمان شہید ہوئے تو ایک آدمی گیا کہ ان میں سے ایک کو پانی پلائے۔ اس نے کہا کہ صحابہ کرام میں سے ایک جو زخمی تھا اور اس کی زندگی کے چند سانس باقی تھے اس نے کہا کہ مجھے پانی پلاؤ۔ جب میں پانی اس کے پاس لے گیا تو ایک اور زخمی نے آواز دی کہ مجھے پانی دو۔ پہلے شخص نے پانی نہ پیا اور کہا اس کو دو۔ جب اس کے پاس لے گیا تو ایک اور پکارا۔ مجھے دو۔ اس نے بھی نہ پیا اور کہا اسے پلاؤ اس طرح سات زخمیوں کے پاس پہنچا۔ ساتویں نے جب مجھ سے پانی لینا چاہا تو جان بحق ہوگیا۔ جب باقی چھ کے پاس واپس پانی لے گیا تو وہ بھی فوت ہو چکے تھے۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی۔

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

یعنی ایثار کرتے ہیں اگرچہ خود بھی حاجت مند ہوتے ہیں۔ حضرت محبوب سبحانی نے یہ شعر بھی پڑھا۔

کشتگان خنجر تسلیم را [1]

ہر زماں از غیب جانے دیگر ست

یعنی ایک جان کے عوض قرب سرمدی میں ابدی زندگی ملتی ہے۔ جان قربان کرنے

---

[1] تسلیم (سپردگی) کے خنجر سے قتل کیے ہوئے لوگوں کو ہر وقت غیب سے دوسری جان ملتی ہے۔

Marfat.com

سے زیادہ مشکل کوئی بات نہیں ہوتی جب جان قربان کرنا ادنیٰ بات ہو تو مال، اولاد، لباس، روٹی ایثار کرنے کا کیا خطرہ ہو سکتا ہے۔

كَانَ لِلّٰهِ بودہ اندر مضی ۱

تا کہ كَانَ اللّٰهُ لَهُ آید جزا

اس کے بعد آپ نے ان کے راز خفا کرنے کے بارے میں فرمایا کہ لوگوں سے کوئی بھی ان کے حال سے آگاہ نہیں تھا۔ پھر آپ نے یہ حدیث قدسی پڑھی۔

اَوْلِيَائِىْ تَحْتَ قِبَائِىْ لَا يَعْرِفُهُمْ غَيْرِىْ اِلَّا اَوْلِيَائِىْ

میرے دوست میری عظمت کے پردے کے نیچے پوشیدہ ہوتے ہیں انہیں میرے دوستوں کے بغیر اور کوئی نہیں جانتا۔

اس کے بعد حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے دوست عوام الناس کی طرح کھاتے پیتے ہیں، سوتے ہیں، روزی کماتے ہیں اور کوئی ان کے حال سے آگاہ نہیں ہوتا۔

اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ ایک بزرگ سفر حج میں ایک دوست کے گھر مہمان ہوا۔ میزبان کی بیوی اپنی فطرت کی بناء پر ناراض ہو گئی اور مہمان کی خدمت سے انکار کر دیا۔ شوہر کو گالیاں دیں، پیٹا اور بے حرمتی کی۔ چونکہ وہ مرد خدا تھا، بیوی کی ایذا رسانی پر صبر سے کام لیا۔ منت سماجت اور نرمی سے نجات حاصل کی اور کھانا مہمان کے سامنے لایا۔ مہمان نے پریشانی کے عالم میں کھانا کھایا اور جانے کے لیے آمادہ ہوا۔ میزبان نے کہا۔ آنکھ بند کریں اور پاؤں میرے پاؤں پر رکھیں۔ پھر کہا اب آنکھ کھول لیں۔ اس شخص نے دیکھا کہ دونوں میدان عرفات

---

۱ اپنے عمل میں کان للہ (اللہ کے لئے) ہو جا، تا کہ تجھے کانَ اللہ لہٗ (جو اللہ کا ہو جاتا ہے۔ اللہ اس کا ہو جاتا ہے) کی صورت میں بدلہ ملے۔

Marfat.com

میں موجود ہیں۔ دونوں نے لوازم حج ادا کیے اور اسی طرح پھر واپس آ گئے۔ مہمان نے اس کی بیوی کو اس کے مقام سے آگاہ کیا، اس کی بے حرمتی کرنے سے منع کیا اور چلا گیا۔ جب بیوی کو اس کے مقام کا پتہ چلا اور اس نے ادب کرنا شروع کر دیا تو وہ مرد خدا ملول ہوا کہ میرے دوست نے میرا راز ایک غیر پر فاش کر دیا ہے اور یہ شعر پڑھا۔

اولیاء اطفال حق اند اے پسر [1]

در حضور و غیب بس صاحب خبر

یہ ناچیز کہتا ہے کہ یہ شعر ایک حدیث کا ترجمہ ہے۔ چنانچہ مثنوی شریف میں ایک اور مقام پر آیا ہے

گفت اَلْخَلْقُ عَيَالُ لِلّٰهِ [2]

اطفال حق اس لیے کہا ہے کہ جب حق تعالیٰ کی رحمت اور شفقت کے مقام میں ہوتے ہیں اور یہ مقام اس کے فرمان کی متابعت اور اس کے دوستوں کی اتباع سے حاصل ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ میں اپنے بندے پر اس سے زیادہ شفیق ہوتا ہوں جتنی کوئی والدہ اپنے بیٹے پر ہوتی ہے۔

اس کے بعد حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ ولایت کا دعویٰ بہت سے لوگ کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے فرمان کا اتباع صرف وہ لوگ کر سکتے ہیں تسلیم و رضا جن کا وصف ہوتا ہے۔

چوں قضائے حق رضائے بندہ شد لطف حق را لائق و زمیندہ شد [3]

اور یہ ملفوظ دراصل اس وقت مکمل ہوتا ہے جب اس آیت کا معنی سامنے ہو

---

[1] اے بیٹے! اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کی اولاد کی طرح ہیں (حالانکہ اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے) حاضر ہو یا غائب خبر والا ہونا کافی ہے۔ [2] کہا کہ مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے۔

[3] جب اللہ تعالیٰ کا فیصلہ بندے کی رضا بن جائے تو اللہ تعالیٰ کے اور لائق ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

أُولٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ وَ أُولٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ

یعنی یہ ایسا گروہ ہوتا ہے کہ اس پر پروردگار کی طرف سے رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور وہی ہدایت یافتہ گروہ ہوتا ہے۔

اس موقع پر ایک درویش نے عرض کی کہ رضا دو طرح کی ہوتی ہے ایک تو خداوند تعالیٰ کی بندہ سے رضا۔ دوسرے بندے کی رضا خداوند تعالیٰ سے، رضائے حق بندہ کی رضا پر مقدم ہے کیونکہ

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ

کے مطابق جب تک حق تعالیٰ کی توفیق رضی اللہ عنہم کے خزانے کا دروازہ نہ کھولے بندہ ورضوا عنہم کی صفت سے کامیاب نہیں ہوتا اور خدا کے حکم کے سامنے اپنی گردن نہیں جھکاتا اور اللہ تعالیٰ کی مراد پر اقامت اختیار نہیں کرسکتا۔ بندے اپنی محنت اور کوشش کچھ نہیں کرسکتی جب تک حق تعالیٰ کا جذب اپنی ولایت ظاہر نہ کرے بندے کے تمام احوال وافعال پریشان رہتے ہیں وہ کوئی بات نہیں کرسکتا۔ اس کے کام کاج کا کوئی ذکر نہیں کرتا۔ نہ اس کا کوئی نام لیتا ہے۔ نہ اس کے متعلق کوئی بات کرتا ہے اور نہ ہی کوئی شخص کوئی چیز اس کے حوالے کرتا ہے۔

ان مطالب کے مطابق حضرت محبوب سبحانیؒ نے حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے احوال بیان فرمائے جوامت کے آفتاب اور دین وملت کی شمع تھے۔ حضرت صاحب قبلہ نے فرمایا کہ باوجودیکہ اویس قرنی رسول اکرم ﷺ کے عہد میں ہوئے ہیں لیکن دو باتوں کی وجہ سے حضور ﷺ کے دیدار سے روک دیئے گئے۔ ایک تو غلبہء حال کی وجہ سے اور دوسرے والدہ کے حقوق کے باعث۔ اگر رسول خدا ﷺ آگاہ نہ فرماتے تو اہل عالم میں سے کوئی بھی اویس قرنی کے قرب سے مطلع نہ ہوتا۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو وصیت فرمائی تھی کہ اس ہیئت کا ایک شخص قرن میں دیکھو گے۔ ہمارا اسلام اور یہ جبہ اسے دینا اور

Marfat.com

امت کی مغفرت کے لیے دعا کروانا۔ جس طرح کہ اس چودھویں صدی کے گیارھویں سال کے ملفوظ میں درج ہوا ہے۔ حضرت محبوب سبحانی نے تمام واقعہ بیان فرمایا۔

اس موقع پر ایک درویش نے عرض کی کہ ایک کتاب میں دیکھنے میں آیا جب حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے اویس کے متعلق قرن والوں سے پوچھا تو انہوں نے بتایا ایک دیوانہ ہے جس کا یہ نام ہے۔ آبادی میں نہیں آتا۔ کسی سے ملتا جلتا نہیں۔ جو کچھ لوگ کھاتے ہیں وہ نہیں کھاتا۔ غم و شادی کو وہ جانتا ہی نہیں۔ جب لوگ ہنستے ہیں تو وہ روتا ہے اور جب روتے ہیں تو وہ ہنستا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم اسی کی تلاش میں ہیں۔ جب پیغمبر علیہ السلام کے سلام اور وصیت کو اس تک پہنچایا گیا اور امت کی مغفرت کے لیے اس سے دعائے خیر کہلائی گئی تو اہل قرن اس کے قرب اور حال سے واقف ہوئے۔ لوگوں کے درمیان اس کی عزت اور حرمت شروع ہوگئی۔ وہ وہاں سے کوفہ چلا گیا۔ حرم بن حیان نے اسے ایک روز دیکھا۔ اس کے بعد اسے پھر کسی نے نہ دیکھا۔ تا آنکہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا لشکر وہاں گیا۔ وہ اس میں شامل ہوگیا اور حضرت علی کی موافقت میں ان کے دشمنوں سے لڑتا رہا حتی کی جنگ صفین کے روز شہید ہوا۔

عَاشَ حَمِيْدًا وَ مَاتَ شَهِيْدًا

یعنی اچھی زندگی بسر کی اور شہادت کی موت پائی

حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا۔ فقیر جس لباس میں بھی پوشیدہ ہو اس سے دور نہیں ہونا چاہیے۔

ہر بیشہ گماں مبر کہ خالیست [1]

شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ بشری صورت فقر کے لباس کی حیثیت رکھتی ہے اور لباس کا کوئی اعتبار

[1] ہر جنگل کو خالی خیال نہ کر شاید کہ شیر سویا ہوا ہو۔ (سعدی)

Marfat.com

نہیں ہوتا۔ فقر کوئی اور چیز ہوتا ہے چنانچہ بزرگوں نے کہا ہے

اَلْفَقْرُ اِذَا تَمَّ فَهُوَ اللّٰهُ

فقر جب کمال کو پہنچتا ہے تو پھر ذات واحد الاحد ہی باقی رہ جاتی ہے

اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ سلیمان علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں درخواست کی تھی

رَبِّ هَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ

بار خدایا! مجھے ایسا ملک عطا فرمایا جائے جو میرے بعد اور کسی کو نہ ملے

حق تعالیٰ نے دیو، پری، طیور اور ہوا تمام کو ان کا مطیع فرمان بنا دیا جب تک زندہ رہے جن و دیو کے مکر سے بے فکر نہ ہوئے۔ لیکن آں حضرت ﷺ نے کچھ نہ مانگا اور حق تعالیٰ نے فرشتوں کو ان کی پاسبانی کے لیے مقرر کر دیا اور حور و غلمان کو آپ کی خدمت میں رکھا اور تمام روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں آپ کے پاس بھیجیں اور کہا اپنے آپ کو تکلیف میں نہ ڈالیں اور ان خزانوں کو لے کر تجمل کے ساتھ زندگی بسر کریں۔ آں حضور علیہ افضل التحیات نے بارگاہ رب العزت میں التماس کی ان خزانوں کی ضرورت نہیں۔ ایک روز بھوکے گزرے اور ایک پیٹ بھر کر۔ چنانچہ آپ ﷺ کی حدیث پاک ہے

اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَالْفَقْرُ مِنِّیْ

یعنی فقر میرے لیے فخر ہے بلکہ فقر سے میری شان ہے۔

... غ ... یعنی ملفوظات کے مرتب نے عرض کیا کہ ایک اور مقام پر آں حضرت ﷺ نے فرمایا

اَلْفَقْرُ عِزٌّ لِاَهْلِهٖ

کہ جو چیز اہل کے لیے عزت کا مو... ہوتی ہے نا اہل کے لیے ذلت کا باعث بنتی ہے۔ اس کی قرنی کے ... کہ فقر کا وجود لغزش ... اور عاجزی سے محفوظ ہوتا ہے اور ہر قسم کے خلل سے اس کا وصیت فرمائی تھی ... اس کے تن ... یت اور ذلت وارد ہوتی ہے اور نہ اس کی جان خلل اور آفت

Marfat.com

کا شکار بنتی ہے۔اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ باوجودیکہ اس کا ظاہر حال ظاہری نعمتوں سے گھرا ہوتا ہے اس کا باطن باطنی نعمتوں کا منبع ہوتا ہے اور پھر صورت یہ ہو جاتی ہے کہ اس کا تن روحانی بن جاتا ہے اور دل ربانی۔مخلوقات کے حوالے سے وہ دور ہو جاتا ہے اور آدم زاد سے اس کی نسبت نہیں رہتی وہ خلق کے حوالے سے اور آدم کی نسبت سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور اس دنیا کی تمام دولت مل جانے سے غنی نہیں ہوتا اور دونوں جہان اگر اس کے فقر کے ترازو میں رکھے جائیں تو پلڑے میں ان کا وزن مچھر کے پروں کے برابر بھی نہیں ہوتا اور اس کا ایک سانس ہر دو عالم میں ہرگز نہیں سما سکتا۔

اس موقع پر آپ نے فرمایا ایک دن میاں روشن دین پنڈوریوالہ حضور خواجہ شمس الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔انہوں نے پوچھا کون ہو؟اس نے جواب دیا کہ روشن دین۔آپ نے پھر پوچھا۔کونسا روشن دین؟اس نے عرض کی حضور کا غلام۔خواجہ صاحب خاموش ہو گئے روشن دین نے پھر قدمبوسی کی۔حضور نے فرمایا کون ہو؟اس نے کہا روشن دین۔آپ نے پوچھا کونسا روشن دین۔اس اثنا میں مسماۃ بانو نے شور مچایا جب یہاں آپ بھلا چکے ہیں تو اگلے جہان میں کیسے یاد رکھیں گے۔اب اس طرح گویا آپ نیند سے بیدار ہوئے ہیں۔روشن دین نے عرض کیا میں وہی ہوں جو ہمیشہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا ہوں۔آپ نے فرمایا۔تو اگرچہ وہی ہے میں وہ نہیں جو پہلے تھا۔حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا جب یہ مقام آتا ہے تو فقیر تمام فیوضات ربانی کا جامع ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ مخلوقات کے تمام فرقے مذہب اور طریقہ مختلف رکھنے کے باوجود خواجہ فریدالدین گنج شکر کے عرس پر ایک ہی جگہ جمع ہوتے ہیں اور ہر ایک سر تسلیم خم کر کے فرید فرید کا نعرہ لگاتا ہے۔دوسروں کے پرہیز اور انکار کی طرف توجہ بھی نہیں کرتے اور تصوف کے چاروں سلسلوں کے خلفاء اس محبت وحید کے سوختہ یعنی حضرت خواجہ

Marfat.com

موصوف کے فیضان کے عمیق سمندر میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں۔ چنانچہ مولوی محی الدین صاحب قصوری نقشبندی اور مفتی صاحب میانی والے ہمیشہ پاک پتن میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ بعدازاں آپ نے ارشاد فرمایا کہ فقر نہ علم پر منحصر ہوتا ہے اور نہ ہی اکتساب پر کیونکہ کوئی شخص اپنے اختیار سے مسلمانی تک نہیں پہنچتا اس لیے فقر تک جو ازلی قبولیت سے حاصل ہوتا ہے کیسے پہنچ سکتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے یہ بیت پڑھا۔

ہیچ بر چیزے زخود قادر نشد ؎[1]
ہیچ آہن خود بخود خنجر نشد

لیکن جس کسی کو حق تعالیٰ پیر کامل کی خدمت اور اطاعت کرنے کی راہ دکھادے وہی اس دولت کو حاصل کرسکتا ہے۔ کیونکہ جو کچھ ہوتا ہے پیر ہی ہوتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ہمارے حضرت خواجہ شمس العارفینؒ کا ملفوظ ہے کہ ہم نے مثنوی مولانا رومؒ کے پورے چھ دفتر بارہ سال کے عرصے میں ختم کیے تھے ان سے ہم نے بس یہی سمجھا کہ تمام کا مقصد پیر کی خدمت اور اطاعت ہے۔ مثنوی شریف میں ہے۔

چوں تو ذات پیر را کردی قبول ؎[2]
ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسولؐ

پھر آپ نے فرمایا کہ مولانا روم فاضل اجل اور سلطان کے قاضی تھے۔ شمس تبریز ان کے پیر تھے لیکن علم سے عاری تھے جو شعر یا غزل ان کے نام سے ہے مولانا روم کی تصنیف ہے اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک روز شاہ شمس تبریز مولانا کے پاس سے گزرے انہوں نے کتابیں دیکھیں پوچھا یہ کیا ہے مولانا نے جواب دیا یہ قیل و قال ہے آپ کو ان سے کیا سروکار

---

[1] کوئی بھی اپنے آپ کسی چیز پر قادر نہیں ہوا، کوئی لوہا اپنے آپ خنجر نہیں بنتا۔

[2] جب تو نے مرشد کی ذات کو قبول کرلیا، تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اس کی ذات میں آ گئے۔

Marfat.com

شمس تبریز نے تمام کتابوں کو پانی سے بھرے ہوئے حوض میں پھینک دیا مولانا بڑے گھبرائے۔ شمس تبریز نے ایک کتاب حوض سے صحیح اور ثابت باہر نکال دی مولانا نے پوچھا یہ کیا ہے انہوں نے کہا یہ ذوق وحال ہے تجھے اس سے کیا ان کی قبر کا نشان دنیا میں نہیں ملتا۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ملتان میں جو کچھ مشہور ہے خلاف واقع ہے کیونکہ حضرت خواجہ تونسویؒ نے اسی طرح فرمایا ہے اس موقع پر مولوی صاحب تونسوی نے کہا کہ مولانا رومؒ چھ ماہ تک شاہ شمس کے ساتھ خلوت میں رہے مولانا کے لڑکے کو غیرت آئی کہ میرا باپ سلطان کا قاضی تھا لیکن اس شخص کی صحبت میں ذلیل ہو گیا ہے۔ قتل کے ارادے سے اٹھا چند اوباش بھی ساتھ لیے اور خلوت خانہ کے باہر سے آواز دی شاہ شمس نے کہا یہ لوگ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں خلوت سے باہر آئے اور اس کے بعد خون کے چند قطروں کے بغیر قاتلوں اور مقتولوں کے متعلق لوگوں کو کچھ نہ ملا۔ چنانچہ مولانا نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

فتنہ و آشوب خونریزی مجو [1]

بیش ازیں از شمس تبریزی مگو

انہوں نے قابل تعریف طریقے سے زندگی گزاری یا شہید ہو کر فوت ہوئے مولوی صاحب مذکور نے بعد ازاں عرض کیا کہ حق تعالیٰ جس کسی کو اپنی درگاہ میں منظوری عطا کرتے ہیں اس کے تمام گناہ بخش دیتے ہیں۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا یہ کہنا زیادہ درست ہے کہ اس کے گناہ گناہ نہیں رہتے بلکہ معاملہ دگرگوں ہو جاتا ہے۔

يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ

اللہ تعالیٰ گناہ نیکیوں سے بدل دیتے ہیں۔

☆☆☆

---

[1] فتنہ اور خونریزی کا شر تلاش نہ کر، اس سے زیادہ شمس تبریزی کی طرف سے نہ کہہ۔

Marfat.com

مجلس نمبر ۴۵

درویشوں کے رشک اور ان کی طرف توجہ نہ ہونے کے بیان میں

۳ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ/ ۲۶ جنوری ۱۸۹۸ء مجلس کی سعادت سے مشرف ہوا۔
مولوی صاحب تونسوی درویش اور چند دیگر اصحاب موجود تھے۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ ایک روز مسماۃ بانو، احمد دین اور مولوی فضل دین نے صاحبزادہ صاحب سجادہ نشین سیالوی سے بطور مشورہ کہا کہ اس سال جب شاہ صاحب جلالپوری یہاں خواجہ شمس العارفین کے عرس مبارک میں شامل ہوں تو رخصت کے وقت ان کی تعظیم و تکریم نہ کی جائے۔ مجھے بھی انہوں نے مشورے میں شامل کرنا چاہا۔ میں افسوس سے جل اٹھا اور میں نے کہا نہیں آتا ایسا نہ ہو کہ خدا کے قہر میں پکڑا جاؤں کیونکہ ہمارے حضرت خواجہ شمس العارفین ہمیشہ ایک میل تک شاہ صاحب کے ہمراہ جایا کرتے تھے اور پھر رخصت فرمایا کرتے تھے۔ اس بات کے دوران میں حضرت محبوب سبحانی لیٹے ہوئے تھے۔ آپ اٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ ان لوگوں کو ہمارے متعلق ایسی باتیں کرنا ضروری نہیں تھا مگر حسد کی بیماری دلوں میں بڑھ چکی ہے اس کے بعد اپنے اوقات اور حالات کے متعلق آپ نے تمثیلاً فرمایا۔

عشق نے منصب دیا عاشق کو جب تقدیر میں
آہ تو نقدی ملی وحشت ملی جاگیر میں

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جب سلطان شادمان خان[1] کو حق تعالیٰ نے اپنے عشق و محبت کا منصب عطا فرمایا تو انہیں سلطنت سے وحشت ہو گئی تخت چھوڑا اور حکومت سے علیحدہ ہو

---

[1] سلطان شادمان خان گکھڑ متوفی ۱۰۷۹ھ/ ۱۶۶۸ء پوٹھوہار کے سلاطین میں سے تھا اور بعد میں گوشہ نشین ہو گیا تھا۔ فارسی زبان کا فصیح البیان شاعر تھا۔ شاہ جہان اور عالمگیر کے دہ باروں تک اس کی رسائی تھی۔

Marfat.com

گئے لباس گدائی اختیار کیا جو کوئی ان کے خیال پر متاسف ہوتا اور پوچھتا تو یہ ابیات جواب کے طور پر زبان پر لاتا تھا۔

حاصل ایام عمر ما نیا دانی گزشت [1]
وانچہ باقی بود آنہم در پریشانی گزشت
بادشاہی بے خلل را در گدائی یافتیم
حیف بر عمر یکہ در خانی و سلطانی گزشت

بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ سلطان مذکور کبھی کبھی اس امیر کی مجلس میں جایا کرتا تھا جو اس کا قائم مقام بنا تھا۔ اہل مجلس اس کی تعظیم کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے تھے وہ امیر اس بات سے جلنے لگا اور اس نے کہا کہ اگر اب سلطان دربار میں آئے تو کوئی اس کی تعظیم کی طرف متوجہ نہ ہو۔ جب سلطان نے یہ حال دیکھا فی البدیہ کہا۔

اہل مجلس گر نہ بر خیزند بیدل نیستم [2]
نقص عزت نیست گر تصویر قالین بر نخاست

غرض آنکہ چونکہ دیدہ شہود میں انسان کا وجود پاؤں کے نیچے پڑے ہوئے قالین کی تصویر کی طرح بے جان اور ویران ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی طرف سے تعظیم بھی ایسی ہوتی ہے جیسے کہ نہ ہو۔

اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ مولوی فضل دین اگرچہ دل میں فخر رکھتا تھا مگر پھر بھی کبھی

---

[1] ہماری عمر کا اصل تو نادانی میں گزر گیا، جو کچھ باقی بچا وہ بھی پریشانی میں گزرا۔
ہم نے بے خلل بادشاہی کو گداگری میں پایا، اس عمر پر افسوس جو دولت اور بادشاہی میں گزر گئی۔
[2] اگر اہلِ مجلس نہ اُٹھیں تو میں بے دل (پریشان) نہیں ہوتا اگر قالین کی تصویر نہ اُٹھائے تو عزت میں کوئی کمی نہیں آتی۔

Marfat.com

کبھی ہمارے پاس آیا کرتا تھا اور سجادہ نشین صاحب بھی اس کی وجہ سے اس کے ہمراہ آیا کرتے تھے۔ کیونکہ مولوی صاحب ان کے استاد تھے۔ دوسرے بھی اسی طرح حسد اور غیرت میں گرفتار تھے۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ ایسے شیخ کامل کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کے باوجود دوئی کا وبال ان کے دل میں باقی رہ گیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ مہدی درویش لاابالی بن کر پھرتا تھا اور لوگ اس کے اردگرد جمع ہو جایا کرتے تھے۔ وہ گالیاں دیتا تھا اور دور بھگا دیتا تھا۔ ایک بار ہم قبلہ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے کے بعد اپنے حجرے کی طرف آ رہے تھے۔ حضرت سجادہ نشین اور مہدی مذکور سے ملاقات ہوئی۔ ہم نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔ حضرت سجادہ نشین نے فرمایا کہ یہ مہدی ہے۔ ہم پھر خاموش رہے اور چلے آئے۔ کچھ دیر کے بعد مہدی آیا اور چلا گیا اسی طرح دو تین مرتبہ آیا۔

بعد ازاں حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا جو کچھ ہے پیری ہے۔ جب پیر کا دیدار موجود ہو تو دوسروں کی طرف توجہ کرنا غیریت کے سوا کچھ نہیں ہوتا پھر آپ نے فرمایا۔

چوں تو ذات پیر را کردی قبول ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول [1]

اس کے بعد آپ نے فرمایا ہمارے حضرت صاحب کا قول مبارک ہے کہ مثنوی کے سارے چھ دفتروں کا مقصد اتباع شیخ کے بغیر اور کچھ نظر نہیں آتا۔ اس موقع پر غریب راقم حروف نے عرض کیا کہ خواجہ حافظ نے بھی اپنے دیوان میں مثنوی شریف اور مولانا روم کی تعریف اس طرح کی ہے۔

بلبل زشاخ سرو بگلبانگ پہلوی میخواند دوش درس مقامات معنوی [2]

---

[1] جب تو نے مرشد کی ذات کو قبول کرلیا، تو اس کی ذات میں (اس کے واسطے سے) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو بھی پالیا۔ [2] سرو کی شاخ پر بلبل پہلوی زبان (شہری زبان) میں چہچہاتے ہوئے، مقامات مثنوی معنوی کے درس کے ساتھ پڑھتی ہے۔

Marfat.com

ساقی مگر وظیفہ حافظ زیادہ داد   کاشفتہ گشت طرۂ دستار مولوی ۱؎

حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ اس وصف کا اشارہ بھی شیخ کی جانب ہے کیونکہ ساقی سے مراد وہی ہے۔ اس غریب نے ایک اور شعر بھی پڑھا۔

می ترسم از خرابی ایمان کہ می برد ۲؎
محراب ابروئے تو حضور از نماز من

اس موقع پر حضور نے فرمایا کہ جب ابروئے یار کا محراب حاصل ہو پھر دوسرے محرابوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔

مست ست یار و یاد حریفاں نمی کند ۳؎
یادش بخیر ساقی مسکین نواز من

بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ خواجہ حافظ کے دیوان میں جہاں کہیں ساقی کا لفظ آتا ہے اس سے مراد پیر ہوتا ہے اور ان کے کلام کے معانی اہل منازل کے بغیر اور کوئی نہیں جانتا۔ خواجہ حافظ دیوان کی یہ جو سات شرحیں پائی جاتی ہیں اہل علم نے اپنے قیاس کے مطابق لکھ دی ہیں لیکن اصل مقصد تک نہیں پہنچے۔

اس موقع پر آپ اپنی زبان مبارک پر یہ شعر لائے۔

مرا در منزل جاناں چہ امن و عیش چوں ہر دم ۴؎
جرس فریاد می دارد کہ بر بندید محملہا

۱؎ مگر ساقی نے حافظ (دیوان حافظ) کا وظیفہ زیادہ دیا اور مولوی کی دستار کا طرہ کھل گیا۔

۲؎ میں ایمان کی خرابی سے ڈرتا ہوں کہ تیرے ابرو کا محراب میری نماز کی حاضری کو نہ لے جائے (غافل نہ کر دے)

۳؎ یار مست ہے اور حریفوں (مخالفوں) کی یاد نہیں کرتا میرے مسکین نواز ساقی کی یاد اچھی ہو

۴؎ مجھے محبوب کی منزل میں امن اور عیش کیا ہوگا کہ ہر وقت فریاد کی گھنٹی اس کے کجاوے پر باندھ دی ہے۔

Marfat.com

آپ نے تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ اہل علم کو کیا پتا کہ جرس سے کیا مراد ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اہل منازل کو جرس کی آواز دل سے سنائی دیتی ہے اور منزل جاناں سے مراد دل ہے ان عاشقان الٰہی میں سے بعض کو بانسری کی آواز سنائی دیتی ہے، بعض کو بلندی سے گرنے والے پانی کی آواز کی مانند معلوم ہوتی ہے دغیرہ وغیرہ۔ چڑیا بھڑ، بندوق اور برق کی آواز کی طرح بھی حسب منازل ہوا کرتی ہے چنانچہ بلھے شاہ نے کہا ہے۔

مرلی دا گھنگھور وحدت پایا شور

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جرس کی آواز کو ذکر انا احد سے بھی تعبیر کیا گیا ہے اور بانسری کی آواز جو لگا تار جاری رہتی ہے اور درمیان میں ٹوٹتی نہیں وحدت سے تعبیر کی جاتی ہے۔ پس جب مرید کے دل میں اتنی آوازوں کا غلغلہ بلند ہوتا ہے تو اس کے دل سے امن وقرار چھین لیا جاتا ہے اور طبعی باتوں سے اس کا سروکار نہیں رہتا۔ کھانا، سونا اور مجلس میں بیٹھنا اسے یاد نہیں رہتا۔ کبھی تو اسے جوش وخروش میں لایا جاتا ہے اور کبھی خاموش کر دیا جاتا ہے وہ آرام کی حالت میں نظر آتا ہے۔

سمن بویاں غبار دل چو بنشیند بنشاند [1]

پر یریاں قرار از دل چو برخیزند بربایند

آپ نے فرمایا کہ جس کسی کی یہ منازل نہیں ہوتیں خواجہ حافظ کے اشعار کے معانی نہیں سمجھ سکتا اور ان سے دور بھاگتا ہے چنانچہ اہل علم نے خواجہ حافظ پر اعتراضات کیے ہیں وہ کہتے ہیں کہ خواجہ حافظ اپنے دیوان کے شروع میں نہ تو اللہ کی تعریف کی ہے اور نہ ہی نعت رسول مقبول ﷺ لکھی ہے لیکن اہل منازل سمجھتے ہیں ان کی تمام مرادیں لفظ ساقی سے پوری ہو جاتی

---

[1] چنبیلی کی خوشبو والے جب بیٹھتے ہیں تو دل کی غبار کو بٹھا دیتے ہیں اور پری چہرے والے جب اُٹھتے ہیں تو دل کے قرار کو لے جاتے ہیں۔

Marfat.com

ہیں اس لیے اسے منتخب کر کے خواجہ صاحب نے ساقی کے نام سے مناجات شروع کی۔

الا یا ایھا الساقی ادر کاسا و ناولہا [1]

کہ عشق آساں نمود اول ولی افتاد مشکلہا

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جس کسی کو روئے ساقی کا عشق جس سے مراد پیر ہے حاصل ہو گیا اسے دوسروں کی طرف التفات نہیں کرنی چاہیے۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ ایک خوبصورت عورت جارہی تھی۔ عبداللہ کی طرح ایک مرد اسے راہ میں ملا۔ جہاں حضرت محبوب سبحانی نے عبد اللہ درویش کی طرف رخ کیا اور مسکرائے کیونکہ اسے بھی ایک عورت سے عشق کا دعوای تھا عورت نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ تیرا عاشق ہوں۔ عورت نے کہا مجھے کیا دیکھتا ہے پیچھے میری بہن آرہی ہے وہ مجھ سے بدر جہا زیادہ خوبصورت ہے مرد نے اس طرف آنکھیں اٹھائیں عورت نے اس کے منہ پر تھپڑ دے مارا اور کہا میرے عشق کا دعویٰ کرتے ہو اور پھر دوسروں کی طرف دیکھتے ہو۔ عبداللہ مذکور بڑا شرمندہ ہوا اور منہ نیچے کر لیا۔

آپ نے فرمایا یہ تو بلبل کا عشق ہے کہ جس شاخ پر پھول دیکھتی ہے ادھر اڑ جاتی ہے۔

بلبلے برگ گلے خوش رنگ در منقار داشت [2]

واندراں برگ ونوا خوش نالہائے زار داشت

گفتمش در عین وصل ایں نالہ وفریاد چیست

گفت مارا جلوہ معشوق بریں کار داشت

---

[1] اے ساقی! پیالے کو گردش میں لا اور پکڑا دے کہ عشق شروع میں آسان دکھائی دیتا ہے لیکن بڑی مشکل پڑتی ہے۔

[2] ایک بلبل نے اچھے رنگ والے پھول کا پتہ چونچ میں لیا ہوا تھا اور اس پتے اور اچھی آواز میں پریشانی کی فریاد تھی۔ میں نے اس سے کہا حالتِ وصل میں آہ وزاری اور فریاد کیا ہے۔ اس نے کہا ہمیں اس پر معشوق کا جلوہ مشکل ہے۔

Marfat.com

اس لیے بلبل کے عشق کو ناقص شمار کیا جاتا ہے۔

اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز [1]

کاں سوختہ را جاں شد و آواز نیامد

☆☆☆

---

[1] اے سحری کے مرغ پروانے سے عشق سیکھ، کہ اس جلے ہوئے کی جان ہے لیکن آواز نہیں آتی۔

Marfat.com

مجلس نمبر ۴۶

خواجہ شمس العارفین کے استغراق کے بیان میں

۱۲ ذی قعدہ ۱۳۱۵ھ/۱۴ اپریل ۱۸۹۸ء

مسمی ثناء اللہ کے ہمراہ قدم بوسی کی سعادت اور دولت سے مشرف ہوا مولوی صاحب تونسوی اور چند دیگر اصحاب موجود تھے۔ حضور نے ثناء اللہ کے حالات سے جو اس غریب کا رشتہ دار تھا کچھ استفسار فرمایا وہ سوداء کی بیماری میں مبتلا تھا۔ اسکا کچھ حال بندہ نے بیان کیا۔ اس موقع پر حضرت خواجہ شمس العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے استغراق کا ذکر شروع ہوا۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ آخری ایام میں حضرت خواجہؒ کے لیے ایک درویش مقرر تھا جو نماز کے وقت سے آگاہ کیا کرتا تھا جب آپ نماز پڑھنا شروع فرماتے تو وہ درویش نماز کی رکعتوں کی تعداد اور ارکان بتایا کرتا تھا۔ جب آخری قعدہ ختم ہوتا تو درویش کے اشارہ کرنے پر آپ سلام پھیرا کرتے تھے اور الحمد للہ پڑھتے تھے۔ الغرض کسی قسم کے افعال سے آگاہی یا ان کا شعور نہ تھا۔ چنانچہ ایک روز میاں روشن دین قدم بوس ہوا۔ آپ نے فرمایا کون ہو؟ اس نے عرض روشن دین۔ آپ نے پوچھا کون روشن دین؟ اس بات کو دو تین بار دوہرایا گیا اس نے کہا وہی ہوں جو ہمیشہ حاضر خدمت ہوا کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تو تو وہی ہے لیکن میں وہ نہیں جو پہلے تھا۔

اب خواجہ تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے جلال اور بزرگی کا ذکر چھڑ گیا آپ نے فرمایا کہ کسی ولی کو درگاہ خداوندی میں اس درجے کی بلند قبولیت حاصل نہیں ہوئی کہ خود اپنے پیر کی تمام اولاد اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دے اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرے۔ چنانچہ مہار شریف کے صاحبزادگان خواجہ تونسویؒ کے مرید ہوئے تھے۔ اس مسکین نے عرض کی کہ خواجہ صاحبؒ کی تصویر بندہ کے پاس ہے لیکن جلال کی وجہ سے اس پر نگاہ نہیں ڈالی جاسکتی۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے پاس بھی ان کی تصویر تھی لیکن گم ہو چکی ہے۔ شاید کہ ہم اس لائق نہیں تھے۔ جب اس پر

Marfat.com

نگاہ پڑتی تھی تو دل پر خوف طاری ہو جاتا تھا۔

☆☆☆

Marfat.com

مجلس نمبر ۴۷

بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بہشتی دروازے کے بیان میں

۲۱ رمضان المبارک ۱۳۱۶ھ/۲ فروری ۱۸۰۹ء

منگلوار کو آستان معلی کی خاک بوسی کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت محبوب سبحانی تلاوت قرآن شریف میں مشغول تھے۔ اگلے روز مجلس معلی میں حاضر ہوا۔ مولوی فضل حق کھبکی والا، حافظ غلام رسول حکیم ہادی حسین، دولت پوری بہادر خان چک جانی والا، چوہدری حسن ساہیوالی وغیرہ دوست حاضر تھے۔ حکیم صاحب مذکور نے عرض کیا کہ بابا فرید الدین قدس سرہ کے روضہ شریف کا بہشتی دروازہ جو مخلوق کے داخلہ کے لیے ہر سال کھلتا ہے آیا بابا صاحب کی زندگی میں بھی کھلتا تھا یا ان کی وفات کے بعد یہ کام جاری ہوا۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا بیان کیا جاتا ہے۔ بابا صاحب کو خواب میں معلوم ہوا کہ ان کے شیخ خواجہ قطب الدین بیمار ہیں۔ جاگ کر دہلی کی طرف روانہ ہو گئے اور دریا کے کنارے پر پہنچے جو راستے میں تھا۔ کشتی رواں ہو چکی تھی۔ انہوں نے بہت کہا مگر ملاح واپس نہ لائے۔ بابا صاحب نے کشتی کی طرف سے مایوس ہو کر اپنا کوزہ دریا میں ڈالا اور اس کا سارا پانی کوزے میں بھر گیا۔ ملاح روتے پیٹتے ہوئے آئے اور کہنے لگے ہماری روزی کا ذریعہ جاتا رہا۔ بابا صاحب نے فرمایا کہ جو شخص پیسے رکھتا ہے تم اسے کشتی میں سوار کر لیتے ہو۔ لیکن ہمارے جیسے مساکین کے لیے لاچاری ہو جاتی ہے۔ اب زمین خشک ہے جو آئے گزر جائے ملاح اور بھی زور سے چلانے لگ گئے۔ آخر بابا صاحب نے کوزہ اوندھا کر دیا اور دریا پھر روانہ ہو گیا۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ جس وقت کوزے کو اوندھا کیا جائے اس کے منہ سے پانی گھومتا ہوا نکلتا ہے۔ چنانچہ قدرت الٰہی سے دریا کا پانی اب بھی وہاں سے گرداب کھا کر بہتا ہے۔ الغرض بابا صاحب دہلی میں پہنچے۔ خواجہ قطب الدینؒ نے فرمایا علاج کے لیے حکیم کا لکھا ہوا نسخہ خرید کر جلدی لے آؤ۔ پیر کے حکم سے بابا صاحبؒ بازار گئے۔

Marfat.com

اتفاقاً اس وقت اولیاء اللہ میں سے ایک نے جس کا نام رسول نما تھا منادی کرائی تھی کہ جو شخص ان بارہ دنوں میں میرا چہرہ دیکھ لے گا دوزخ کی آگ سے بچ جائے گا۔ اپنی پالکی وہ جا بجا رکھواتا تھا کہ بیمار اور کمزور لوگ میری زیارت سے محروم نہ رہ جائیں۔ آخر کار لوگ اس بزرگ کی پالکی کے گرد جمع ہو چکے تھے۔ ان کا شوروغوغا اس بازار میں بھی پہنچ گیا۔ جہاں بابا صاحب موجود تھے۔ دکاندار زیارت کرنے میں مشغول ہو گیا بابا صاحب دکان کے اندر چھپ گئے۔ دکاندار نے پوچھا آپ کیوں بزرگ کی زیارت نہیں کرتے۔ انہوں نے فرمایا تو دوا جلد تیار کر کے دے۔ دوکاندار نے پھر کہا۔ کیا آپ کو جنت نہیں چاہیے؟ بابا صاحب نے فرمایا۔ جنت کیا چیز ہے۔ مجھے تو یہ فکر لاحق ہے کہ دیر ہو رہی ہے اور میرے پیر ناراض نہ ہو جائیں پالکی نشین بزرگ کو کشف سے معلوم تھا کہ یہاں ایک شخص چھپا ہوا ہے۔ اس نے بہت کہا کہ چھپے ہوئے شخص کو لائیں تا کہ زیارت کر لے۔ مگر بابا صاحب نے توجہ نہ کی۔ اس بزرگ نے آخر مایوس ہو کر پالکی روانہ کر دی۔ بابا صاحب جب خواجہ قطب الدین کے حضور پہنچے تو انہوں نے پوچھا کہ فرید دیر سے کیوں آئے۔ بابا صاحب نے واقعہ عرض کیا۔ خواجہ قطب الدین نے فرمایا کہ آپ کو جنت کی ضرورت نہیں تھی کہ بزرگ کی زیارت نہ کی۔ بابا صاحب نے عرض کیا کہ میں عشاق میں سے ہوں۔ ہمیں وصل معشوق چاہیے۔ جنت ہو یا نہ ہو۔ میں نے سوچا۔ اگر بزرگ کی زیارت کر کے بہشت میں چلا گیا اور خدانخواستہ میرا پیر کہیں اور ہوا تو پھر بہشت میرے لیے دوزخ ہو گا۔ اگر وصل شیخ حاصل ہو جہاں کہیں ہو ہم اپنے شیخ کے ساتھ ہونگے۔ اگر دوزخ بھی ہو تو میرے لیے جنت ہو گی۔ خواجہ صاحب نے فرمایا اے فرید! تیرے اعتقاد پر آفریں آفریں۔ آپ نے جنت چھوڑ دی اور ہمیں چاہا جائیں وہ پتھر اپنے دروازے کے اوپر رکھ لیں۔ اس شخص نے تو بارہ روز مقرر کیے ہیں۔ آپ کا یہ دروازہ قیامت تک قائم رہے گا۔ جو شخص بھی اس دروازے سے گزرے گا دوزخ کی آگ سے محفوظ رہے گا اور جنت میں جائے گا۔

Marfat.com

حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا ایک اور روایت بھی ہے۔ خواجہ قطب الدین نے فرمایا کہ فلاں پتھر کو اٹھا لو۔ ان کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بابا صاحب نے وہ پتھر اٹھایا۔ اس کے نیچے انہوں نے جنت کا مشاہدہ کیا۔ وہاں سے کوئی چیز ساتھ لائے اور اپنے دروازے پر رکھ دی۔

اس موقع پر حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ بابا فریدالدین قدس سرہ کا روضہ شریف کوئی اتنا فراخ اور بلند نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی اولاد جب کبھی روضہ شریف کی دیواریں اونچی کرتی تھی تو گر پڑتی تھیں تا آں کہ خواجہ نظام الدین قدس سرہٗ دہلی سے تشریف لائے۔ مزار شریف پر جا کر التجا کی۔ بابا صاحبؒ نے اشارہ فرمایا کہ ہم نے ساری عمر روزہ رکھا اور پاکیزگی اور طہارت کی طلب میں رہے۔ اب بے وضو لوگ ہمارے سر پر بیٹھ کر حقہ پیتے ہیں اور دیوار تعمیر کرتے ہیں۔ اس وجہ سے ہم ناراض ہیں۔ اب خواجہ نظام الدین صاحب اولیاء دہلوی نے قرآن مجید کے حافظ اکٹھے کیے اور ہر اینٹ پر قرآن شریف ختم کر کے روضہ شریف کی دیوار پر رکھتے تھے اور تمام باوضو اور پاکی کا خیال رکھنے والے لوگ عمارت بناتے رہے۔ اس وجہ سے بابا صاحب کا روضہ شریف چھوٹا ہے۔

اس مرحلے پر حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ بابا صاحبؒ کو خواجہ نظام الدین سے بڑی محبت تھی۔ چنانچہ آخری وقت ان کی اولاد نے وصیت کے لیے عرض کی تو فرمایا ہمارے نظام کو خوش رکھنا۔ جب پہلی بار خواجہ نظام الدینؒ ارادت کیساتھ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھتے ہی بابا صاحب کی زبان پر یہ شعر وارد ہوا۔

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ [1]
سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

اس موقع پر حکیم ہادی حسین نے عرض کیا کہ اگلے زمانے کے مشائخ بعض ایسے اشخاص

---

[1] اے وہ کہ تیری جدائی کی آگ نے دلوں کو کباب کر دیا تیرے شوق کے سیلاب نے جانوں کو خراب کر دیا۔

Marfat.com

کو جو بیعت کے ارادے سے آئے تھے۔ دوسرے مشائخ کے پاس جانے کی ہدایت کرتے تھے اور فرماتے تھے تمہارے فیض کا حصہ وہاں ہے اب مخلوق جتنی کثرت کے ساتھ آتی ہے خود بیعت کر لیتے ہیں، اس کی وجہ کیا ہے۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ اس کام کا تعلق مقسوم سے ہے اب بھی ایک شخص ہمارے حضرت خواجہ شمس العارفین کی خدمت میں حاضر ہوا اسے آپ نے ایک اور طرف جانے کا اشارہ فرمایا۔ ایک اور شخص پشاور سے ہمارے حضرت صاحب کے پاس پہنچا۔ انہوں نے پوچھا کہ تمہارا گھر کہاں ہے اس نے عرض کیا کہ پشاور شہر میں۔ انہوں نے فرمایا کہ تو وہاں فلاں مرد کی بیعت کر لے، اس لئے کہ تیری عمر ضعیف ہے اور اتنا دور کا سفر طے کرنا تیرے لیے مشکل ہوگا۔

حضرت محبوب سبحانی نے سلسلہء کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ فلاں شخص جس کا گھر سیال شریف کے نزدیک ہے، ہمیشہ ہمارے حضرت کی خدمت میں رہتا تھا۔ وظائف کثرت سے پڑھا کرتا تھا۔ کہتا تھا کہ حضرت صاحب مجھے بیعت نہیں فرماتے اور مجھے بھی عرض کرنے کی مجال نہیں کہ جناب بیعت فرمائیں۔ آخر اس شخص نے یہاں بیعت کی (قرائن سے خیال گزرتا ہے کہ یہ جدم سید رسول کا ذکر ہے۔ ہمارا گھر سیال شریف کے نزدیک موضع بلو میں ہے۔ بیعت سے پہلے جدم صاحب کثرت سے وظائف پڑھا کرتے تھے اور اس غرض کے لیے حضرت خواجہ شمس العارفینؒ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے تھے۔ خاکسار مترجم)

حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ بیعت کے لیے شیخ کا ارادہ حق تعالیٰ کے ارادے سے ہوتا ہے جہاں حق تعالیٰ کی مرضی نہ ہو شیخ کا ارادہ تبدیل ہو جاتا ہے اور رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ ایک شیخ تھے۔ انتقال کے وقت ان سے پوچھا گیا کہ آپ کے بعد صاحب سجادہ کون ہوگا۔ کسی کو مقرر فرما دیں تا کہ لوگوں کو تلقین کیا کرے۔ انہوں نے جواب دیا میں مختار نہیں ہوں کہ کسی کو اپنی جگہ بٹھاؤں۔ میرے علم میں یہ ایماء ہوا ہے کہ میرے بعد فلاں

Marfat.com

کبر میری جگہ بیٹھے گا۔ چنانچہ شیخ مذکور کی وفات کے بعد وہ کبر کلمہ پڑھتا اور رقص کرتا ہوا آیا اور شیخ کے سجادے پر بیٹھ گیا اور مخلوق کو تلقین شروع کر دی گویا اس سے پہلے عارف تھا۔

اس موقع پر حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ کی ذات پر بڑے فدا تھے۔ خواجہ نظام الدین قدس سرہٗ کی مرضی تھی اور خیال رکھتے تھے کہ خرقہء خلافت امیر خسرو کو عطا فرمائیں لیکن جب خواجہ صاحب کا آخری وقت آیا تو حضرت امیر حاضر نہیں تھے۔ آپ نے پوچھا۔ امیر حاضر ہے۔ خواجہ نصیر الدین نے عرض کیا۔ نصیر حاضر ہے چونکہ ان کی مرضی نہیں تھی خاموش ہو جاتے تھے۔ آخر دو تین مرتبہ پوچھا کہ امیر حاضر ہے۔ ہر بار جواب ملتا کہ نصیر حاضر ہے۔ اس جواب پر یہ کلمہ زبان پر لائے کہ خواجہ امیر کو چاہتا ہے اور حق تعالیٰ نصیر کو۔ یہاں حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا۔

دلم خواہد کہ پرم سوئے یاراں [1]

دوال من بدست بازداراں

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خرقہ خلافت خواجہ نصیر الدینؒ کو عطا ہوا۔

خواجہ محبوب سبحانی نے یہ بھی فرمایا کہ امیر خسروؒ کا روضہ خواجہ نظام الدین اولیاء کے روضہ کی پائنتی میں ہے۔ دونوں ایک جیسے اور ایک ہی نمونے کے ہیں۔ لیکن جو شخص ان کی زیارت کے لیے داخل ہوتا ہے پہلے امیر صاحب کے مزار پر اور بعد میں خواجہ نظام الدینؒ کے مرقد مبارک پر حاضر ہوتا ہے۔ اب بھی امیر خسرو صاحب کی قبر سے جوش عشق و محبت اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ زائرین تاثیر عشق سے مغلوب ہو جاتے ہیں۔ اور زار و زار روتے ہیں لیکن جب خواجہ صاحبؒ کے مزار کی زیارت کے لیے داخل ہوتے ہیں تو ان کے دلوں کو تسکین حاصل ہوتی

---

[1] میرا دل چاہتا ہے۔ کہ دوستوں کی طرف اُڑ جاؤں لیکن میری ڈوری پیچھے کی طرف کھینچنے والوں کے ہاتھ میں ہے۔

Marfat.com

ہے۔

خواجہ محبوب سبحانی نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حضرت تونسویؒ کا فرمودہ ہے کہ شاہان دہلی کی سلطنت امیر صاحب کی غیرت کی وجہ سے برباد ہوئی۔ ان کا نام ونشان تک جہاں میں نہیں رہ گیا۔ یہ اس طرح ہوا کہ انہوں نے خواجہ نظام الدینؒ اور امیر خسرو کے مزارات کے درمیان محمد شاہ کی قبر بنادی اور جس روز سے انہوں نے عاشق اور معشوق کے درمیان پردہ حائل کردیا انہوں نے اپنے آپ کو برباد کرڈالا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ان کی سلطنت کی بے بنیادی کا دوسرا باعث یہ تھا کہ انہوں نے مشائخ کے حق میں تعصب برتا اور غلط فہمی کی وجہ سے ان سے اپنی اطاعت اور چونکہ انہوں نے حق تعالیٰ کو واحد دیکھا ہے کسی غیر کی اطاعت نہیں کرتے اس موقع پر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ خواجہ نظام الدین قدس سرہٗ کا لنگر اتنا فراخ تھا کہ ہر روز مصالحہ گوشت نمک وغیرہ کیساتھ لدے ہوئے اونٹ درکار ہوتے تھے۔ شاہی ملازموں نے فریاد کی کہ بازار خالی ہوگئے ہیں اسباب کہاں سے خریدیں۔ چنانچہ بادشاہ نے حکم جاری کیا کہ بازار والے خواجہ صاحب کے درویشوں کے ہاتھ کوئی شے فروخت نہ کریں۔ خواجہ نظام الدین نے باولی کھدوانی شروع کردی مزدور شاہی بے گار میں گرفتار تھے۔ خواجہ صاحب نے دو چند مزدوری مقرر کرکے رات کو کام کرانا شروع کیا۔ مزدور بے خوابی کے باعث بادشاہی کام میں سست پڑ گئے۔ بادشاہ نے پوچھا اس کا سبب کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ رات کو کام کرتے ہیں اس لیے دن کو سست پڑ جاتے ہیں۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ خواجہ صاحب کام کرنے کے لیے رات کو تیل جلانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ بند کردیا جائے۔ درویشوں نے عرض کیا کہ بازار سے تیل نہیں ملتا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا تالاب کا پانی جلاؤ اور باولی کا کام مکمل کرو۔ بادشاہ شرمندہ ہوا کہ خدا کا لنگر خانہ ہے میری کوشش سے بند نہیں ہوتا۔

خواجہ محبوب سبحانی نے یہ بھی فرمایا کہ سرمد رحمۃ اللہ علیہ کو غلط فہمی کی بناء پر قتل کیا گیا تھا وہ

Marfat.com

کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھتے تھے۔قاضی اور بادشاہ نے سنا۔کہنے لگے "بیش ازیں بگو" سرمد نے کہا اس سے بیشتر کچھ نہیں۔دو چار مرتبہ تکرار ہوا۔اور ان کا سر تلوار سے جدا کر دیا گیا۔قتل کے وقت سرمد نے پڑھا۔

سر در قدم یار فدا شد چہ بجا شد [1]

ایں بار گراں بود ادا شد چہ بجا شد

قتل کے بعد ان کا وجود لا الہ الا اللہ پڑھتا تھا اور سر محمد رسول اللہ کہتا تھا۔قاضی اور بادشاہ شرمسار اور حیران ہوئے۔سرمد کے شیخ آئے کہ ناحق اس کا خون گرایا گیا ہے اگر محمد رسول اللہ پڑھنے کا اشارہ کیا جاتا تو وہ ضرور پڑھ دیتا لیکن الا اللہ سے بیشتر کچھ بھی نہیں۔سرمد کیا پڑھتا۔

بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ منصور رحمۃ اللہ علیہ کو بھی وقت کے عالموں نے غلطی سے پھانسی پر لٹکا دیا تھا۔کوئی اس کے مقام سے واقف نہیں تھا کہ اسے اپنے حال سے باہر نکالتا۔حضرت محبوب سبحانی کی خدمت میں ملفوظات کے راقم نے عرض کی کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ مشائخ کے سید الطائفہ تھے اور منصور رحمۃ اللہ علیہ کو انہیں کے فتوے سے پھانسی پر لٹکایا گیا تھا کیا انہیں بھی اس کے منزل اور مقام کا علم نہیں تھا کہ اپنی ہمت سے کام لے کر اسے سکر کی منزل سے صحو میں لے آتے تاکہ جس زبان سے انا الحق نکل رہا تھا وہ ھوالحق کہتی۔حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ صوفی ابن الوقت ہوتا ہے۔شاید جنیدؒ کا وقت غائب ہو چکا تھا۔انبیاء کا بھی وقت ہوتا ہے چنانچہ پیغمبر ﷺ نے بھی فرمایا

لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ

میرا اللہ کے ساتھ ایک وقت ہوتا ہے جس میں مقرب سے مقرب فرشتہ اور نبی مرسل بھی نہیں

---

[1] سر، دوست کے قدموں میں فدا ہو گیا کیا اچھا ہوا یہ بھاری بوجھ (قرض) ادا ہو گیا کیا اچھا ہوا۔

Marfat.com

پہنچتا۔

پھر حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ جنید رحمۃ اللہ علیہ مشائخ میں سے تھے اور یعقوب علیہ السلام نبی مرسل تھے۔ چنانچہ اپنے وقت کے متعلق انہوں نے فرمایا (جیسا کہ سعدی کہتے ہیں)۔

کسے پرسید زاں گم کردہ فرزند ؎[1]
کہ اے روشن گہر پیر خرد مند
زمصرش بوے پیراہن شمیدی
چرا در چاہ کنعانش ندیدی
بگفت احوال ما برق جہانست
دمی پید اور دیگر دم نہانست
گہے بر طارم اعلیٰ نشینم
گہے بر پشت پای خو دنہ بینم
اگر درویش بریک حال ماندی
سر دست از دو عالم بر فشاندی

اس موقع پر حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ ایک دیوانہ بالکل ننگا گدھے پر سوار خواجہ تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے حضور آیا۔ حضرت خواجہ صاحب ہمیشہ سر نیچے کیے مراقبے میں رہتے تھے دیوانے نے کہا نیچے کیا دیکھتے ہیں۔ یہ لیجیے میں آ گیا۔ حضرت تونسویؒ کبھی سر مبارک اوپر بھی

[1] کسی نے اس شخص سے پوچھا جس کا بیٹا گم ہو گیا تھا، اے روشن موتی عقلمند بزرگ (حضرت یعقوب علیہ السلام) آپ نے مصر سے اس کی قمیص کی خوشبو سونگھ لی، کنعان کے کنویں میں کیوں دیکھ نہ سکے۔
انہوں نے فرمایا ہمارے حالات جہاں کی بجلی کی طرح ہیں، ایک وقت ظاہر اور دوسرے وقت چھپ جاتی ہے۔
کبھی میں ہم بلند بالا خانے پر بیٹھتا ہوں کبھی پاؤں کی پیٹھ پر بھی نہیں دیکھتا۔
اگر درویش ایک حال پر رہے، اسی وقت دونوں جہانوں سے اُڑ جائے۔

Marfat.com

اٹھایا کرتے تھے۔ جونہی اس کی نظر آپ پر پڑی گدھے سے نیچے اتر آیا اور کسی سے چادر لے کر اپنے آپ کو ڈھانپ لیا، نماز بھی ادا کی اور گدھے کو ہمراہ لے کر چلا گیا۔ حضرت خواجہ تونسویؒ نے فرمایا کہ یہ دیوانہ عین منصورؒ کی منزل پر تھا جو انا الحق کا دعویٰ کرتا تھا۔ اسی لیے اس نے کہا۔ نیچے کیا دیکھتے ہیں۔ لیجئے یہ میں کھڑا ہوں۔ لیکن اب صحو کی حالت میں آ گیا اور چلا گیا۔ اگر منصورؒ ہمارے وقت میں ہوتا تو ہرگز پھانسی پر نہ لٹکایا جاتا۔ لیکن اس وقت کے عالموں نے غلط فہمی کی بنا پر اسے پھانسی پر لٹکا دیا۔

حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ جب حق تعالیٰ اپنی جباری اور قہاری کا اظہار کرتا ہے تو اس قسم کے کام ہوتے ہیں اور تسلیم و رضا کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ پیغمبر ﷺ کے دانت مبارک جنگ احد میں شہید ہوئے، صحابہ کرام بکھر گئے، جبرئیل علیہ السلام نے آں حضرت ﷺ کو مقتولوں میں سلا دیا۔ کچھ دیر کے بعد پھر سوار کر دیا۔ آپ نے فرمایا اے جبرائیل.. اس میں کیا حکمت تھی انہوں نے جواب دیا۔ یا رسول اللہ ﷺ۔ حق تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ ہمارے حبیب ﷺ کو بتائیں کہ میری ذات اس وقت اپنی قہاری کا اظہار کر رہی ہے، دوست اور دشمن میں فرق نہیں۔ آپ ﷺ مقتولوں کی صورت اختیار کر لیں تا کہ محفوظ ہو جائیں۔ چونکہ اب قہاری کا وقت گزر چکا ہے لہذا آپ ﷺ کو پھر سوار کر دیا گیا ہے۔

حضرت محبوب سبحانی نے یہ بھی فرمایا کہ ایک بار ہم خواجہ شمس العارفین کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ ایک بادشاہ تھا اس کی ملکہ کے دل میں حج بیت اللہ کا شوق غالب ہو گیا۔ بڑے حیلے کیے اس شوق سے باز آ جائے مگر کارگر نہ ہوئے۔ چونکہ خود جہانداری کے کاموں کی وجہ سے ساتھ نہیں جا سکتا تھا اور کسی اور پر اعتبار بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اپنے شیخ کے پاس گیا کہ وہ اس کے ہمراہ تشریف لے جائیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم قاصد نہیں کہ اس کے ساتھ جائیں جو کوئی اس کام کے لائق ہو اسے بھیج دو۔ اس نے عرض کی پھر مہربانی کر

Marfat.com

کے اپنی درگاہ کے درویشوں میں سے کسی کو اس کے ہمراہ کردیں۔ شیخ صاحب نے ایک درویش کو ملکہ کے ساتھ بھیج دیا۔ اتفاقاً ملکہ کی آنکھ اس درویش پر پڑی۔ اس پر مفتون ہوگئی اور حج کا شوق اس کے دل میں سے جاتا رہا۔ ہمراہیوں نے اس واقعہ کی خبر بادشاہ کو پہنچائی۔ بادشاہ نے درویش کو قتل کروادیا۔ اس کی ملکہ جب حج سے واپس ہوئی تو بادشاہ گھبرایا کہ شیخ کی خدمت میں درویش کے متعلق کیا جواب دیا جائے۔ لیکن شیخ نے نہ پوچھا کہ تو نے ہمارے درویش کے ساتھ کیا کیا۔ بادشاہ کی پریشانی اور بھی بڑھ گئی کہ شاید غضبناک ہوگئے ہیں۔ علماء اور فقراء سے سفارش کرائی۔ دیناروں سے بھرا ہوا ایک تھال لیا۔ اس کے اوپر تلوار رکھ دی اور گلے میں رسی ڈال کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کی اگر قصاص چاہتے ہیں تو یہ تلوار ہے، اگر خونبہا چاہتے ہیں تو وہ بھی حاضر ہے۔ شیخ خاموش تھا۔ بادشاہ نے پھر وہی بات دہرائی شیخ کو جوش آگیا اور کہنے لگے ایک تیرے سر کی کیا بات ہے تیرے تمام بال بچوں اور تیری افواج کے سر اور میرا اور میرے تمام درویشوں کے سر اس درویش کا خون بہا ہوں گے۔ بادشاہ ناامید ہوکر واپس چلا گیا۔ جلد کفار میں سے ایک بادشاہ حملہ آور ہوا اور اس کی تمام مملکت کو ہلاک اور ویران کردیا۔ آخر کفار کی فوج شیخ پر چڑھ آئی۔ شیخ کے درویش بغداد میں چھ ہزار تھے ایک ایک کو خلوت سے لاکر شیخ کے سامنے شہید کرتے تھے اور ہر ایک کا سر قلم ہوتے دیکھ کر شیخ کی زبان سے نکلتا تھا یہ کیا جباری ہے، یہ کیا قہاری ہے۔ جب خود شیخ کی باری آئی تو اس نے کہا میں اس کا مستحق تھا۔ کفار کی فوج جب واپس ہوئی تو راستے میں ایک درویش تھا اس نے زمین کو کہا مجھے چھپالے۔ درویش کمر تک دھنس گیا۔ اس نے دیکھا کہ خضر علیہ السلام جھنڈا ہاتھ میں اٹھائے لشکر کے آگے آگے آرہے تھے۔ اس نے کہا کہ کیا کفار کے مُقَدِّمَۃُ الْجَیْشِ آپ ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے جواب دیا ہاں۔ تیری طرح نہیں کہ رضائے حق کو چھوڑ کر زمین سے پناہ مانگوں۔ پھر حضرت خضر علیہ السلام نے زمین کو کہا کہ اسے چھوڑ دے تاکہ لشکری اسے بھی قتل کردیں۔

Marfat.com

مسلمان بادشاہوں کی سلطنت کو فقراء کے ساتھ تعصب اور عناد کی وجہ سے زوال ہوا اور کفار اور غیر مذہب کے بادشاہوں کے زوال کے باعث کوئی بات نہیں ہوتی۔ حضور نے فرمایا، عروج اور چیز ہوتی ہے اور اسلام ایک اور چیز۔ لازم نہیں کہ دونوں یک جا جمع ہوں۔ ہر دو کا تعلق قسمت سے ہے۔ حق تعالیٰ جسے چاہیں عزت دیں اور جسے چاہیں ذلت دیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ
الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِیَدِکَ
الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

الغرض کفار بھی اس کی مخلوق ہیں اور اسی کے پروردہ ہیں اور خداوند تعالیٰ کی صفت قہر جس طرح دوست اور دشمن کے درمیان تمیز نہیں کرتی اسی طرح کفر اور اسلام کی عزت کے درمیان بھی فرق نہیں سمجھتی۔ انسانی صورت ایک پردہ ہے جس میں حق تعالیٰ اپنی رفعت اور حکومت کی شان کے ساتھ ظہور کرتا ہے ورنہ انسان کے پاس کیا طاقت ہوتی ہے کہ تمام ممالک کا حاکم بن جائے اور تمام مخلوق اس کی مطیع ہو۔

حضرت محبوب سبحانی نے یہ بھی تصریح فرمائی کہ حق تعالیٰ کی رضا اس کی اطاعت اور فرمانبرداری میں ہے ورنہ کفر وغیرہ تعینات[1] اس کی غنائے ذات کے نزدیک لاشے ہیں۔ ربوبیت حق تمام کی پرورش کرتی ہے اور کفر و اسلام کا اس میں کوئی اعتبار نہیں اور اس کے کارخانے میں عقل مقلد[2] کے دخل کا کوئی امکان نہیں جس قدر عقلی تدبیروں اور وہم کے گھوڑوں کو دوڑاتا

---

[1] تعینات یقین کی جمع ہے۔ علم تصوف کا یہ ایک اہم مسئلہ ہے۔ حق تعالیٰ کا وجود وراء الوریٰ ہے۔ عقل کی بھی اس تک رسائی نہیں۔ جس طرح کہ تھا اسی طرح رہ کر وہ اپنی صورتوں سے ظہور فرماتا ہے۔ اہل تصوف اسے تعین کہتے ہیں۔ تعینات کئی ہیں۔ [2] مقلد کا معنی ہے تقلید کرنے والا۔ کسی کے قول پر حجت اور دلیل کے بغیر عمل کرنا تقلید کہلاتا ہے۔ عقل مقلد کے بغیر کسی اور ذریعہ علم کو نہیں مانتی۔

Marfat.com

رہے اسے پشیمانی اور حیرانی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اس موقع پر حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ عقل کی مثال اس بیماری سے دی جا سکتی ہے جو گوشت خور ہوتی ہے۔ اگر بڑھ جائے تو تمام گوشت، پوست اور ہڈیاں کھا جائے اور حالت علاج معالجہ سے گزر جائے۔ چنانچہ بوعلی سینا وغیرہ فلسفی اور معتزلی[1] لوگ عقل کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان کی حد سے آگے نکل گئے تھے اور بعض مشبہ رہ گئے تھے[2] اور بعض معطل[3] کیونکہ اگر عقل کے لیے ہدایت کا امکان ہوتا تو اپنے آپ سے جاہل نہ ہوتی۔ عقلا میں سے کوئی بھی ابھی تک اس حقیقت کو نہیں پہچان سکا۔ پس عقل کی دلیلوں کا اثبات تشبیہ ہے اور ان کی نفی کرنا تعطیل ہے اور مشبہ و معطل موحد نہیں ہوتا۔

گر باستدلال کار دین بدے [4]

فخر رازی راز دار دیں بدے

چونکہ او من لم یذق لم یدر بود

وہم تخیلات او حیرت فزود

بات یہاں پہنچی تو حکیم مذکور نے کہا کہ بندہ فعل مختار ہے اور صحیح یا غلط راہ معلوم کرنا عقل کا کام ہے۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ اس کا فعل مختار ہونا بھی مستعار ہے۔ اگر ارادۂ حق

---

[1] معتزلہ مسلمانوں کا عقلیت پسند گروہ تھا۔ اس کی لمبی چوڑی تاریخ ہے۔ امام غزالی جیسے بزرگوں نے عقلیت پرستی کی بیخ کنی کی۔ روحانیت کی راہ دکھائی اور محبت الٰہی کا درس دیا۔

[2] خدا کو مخلوق سے تشبیہ دینے والے جیسے غالی شیعوں کا طریقہ ہے، یہ لوگ خدا کے لئے وہ صفات تسلیم کرتے تھے جو ثابت نہیں۔

[3] خدا کی صفات کی نفی کرنے والا۔

[4] اگر دین کا کام محض استدلال کے ساتھ ہوتا تو امام فخر الدین رازی دین کے راز دار ہوتے چونکہ وہ "من لم یذق لم یدر" (جو چکھتا نہیں اس کو علم نہیں ہوتا) کا مصداق تھے ان کے تخیلات کا وہم حیرت سے بڑھ گیا۔

Marfat.com

نہ ہو تو اختیار کہاں سے آئے۔غریب راقم ملفوظات نے عرض کیا کہ ایک سائل نے حافظ غلام احمد صاحب رسوالی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ بندہ فعل مختار ہے انہوں نے فرمایا کہ اپنا ایک پاؤں اٹھاؤ اور چلو۔ جب اس شخص نے ایک قدم اٹھایا اور کودا تو حافظ صاحب نے فرمایا۔ اب دوسرا پاؤں بھی اٹھالو اور چلو۔ وہ شخص عاجز آ گیا اور کچھ نہ کہہ سکا۔

اہل مجلس میں سے ایک درویش نے اس موقع پر سوال کیا کہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے جبرو اختیار کے مسئلے کی اس طرح تفصیل بیان کی ہے [1]

گر کنم طاعت و اطاعت تو — باشد آہم باستطاعت تو [2]
من چو اندر میانہ ہیچ نیم — جز دورغ و بہانہ ہیچ نیم
کار در دست کار ساز بود — نسبت آں بمن مجاز بود
گر توانم دہی توانم کرد — در وہانم شوی تو انم خورد
تا تو برنا مدی بصورت من — نشد اثبات فعل و قدرت من
عین ممکن چو پیش چشم شہود — نیست فی حد ذاتہ موجود
فعلش از وی وجود چوں یابد — نیست از نیست بود چوں یابد

اختیار کا معنی یہ ہے کہ فاعل جب فعل کو دیکھتا ہے حق تعالیٰ فعل کی اچھائی کی اسے تعلیم دیتا ہے۔

---

[1] ان اشعار میں کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے انسان بندگی کرتا ہے۔ وہی کارساز ہے۔

[2] اگر میں فرمانبرداری کروں تو وہ بھی فرمانبرداری تیری دی ہوئی طاقت سے ہوگی۔

میں جب درمیان میں کچھ بھی نہیں ہوں جھوٹ اور بہانے کے سوا کچھ نہیں ہوں۔

کام، کارساز کے ہاتھ میں ہے۔ میری طرف اس (کام) کی نسبت مجازی ہے۔

اگر تو مجھے میری صورت میں نہ لاتا تو میرے فعل کا اثبات اور میری طاقت نہ ہوتی شہود کی آنکھ کے سامنے ممکن اپنی ذات میں موجود نہیں ہے۔

جب اس کا فعل اسی سے وجود میں آئے تو یہ عدم سے عدم ہے۔ تو وجود کیسے پائے گا۔

Marfat.com

اس علم کا نام اختیار ہے کیونکہ اس علم سے ارادہ پیدا ہوتا ہے۔ ارادے سے انسان کی قدرت کو تحریک ہوتی ہے اور اس کی قدرت کی وجہ سے فعل موجود ہو جاتا ہے۔ یہ بات جو ظاہر کی گئی ہے اس کا تعلق کسب سے ہے جو کچھ ان اسباب کے بغیر سرزد ہوتا ہے۔ اضطراری ہوتا ہے۔ جیسے درخت کے پتے اور ٹہنیاں ہوا کی وجہ سے حرکت کرتے ہیں ہے ۱

درک خیریت اختیار بود — واں بہ تعلیم کردگار بود ۲
گرچہ از جبر فعل او ر دور ست — اندراں اختیار مجبور ست
ورچہ بے اختیار کارش نیست — اختیار اندر اختبارش نیست

یہاں یہ عقدہ باقی رہ جاتا ہے کہ بندہ جب اپنے فعل پر مجبور ہے تو امر و نہی کس غرض کے لیے ہیں۔ یہاں یہ نکتہ ہے کہ حق تعالیٰ نے جب اعیان ۳ کو متعین کیا تو ہر ایک کو دوسرے کے ساتھ مربوط کر دیا۔ ایک کو شرط قرار دیا اور دوسرے کو مشروط تا کہ تمام سلسلہ وار شہود کے میدان میں ظاہر ہوں۔

بہر آں کرد امر و نہی عباد — تو شود ظاہر انقیاد و عناد ۳
زاید از انقیاد حب و رضا — وز خلاف و عناد سوئے قضا

---

۱ حق تعالیٰ کی تعلیم سے بھلائی کو سمجھ کر فعل کرنا اختیار ہے۔ مگر چونکہ حق تعالیٰ کی تعلیم سے ہوا ہے، اختیار بھی اپنے اختیار میں نہیں۔ جیسے کام کو پانا اختیاری ہے اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے ہے۔

۲ اگر مجبوراً کام کرنے میں اس کا فعل دور ہے اس میں بھی مجبور کا اختیار ہے۔
اور اگرچہ بے اختیار کا کام نہیں ہوتا لیکن اختیار بھی اسی کے اختیار میں نہیں ہے۔

۳ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو امر اور نہی اس لئے فرمائی ہے کہ فرمانبرداری اطاعت اور نافرمانی ظلم ہو جائے۔
فرمانبرداری سے محبت اور رضا بڑھتی ہے۔ اور نافرمانی اور عناد (دشمنی) سے برا انجام ہوتا ہے۔
ان اشعار کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح حق تعالیٰ کی طرف سے سجدے کے حکم سے شیطان کی برائی ظاہر ہوئی امر و نہی سے ہر فعل ظاہر ہوتا ہے۔ انسان کو اختیار کامل حاصل نہیں۔

Marfat.com

بود پیش از وجود ما شیطان — درمیان فرشتگان پنہاں ¹
بو د از جنس جن و لعنت او — مستحق بود در جبلت او
تا نشد امر اسجدوا صادر — نشد آں سر مستحق ظاہر
پس بو د امر و نہی شرطِ ظہور — فعلہا را زبندۂ مامور
نہ پے آنکہ بندہ را در دست — اختیارِ تمام و کامل ہست

قصہ مختصر جس طرح حق تعالیٰ نے ازلاً اپنی تمام صفات اور شیون کو صورِ علمی غیبی میں دیکھا عینی شہودی تجلی کے طور پر بھی دیکھنا چاہا۔اس لیے تمام اسباب عالم کو پیدا کیا اور مخلوقات کو ظاہر کر کے ان کے متعلق احکام جاری کیے۔اس طرح اس کا امرونہی اطاعت اور دشمنی کا موجب بنا۔ایک سے محبت اور رضا چاہی اور دوسرے سے بری قضا۔اس کی طرف سے جنت کی محبت لکھ لی اور دوسرے کی طرف سے دوزخ۔اس کا مقصد یہ تھا کہ اس کی جمال اور جلال کی صفات ظاہر ہوں۔اسی طرح اگر گناہ نہ ہوتا تو ہدایت اور مغفرت ظاہر نہ ہوتی اور کفر نہ ہوتا تو حق تعالیٰ کی قہر اور جلال کی صفت ظاہر نہ ہوتی۔الغرض بہرصورت اپنی صفات خود اپنے آپ پر عیاں کرتا ہے اور کسی اور کی کیا طاقت ہے کہ اس کے افعال پر چوں وچرا کہہ کر دم مارے اور کہے یہ کیسے اور کیوں ظاہر ہوئے۔

حضرت سند الکاملین محبوب سبحانی نے فرمایا کہ یہ علم سینہ ہے۔علم ظاہر نہیں جو کتابوں سے حاصل ہوتا ہے اور یہ حدیث ہے

---

¹ آئینہ عالم جو کہ علم الٰہی میں تخلیق سے قبل موجود تھا اور اب بھی موجود ہے اور آئندہ بھی موجود رہے گا۔
ہمارے وجود سے پہلے انسان فرشتوں کے درمیان پوشیدہ تھا......وہ جنوں کی نسل سے تھا اور فطری طور پر لعنت کا مستحق تھا......جب تک سجدہ کرنے کا حکم نہ ہوا اس مستحق کا راز ظاہر نہ ہوا.....پس امر اور نہی اس ظہور کے لیے شرط ہے۔کہ بندہ مامور عمل کرے---اس لیے نہیں کہ بندے کے ہاتھ کامل اور پورا اختیار ہے۔

Marfat.com

اَلعِلمُ فِی الکُتُبِ لَافِی الصُّدر

علم کتابوں میں ہے سینے میں نہیں

تو یہ علم ظاہر

کے متعلق ہے لیکن جو حدیث علم باطن کے متعلق ہے وہ اس طرح ہے

اَلعِلمُ فِی الصَّدرِ لَافِی الکُتُبِ

علم سینے میں ہوتا ہے کتابوں میں نہیں ہوتا۔

اور یہ نور معرفت ہوتا ہے۔اس کے متعلق قرآن مجید میں ہے۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ

پس جس کا سینہ حق تعالیٰ نے اسلام کے لیے فراخ کر دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے روشنی میں ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ جس کسی کے سینے کو جو اس کو علم سے جو نور ہے کشادہ کرتا ہے تو وہ بے شمار حکمتوں کے سمجھنے کے لائق ہو جاتا ہے بلکہ اس کے لیے درختوں کا ایک ایک پتہ دفتروں کی مانند ہو جاتا ہے۔

برگِ درختانِ سبز در نظر ہوشیار [1]

ہر برگے دفتریست زمعرفت کردگار

پھر حکیم کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ بندے کے اختیار میں نہیں ہے کہ اپنے آپ کو شقی یا سعید بنالے حدیث پاک میں ہے۔

اَلسَّعِیۡدُ سَعِیۡدٌ فِیۡ بَطۡنِ اُمِّهٖ وَالشَّقِیُّ شَقِیٌّ فِیۡ بَطۡنِ اُمِّهٖ

ہر شخص کی نیک بختی اور بد بختی ماں کے پیٹ میں اس کے نام مندرج ہوتی ہے۔آیت قرآنی ہے

---

[1] سمجھدار آدمی کی نگاہ میں سبز درختوں کے پتوں میں سے ہر پتہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کی کتاب ہے۔

Marfat.com

يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَ يَهْدِیْ مَنْ يُرِيْدُ

حق تعالیٰ جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اس کے بعد آپ نے یہ شعر پڑھا۔

يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ چوں خواندۂ [1]

پس چرا در وسوسہ در ماندۂ

عقل کو اس بات کا یارا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کاموں میں دخل دے اور پھر یہ ابیات آپ اپنی زبان مبارک پر لائے۔

گہ آری خلیلے زبتخانہ ای [2]

کنی آشنائی بہ بیگانہ ای

گہے با چنیں گو ہر خانہ خیز

چو بو طالبے را کنی سنگ ریز

اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کے ابدال ایسا درجہ رکھتے ہیں کہ جہاں جانا چاہیں پرندوں کی طرح اڑ کر پہنچ جاتے ہیں۔ اتفاقاً ایک ابدال دریا کے اوپر سے گزر رہا تھا۔ بارش ہو رہی تھی اس نے دل میں خیال کیا کہ یہاں کیا ضرورت تھی۔ اگر خشک زمیں پر ہوتی تو سبز گھاس وغیرہ پیدا ہوتا اور حیوانوں کو روزی ملتی۔ یہی خیال دل میں تھا کہ اس پر عتاب الٰہی نازل ہوا، اپنی منزل سے معزول کر دیا گیا اور زمین پر گر پڑا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ایک درویش درخت کے نیچے لیٹا ہوا تھا اس کی نظر اس درخت پر پڑی اس نے دیکھا کہ کدو کی بیل اس

---

[1] جب تو **یفعل اللہ مایشاء** (اللہ تعالیٰ وہی کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے) پڑھتا ہے تو پھر وسوسوں میں کیوں مبتلا ہے۔ [2] کبھی حضرت خلیل علیہ السلام کو تو بت خانہ سے نکال کر بیگانہ سے آشنا کر دیتا ہے۔ کبھی گوہر خانہ کو بھی کہتا ہے کہ اٹھ جا جس طرح ابوطالب کو سنگریز کرتا ہے

Marfat.com

درخت کی شاخوں کے سہارے قائم ہے۔ درخت اور بیل دونوں پر پھل لگے ہوئے تھے۔ اس نے سوچا کہ کدو کی بیل جو اس درخت کی شاخوں پر کھڑی ہے بڑا پھل رکھتی ہے اور درخت جو بڑا مضبوط ہے اس کا پھل چھوٹا ہے۔ کیا ہی بہتر ہوتا کہ بیل کا پھل چھوٹا ہوتا اور درخت کا بڑا۔ وہ یہ سوچ رہا تھا تو درخت کا پھل اس کی آنکھ پر آ گرا۔ اس نے اسی وقت توبہ کی کہ اگر کدو میری آنکھ پر آ گرتا تو فوراً اندھا ہو جاتا۔

حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ جس کسی کو حق تعالیٰ اپنے قرب کی طرف ہدایت کرتا ہے اس قسم کے توہمات سے اسے بچالیتا ہے۔ اسی لیے حدیث پاک میں کہا گیا ہے۔

اَھْلُ الْجَنَّۃِ بُلْہٌ

اہل جنت باقی چیزوں سے بے خبر رہتے ہیں

یہ شعر بھی آپ نے پڑھا ؎

زعلم اول اگر صد درس خوانی　　　چو آشفتی الف باتا ندانی [1]

غریب راقم ملفوظات کہتا ہے کہ یہ حدیث اور شعر معنی کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مطابقت رکھتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور معرفت کے باعث آشفتہ اور حیران ہوتا ہے تو جو باتیں دل میں عقل کی وجہ سے موجود ہوتی ہیں وہ اپنے مرتبے سے معزول ہو جاتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عقل جس بات کا اثبات کرتی ہے وہ غیر کے متعلق غور کرنا ہوتا ہے اور معرفت الٰہی اس تقاضے کی نفی کرتی ہے کیونکہ معرفت کی حقیقت ہی غیر سے منہ پھیرنا ہے اسی بناء پر آں حضرت ﷺ نے اہل جنت کو ابلہ کہا ہے اس لیے کہ غیر کی انہیں خبر تک نہیں ہوتی۔

چنانچہ بزرگوں نے فرمایا　　　مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ اِنْقَطَعَ بَلْ خَرَّوَ اِنْقَمَعَ

جس نے حق کو پہچان لیا اس نے تمام چیزوں سے رشتہ ختم کر دیا، تمام گفتگو سے گونگا ہو گیا اور اپنے

---

[1] اگر پہلے علم سے تو ایک سو سبق پڑھے جب پریشان ہوگا تو الف سے ہا تک نہیں جانے گا۔

Marfat.com

تمام اوصاف سے فانی ہو گیا۔

رہ عقل جز پیچ در پیچ نیست　　　بر عارفاں جز خدا ہیچ نیست [1]

آنحضرت ﷺ کی توجہ مبارک جب دوسروں کی طرف تھی تو آپ نے فرمایا

اَفْصَحُ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ

اور جب آپ ﷺ کو سرتاسر حضورِ الٰہی کی دولت حاصل تھی تو آپ نے فرمایا

لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ

میری زبان کے لیے ممکن نہیں کہ تیری ثنا کر سکے۔ کیا کہوں کہنے سے عاری ہو چکا ہوں۔ اور اپنے حال سے بے حال ہو چکا ہوں۔ تیری ذات کی وہ شان ہے کہ تو خود ہی میری بات مجھ سے کراتا ہے یا تیری بابت اگر میں خود کچھ کہتا ہوں تو اپنی بات سے شرمندہ ہوتا ہوں اور اگر اپنی کوشش سے تیرے متعلق کچھ زبان پر لاتا ہوں تو تیرے مرتبے کی تحقیق میں بس اپنے عیب ہی ظاہر کرتا ہوں۔ اس لیے میں خاموش ہوں۔ فرمان آیا۔

اِذَا سَکَتَّ عَنْ ثَنَائِیْ فَالْکُلُّ مِنْکَ ثَنَائِیْ

جس وقت آپ ﷺ میری ثناء سے عاجز ہو کر سکوت اختیار کرتے ہیں تو آپ ﷺ کی طرف سے سکوت ہی میری ثناء ہوتی ہے

الغرض معرفت میں کمال حاصل کرنے کی یہ نشانی ہے کہ ہر قسم کے ادراک سے عاجزی کا اظہار کیا جائے۔

گفتگو یہاں پہنچی تو حضرت محبوب سبحانی نوافل اشراق ادا کرنے میں مشغول ہو گئے اور ہم زمین بوسی کر کے اپنی قیام گاہ پر چلے گئے۔

---

[1] عقل کی راہ پیچیدہ ہی پیچیدہ ہے عارفوں کی منزل اللہ تعالیٰ کی راہ کے سوا کچھ نہیں۔

Marfat.com

مجلس نمبر ۴۸

حفیظ ماہی مرحوم کے مجاہدے اور توکل کے بارے میں

جب حضور نوافلِ اشراق سے فارغ ہو چکے تو جملہ موجود پیر بھائی خدمت معلیٰ میں حاضر ہو گئے۔ یہ اس روز کی دوسرے مجلس تھی۔ حضرت محبوب سبحانی نے مولوی فضل حق کھبکی والے (علاقہ سون ضلع سرگودہا) سے مولوی غلام فرید ولد مولوی حفیظ ماہی صاحب مرحوم سُرَکی والے کے کچھ حالات پوچھے جو اپنی مفلسی کا شکوہ کرتے تھے۔ مولوی صاحب مذکور نے عرض کیا کہ اگرچہ انہوں نے شکوہ کیا ہے مگر ان کی زندگی بڑی عافیت سے گزر رہی ہے۔ گردونواح سے غلہ اور مویشیوں کے لیے چارہ فصل کے موقع پر بطور شیرینی لے لیا کرتے ہیں۔ ضرورت کے مطابق مکانات بھی کافی ہیں۔ صرف ان کی ہوس ہے کہ تنگی کا اظہار کرتے ہیں۔

حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ مولوی حفیظ ماہی صاحب متوکل اور عاشق درویش تھے۔ جب کبھی سیال شریف میں ہمارے ساتھ ملاقات ہوتی تھی تو نظر کی کمی کے باعث ہاتھ آنکھوں کے پاس لے جا کر چہرہ ہمارے چہرے کے نزدیک کر کے بار بار دیکھا کرتے تھے۔ ان کی بیعت حضرت تونسویؒ سے تھی۔ لیکن فیض صحبت اور وظائف ہمارے حضرت صاحب سے حاصل کیے تھے۔ ایک بار انہوں نے سنا کہ سجادہ نشین صاحب تونسوی ادام اللہ تعالیٰ برکاتہم مہار شریف سے دہلی وہاں سے اجمیر شریف تشریف لے جائیں گے تو باوجودیکہ عمر ضعیف تھی اور بدن لاغر تھا وہ پیادہ اس سفر میں ان کے قدم بہ قدم گئے اور واپس آئے۔ جب سیال شریف پہنچے تو سخت لاچار ہو چکے تھے۔ حضرت صاحب نے حکیموں کو فرمایا۔ مولوی صاحب کو گرم پانی میں بٹھا

---

۱ حفیظ ماہی صاحب سُرکی علاقہ سون ضلع خوشاب سرگودھا کے رہنے والے تھے اور ہمارے رشتہ دار تھے۔
خاکسار مترجم

Marfat.com

کر مالش کی گئی اور اس طرح کافی عرصے کے بعد تندرست ہوئے۔

اس موقع پر مشائخ کے سفر اور ان کی قناعت اور توکل کی بات شروع ہوگئی۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ قناعت اور اپنی جگہ پر بیٹھے رہنا کسی قدر اسی خاندان چشتیہ میں باقی ہے ورنہ تمام نے سفر کا طریقہ اختیار کرلیا ہے اور سفر بھی اگر محض للہ اور مخلوق کی فیض رسانی کے لیے کیا جائے تو نقصان نہیں۔ لیکن اگر دنیاوی طمع اور ہوس دل میں ہو تو نقصان کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ سفر کرنے والے پیر اگر زر و مال سے صندوق بھر کر لائیں اور بے حد اسباب جمع کرلیں ان میں یمن اور برکت نہیں ہوتا۔ پھر آپ نے فرمایا اگر استقامت نہیں رکھتا تو ابھی طالب ہی ہے کیونکہ استقامت کے بغیر کمال حاصل کرنے کا خیال بالکل باطل ہوتا ہے اسی طرح حصولِ کمال بغایت محال ہوتا ہے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ استقامت منتہائے عمل ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے: اَلْاِسْتِقَامَةُ فَوْقَ الْكَرَامَةِ

یعنی ہر کرامت پر استقامت کو فوقیت حاصل ہے۔ مصرعہ

کرامت نیابی مگر ز استقامت [1]

غریب راقم ملفوظات نے عرض کیا کہ بزرگوں نے استقامت کا معنی یہ بتایا ہے کہ اعضائے جسمانی سے ارکان شریعت پوری طرح ادا کیے جائیں۔ نفس کا آدابِ طریقت کے ذریعے قابو میں لایا جائے۔ گونا گوں تعلقات کی کثافتوں سے قلب کا تصفیہ کیا جائے، انوارِ صفات سے روح کو جلا دی جائے اور قلب و روح کے عروج پانے کے بعد جو ملکہ نورانی پیدا ہوتا ہے اور سر کہلاتا ہے اور مشاہدہ کا محل ہوتا ہے۔ اس میں توحید کے بغیر کچھ نہ ہو، اور غیر حق سے فنا اور بقاء بحق کے بعد درجہ خفی (اخفی) [2] پر استقامت، جو سر کے درجے سے بھی بالاتر ہوتا ہے

---

[1] استقامت کے بغیر کرامت نہیں پائے گا۔ [2] آیہ کریمہ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى سے صوفیائے کرام ان دو مدارج سر اور خفی کے مطالب اخذ کرتے ہیں۔ خاکسار مترجم

Marfat.com

اور جہاں صرف اللہ تعالیٰ کی اعانت ہی سے رسائی ہوتی ہے۔ استقامت کی اس تشریح کے بعد راقم نے عرض کیا کہ بزرگ بڑے سفری ہوئے ہیں اور بہت سے مشائخ کی صحبت میں جاتے رہے ہیں یہ کس طرح ہوتا رہا ہے۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ طلب گاری کی حالت میں انہوں نے تمام سفر کیے تھے۔ لیکن جب شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور بیعت کر لی اس کے بعد انہوں نے سفر نہیں کیے کیونکہ شیخ کی بیعت اطمینان اور استقامت کا موجب ہوتی ہے۔ آپ زبان مبارک پر یہ شعر لائے۔

یک زمانہ صحبتے با اولیا ؎۱

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

کیونکہ درویش اگر سینکڑوں سال تک عبادت کرتا رہے تو اس کے دل میں سے ہوس نہیں نکلتی۔ لیکن جب استغنا کا معنی اولیاء اللہ کی صحبت سے ایک ساعت میں ان کے دل میں اپنا گھر بنا لیتا ہے تو وہ ساعت صد سالہ طاعت سے بہتر ہوتی ہے کیونکہ تمام عبادات کا مقصد یہی استقامت ہے۔

اس موقع پر ایک درویش نے عرض کی کہ اس طرح کا استغنا بنی آدم میں انبیاء کے بغیر اور کسی کو صفت نہیں ہوتا۔ ہاں ان کی دیکھا دیکھی عاریتی طور پر ضرور حاصل ہوتا ہے۔ حضرت محبوب سبحانی ابھی خاموش تھے۔ حکیم مذکور نے کہا بعض اہل اللہ پیر طریقت سے پہلے متلاشی رہے ہیں۔ لیکن پیر طریقت کی بیعت کے بعد انہوں نے کوئی سفر نہیں کیا اور کہیں نہیں گئے۔ مولوی فضل حق صاحب کھبکی والے نے کہا بعض درویش شیخ کی بیعت کر لینے کے بعد بھی سیرہ سفر جاری رکھتے ہیں۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ جب اس قسم کے درویش اپنے شیخ سے رخصت لے کر گھر کو لوٹتے ہیں تو راستے میں ایک ایک مہینہ بلکہ اس سے بھی زیادہ گزار دیتے ہیں

؎۱ اولیاء کرام کی مجلس میں ایک گھڑی بیٹھنا، ریاکاری کے بغیر ایک سال کی گئی عبادت سے بہتر ہے۔

Marfat.com

اور جابجا ٹھہرتے ہیں اور یہ بات سیر وسفر کے برابر ہو جاتی ہے اور یہ قناعت کے خلاف ہے۔اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ قناعت بہت مشکل ہے۔اور خرابی کی وجہ یہ بنتی ہے کہ جب ایک دیکھتا ہے کہ دوسرے کے پاس مجھ سے زیادہ مال واسباب ہے تو اس کے دل میں بھی ہوس پیدا ہو جاتی ہے۔آپ نے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اسباب میں کوئی خطرہ نہیں کیونکہ خود بہت سے بزرگ بڑا مال واسباب رکھتے تھے۔لیکن کہا گیا ہے

نِعْمَ الْاَمِیْرُ عَلٰی بَابِ الْفَقِیْرِ وَ بِئْسَ الْفَقِیْرُ عَلٰی بَابِ الْاَمِیْرِ

اسباب ہو یا نہ ہو لیکن جب اسباب کی ہوس دل میں داخل ہو جاتی ہے تو یہ نقصان کی وہ بنتی ہے۔ کیونکہ ہوا اس اسے مال دنیا کے جمع کرنے میں مشغول کر دیتی ہے۔آپ یہ بیت زبان پر لائے۔

چیست دنیا از خدا غافل بدن ‌ ‌ ‌ ‌ نے قماش ونقرہ وفرزند وزن ۱؎

یہاں حکیم مذکور نے عرض کیا کہ مولان روم نے تمام اہل دنیا کو ملعون کہا ہے۔کسی کے درمیان فرق نہیں کیا کہتے ہیں۔

مال را کز بہر حق باشی حمول ۲؎
نعم مال صالح خواندیش رسول
آب در کشتی زوال کشتی است
آب اندر زیر کشتی پشتی است

حضرت محبوب سبحانی نے تبسم فرمایا اور اس ضمن میں ایک حکایت بھی بیان فرمائی کہ

۱؎ دنیا کیا ہے؟ اللہ تعالی سے غافل ہونا ہے، کپڑے، چاندی، اولاد اور بیوی دنیا نہیں ہے۔
دنیا دار کس قدر جھوٹے اور ذلیل ہیں ان سب پر اللہ کی لعنت ہو۔

۲؎ اگر مال کو حق تعالی کے لیے اُٹھائے گا تو یہ اچھا حال ہے۔رسول اکرم ﷺ نے اسی طرح فرمایا پانی کشتی میں آجائے تو کشتی کے زوال کا باعث ہے اور پانی کشتی کے نیچے ہو تو اس کا مددگار ہے۔

Marfat.com

حضرت لال شہباز قلندر، بابا فرید الدین اور غوث بہاؤ الحق رضی اللہ عنہم شیخ شہاب الدینؒ کے زیارت کے لیے گئے۔ جب بغداد کے قریب پہنچے تو انہوں نے اونٹوں اور گایوں کے گلے وہاں دیکھے۔ پوچھا یہ مویشی کس کے ہیں۔ لوگوں نے بتایا شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے ہیں۔ آگے گئے تو انہوں نے بھیڑ بکریوں کے ریوڑ دیکھے۔ وہ بھی شیخ صاحب موصوف کے تھے۔ لال شہباز جو قلندر مشرب رکھتے تھے۔ سوچنے لگے کہ اتنے مویشیوں کے ہوتے ہوئے کس وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہوں گے۔ اس سے بڑھے تو انہوں نے قسم قسم کے باغات اور پختہ عمارتیں دیکھیں۔ پوچھا۔ یہ چیزیں کس کی ہیں جوب ملا۔ شیخ صاحب کی ہیں۔ قلندر صاحب جو تارک الدنیا تھے بے اعتقاد ہو گئے۔ تا آنکہ شیخ صاحب کے مکان کے دروازے پر پہنچ گئے۔ خادم نے شیخ صاحب کی خدمت میں اطلاع پہنچائی۔ انہوں نے فرمایا کہ جن دو شخصوں کا نام فرید الدین اور بہاؤ الدین ہے وہ اندر آ جائیں۔ ان کے لیے کھانا آ گیا۔ بابا صاحب نے کہا میں آپ کے ساتھ کھاؤں گا۔ شیخ صاحب نے فرمایا اس غرض کے لیے تمہیں تین دن رات صبر کرنا پڑے گا۔ بابا صاحب نے جواب دیا۔ یہ کام میں نے کئی بار کیا ہے۔ تین دنوں کے بعد جب شیخ صاحب کے کھانے کا وقت آیا۔ سنگ مرمر کی بنی ہوئی چوکیاں رکھ دی گئیں۔ ان پر شیشے کی طبق، چاندی کے سرپوش، سونے کے گلاس اور ریشمی رومال رکھے گئے۔ تمام قسم کے ایسے اسباب تھے۔ جب طبق پوش اٹھایا گیا تو جو کی چھوٹی سی روٹی تھی، سالن اور نمک نہیں تھا۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ اب مجھے تیری روٹی کے بدلے تین روز مزید صبر کرنا پڑے گا۔ حضرت محبوب سبحانی نے یہ شعر پڑھا۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر [1]
گرچہ باشد در نوشتن شیر شیر

قلندر صاحب چونکہ راستے میں اپنا عصا گم کر بیٹھے تھے۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ اگر

---

[1] پاک لوگوں کے کام کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو اگرچہ لکھنے میں شیر اور شیر ایک جیسے ہیں۔

Marfat.com

کسی کی کوئی چیز گم ہوگئی ہے تو بتائیے کیونکہ جس وقت سے آپ میری طرف آنے کے لیے روانہ ہوئے آپ کا ذمہ دار میں ہوں۔ میر لال شہباز نے بیان کیا کہ میرا عصا گم ہو گیا ہے۔ شیخ صاحب کے فرمانے پر خادم عصا لے آیا۔ میر صاحب نے پہچانا اور لے لیا۔ شیخ صاحب نے رخ قلندر صاحب کی طرف کیا اور فرمایا میخ زر در گل ام نہ بر دل

اس موقع پر حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا قناعت کم کھانے اور کم لباس پہننے کا نام نہیں بلکہ دل طبیعت کی پسندیدہ چیزوں اور لذاتِ نفسانی سے پاک ہو جاتا ہے، اپنی جگہ پر مستغنی اور مستقیم ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ ہر دروازے پر چکر لگا رہا ہو۔

ترک دنیا گیر تا سلطان شوی [1]

ورنہ ہچوں چرخ سرگرداں شوی

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ایک گوشہ نشین شخص نے مخلوقات سے قطع تعلق کر کے بڑا وقت پہاڑ میں گزارا۔ جب اس کے روزہ افطار کرنے کا وقت آیا تو آبادی میں چلا گیا۔ اس نے مکان پر جا کر آواز دی۔ صاحبِ خانہ نے غلام کے ہاتھ تین روٹیاں بھیجیں۔ روٹیاں لے کر درویش لوٹ پڑا۔ ایک ضعیف سا کتا جو اس دروازے پر لیٹا ہوا تھا۔ اس کے پیچھے ہولیا۔ درویش نے ایک روٹی اس کے سامنے پھینک دی۔ روٹی کھا کر کتا پھر اس کے پیچھے ہولیا۔ شیخ نے باقی دونوں روٹیاں اس کے سامنے پھینک دیں۔ اور کہا اے بے صبر کتے لے۔ خدا کی قدرت سے کتا بولنے لگا اور کہنے لگا کہ بے صبر تو تو ہے جو اپنے مالک کا دروازہ چھوڑ کر ایک نامحرم کے دروازے پر آ گیا۔ میں کمینہ کتا جب سے اس دروازے پر آیا ہوں اس کے مال اور گھر کی حفاظت کرتا ہوں۔ اگر چہ اب ضعف اور بیکاری کے سبب مجھے لقمے عطا نہیں ہوتے تاہم میں کسی اور کے دروازے پر نہیں جاتا اور تو باوجودیکہ تیرا مالک کریم ہے پھر بھی اغیار کے دروازے پر آیا ہے۔

---

[1] دنیا چھوڑ دے تا کہ تو بادشاہ ہو جائے، ورنہ پہیے کی طرح پریشان پھرے گا۔

Marfat.com

درویش نے توبہ کی اور چلا گیا۔ اس وقت حضرت محبوب سبحانی نماز ظہر ادا کرنے میں مشغول ہو گئے۔

☆☆☆

marfat.com

Marfat.com

مجلس نمبر ۴۹

تصور شیخ، فنافی الشیخ اور بقا بالحق کے بیان میں

۲۳ رمضان المبارک ۱۳۱۶ھ مطابق ۴ فروری ۱۸۹۹ء کو رخصت حاصل کرنے کے لیے حاضر مجلس ہوا۔ مولوی محمد فاضل پھلواری اور چند افراد بھی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مولوی صاحب نے حضرت محبوب سبحانی کے استفسار فرمانے پر مجالس وعظ اور ہندوستان کے لوگوں کے چند حالات سنائے۔ انہوں نے بتایا کہ وہ تنخواہ پر ہندوستان میں معلمی کا کام کرتے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے سوال کیا کہ تصور شیخ قلبی ہو یا شیخ کی ظاہری درست صورت کے طور پر۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ جب تک تصور شیخ قلب کے اندر تحقق نہ ہو جائے فنافی الشیخ کی منزل حاصل نہیں ہوتی۔ اور یہ منزل فنافی الرسول فنافی اللہ اور بقاء باللہ کی منزلوں کا پہلا پایہ ہے۔ جب تک تصور شیخ پختہ نہ ہو جائے قدم آگے نہیں بڑھتا۔

ایک درویش نے عرض کیا کہ جب تک واہی تصورات اور نقوش دل سے مٹ نہ جائیں فنافی اللہ کا دل میں تحقق ہونا کیسے ممکن ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کی آیت مبارکہ ہے

اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَۃً اَفْسَدُوْھَا وَجَعَلُوْا اَعِزَّۃَ اَھْلِھَا اَذِلَّۃً

جب بادشاہ کسی شہر داخل ہوتے ہیں تو اسے خراب کر ڈالتے ہیں اور وہاں بزرگوں کو ذلیل و خوار کر دیتے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے

حَتّٰی قُذِفَتْ فِیْ قَلْبِہٖ جَمْرَۃُ الْخَشَبَۃِ فَاَحْرَقَتْ کُلَّ مَا ھُنَالِکَ

اس کا معنی ہے حتیٰ کہ اس کے قلب میں لکڑی کا ایک انگارہ ڈال دیا گیا جس نے وہاں جو کچھ تھا جلا دیا۔

Marfat.com

چنانچہ اہل تحقیق نے کہا ہے کہ فنائے بندہ جلال حق کی رویت اور دل میں اس کی عظمت کے کشف سے ہوتی ہے اور نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ اس کے جلال کے غلبے میں انسان دنیا اور عقبیٰ کو بھلا ڈالتا ہے، بندے کے روزگار میں کرامات کی نمود حیرانی کا شکار ہو جاتی ہے، وہ عقل و نفس سے فانی ہو جاتا ہے بلکہ فنا کے شعور سے بھی فانی ہو جاتا ہے۔

حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ اس میں اس بات کا خطرہ ہے کہ تصورات وہمی شیطانی وسوسے کی وجہ سے ہوتے ہیں شیطان کو اس بات کی قدرت حاصل نہیں ہے کہ شیخ یا رسول مقبول ﷺ کی صورت اختیار کر سکے۔ یہ دونوں تصورات عین مشاہدہ حق کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ بلبلہ پانی سے پیدا ہوتا ہے اور پھر پانی میں شامل ہو جاتا ہے۔ کوئی نہیں کہتا کہ پانی اور چیز ہے اور بلبلہ چیزے دیگر۔ البتہ یہ بات ضرور ہوتی ہے کہ کچھ دیر کے لیے پانی بلبلے کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ ورنہ حقیقت میں وہی پانی ہوتا ہے۔ حضرت محبوب سبحانی نے تصور شیخ کی معیت کے بارے میں فرمایا۔

پس از سی سال ایں معنی محقق شد بخاقانی [1]
کہ یک دم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی

ایک سائل نے عرض کیا کہ اہل علم لکھتے ہیں تصور واسطہ اور برزخ ہوتا ہے ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ پتھر ہو یا مٹی طبع کا میلان جس چیز سے ہوگا واسطہ اور برزخ وہی ہوگا۔ یعنی جس چیز سے محبت ہوگی تصور اسی کی صورت اختیار کرے گا۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ مبتدی لوگوں کی دلیل اور خیال کو مفید بنانے کے لیے یہ باتیں کی جاتی ہیں ورنہ فقر جب انتہا کو پہنچتا ہے تو یہ سارے برزخ اور واسطے ختم ہو جاتے ہیں۔ حتیٰ کی بندہ تمام بشری اوصاف سے

---

[1] تیس سال بعد خاقانی پر یہ نکتہ ثابت ہوا (واضح ہوا) کہ ایک سانس اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونا سلیمانی حکومت سے بہتر ہے۔

Marfat.com

فانی ہو کر حق میں فنا اور بقاء بالحق منزل پر متحقق ہو جاتا ہے۔ بقاء باللہ کی منزل بڑی اعلیٰ ہوتی ہے اس مقام پر فائز انسان تمام اختیارات کا مالک ہوتا ہے۔ حکم ثانی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ چنانچہ ایک فرنگی[1] عورت ولایت میں بیٹھی ہوئی ہے اور حاکم لوگ اس ملک میں اس کے نام سے کارروائی کررہے ہیں بار بار اس سے اجازت نہیں لیتے ہیں۔

یہ غریب راقم ملفوظات کہتا ہے کہ حضور کے اس ملفوظ کے مطابق غنیۃ الطالبین میں بھی عبارت ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں:

وَخُوطِبَ کُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ بِالْاِنْفِرَادِ فِیْ حَالَتِهٖ اِنَّکَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَکِیْنٌ اَمِیْنٌ فَلَا یَحْتَاجُوْا فِیْهَا اِلٰی اِذْنٍ لِاَنَّهُمْ صَارُوْا کَالْمُفَوَّضِ اِلَیْهِمْ اَمْرَهُمْ فَهُمْ فِیْ قَبْضَةٍ حَیْثُ مَا ذَهَبُوْا فِیْ شَیْءٍ مِنْ اُمُوْرِهِمْ یُحَقِّقُهٗ

رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے ان میں سے ہر ایک سے فرداً فرداً اپنی حالت میں خطاب ہوگا کہ آج کے روز تم میں سے ہر ایک اپنی قدر کے مطابق ہمارے نزدیک امان پا چکا ہے۔ آپ نے اس مرتبہ میں وہ فرمان کے محتاج نہ ہوں گے۔ کیونکہ وہ ایسے لوگوں کی طرح ہیں جن کے سپرد ان کے اپنے کام ہیں۔ جس طرح چاہیں کریں جہاں جائیں اپنے ہر کام میں حق تعالیٰ کے قبضے میں ہوتے ہیں، حق تعالیٰ خود ان کے کام کرتے ہیں۔

فَاِذَا صَارَ اِلٰی هٰذَا لِمَحَلِّ فَقَدْ اِنْقَطَعَتِ الصِّفَاتُ وَانْقَطَعَ الْکَلَامُ

جب اللہ کا بندہ اس مقام پر پہنچتا ہے تو صفات اس سے قطع ہو جاتی ہیں اور بولنا تک قطع ہو جاتا ہے۔

جس طرح نبی کریم ﷺ اللہ جل شانہ کی طرف سے فرماتے ہیں۔

---

[1] ملکہ وکٹوریہ کا زمانہ تھا اور وہ ہندوستان کی بھی فرمانروا تھی۔

Marfat.com

مَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِمِثْلِ اَدَاءِ فَرَائِضِیْ وَاِنَّهٗ لَیَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ کُنْتُ سَمْعَهٗ وَ بَصَرَهٗ وَ لِسَانَهٗ وَ یَدَهٗ وَ رِجْلَهٗ وَ فُؤَادَهٗ فَبِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ وَ بِیْ یَنْطِقُ وَبِیْ یَبْطِشُ وَ بِیْ یَعْقِلُ

میرا بندہ فرائض ادا کر کے میرے نزدیک ہو جاتا ہے۔ بے شک وہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کر لیتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان، اس کی آنکھیں، اس کی زبان، اس کے ہاتھ، اس کے پاؤں اور اس کا دل بن جاتا ہوں پس وہ مجھ سے سنتا ہے، مجھ سے دیکھتا ہے، مجھے گویا ہوتا ہے، مجھ سے پکڑتا ہے اور مجھ سے سمجھتا ہے۔

اس موقع پر حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ ایک روز صاحبزادہ محمد دین دام برکاتہ نے حضرت خواجہ شمس العارفین کی خدمت میں عرض کی کہ غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے ڈوبی ہوئی کشتی کو ڈوبے ہوئے لوگوں سمیت بارہ سال کے بعد صحیح وسالم باہر نکالا تھا۔ آیا یہ بات ممکن ہے یا نہ۔ خواجہ شمس العارفین نے فرمایا بارہ سال زیادہ ہوتے ہیں یا سو سال۔ کیا آپ نے قرآن شریف میں عزیر علیہ السلام کا قصہ نہیں پڑھا۔ حضرت محبوب سبحانی نے اس جگہ قرآن شریف کی چند آیات تلاوت فرمائیں اور باقی قصے کے متعلق فرمایا تفسیر سے دیکھ لیا جائے [1]

اس کے بعد حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ صاحبزادہ صاحب موصوف نے پھر عرض کیا حق تعالیٰ تو ہر چیز پر قادر ہیں لیکن یہ کام تو پیر صاحب سے صادر ہوا ہے اور حضرت عزیر علیہ السلام والا کام خود حق تعالیٰ نے کیا۔ خواجہ شمس العارفین نے فرمایا کہ پیر صاحب قدس سرہٗ بقاباللہ

---

[1] راقم ملفوظات نے یہاں تمام قصہ درج کیا ہے جو مترجم نے حذف کر دیا۔ شائقین حضرات محبوب سبحانی کے فرمان کے مطابق تفسیر دیکھ لیں۔ سورہ البقرہ ۲۵۹ آیت

Marfat.com

کی منزل کے مالک تھے اور اس مقام پر فائز بزرگ اوصاف حق سے متصف ہوتے ہیں اور اخلاق ربانی پر متحقق ہوتے ہیں۔ان کی صورت بشری صرف ایک پردے کی وجہ سے موجود ہوتی ہے ورنہ کام میں اختیار حق سے مختار ہو چکے ہوتے ہیں۔اور ان کے افعال کی اضافت افعال حق سے ہوتی ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى

اے میرے حبیب جب آپ نے ریت کی مٹھی پھینکی تو آپ نہیں تھے خود اللہ تعالیٰ نے پھینکی۔

مثنوی

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ گفت حق [1]
کار ہا برکار ہا دارد سبق
ما چو تیر ا ئیم پراں از قضا
ما کمان و تیر انداز ش خدا

اس کے بعد مولوی محمد فاضل نے عرض کی کہ ہندوستان کے ملک میں ایک شخص نے ان سے مکالمہ کیا اور کہا کہ بندہ اپنے آپ کو حق تعالیٰ کے اندر اس طرح جانتا ہے جیسا کہ سمندر میں غرق ہے۔حضرت محبوب سبحانی نے تبسم فرما کر بیان کیا کہ غرق شدہ بندے کی طاقت نہیں ہوتی۔ کہ اپنے آپ کو غرق ہونے کی حالت سے خلاصی دلائے۔جب تک کہ وہ اپنا ہاتھ کسی دوسرے کے ہاتھ میں نہ پکڑائے کیونکہ جس میں وہ غرق ہوتا ہے اس کے لیے وبال جان ہوتا ہے۔اور وہ اس کی حقیقت سے بے خبر ہوتا ہے اسلئے باہر کے متعلق اسے کیا پتا ہوتا ہے کہ کیا ہے۔اس جگہ حضرت محبوب سبحانی نے غریب راقم ملفوظات کی طرف توجہ کی اور فرمایا کہ کیا بات اسی طرح ہے یا

---

[1] اے محبوب جب آپ نے ریت کی مٹھی پھینکی وہ آپ نے نہیں پھینکی اس (اللہ تعالیٰ) کے تمام کام تمام کاموں پر سبقت رکھتے ہیں۔ہم قضا سے اڑنے والے تیر ہیں۔ہم کمان ہیں اور تیر پھینکنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

Marfat.com

نہیں۔ کہ اپنے آپ کو غرقاب سے خلاصی دلائے تاکہ اس پر یہ بات کھلے کہ اس غرقاب کی حقیقت کیا ہے۔ اس بات کا معنی حضور اس غریب کے دل میں القاء فرمارہے تھے۔

فائدہ

غرقاب سے مراد خودی اور نفس کی انانیت ہے۔ یہی برائی اور شر و فساد کا منبع ہوتا ہے۔ اس سے خلاصی پانے سے یہ مراد ہے کہ اس کی ہستی تبدیل ہو جائے۔ چنانچہ دریا میں مچھلی نہیں ڈوبتی۔ لیکن کوئی اور دریا میں رہ نہیں پاسکتا۔

ماہیا نرا بحر نگذارد بروں [1]

خاکیا نرا آب نگذارد دروں

اور جس وقت فضل ربانی کی توفیق اور شیخ کی امداد سے بندہ اس سے نجات حاصل کر لیتا ہے تو معرفت نفس کی حقیقت اس پر ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور جس وہ وجود نفس کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے تو معرفت کی کلید ہاتھ میں آجاتی ہے اور پتہ لگ جاتا ہے کہ اندر کون ہے اور باہر کون ہے۔ حدیث شریف میں ہے

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ اِیْ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ بِالْفَنَاءِ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ بِالْبَقَاءِ وَیُقَالُ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ بِالذُّلِّ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ بِالْعِزِّ وَیُقَالُ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ بِالْعُبُوْدِیَّةِ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ بِالرُّبُوْبِیَّةِ

جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ یعنی جس نے اپنے آپ کو نیستی سے پہچان لیا اس نے حق تعالیٰ کو ہستی سے پہچان لیا اور کہا کہ جس اپنے کو ذلت کے ساتھ پہچانا اس نے اپنے رب کو عزت کے ساتھ پہچانا یہ بھی کہا کہ جس نے اپنے آپ کو بندگی

---

[1] مچھلیوں کو سمندر سے باہر وہ نہیں چھوڑتا (پانی کے بغیر گزارہ نہیں) خاکیوں (انسانوں) کو پانی کے اندر نہیں چھوڑتا (انسانوں کا پانی کے اندر مشکل ہے)

Marfat.com

کے ساتھ پہچانا اس نے حق تعالیٰ کو ربوبیت کے ساتھ پہچانا۔

اور اس کلمے سے مراد کہ باہر کے متعلق کیا علم رکھتا ہے یہ ہے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے

مَنْ جَهِلَ بِنَفْسِهٖ فَهُوَ بِالْغَيْرِ اَجْهَلُ

جو کہ اپنے نفس سے جاہل ہے وہ دوسروں کے متعلق زیادہ جاہل ہوگا۔ اس موقع پر آپ نے یہ شعر پڑھا۔

شب تاریک وبیم موج وگرداب چنیں ہائل [1]

کجا دانند حال مارسبکسارانِ ساحلہا

اور اس شعر کا معنی آپ نے اس طرح القاء فرمایا

شب تاریک سے مراد جلال وعظمت الٰہی کا سراپردہ ہے اور موج سے مراد اس ذات کا استغناء اور بے نیازی۔ گرداب ہائل سے مراد ہستی اور بشریت نفس کے ظلمات ہیں۔ عاشق صادق کے لیے یہ تینوں ناگزیر ہیں۔ کیونکہ طلب کا قلق اور اضطراب اس کا تازیانہ بنتا ہے اور ہر لحظہ اسے آگے بڑھنے پر مجبور کرتا ہے کہ اس سراپردہ سے گذر جاؤ۔ لیکن اس میں اسے حیرت کے بغیر اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اس لئے لااحصی (میں نہیں شمار کرسکتا) کے کلمے کے ساتھ وہ عاجزی کا سر جھکا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بے نیازی اور استغنا کی موج ہر گھڑی بشریت کے گرداب کی طرف اسے واپس دھکیلتی ہے۔ جب وہ نفس کی برائیوں اور ہلاکتوں کو دیکھتا ہے تو پھر مضطرب ہوجاتا ہے۔ حدیث پاک ہے:

اِذَااَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدٍخَيْرًااَبْصَرَهٗ بِعُيُوْبِ نَفْسِهٖ

اس کا معنی یہ ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی بھلائی چاہتا ہے تو اسے اپنے نفس کے

---

[1] اندھیری رات موج کا خوف اور اس طرح کی پریشان کن گرداب (بھنور) ساحلوں سے تیز گزرنے والے ہمارے حال کو کیسے جان سکتے ہیں۔

Marfat.com

عیوب دکھا دیتا ہے۔ایک اور حدیث شریف ہے؛

اَعْدَا عَدُوِّکَ نَفْسُکَ الَّتِیْ بَیْنَ جَنْبَیْکَ

تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارا نفس ہے جو تمہارے بہت قریب ہے۔قرآن مجید میں وارد ہوا ہے؛

وَمَا اُبَرِّیءُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

میں اپنے نفس کو پاک نہیں کہتا بے شک نفس بدی کا امر کرتا ہے سوائے اس کے جس پر کہ میرا رب رحم کرے درست ہے کہ میرا رب بڑا غفور الرحیم ہے۔

اس آیت کریمہ سے بھی نفس کی برائی کا پتہ چلتا ہے۔حافظ کے شعر کا دوسرا مصرعہ ہے ؎

کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا

یہاں سبکسارانِ ساحل سے مراد وہ لوگ ہیں جو ہستی کے ظلمات کی وجہ سے توحید ساحل سے پردے میں ہیں۔ایسے لوگ نفس کے فرماں بردار ہیں اور غفلت اور جہل کے باعث اطمینان سے زندگی بسر کرتے ہیں۔انہیں کیا پتہ کہ حق کے دوست نفس امارہ کا مقابلہ کرتے ہوئے کس کس طرح اپنی جانیں قربان کرتے ہیں۔حدیث قدسی ہے:

مَنْ طَلَبَنِیْ وَجَدَنِیْ وَمَنْ وَجَدَنِیْ عَرَفَنِیْ وَمَنْ عَرَفَنِیْ عَشَقَنِیْ وَمَنْ عَشَقَنِیْ فَقَتَلْتُہٗ وَمَنْ قَتَلْتُہٗ فَعَلَیَّ دِیَتُہٗ وَمَنْ عَلَیَّ دِیَتُہٗ اَنَا دِیَتُہٗ لَا فَرْقَ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ

یعنی جس نے مجھے طلب کیا، مجھے پالیا اور جس نے مجھے پالیا مجھے پہچانا اور جس نے مجھے پہچانا مجھ پر عاشق ہو گیا اور جو مجھ پر عاشق ہوا، میں نے اسے قتل کیا اور جسے میں نے قتل کیا اس کا خون بہا مجھ پر واجب ہے اور جس کا خونبہا میرے ذمے ہے میں اس کا خونبہا ہوں میرے اور اس کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

اس بیت کے بعد حضرت محبوب سبحانی نے مولوی صاحب مذکور کر فرمایا کہ ان لوگوں کی باتیں تحقیق

Marfat.com

اور وجدان کی بنا پر نہیں ہوتیں بلکہ ایسے لوگ چند نکمے عقلی ولیوں اور وہمی خیالات کے ذریعے جمع کر لیتے ہیں اور پھر احکام الٰہی کی اطاعت کو ترک کر دیتے ہیں اور اس سے دور بھاگتے ہیں۔ شریعت کا پاسبان اسی لئے ہوتا ہے کہ ایسی باتوں سے منع کرے، اور شریعت کی راہ سے روکنے والا شخص کھلم کھلا دوسری راہوں پر نہ چلائے اور لوگ گمراہ ہو کر اور گناہ کر کے اپنے آپکو تباہ نہ کر لیں۔

اس ضمن میں آپ نے فرمایا کہ ایک عالم تھا جو احکام شریعت کو چھوڑ چکا تھا اور اطاعت رسول سے منکر ہو کر موحد ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔ چونکہ علما کی بحث سے مغلوب نہیں ہوتا تھا۔ ایک صاحب دل سے التماس کی گئی۔ انہوں نے کہا مجلس منعقد کی جائے جس میں حاکم وقت بھی موجود ہو۔ جب علما اور حکما مجلس میں پہنچ گئے تو صاحب دل کو پیغام بھیجا گیا۔ لیکن فقیر صاحب دیر کے بعد وہاں پہنچے۔ اس عالم کو بڑا غصہ آیا اور فقیر کو کہنے لگا کہ تو نے اولی الامر کے حکم کی کیوں اطاعت نہ کی۔ فقیر صاحب نے کہا کہ میں مصروف تھا۔ ایک بہت بڑا دریا میری جھونپڑی میں رواں ہو گیا تھا۔ فوراً ایک درخت اس کے کنارے پر جود ہو گیا۔ اس کی ایک کشتی بن گئی اور دریا میں تیرنے لگی کشتی ملاح کے بغیر ایک کنارے سے دوسرے کنارے کی طرف آتی جاتی تھی۔ مذکورہ عالم نے کہا۔ ممکن نہیں کہ تنگ سی جھونپڑی میں دریا رواں ہو جائے، اسباب کے بغیر درخت کشتی بن جائے اور ملاح کے بغیر کشتی ادھر ادھر آئے جائے۔ بزرگ نے کہا۔ کیا حق تعالیٰ اس بات پر قادر نہیں۔ عالم نے کہا۔ قادر تو ہے مگر اس کی ہمیشہ کی سنت ہے کہ ہر فعل کسی سبب سے واقع ہوتا ہے۔ بزرگ نے کہا۔ پھر تو نجات کے ان اسباب کا کیوں منکر ہو گیا ہے۔ ہماری نجات کے لئے شریعت کشتی ہے، انبیا علیہم السلام اس کے ملاح ہیں۔ ان کے بغیر تو گمراہی اور غفلت کے گرداب میں کیوں غرق ہو رہا ہے۔ اس نے فوراً توبہ کر لی اور ایمان لایا مگر قاضی کے حکم سے اسے قتل کر دیا گیا کہ شاید پھر مرتد ہو جائے۔

Marfat.com

لَادَلِیْلَ عَلیٰ اللّٰہِ سِوَاہُ اِنَّمَاالْعِلْمُ یُطْلَبُ لِاٰدَابِ الْخِدْمَۃِ

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ غروراور خودی کے گرداب سے مشائخ کی صحبت اوران کی اطاعت کے بغیر کوئی شخص نجات حاصل نہیں کرسکتا اگر چہ ہزاروں علم بھی پڑھ لےاور سینکڑوں سال عبادت ہی کیوں نہ کرتا رہے۔

یک زمانہ صحبتے بااولیا ۱

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اس کے بعد آپ نے اولیاء اللہ کی تاثیر صحبت کے متعلق فرمایا۔

گلے خوشبوئے درحمام روزے ۲

رسید از دست محبوب بدستم

بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری

کہ از بوئے دلآویز تو مستم

بگفتا من گل ناچیز بودم

ولیکن مدے باگل بنشستم

جمال ہمنشیں درمن اثر کرد

وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

اس غریب نے عرض کیا کہ ہر شخص کا فرض ہے کہ مشائخ کی صحبت اورارادت حاصل

---

۱ اولیاء کی صحبت میں ایک گھڑی گزارنا، سو سال کی پرخلوص (ریا سے پاک) عبادت سے بہتر ہے۔

۲ ایک دن خوشبودار مٹی حمام سے محبوب کے ہاتھ سے مجھ تک پہنچی۔

میں نے اس سے کہا کہ تو کستوری ہے یا عنبر کہ تیری دل لبھانے والی خوشبو سے میں مست ہوگیا ہوں۔

اس نے کہا میں ایک ناچیز مٹی (گارا) تھی لیکن ایک مدت پھول کے ساتھ بیٹھی ہوں۔

ہم مجلس کے جمال (حسن) نے مجھ پراثر کیا ورنہ میں وہی مٹی ہوں جو ہوں۔

Marfat.com

کرے۔وہاں پہنچ کر نفس کی انانیت سے نجات طلب کرے اور حق تعالیٰ کی وحدانیت کو پہچانے۔حضورﷺ نے فرمایا کہ بندہ جب تک حق تعالیٰ کو واحد نہ پہچان لے اس وقت تک مسلمان نہیں ہوتا۔آیت قرآنی ہے؛

وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّالِیَعْبُدُوْنَ

یعنی ہم نے جن اور انسان پیدا کئے صرف اس غرض کے لئے کہ عبادت کریں مطلب ہے

لِیَعْرِفُوْنَ

اس کے بعد آپ نے مشائخ کے اثر اور فیض کی بقاء کے متعلق فرمایا کہ دنیا میں حق تعالیٰ کا اسم اعظم تین اشخاص کے پاس ہوتا ہے۔ایک بادشاہ، دوسرا عالم اور تیسرا فقیر، بادشاہ کی پیشانی میں ہوتا ہے۔جب تک زندہ رہتا ہے، مخلوق اس کی تابع فرمان ہوتی ہے۔عالم کی زبان پر ہوتا ہے اور مخلوق اس سے علم پڑھتی ہے۔فقیر کے دل میں ہوتا ہے اور قیامت تک مخلوق اس کی خاک کو بوسہ دیتی ہے، تعظیم کرتی ہے اور فیضیاب ہوتی ہے۔بادشاہ اور عالم کو موت کے بعد کوئی نہیں جانتا کہ کون تھے مگر فقرا قیامت تک زندہ ہیں۔جہاں کہیں ان کے روضے اور مزارات ہیں روشنی آسمان تک جاری ہوتی ہے۔الغرض جو چیز دل کی صفت بن جاتی ہے اس کو بقاء حاصل ہے۔ اس کے بغیر ہر چیز فنا ہونے والی ہے اور بالکل عارضی ہوتی ہے۔

اس ملفوظ مبارک کے بعد حضرت محبوب سبحانی وظائف پڑھنے میں مصروف ہوگئے اور ہم نے زمین بوسی کر کے رخصت لے لی۔

۱۷ شوال ۱۳۱۶ھ بمطابق ۲۰ مارچ ۱۸۹۹ء بروز اتوار آستان بوسی اور قدمبوسی کی دولت سے مشرف ہوا۔اس وقت حضرت محبوب سبحانی تنہا تشریف فرما تھے۔غلبہ توحید کی وجہ سے کمال درجہ کا استغراق تھا۔سر مبارک سینے پر جھکا ہوا تھا۔چشم مبارک بند تھی۔اس غریب کی قدمبوسی سے قدرے آگاہ ہوئے اور پھر اسی حال میں مشغول ہو گئے۔دیر کے بعد فرمایا۔نماز

Marfat.com

عصرادا کریں۔زمین بوس ہوکر بندہ واپس چلا آیا۔

☆☆☆

Marfat.com

مجلس ۵۰

صاحبزادہ سید قائم الدین شاہ صاحب نوراللہ مرقدہٗ

کے حال میں

۱۹ شوال ۱۳۱۶ھ مطابق ۲۲ مارچ ۱۸۹۹ء منگل کے دن چاشت کے وقت بندہ نے قائم دین شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے روضۂ مبارک پر سورۂ یٰسین پڑھی اور ان کی روح پاک کو بخش کر باہر آیا۔ حضرت محبوبِ سبحانیؒ باہر تشریف لائے اور بنگلے کے مغرب کی طرف ہو گئے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ تو نے قبر پر قرآن مجید پڑھا ہے بندہ نے عرض کیا ہاں۔ ساتھ ہی یہ بھی عرض کیا کہ خواب میں بھی صاحبزادہ صاحبؒ مرحوم کی زیارت کی ہے۔ کمال درجے کی شان شوکت ہے حضرت محبوبِ سبحانیؒ اس بات سے خوش ہوئے اور فرمایا۔ کیسے۔ بندہ نے عرض کیا کہ صاحبزادہ صاحب مرحوم مغرب کی طرف مسند کے ساتھ تکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ لباس کافور کی طرح سفید تھا۔ دستار مبارک آفتاب کی طرح چمکتی تھی اور دیکھا نہیں جاتا تھا۔ چہرے کے نور، دانتوں کی سفیدی اور لبوں کی سرخی کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ بنگلے کی صفائی اور روشنی کا کیا کہنا۔ ہر چیز بدرجہ اتم صاف تھی۔ صاحبزادہ صاحب بڑے خوش وقت بیٹھے ہوئے تھے، دوہڑے اور غزلیں پڑھ رہے تھے۔ ان کے ارد گرد فقراء اور فضلاء کی مجلس تھی۔ ان پر غزلیات کی وجہ سے رقت اور زاری کا غلبہ تھا۔ بندہ بھی بے خود ہو کر ہر طرف آتا جاتا تھا۔ کچھ دیر کے بعد مجلس برخاست ہوئی۔ صاحبزادہ صاحبؒ نے الماری سے ایک تختی نکالی جس پر حاضرین کے نام لکھے ہوئے تھے۔ بندہ نے عرض کیا چار روز سے حاضر ہو رہا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ ماہِ رمضان کی فہرست ہے۔ بندہ کے دل میں یہ بات القاء ہوئی کہ شاید ختمِ قرآن کی فہرست ہے جو اُن کی قبر پر ہوئے ہیں۔ کیونکہ بندہ نے بھی ماہِ رمضان میں مزار شریف پر قرآن مجید ختم کیا تھا۔

Marfat.com

حضرت محبوبِ سبحانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ موت وحیات کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے کام ضرور ہوکر رہیں گے۔ البتہ ہمیں ہر وقت یہ فکر رہتی ہے کہ حق تعالیٰ انہیں اُس جہان میں آسودہ اور خوش رکھے۔

اس اثناء میں حضورؒ اپنے مصلے پر تشریف لے آئے۔ بندہ نے عرض کی کہ صحبت کی کمی کے باعث صاحبزادہ صاحبؒ مرحوم کے حالات بہت کم معلوم ہیں۔ حضرت محبوبِ سبحانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان کے حالات و عادات اگلے بزرگوں کی طرح تھے۔ صبر ورضا، خوش اخلاقی، تعلق پروری اور وفا، غیرت اور اغیار سے پرہیز، شریعت کی راہ پر ثابت قدمی، غناء اور استقامت، طبع، حال چھپانا، گفتگو میں لطافت اور بلاغت، فطری فراست اور جبلّی سخاوت۔ آپؒ نے فرمایا کہ ان کی ذات تمام صفاتِ عالیہ کے لحاظ سے منتخب تھی اور اس زمانے میں اگر منتخب کو ڈھونڈھا جائے تو نایاب ہے۔ آپؒ نے بیان فرمایا کہ زمانہ طفولیت میں اتنے کمالات کا مالک ہونا صرف روحانی کمال ہی کی وجہ سے ممکن ہے۔ کیونکہ اہلِ جہان میں سے تمام ادنیٰ واعلیٰ کے درمیان مقبول ہوجانا ازلی بلند مدارج اور عالی مراتب کے بغیر ناممکن ہے۔ یہ بات عالم ارواح سے متعلق ہوتی ہے اور کوئی اس سے متصف نہیں ہوتا۔

بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ سجادہ نشین تونسوی ادام اللہ برکاتہم اس زمانے میں دنیا میں بے مثال ہیں۔ جب قائم دین شاہ بڑی ارادت مندی سے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت سجادہ نشینؒ مرحوم نے انتہائی لطف ومحبت کے ساتھ انہیں قبول فرمایا اور کہا کہ شاہ جی۔ میری زندگی میں دنیا کے ہر قسم کے اہلِ کمال ہمارے پاس آئے ہیں، ہم نے کسی کی پرواہ نہیں کی لیکن آپ کی کشش اور محبت نے دل گھر کرلیا ہے۔ حضرت محبوب سبحانیؒ نے فرمایا کہ اگرچہ ان کی عمر کوتاہ تھی پھر بھی حضرت مذکور نے اپنے پاس بٹھایا اور لطف ومحبت کی جتنی باتیں ان سے کیں اور کسی سے نہ ہوتی تھیں۔ اس قدر مقبول ہوئے۔

Marfat.com

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ان کی بیوہ کا طفولیت کا زمانہ ہے۔ اپنے والدین کو کبھی تک یاد نہیں کیا۔ صاجزادہ صاحبؒ کی والدہ ان کی محبت میں اس طرح مستغرق ہے کہ اُن کے غم کے بغیر اور کسی کی بات کی خبر نہیں۔ قائم دین شاہ صاحب کے صبر ورضا کی یہ حالت تھی کہ آنکھوں کی بیماری ہمیشہ لاحق رہی لیکن کبھی آہ تک نہیں کی۔ جب کبھی علاج کے لیے امرتسر جاتے تھے تو آنکھوں میں تلخ دوائی ڈالی جاتی تھی اور اُف تک نہیں کہتے تھے۔ حالانکہ کہ طویل قامت مذہبی سکھ اس دوائی سے چلا اٹھتے تھے اور وہ تکیہ لگا کر تلخ دوا کو خاموشی سے برداشت کر لیتے تھے۔ جو کوئی حال پوچھتا کلمۂ خیر کے بغیر زبان سے کچھ نہ نکالتے تھے۔ اُن کے نیک اخلاق، محبت اور وفا کا یہ عالم تھا کہ راجہ رحیم اللہ دارا پوری کو دوستی کی وجہ سے وقتاً فوقتاً[1] چھ سو روپے دیے۔

جب اُن دونوں باپ بیٹوں نے دشمنی کی راہ اختیار کی اور ہماری زمین پر قبضہ کرنا چاہا اُس وقت بھی ان کے متعلق کوئی سخت لفظ یا پرہیز کا کلمہ زبان پر نہ لائے اور یہ اس لیے تھا کہ انہیں اپنا دوست کہہ چکے تھے۔ اور بھی بہت سے لوگ ان کی وفات کے بعد رقوم واپس لائے تھے۔ تب ہمیں ان باتوں کا پتہ چلا۔ اُن کی غیرت کا یہ عالم تھا اور غیر لوگوں سے اس طرح دوری اختیار کرتے تھے کہ کسی کا کوئی برا فعل یا بُری حالت دیکھ لیتے تو پھر ان سے پرہیز کرتے تھے۔ اس وجہ سے حافظ اللہ دین درویش سے بات نہیں کرتے تھے کہ حافظ فقیرانہ لباس پہن کر ہمارے پاس رہتا تھا مگر چونکہ اس کا ظاہر اور باطن ایک جیسا نہیں تھا اس سے بول چال بند تھی اس کے باوجود اس کے ساتھ دشمنی نہیں تھی کیونکہ ان کی غیرت استحکام شریعت کے لیے تھی۔ اسی بناء پر اپنے حقیقی بھائی کے اپنے گھر میں آنے کو بھی غلط قرار دیتے تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق بھائیوں اور غیروں سے پردہ کروانا یکساں فرض ہے۔

---

[1] یہ ۱۸۹۸ء کی بات ہے یہ معتدبہ رقم ہے سنہ ۱۹۸۱ء میں اُس زمانے میں چھ سو روپے تیس ہزار روپے کے لگ بھگ ہیں)

Marfat.com

رشتہ داری کا لحاظ اور صلہ رحمی کے آداب حقوق اللہ کے مقابلے میں ساقط ہو جاتے ہیں اسی سبب سے سیدن شاہ بھی جو ہمارا نواسہ ہے اجازت اور اطلاع کے بغیر اندر نہیں جا سکتا تھا۔ ان کے غنا اور استقامت کی یہ حالت تھی کہ جب سوار ہو کر شہر سے باہر جاتے تو ہندو عورتیں سنہری زیور اور فاخرانہ لباس پہن کر راستے پر کھڑی ہو جاتی تھیں اور انہیں زعم ہوتا تھا کہ اُن کے حسن پر نگاہ ڈالیں گے لیکن گوشۂ چشم سے کبھی بھی اُن پر نگاہ نہیں ڈالتے تھے۔ سخاوت پوشیدہ طور پر کیا کرتے تھے اور محتاجوں اور مسکینوں کی حاجت روائی کے لیے کوشش بلیغ کیا کرتے تھے۔

حضرت محبوبِ سبحانی نے فرمایا کہ ان کی وفات کے بعد ان کی نیکی اور احسان کی باتیں لوگوں کی زبانی سنی ہیں۔ ہر شخص ان پر فریفتہ تھا۔ چنانچہ ہندو اور مسلمان روتے ہوئے جمع ہو گئے اور ہندو لڑکیاں روتی ہوئی ان کی میت کے پاس آ گئیں۔ باوجود یہ کہ ان کے مذہب کے مطابق میت کے پاس آنے سے غسل کرنا اور کپڑے دھونا ضروری ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ ہم سے ہر ایک اُن کے عرس کے متعلق پوچھتا تھا اور ہم کہتے تھے کہ ہمیں کون سی خوشی ہے کہ اُن کے عرس کا ہنگامہ بپا کریں۔ لیکن جب موقع آیا تو اتنی مخلوق جمع ہو گئی کہ خواجہ ولیٔ ہند کے عرس مبارک پر بھی نہیں آیا کرتی تھی۔ چنانچہ محمد شاہ صاحب جو خواجۂ مذکور کے عرس پر حاضر ہوئے تھے رخصت ہو جانے کے باوجود پھر لدھیانہ شہر سے دو سو کوس کا کرایہ خرچ کر کے ۱۲ رجب کو یہاں حاضر ہو گئے اور فاتحہ کے موقع پر ایک سو ختم قرآن اور سورۂ یٰسین اس کے علاوہ جمع ہو گئے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ یہ مکان جو انہوں نے شروع کرایا تھا اگر ہماری مرضی پر ہوتا تو ہرگز مکمل نہ ہوتا۔ اس غریب نے عرض کیا کہ ان کا صندوق مبارک مکان کے کونے سے منتقل کر کے ان کی نشست گاہ والی جگہ پر دفن کیا گیا ہے۔ حضرت محبوبِ سبحانی نے فرمایا کہ جب مکان کی تعمیر شروع ہوئی تھی تو ان کی نیت یہ تھی کہ مغربی حصہ مجلس والوں کے لیے اور مشرقی حصے میں ان کی نشست گاہ ہو۔ آخر وہی کچھ ہوا جو وہ چاہتے تھے۔

Marfat.com

بعد ازاں آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہر جگہ سے اہلِ علم ان کی فوتیدگی کی تاریخ لکھ کر لائے ہیں۔ الغرض ان کی نیکی اور ستارے کی قبولیت کی وجہ سے بہت سی تاریخیں اکٹھی ہوگئی ہیں آپ نے فرمایا کہ چند کاغذات فلاں کتاب میں موجود ہیں باہر لاؤ۔ جب بندہ باہر لے آیا تو صاحبزادہ صاحب کی تاریخ کے ابیات اپنی زبان مبارک سے پڑھے اور اس ناچیز کو بھی تلقین فرمائے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا چک عمر والے شیخ عبداللہ نے بھی ایک تاریخ کہی ہے۔ لیکن یہاں موجود نہیں اور جو ابیات مولوی عبداللہ میر پوری اور نیک عالم نقشبندی نے تصنیف کیے ہیں یہ ہیں۔

وجودِ باکرامت فیض آمود — کہ از جودش جہاں می یافت مقصود [1]
بملک جاودانی زد قدم را — زِ جدوجہد سجن المومن آسود
ندائے اِرجعی را گفت لبیک — بسوئے کل خرامیدہ چساں زود
نقابِ نازنین بررُخ کشیدہ — فواد خلق را از خون آلود
بزیرِ میغ شدآں ماہِ تاباں — دریغا در جہاں ظلمت بیفزود
چو باشد وصل عریاں از ہمہ بہ — بجاں کوشید ورفع حجب بنمود
بشوقِ یار پیراہن دریدہ — کہ حائل بود و تجرید است بہبود

---

[1] باکرامت وجود جو فیض والا ہے کہ اس کے جہاں مقصود پاتا ہے۔
دائمی ملک میں قدم رکھا اور مومن کے قید خانے (دنیا) سے آرام پایا۔
ارجعی (اے نفسِ مطمئنہ اپنے رب کی طرف لوٹ جا) کی آواز پر لبیک کہا۔
چہرے پر نازوالی کا نقاب کھینچا ہوا مخلوق کے دل کو خون سے آلودہ کیا ہوا۔
کالی گھٹا کے نیچے وہ روشن چاند، افسوس جہاں میں اندھیرے کو بڑھایا۔
جب واضح وصل ہو تو یہ سب سے بہتر ہے جان کے ساتھ کوشش کی اور پردہ اُٹھایا۔
یار کے شوق میں قمیص پھاڑ دی کہ یہ رکاوٹ تھی اور خالی (ننگا) ہونے میں فائدہ ہے۔

Marfat.com

مقامِ خویش خود آغاز کردہ میانش پیشِ ختم آرام فرمود [1]
چو قائم دین شاہ خوش خفت در وے بنازد آں مکاں از بختِ مسعود
شرافت آں مکاں را گشت دائم کہ مرقدِ پاکِ او آنجاست موجود
ازاں بقعہ مبارک نُور تابد کہ در حینِ حیاتش بود مشہود
کہ اہلِ دل چو غنچہ آمد از زیست زبادِ اجل خوش خندید و بکشود
و لے صد حسرت و افسوس این است کہ ظلِّ او زما گردید مفقود
زجدِ پاک خود میداشت موروث خلقہائے عظیم و وصفِ محمود
ہمہ تن بود سرِّ والدِ خویش بحلم و علم، عمل دعقل وہم جود
زلمعاتِ شعاعِ نورِ ساطع ہر آنکس دید میگر دید خوشنود
بہ بست و یکم رجب وشب سہ شنبہ بسوئے وطنِ اصلی گشت پدرود

---

[1] اپنے مقام کا خود آغاز کیا قبل از اختتام اس کے درمیان (وصل یار) آرام کا فرمایا،
جب قائم دین شاہ اس میں اچھی طرح سے سعادت والے بخت پر جگہ کو ناز تھا۔
اس جگہ کا شرف دائمی ہو گیا کیونکہ ان کی قبر پاک اس جگہ ہے۔
اس پاک جگہ سے نور کی روشنی چمکتی ہے، ان کی زندگی میں بھی وہ شہادت گاہ تھی۔
کہ اے دل والے جب زندگی سے غنچہ آتا ہے تو وہ اجل (موت) کی ہوا سے خوب ہنستا اور کھلتا ہے۔
لیکن صد افسوس اور حسرت یہ ہے کہ ان کا سایہ ہم سے ناپید ہو گیا وہ اپنے پاک آباؤ اجداد سے عظیم اخلاق اور اچھا وصف وراثت کے طور پر رکھتے تھے۔
ان کا پورا جسم والد ماجد کا عکسِ جمیل تھا، بردباری، علم، عمل، عقل اور سخاوت چمکنے والے نور کی شعاع کی روشنیوں سے جس نے دیکھا خوش ہوا۔
اکیس رجب اور منگل کی رات وطنِ اصل کی طرف روانہ ہو گئے۔

Marfat.com

چو سال رحلتش میجست عبدی   زہاتف شد ندا، منظورِ حق بود [1]

(۱۳۱۶ھ)

ولہ ایضاً

اے از جمالت مجبور و بیقرارم [2]

گردید در فراقت ہمرنگ ِ شب نہارم

ایں ہجر ِ تو کہ برمن افزود درد وغمہا

خورد است جگر و جانم ازدیدہ خوں فشارم

ازدردِ تو نہادم چوں لالہ داغ بردل

زاں روز سوز افزا آہ وفغاں شعارم

ایں داغ تو نگرد وہرگز زدل ہشتہ

ہر چند ہمچو باراں ابرے زدیدہ بارم

بلبل چہ زار نالد طوطی چہ خوش سراید

حیف است زیست ایجاں رفت است چوں نگارم

---

[1] عبداللہ میر پوری نے جب ان کے وصال سن تلاش کیا تو غیبی آواز آئی کہ وہ منظور حق تھے۔ جو کہ ۱۳۱۶ھ ہے۔ جب قائم الدین شاہ اس میں اچھی (میٹھی) نیند سوئے وہ جگہ اپنی خوش بختی پر ناز کرے۔

[2] اے وہ ذات کہ میں آپ کے جمال سے مجبور تھا اور بے قرار ہوں اور آپ کے فراق میں میرا دن رات کا رنگ اختیار کر گیا۔ آپ کا یہ فراق جس نے میرے غم اور درد کو بڑھا دیا اس نے میرے جگر اور جان کو کھا لیا اور میری آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ آپ کے درد سے دل پر گلِ لالہ کی طرح داغ رکھتا ہوں اس دن سے سوز بڑھ گیا تیز آہیں بھرنا اور فریاد کرنا میری علامت بن چکی ہے۔ بلبل کس طرح فریاد کرتی ہے اور طوطی کس طرح اچھا گاتی ہے افسوس ہے جب میں دیکھتا ہوں تو اے جان زندگی گزری ہوئی دیکھتا ہوں۔

Marfat.com

آں ماہِ اوجِ رحمت واں مہر فلکِ عرفاں [1]
گشتہ است زود مخفی شد تیرہ روزگارم
ایں صدمہ کہ عالم زاں گشت بیتِ احزاں
ہر مرد وزن بنالد در یادِ گلعذارم
صد چاک سینہ ہا شد غمناک دیدہ ہا شد
آید صدا از ہر سُو من دردِ اُو بدارم
آں شاہِ بزمِ مستاں خفتہ بخوابِ شیریں
بنہفتہ رخ زہریک دربست بابِ کارم
زاری ونالہ بگذار اے غم نصیب مردم
کز شورِ خلق رنجد نازک مزاجِ یارم
گلہا نثار کردن خواہد زخلق ہر سُو
من جاں بجائے گلہا بر نعشِ او نثارم

---

[1] وہ آسمانِ رحمت کا چاند اور آسمانِ عرفان کا سورج جلد چھپ گیا اور میری زندگی تاریک ہوگئی۔
یہ صدمہ جس سے دنیا غموں کا گھر بن گئی ہر مرد و عورت پھول جیسے چہرے کی یاد میں روتا ہے۔
سینے کے سو ٹکڑے ہو گئے آنکھیں نمناک ہوگئیں اور ہر طرف سے آواز آتی ہے، کہ میں بھی اس درد میں جلا ہوں
وہ مست لوگوں کی بزم کا بادشاہ میٹھی نیند سو گیا اور ہر ایک سے اپنا چہرہ چھپا لیا اور میرے کام کا دروازہ بند کر دیا۔
اے غم کے نصیب والے رونا دھونا چھوڑ دے کہ میرے یار کے نازک مزاج کو لوگوں کے شور سے تکلیف پہنچتی ہے۔
ہر طرف سے مخلوق پھول نچھاور کرنا چاہتی ہے اور میں اس کی لاش پر پھولوں کی بجائے اپنی جان نچھاور کرنا چاہتا ہوں۔

Marfat.com

رضوان خلد بہرش فرش وسریر آر است [1]
بگرفت راہ و گفتا تعظیم میگذارم
حور بہشت گفتہ کیں شاہِ ملکِ خوباں
اہلاً اتی وسہلاً زین بود انتظارم
بضعہ رسول خواندش اِبنی الیّ اقبل
تا چند دور مانی پیش آئو در کنارم
آنکس کہ او بدنیا بنہاد درخت خود را
آخر فگند بیروں تقدیر در گارم
فردوس با جائش درقرب جد پاک
ہردم بعجز یارب دستِ دعا بر آرم
سالش بگوش عبدی رضوان بعجمہ گفت
صد صد خوشیست آمد سالار درجوارم

---

[1] جنت کے داروغہ رضوان فرشتے نے اس کے لئے بچھونا اور تخت بچھایا اور راستے میں کھڑا ہو کر کہا میں تعظیم بجالاتا ہوں۔

جنت کی حور نے کہا کہ یہ خوبصورت لوگوں کا بادشاہ ہے۔ میں خوش آمدید کہتی ہوں، میں اس کی انتظار میں تھی۔

رسول کی لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے میرے بیٹے میری طرف آ تو کس قدر دور رہا۔ سامنے آتا کہ میں تجھ سے بغلگیر ہو جاؤں۔

جو شخص دنیا میں اپنا درخت لگاتا ہے آخر اسے اکھاڑتا ہے یہ میرے خالق کی تقدیر کا فیصلہ ہے۔

اس کا مقام جنت الفردوس ہو اور اسے اپنے پاک نانا کا قرب حاصل ہو۔ یا اللہ میں ہر وقت عاجزی کے ساتھ یہی دعا کرتا ہوں۔

Marfat.com

قصیدۂ دیگر از سید نیک عالم شاہ میر پوری مجددی

آنشاہ کہ از کرامت میخست جانِ شیطان ۱
بر دیو نفس بودش سلطان چوں سلیمان
از لمعہ شمسِ دینی تنویر یافت جانش
تا از شعاعِ نورش یتافت نورِ ایمان
بد مطلع منور نورِ محمدی را
لمعات شمع جانش میسوخت جانِ کفران
وز افتخار فخری باوے رسیدہ جاناں
لیکن زعجزِ ذاتی چوں سایہ بود بیجاں
از کلمہ کلیمی روحے با وعطا شد
وز نورِ طورِ سینا میداشت نورِ پنہاں
چنداں نظامِ دینش از غیر چشم میدوخت
قصر وجودِ غیرش اندر شہود ویراں

---

۱ وہ بادشاہ کہ جس کی کرامت شیطان کے لئے میخ ہے اور نفس کے شیطان پر اس کی بادشاہی تھی جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہی تھی۔

دینی سورج کی چمک سے اس کی جان نے روشنی حاصل کی اور اس کے نور کی شعاع سے نورِ ایمان چمکتا ہے۔

یہ نورِ محمدی ﷺ کا نورانی مطلع تھا کہ اس کی جان کی شمع کی روشنیوں سے کفا کی جان جل جاتی تھی۔

فخر کی وجہ سے میرا فخر اس محبوب تک پہنچا لیکن ذاتی عجز کی وجہ سے بے جان سایہ تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلام سے ان کو روح عطا ہوئی اور طور سینا کے نور سے ان کا نور پوشیدہ تھا۔

حضرت نظام الدین نے ان کو غیر کی نگاہ سے اس طرح پوشیدہ رکھا کہ اس کے غیر کے وجود کا محل شہود میں بھی ویران تھا۔

Marfat.com

از نصرتِ نصیری روشن چراغ دانی [1]

حب نظام گویا کردش حبیب سبحان

از جوہر فریدی جوہر فرید آمد

در بوتہ ریاضیت بگداخت ہم چوں مرداں

باشد مدارِ مردان آں قطب دین پناہے

برآستانِ پاکش بوداین جوان دربان

سلطانِ ہندشاہے بودش معین حامی

تااختر سعیدش بد باشعاع درخشاں

گویا کہ او خلاصہ می بود چشتیاں را

کز باطنِ مشائخ می یافت خاص فیضان

عالم ازیں چہ باشد فخر عظیم واُجم

بضغہ رسول اُمش پدرش شہہ شہیداں

---

[1] حضرت نصیرالدین کی نصرت سے روشن چراغ جان لو نظام الدین کی محبت نے گویا ان کو اللہ تعالیٰ کا محبوب بنا دیا۔

حضرت فریدی کے جوہر سے وہ یکتا موتی ہو گئے اور ریاضت سے بہت پگھل (ٹوٹ) گئے مثل مردوں کی۔

وہ قطب فرید دیں جو مردان حق کے جائے پناہ تھے اور ان کے پاک آستانے پر یہ نوجوان دربان تھا۔

حضرت سلطان الہند (اجمیری) ان کے مددگار حامی بادشاہ تھے حتیٰ کہ ان کی نیک بختی کے ستارے کی شعاعیں چمکنے لگیں۔

گویا وہ چشتیوں کے خلاصہ تھے اور انہوں نے مشائخ کے باطن سے فیض حاصل کیا۔

اے نیک عالم بادشاہ! اس سے بڑا فخر اور کیا ہو گا کہ ان کی ماں جگر گوشہ رسول تھیں اور ان کے باپ شہیدوں کے بادشاہ تھے۔

Marfat.com

داعی اجل باوچوں پیغام یار دادہ ۱
لبیک گفت دردم از شوق وصل جاناں
از روح حیدر خود تاریخ وصل جستم
میگفت وائے افسوس افتاد برج عرفاں
(۱۳۱۶ھ)

اس موقع پر اللہ دتہ درویش نے عرض کی کہ اس نے بھی تاریخ کہی ہے۔ حضور نے فرمایا لاؤ حضور نے خود بھی پڑھی اور اس غریب کو بھی فرمایا کہ بلند آواز سے پڑھو اس لیے کہ جسے طرزِ شعر کی واقفیت ہوتی ہے وہ الفاظ صحیح ادا کرتا ہے۔ چنانچہ بموجب فرمان اس مسکین نے بھی پڑھی۔

ایکہ اوصاف خدارا مظہری	ویکہ خُلق مصطفیٰ (ﷺ) را مصدری ۲
ذاتِ تو گنجینۂ جودوسخا	یاکہ فقرِ مرتضٰی را مفخری
درہمہ چیز از ہمہ بردی سبق	خود تو برج اصطفارا اختری
در بلا ہمچوں شہید کربلا	بارضا تیر قضا را صابری

۱ جب موت کے فرشتے نے دوست کا پیغام دیا تو انہوں نے محبوب کے وصال کے شوق میں اسی وقت لبیک کہا۔
حضرت حیدر کی روح سے میں نے خود تاریخ وصال تلاش کی تو کہا ہائے افسوس معرفت کا برج الٹ گیا (۱۳۱۲ھ)

۲ اے وہ ذات والا صفات جو اللہ تعالیٰ کے اوصاف کا مظہر ہے اور اخلاق مصطفی ﷺ کا مصدر ہے۔
آپ کی ذات جود وسخا کا خزانہ ہے یا حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے فقر کا فخر ہے۔
ہر کام میں ہر ایک سے سبقت لے گئے اور آپ انتخاب کے برج کا ستارہ ہیں۔
مصائب برداشت کرنے میں شہید کربلا کی طرح ہیں، آپ نے قضا کے تیر کو رضامندی کے ساتھ صبر کرتے ہوئے برداشت کیا۔

Marfat.com

ایکہ بر باطل رضا بنود ترا | من چگویم چوں علی اصغریؓ ۱؎
حجت اہلِ دقاقہہائے علم | مختص از نسلِ محمد باقریؓ
شد بذاتِ تو مزین مستقیم | صفوت وصدقِ محمد جعفریؓ
ایکہ مانندِ علی موسیٰ رضاؓ | فوجِ میدانِ رضارا افسری
وصفِ موسیٰ را تقیؓ وہم نقیؓ | معدنِ سرّ علی عسکریؓ
من چہ پیایم زدریائے عظیم | والہ ام از موجہائے ابحری
سیدما قائم الدین شاہؒ کہ او | بود خورشید سپہر سروری
چوں .بملکِ جاودانی زدعلم | نیلگوں شد گنبد نیلوفری
آنکہ تیر ہجر اودرسینہ ہا | کرد سوراخی کہ نشود بہتری
شاہ بازِ لا مکاں بد روح او | رفت اندر قربِ نسب اطہری

۱؎ اے وہ ذات کہ آپ باطل پر راضی نہ تھے۔ میں کیا کہتا ہوں۔ آپ حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ کی طرح تھے۔

باریک ودقیق علم والوں کی حجت تھے اور حضرت محمد باقر کی نسل سے خاص تھے۔

حضرت محمد جعفر کی قلبی صفائی اور صدق آپ کی ذات سے مزین ومستقیم ہوئی۔

وہ حضرت علی موسیٰ رضا کی مثل میدان رضا کی فوج کے افسر تھے۔

حضرت موسیٰ رضا کے وصف کے لئے حضرت تقی ونقی رضی اللہ عنہم اور حضرت علی عسکری کے راز کی جگہ ہیں۔

میں اس عظیم دریا کی پیائش کیا کروں، میں اس دریا کی موجوں کا شیدا ہوں۔

سید قائم الدین شاہ کہ وہ سرداری کے آسمان کے خورشید تھے۔

جب دائمی بادشاہی کا جھنڈا گاڑا، آسمان کا گنبد نیلے رنگ کا ہوگیا۔

وہ جس کے فراق کے تیر نے سینوں میں ایسا سوراخ کیا جو ٹھیک نہیں ہوتا۔

ان کی روح لامکاں کی سیر کرنے والی (پرندہ شہباز) تھی نہایت پاکیزہ نسب کے قرب میں چلی گئی۔

Marfat.com

در جوار مصطفیٰ دادند جا ۔۔۔ جزوِ خود را داد برخور رہبری ۱

فاطمہؓ اور اگر فتہ درکنار ۔۔۔ بوسہا دادش بمہر مسادری

ساقی کوثرؑ امام اولیاء ۔۔۔ دادجامی از شراب کوثری

مرحبا وخوش بیاگفتند زود ۔۔۔ روح اورا ذریاتِ حیدریؓ

حورو غلماں بر عروسیش آمدند ۔۔۔ جندا یا سیدی و اکبری

ہر یکے لقب دگر دادش زسال ۔۔۔ باز گویم گر بسویم بنگری

گفت پیغمبر (ﷺ) زسال وصل او ۔۔۔ لختِ جگرِ احمدی از برتری (۱۳۱۶ھ)

قائم دین نبی خیرا الورا ۔۔۔ باز بشنواز لب پیغمبری

باز پیغام از علی آمد بگوش ۔۔۔ راحت روح روانِ حیدری (۱۳۱۶ھ)

جنت الخاتونؓ بداددش ایں دعا ۔۔۔ باد فضل حق بجانی ظاہری

---

۱ انہوں نے ان کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے قرب میں جگہ دی اپنے جز کو خود قیادت دی۔
حضرت فاطمہ نے ان کو بغل میں لیا اور محبت مادری سے اس کو چوما ساقی کوثر (اور) اولیا کے امام نے ان کو حوض کوثر کی شراب سے جام پلایا۔
حضرت علی المرتضیٰ کی اولاد نے ان کی روح کو مرحبا اور خوش آمدید کہا۔
ان کی شادی (عرس) پر حور و غلماں بھی آئے اے میری مراد اور میرے بزرگ آپ کیا اچھے ہیں۔
ہر ایک نے ان کو سال وصال کے حوالے سے دوسرا لقب دیا میں پھر کہتا ہوں اگر میری طرف دیکھیں۔
حضرت پیغمبر ﷺ نے ان سال وصال یوں کیا کہ یہ حضرت برتری کی وجہ سے حضرت احمد ﷺ کے لخت جگر ہیں۔ (۱۳۱۲ھ)
تمام مخلوق کے نبی کے دین کو قائم رکھنے والے پھر پیغمبر ﷺ کی زبان سے سنو۔
پھر حضرت علی المرتضیٰ سے پیغام سنو حضرت علی المرتضیٰ کی روح کا سکون۔ (۱۳۱۲ھ)
خاتون جنت نے آپ کو یہ دعا دی اے میرے ظاہری جانِ تجھ پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہو۔

Marfat.com

سالِ عمر وسالِ مولود از سروش — باز جستم کرد مارا مخبری (۱۳۱۶ھ) [1]
عالما تولید او خاصِ خدا — ہم حبیب آمد زسال عمری
باز ہاتف درد لم گفتا بزود — سال وصلش گو، گلِ پیغامبری (۱۳۱۶ھ)

جب میں یہ مرثیہ پڑھ رہا تھا تو حضرت محبوبِ سبحانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحیّر اور سکوت کے عالم میں قالب بے جان بن چکے تھے۔ اللہ دتہ مذکور نے حضرت تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی تصویر جو اس غریب کے پاس تھی۔ نظر مبارک کے سامنے پیش کی اور عرض کیا کہ یہ حضرت تونسوی کی تصویر ہے۔ اسے دیکھ کر بڑے خوش وقت ہوئے اور فرمایا تو نے کہاں سے لی۔ عرض کیا کہ یہ میاں محمد اشرف کی ملکیت ہے۔ ہندوستان میں کوئی شخص ان کے پاس لایا تھا اور ہدیہ کثیر دے کر انہوں نے مول لے لی۔ حضور نے فرمایا کہ اس تصویر میں ذرا بھر فرق نہیں۔ ایک شخص نے حضور کے ہاتھ سے تصویر لینا چاہی۔ آپ نے کتاب بند کر دی۔ اُسے نہ دی اور بندہ کو عطا فرمائی۔

اس کے بعد شام کے وقت ختم شریف کے حلقے میں حاضر ہوا۔ حضرت محبوبِ سبحانی صاحبزادہ صاحب مرحوم کے مزار پر تھے۔ حضور ہر روز بلا ناغہ نوافل حفظ الایمان پڑھ کر مزار شریف پر فاتحہ پڑھا کرتے تھے اور سویا کرتے تھے تو اپنے پاؤں مبارک ان کے مزار مبارک کی طرف نہیں کیا کرتے تھے۔ جب آپ وہاں سے تشریف لائے تو اس غریب سے پوچھا کہ جو کاغذ تو نے لکھا تھا کہاں گیا۔ عرض کیا کہ حکیم ہادی حسین نے ایک کتاب میں رکھا تھا۔ آپؒ نے فرمایا۔ اس سے لے آؤ۔

---

[1] زندگی کے سال اور ولادت کا سال میں نے ہاتف غیبی سے ڈھونڈا تو خبر دینے والے نے ہمیں خبر دی۔
اے عالم! ان کی ولادت لفظ خاص خدا (۱۳۱۶ھ) نیز ان کی عمر لفظ حبیب (۲۲ سال) ہے۔
پھر ہاتف نے جلدی جلدی میرے دل میں کہا ان کے وصال کا سال گل پیغامبری کہو۔ (۱۳۱۶ھ)

Marfat.com

اس موقع پر صاحبزادہ صاحبؒ مرحوم کے فراق میں آپ نے فرمایا کہ ہم لوگوں پر جو مصیبت اور بلا نازل ہوتی ہے وہ ہمارے گناہوں کی شامت سے ہوتی ہے۔ اور متقدمین پر جو بلا نازل ہوتی تھی ان کی ترقی درجات کا باعث بنتی تھی۔ قطعہ

مابلا برکسے قضا نکنیم — نامِ اورا ز اولیاء نکنیم [1]

ایں بلا گوہر خزانۂ ماست — گوہر خود بکس عطاء نکنیم

اس کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ بلا پر صبر کرنا پیغمبروں کا کام ہے حضرت یعقوب علیہ السلام نے فراقِ یوسف علیہ السلام میں چالیس سال کے عرصے تک صبر کیا۔ اس کے بعد محبوب سبحانی نے فرمایا کہ ان کا صبر بھی قائم نہیں رہا تھا کیونکہ انہوں نے چالیس سال رونے اور غم واندوہ میں گزارے تھے اور آنکھیں اندھی ہوگئی تھیں حالانکہ حق تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا کہ یوسف علیہ السلام کو زندہ پاؤ گے اور یہ بھی کہ ان کے گیارہ فرزند اور بھی تھے۔

قرآنی آیت ہے۔

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِىْ بِهِمْ جَمِيْعاً اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ .

ترجمہ: عجب نہیں کہ خدا ان سب کو میرے پاس لے آئے بے شک وہ دانا اور حکمت والا ہے۔

لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے ان کی یہ فریاد سنتے تھے۔

يَااَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ۔ ہائے افسوس یوسف!!! تو:

قَالُوا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْتَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ .

ترجمہ: کہتے تھے واللہ اگر آپ یوسف کے اسی طرح یاد کرتے رہیں گے تو یا تو بیمار ہو جائیں گے یا جان ہی دے دیں گے۔

---

[1] ہم کسی کو آزمائش میں نہیں ڈالتے اس کا نام اولیا سے نہیں کرتے۔

یہ آزمائش ہمارے خزانہ کا موتی ہے۔ اپنا موتی ہم کسی کو نہیں دیتے۔

Marfat.com

ان کے جواب میں حضرت یعقوب علیہ السلام فرمایا کرتے:

اِنَّمَا اَشكُو بَثّی وَحُزنِی اِلَی اللّٰہِ وَاَعلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَالَا تَعلَمُون ط

"میں تو اپنے غم واندوہ کا اظہار خدا سے کرتا ہوں اور خدا کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں۔ جو تم نہیں جانتے۔

اسی لیے انہوں نے فرمایا:

یٰبَنِیَّ اذهَبُوا فَتَحَسَّسُوا مِن یُّوسُفَ وَاَخِیهِ وَلَا تَایئَسُوا مِن رَّوحِ اللّٰہِ ط اِنَّهٗ لَایَایئَسُ مِن رَّوحِ اللّٰہِ اِلَّا القَومُ الكٰفِرُونَ.

"بیٹو! پھر جاؤ اور یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو کہ خدا کی رحمت سے کافر لوگ ناامید ہوا کرتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت محبوبِ سبحانیؒ نے فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے وصال کی امید میں ان کے پیراہن کی خوشبو سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی دونوں آنکھیں بینا ہوگئیں لیکن یہاں ملاقات کی امید بالکل نہیں رہی اور جستجو اور تلاش کی تمام راہیں بند ہوگئی ہیں۔ آپؒ نے اس موقع پر یہ شعر پڑھا۔

مابوئے پیرہن را درجان ذخیرہ داریم [1]

شاید ز مصر ناید امروز کاروانے

حضرت محبوبِ سبحانیؒ نے فرمایا کہ دل میں خیالات پیدا ہوتے ہیں کہ یہ مصیبت شاید فلاں گناہ کی وجہ سے وارد ہوئی ہے یا کون سے سبب کی بناء پر نازل ہوئی ہے۔ اس کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے اصحاب جنگ میں شہید ہوئے اور ان کی لاشیں خلط ملط ہوگئیں۔ ہر ایک کو تلاش کرکے ڈھونڈا گیا۔ مگر ایک صحابی کو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس کے متعلق شک

---

[1] ہم قمیص کی خوشبو کو جان میں ذخیرہ رکھتے ہیں شاید آج مصر سے کوئی کاروان نہ آئے۔

Marfat.com

ہو وہی شخص ہے۔اس کو سینہ چاک کر کے دیکھو اگر اس کے جگر میں دو سوراخ ہوں تو سمجھ لو یقیناً کہ وہی ہے۔آخر وہ مل گیا۔اس کی لاش حضور اقدس ﷺ کے سامنے لے گئے،لوگوں نے سبب پوچھا۔آنحضرت ﷺ روحی فداہ نے فرمایا کہ اس کے دو بیٹے فوت ہو گئے تھے اس لیے جگر میں دو زخم رکھتا ہے۔الغرض جب فرزند کی موت دائمی ہو اور اس کا واپس آنا ناممکن ہو تو اس کا زخم بھی دائمی ہوتا ہے اور کبھی ٹھیک نہیں ہوتا۔

اس کے بعد جناب محبوب سبحانیؒ نے فرمایا کہ یہ بھی محض وسوسہ ہے کہ فلاں خطا کے سبب یہ بلا نازل ہوئی ہے۔حق تعالیٰ قرآن مجید میں خود فرماتے ہیں۔

اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّر. لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ .

"اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی گھڑی جب آجاتی ہے ہرگز مؤخر نہیں کی جاتی۔کاش لوگ جانتے!!!

رباعی

روزیکہ اجل در آید از پیش و پست　　شک نیست کہ مہلت ندہد یک نفست [1]

یاری نرسد در آندم از ہیچکست　　برباد شود جملہ ہوا و ہوست

پس اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ اجل میں تاخیر اور ڈھیل نہیں ہوتی۔اس کے بعد آپ ختم شریف پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔اگلے روز حضورؒ کی خدمت میں بندہ نے عرض کیا کہ اپنا وقت کیسے گزر رہا ہے اور بتایا کہ تھوڑی سی گندم موجود ہے شاید دو مہینوں کے لیے کافی ہو جائے۔آپؒ نے فرمایا۔

نام فردا چہ بری فردا کہ دید [2]

حضورؒ کی اس بات سے بندہ مطمئن ہو گیا۔زمین بوس ہوا اور پھر رخصت ہو گیا۔

---

[1] جس دن موت آگے اور پیچھے سے آئے گی۔شک نہیں کہ وہ ایک سانس کی مہلت بھی نہیں دے گی اس وقت کسی سے مدد نہیں پہنچے گی تمام خواہش اور حرص برباد ہو جائے گی۔ [2] کل کا نام کیوں لیتا کل کس نے دیکھا۔

Marfat.com

مجلس ۵۱

مسکین غلام شاہ صاحب
اور ان کے متعلق دوسروں کی شماتت کے بارے میں

چہار شنبہ ۲۰ شوال ۱۳۱۶ھ مطابق ۲۳ مارچ ۱۸۹۹ء کو مجلسِ معلی حاضر ہوا۔ خواجہ شمس العارفین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مریدوں میں سے میاں رکن دین اور بابو عبدالکریم وغیرہ چند اشخاص موجود تھے۔ دو شخص مسلمان بخشا اور فتح محمد جسے پھر کہتے تھے غلام شاہ کے پاس سے آئے ہوئے تھے۔ حضرت محبوبِ سبحانی نے بخشے سے پوچھا کہ کیا غلام شاہ صاحب کے بھائی حیات شاہ میرا گاؤں میں جہاں غلام شاہ صاحب کی سکونت ہے گئے تھے؟ اس نے عرض کیا گئے تھے اور مویشیوں کے لیے وہاں سے چارہ جمع کیا تھا۔ اُن کے اہلِ خانہ کے بھائیوں نے کچھ دن گزارنے کے لیے مویشی بھیجے تھے اس کے بعد حضور نے بعض سادات کے حالات پوچھے اور بتایا کہ انہوں نے نکاحِ ثانی کر لیا ہے بلکہ اس کے بڑے بیٹے نے بھی ایک اور نکاح کر لیا ہے۔ اس بات پر آپؒ نے تبسم فرمایا اور کہا کہ پھر غلام شاہ نے کون سا گناہِ کبیرہ کیا ہے۔ کہ ہر شخص نکاحِ ثانی کے باعث ان کے متعلق بھانت بھانت کی باتیں بنا رہا ہے۔ ایک کہتا کہ میری غیرت نے انہیں ذلیل کیا ہے، دوسرا کہتا ہے کہ میری کرامت کے سبب ایسا ہوا۔ فلاں شخص نے کہا کہ میری ولایت میں اس نے اقامت اختیار کی۔ اس لیے مَیرا کے لوگ ان سے دشمنی رکھتے ہیں۔

یہ بیان حضرت محبوبِ سبحانیؒ کی زبان پر اس لیے وارد ہوا کہ آپ اپنے خلیفہ سید غلام شاہ صاحب کے متعلق اپنے تمام خلفاء کی نسبت زیادہ خیال رکھتے تھے۔ ہمیشہ اپنی مجلسِ مبارک میں ان کے پختہ اعتقاد اور اوصافِ حمیدہ کا ذکر فرمایا کرتے تھے اور اپنی خاص عنایت سے انہیں برگزیدہ بنایا تھا۔ یہ سب کچھ ان کے صدق اور خلوصِ اعتقاد کا ثبوت تھا۔

Marfat.com

اس کے بعد حضورؒ نے فرمایا کہ اگلے زمانے میں دو درویش ایک گدڑی میں اکٹھے سو جاتے تھے اگرچہ دو بادشاہ ایک پوری اقلیم میں بھی نہیں سما سکتے تھے۔ اب زمانہ اُلٹ گیا ہے دو درویش بھی ایک اقلیم میں نہیں سما سکتے۔ اس موقع پر ایک درویش نے عرض کیا کہ پہلے زمانے میں درویشوں کی محبت آپس میں اس طرح کی تھی کہ ان میں سے جو حاضر نہیں ہو سکتے تھے ان کی سفارش مشائخ کے پاس کیا کرتے تھے اور اُن کے کام کراتے تھے اور آج کل کے درویشوں کی یہ حالت ہے کہ جب کسی مسکین کو خراب حال دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں۔ حضرت محبوب سبحانیؒ نے فرمایا کہ اس پر بھی اکتفاء نہیں کرتے بلکہ اس کی تمام خرابی اپنے ذمے لیتے ہیں اور کہتے ہیں۔ ایسا ہماری کرامت سے ہوا۔

بعدازاں حضورؒ نے بعض پیرزادوں کا ذکر کیا اور فرمایا کہ بڑے پُرفنون ہوتے ہیں، بڑی شان وشوکت کے ساتھ مریدوں کے پاس جاتے ہیں، آبادی سے باہر ڈیرہ لگاتے ہیں اور مریدوں کو بہت ڈراتے ہیں۔ کہتے ہیں ہمارے نذرانے کی ادائیگی میں جو سُستی برتے گا اس کا علاج جلد ہو جائے گا۔ یہ بے چارہ غلام شاہ اگرچہ شریف خاندان کا ہے مگر بے نفس آدمی ہے۔ ایسے لوگوں کی اس زمانے میں کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ اس وقت کے لوگ چالاک اور طرّاز قسم کے لوگوں کی عزت کرتے ہیں۔ کہاوت ہے

"لُچا سب تھیں اُچا"

اور یہ غلام شاہ ایسے بے نفس انسان ہیں کہ جو کوئی ان کے پاس بیعت کے ارادے سے آیا کرتا بیعت نہیں کرتے تھے۔ اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتے تھے کہ کسی کو بیعت کریں۔ اس لیے جو کوئی اس ارادے سے ان کے پاس آتے اُسے یہاں لے آتے تھے۔ اس کے بعد حضورؒ نے اس غریب کو فرمایا کہ کیا تو نے کبھی ان کے اشعار دیکھے ہیں۔ پھر خود بھی پڑھے اور فرمایا کہ اس طرح پر ہیں۔

Marfat.com

من نخواہم دین ودنیا عاشق روئے توام ؎۱
ہم مقیمی گشتہ از دل برسرکوئے توام
زاہداں گر سوے کعبہ میروند بہرِ ثواب
بردرِ میخانہ سازم سجدہ دل سوئے توام
کافرم گوید گر خلقِ جہاں یکسر مرا
حلقۂ زنار کردہ از سر موئے توام
زاہد ار خواہد نعیم و حلۂ خلدِ بریں
من اسیرے گشتہ از دل زُلفِ خوشبوئے توام
حکم گرداری بقتلم از دل وجاں حاضرم
مرحبا قتلم بکن ازدل رضا جوئے توام
گر دہند ملکِ دوعالم نیست درکارم مرا
دردلم جز تو نگنجد زندہ از بوئے توام

؎۱ میں دین اور دنیا نہیں چاہتا میں تیرے چہرے کا عاشق ہوں دل سے تیری گلی کے کنارے پر مقیم ہو گیا ہوں۔ زاہد اگر ثواب کے لئے کعبہ کی طرف جاتے ہیں میں تیری طرف میخانے کے دروازے پر دل سے سجدہ کرتا ہوں۔ اگر مخلوق مجھے کافر کہتی ہے تو میں تیرے سر کے بالوں سے زنار کا حلقہ بناتا ہوں۔
زاہد اگر نعمت اور جنت کا قیمتی جوڑا چاہتا ہے میں تیری خوشبودار زلف کا دل سے قیدی ہو گیا ہوں۔
اگر تو مجھے قتل کرنے کا حکم دے تو میں حاضر ہوں خوش آمدید مجھے قتل کرو دل سے تمہاری رضا چاہتا ہوں۔
اگر دونوں جہانوں کی بادشاہی دیں تو میرے کسی کام کی نہیں میرے دل میں تیرے سوا کچھ نہیں سماتا میں تیری خوشبو سے زندہ ہوں۔

Marfat.com

زاری نالہ چو بلبل برسر کویت غلام ؎[1]
شربت دیدار بخشی تشنہ گلروئے توام

اس کے بعد حضور نے ارشاد فرمایا کہ ان کے توکل کا یہ نتیجہ تھا کہ موضع میرا کے لوگ، کاک ٹھلہ کے رہنے والوں نے عرض کی کہ شاہ صاحب کو ہمارے ساتھ بھیجا جائے۔ ٹھلہ ایک ایسا شہر ہے کہ جس میں کنویں جاری ہیں اور زمین بڑی آباد ہے۔ ہم نے سوچا کہ غلام شاہ کو کہاں بھیجا جائے۔ یہ بخشا اور ایک دو اور شخص رونے لگ گئے کہ ہم غریب لوگ ہیں، ہم پر مہربانی کی جائے۔ آخر ان غریبوں کا لحاظ کرتے ہوئے دوسروں کو ہم نے انکار کر دیا اور پھر تھوڑے سے وقت میں ان کے دو تین مکانات تعمیر ہو گئے۔ وہاں پانی نہیں تھا۔ کنویں کے لیے ایک غار کھودی گئی۔ وہاں سے پانی نکلا۔ وہاں کنواں کھود لیا گیا۔

اس غریب نے عرض کی کہ بندہ جب بھائی بندوں کو چھوڑ دیتا ہے، وطن ترک کرتا ہے اور دنیا کی لذتوں سے منہ موڑ لیتا ہے اور حق تعالیٰ کا بن جاتا ہے اس کے نفسانی ارادے ختم ہو جاتے ہیں اور دل کی پسندیدہ چیزوں سے وہ برطرف ہو جاتا ہے تو وہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ حقائقِ الٰہیہ کا مشاہدہ کرے اور معارف اس پر کھل جائیں۔ پھر اس سے کوئی ایسا کام کیوں سرزد ہو جو اس کی تحقیر کا موجب ہو۔

حضرت محبوبِ سبحانیؒ نے فرمایا خیر یہ کام یعنی نکاح ثانی کے لحاظ سے ناقص نہیں اور حق تعالیٰ جب دنیا کو قائم رکھنا چاہتے ہیں اور تمام کاموں کی کنجی اپنے ہاتھوں میں رکھتے ہیں، اپنے اختیار سے ہر وقت جو کچھ چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ اس موقع پر بخشانہ کور نے کہا کہ فتا محمد بھی چاہتا ہے کہ تنہائی سے مجبور ہے، اس کے لیے دعائے خیر فرمائی جائے کہ اسے بیوی مل جائے۔

میاں رکن دین نے عرض کی کہ حضرت خواجہ اسی طرح ہمارے شمس العارفینؒ کی خدمت میں ایک

---

[1] غلام تیری گلی میں بلبل کی طرح فریاد کرتا ہے دیدار کی شربت بخش دو تیرے چہرے کے پھول کا پیاسا ہوں۔

Marfat.com

شخص نے عرض کی کہ دعا فرمائیں مجھے بیوی مل جائے۔ حضورؒ نے فرمایا کہ ہماری بھی بیوی نہیں ہے اور یہ شیخ صاحب اور حافظ صاحب بیٹھے ہیں ان کی بیوی نہیں، خدا نہ دے تو کیا کیا جائے۔

حضرت محبوب سبحانیؒ نے تبسم فرمایا کہ اور کہنے لگے کہ ہمارے حضرت صاحبؒ درویش کے لیے یہ کام یعنی نکاح پسند نہیں فرماتے تھے۔ بخشا مذکور نے پھر عرض کیا کہ روٹی سے لاچار ہوں۔ حضورؒ نے فرمایا زمین سے کماؤ یا بیچ ڈالو اور کھاؤ۔

اس موقع پر اہلِ قبر کے کشفِ حال کی بات چھڑ گئی۔ حضرت محبوبِ سبحانیؒ نے فرمایا۔ فقیر کو سلوک کی ابتداء میں کشفِ قبور اور کشفِ قلوب کی منزل پیش آتی ہے۔ لیکن یہ دونوں کشف ہر سالک کے لیے مذموم ہیں۔ ان میں خطرات ہیں۔ سلوک میں بندش پیدا ہو جاتی ہے۔ بلکہ عقیدت میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ قبر میں وہ بعض کو دیکھتا ہے کہ ان کے اعمالِ صالحہ تھے مگر انہیں عذاب ہو رہا ہے۔ بعض کی حالت وہ اس کے برعکس دیکھتا ہے۔ اس طرح اسلام کی اتباع پر اس کا اعتقاد نہیں رہتا۔ اس لیے کہا گیا ہے کہ کشف کی کفش (جوتی) بنا لو اور نفس کے سر پر مارو۔

یہاں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ایک بادشاہ کو ایک فقیر سے جھگڑا تھا اس لیے کہ فقیر اس کے دربار میں نہیں جاتا تھا۔ ایک دفعہ بادشاہ کا گزر اس جگہ سے ہوا جہاں فقیر رہتا تھا۔ بادشاہ نے اس بزرگ فقیر کو طلب کیا۔ فقیر نے جواب دیا اگر بادشاہ کی خواہش ہے تو اندر آ جائے۔ ورنہ اگر ہمارے دل میں اس کی ملاقات کی خواہش ہوگی تو اس کے پاس پہنچ جائیں گے۔ آخر بادشاہ اس شیخ بزرگ کی خدمت میں اندر چلا گیا۔ اس نے دیکھا کہ ایک خادم سیبوں سے بھرا ہوا تھال شیخ کے سامنے لایا۔ بادشاہ نے خیال کیا کہ اگر فقیر صاحب کمال ہے تو تھال میں جو فلاں بڑا سا سیب ہے، مجھے دے گا۔ شیخ نے بادشاہ کے دل کا خیال اپنے کشف سے معلوم کر لیا اور کہنے لگا کہ ایک بار ایک جگہ میں سیر کے لیے گیا اور دیکھا کہ لوگوں کے ایک ہجوم نے حلقہ سا بنایا ہوا ہے جس کے

Marfat.com

درمیان میں ایک قلندر گدھے کے ساتھ موجود ہے۔ قلندر نے گدھے کی آنکھیں باندھ دیں تاکہ کچھ نہ دیکھ سکے۔ پھر اس نے کہا کوئی آئے اور میری انگشتری لے جائے ایک شخص ان صفوں میں سے نکلا اور قلندر کی انگلی میں سے انگشتری لے گیا۔ قلندر نے گدھے کو چھوڑ دیا۔ اس نے سونگھ کر اور کان سے کام لے کر اس شخص کی تلاش شروع کر دی۔ جہاں اس انگشتری کی بُو آئی، اُس مرد کا دامن پکڑ لیا۔ یہ بات سنا کر شیخ نے سیب بادشاہ کی طرف پھینکا اور کہا یہ کام تو گدھے بھی کر سکتے ہیں۔ فقر کوئی اور شے ہے۔ بادشاہ نے سر جھکا دیا اور فقیر کا مطیع ہو گیا۔ اس حکایت کے بعد محبوبِ سبحانیؒ نمازِ ظہر کے ادا کرنے میں مشغول ہو گئے اور راقم زمین بوس ہو کر رخصت ہو گیا۔

☆☆☆

Marfat.com

مجلس ۵۲

لوگوں کے تعصب اور درویشوں کی بے خودی کے بیان میں

جمعرات ۴ ذی الحج ۱۳۱۷ھ، ۴ اپریل ۱۹۰۰ء کو قدم بوسی کی سعادت حاصل کی اور مجلس میں حاضری کا شرف نصیب ہوا۔ قاضی صاحب موہڑا اینا والے، حافظ غلام رسول، محمد حسن مظفر آبادی وغیرہ چند نفر حاضر تھے۔ حضرت محبوبِ سبحانیؒ نے قاضی صاحب سے استفسار فرمایا کہ غلام شاہ کا کیا حال ہے۔ وجہ یہ تھی کہ موضع مُیرا کے لوگ شاہ صاحب کے مخالف ہو گئے تھے اور یہ قاضی صاحب ان سے متفق تھے۔ قاضی صاحب نے عرض کی کہ میرے اور شاہ صاحب کے درمیان تین چار میل کا فاصلہ ہے لہٰذا اُن کے حالات سے واقف نہیں ہوں، البتہ یہ بات سننے میں آئی کہ وہاں کے لوگوں کو شاہ صاحب سے کوئی عناد نہیں مگر اُن کی منکوحہ ان لوگوں کی قوم میں سے ہے، وہ اُس سے تعصب رکھتے ہیں۔

حضرت محبوبِ سبحانیؒ نے فرمایا کہ اُن لوگوں کی بے نصیبی اور بدبختی ہے۔ پھر فرمایا حکمتِ الٰہی ہے جہاں کہیں اللہ کے مقبول ہوتے ہیں وہاں مجہول اور منکر لوگ بھی موجود ہوتے ہیں اور جہاں کہیں مسجد یا خانقاہ ہوتی ہے حقہ کشوں کا ڈیرہ یا ہندوؤں کی دھرمسال بھی ہوتے ہیں۔ اس کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ اس ناقص زمانے میں فتنہ اس طرح پھیل چکا ہے کہ ایک سلسلے اور ایک ہی نسبت والے لوگ ایک دوسرے سے حسد اور عناد رکھتے ہیں اور خود پسندی کی بناء پر مخالفین کی حمایت کرتے ہیں۔ اس موقع پر اس غریب نے عرض کیا۔

چو دانا ہمچو ناداں گشتہ غرق است [1]
ز دانش تا بنا دانی چہ فرق است

---

[1] جب دانا، نادانوں کی طرح ڈوب جائے تو سمجھ اور ناسمجھی میں کیا فرق ہے۔

Marfat.com

حضرت محبوبِ سبحانیؒ نے اس سلسلے میں ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک بادشاہ کی ایک وزیر سے بحث ہو رہی تھی۔ بادشاہ کہتا تھا کہ اہلِ علم دانا درجے کے لحاظ سے بہتر ہوتے ہیں۔ وزیر کی یہ رائے تھی کہ صاحبِ حال اور ملامت کش لوگ بہتر ہوتے ہیں۔ آخر یہ طے پایا کہ دونوں قسم کے لوگوں کو دعوت پر بلایا جائے اور انہیں آزمایا جائے۔ امتحان کے لیے کئی لوگ رستے میں مقرر کر دیئے گئے۔ آنے والوں سے پوچھا جاتا تھا کہ سب میں سے زیادہ فاضل کون ہے۔ اہلِ علم میں سے ہر ایک نے اپنے آپ کو ایک دوسرے سے بہتر بتایا۔ جب اہلِ حال کی باری آئی تو ہر ایک کہتا تھا دوسرا مجھ سے بزرگ ہے اس کے بعد ہر ایک گروہ کے لیے علیٰحدہ مکان میں دستر خوان بچھایا گیا اور اُن کے ہاتھ اس طرح باندھے گئے کہ کوئی بھی اپنے منہ میں لُقمہ نہیں ڈال سکتا تھا۔ درویشوں نے ایک دوسرے کے منہ میں لقمے ڈالے اور سیر ہو گئے۔ اس لیے کہ ان میں دوئی نہیں تھی اور عالم تکبر اور خودی کی وجہ سے بھوکے رہ گئے۔ اس جگہ حضرت محبوبِ سبحانی نے یہ شعر پڑھا۔

نیستی ہستی ہے یارو اور ہستی کچھ نہیں — کچھ نہ ہونے کے سوا اور حق پرستی کچھ نہیں

اس کے بعد آپ نے فرمایا۔

خدمتِ مرشد میں رہ چوں برگِ گُل ہمراہِ قند
فیضِ صحبت کب اٹھے جب تک نہ ملیے ٹوٹ ٹوٹ

آپؒ نے فرمایا کہ جب پھول شاخِ ہستی پر موجود ہو اور کھانڈ بازار میں ہو تو کھانڈ سے جو دوری اور مسافت ہے ختم نہ ہو اور پھول شاخِ ہستی سے ٹوٹے نہیں، بازار میں اُسے ریزہ ریزہ نہ کیا جائے اور کھانڈ میں اسے ملا کر اس کی مالش نہ کی جائے، چالیس روز دھوپ میں رکھ کر اس کا چلہ پورا نہ ہو اور وہ اپنی ہستی کی طبعی عادتیں نہ چھوڑے۔ گلقند کیسے تیار ہو، دوئی کیسے ختم ہو اور جدائی کیسے محو ہو۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔

Marfat.com

جب تلک نمرودیِ پندار تیرے سر موں ہے

سرزنش کی مونگری سے سر کو اپنے کوٹ کوٹ

پھر آپؒ نے فرمایا کہ جہاں کہیں اپنا ثناء اور تعریف کا شور ہے تو وہ دوری اور فراق کی وجہ سے ہے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ دریا کا پانی جب جدا ہوتا ہے تو آواز پیدا ہوتی ہے اور جب سمندر میں جمع ہوتا ہے تو خاموش ہو جاتا ہے۔ الغرض ہر چیز کی فریاد اور آواز جدائی سے پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ درویش ابتدائی حالت میں ذوق وشوق کی بناء پر نعرے لگاتا ہے اور روتا رہتا ہے۔ مثنوی۔

بشنو از نے چوں حکایت می کند ١

وز جدائیہا شکایت می کند

کز نیستاں تا مرا ببریدہ اند

از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند

پھر آپؒ نے فرمایا کہ جب وصل ہو جاتا ہے تو تعریف اور ثناء کا میدان ختم ہو جاتا ہے۔ صفت کے اظہار کے لیے کوئی اور چاہیے جو ظاہر کرے۔ اس طرح دوئی اور تعدد واقع ہوتا ہے۔ لیکن جب وصف اور واصف (صفت بیان کرنے والا) موصوف میں جمع ہو جائیں تو انا الحق کے بغیر اور کچھ برآمد نہیں ہوتا۔

اس کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ یہ آواز خامی کی بناء پر نہیں تھی بلکہ منصور کی منزل پختگی کی تھی۔ وہاں ہر چیز یعنی چوب، رسی اور دار بھی یہی آواز دے رہی تھی۔

زجام عشق نہ منصور بے خود آمد و بس — کہ دار نیز ہمی گفت بار سن ہمہ اوست ٢

---

١ بانسری سے سنو جب وہ بیان کرے اور جدائی کی شکایت کرے انہوں نے مجھے باغ سے کاٹا ہے میری چیخ وپکار سے مرد اور عورتیں پریشان ہیں۔

٢ عشق کے جام سے صرف منصور بے خود نہیں ہوا اور بلکہ دار (پھانسی کا تختہ) اور رسی نے بھی وہی کچھ کیا۔

Marfat.com

لیکن اگر اس کا شیخ موجود ہوتا تو اس کو حالتِ سکر سے نکال کر صحو کی حالت میں لے آتا۔

اس کے بعد آپؒ نے فرمایا یہاں بہت سے لوگ ایسے ہیں جب منزلِ سلوک کی واردات ان کے لیے سخت ہو جاتی ہے اور امداد کرنے والا شیخ موجود نہ ہو گلے میں رسّی ڈال کر مر جاتے ہیں۔ جسے سانپ نے ڈسا ہو اگر کوئی کامل افسونگر نہ ہو تو دوسروں کے علاج سے بہتر نہیں ہوتا بلکہ زہر میں خاصیت ہے کہ علاج کرنے سے زیادہ غلبہ کرتی ہے اس کا علاج اس کے بغیر اور کوئی نہیں ہوتا کہ کوئی افسونگر ہو، زہر کی قسم سے واقف ہو اور اس کے مطابق دم کرے۔

اس کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ ہماری مسجد میں ایک مجذوب ٹھہرا ہوا تھا۔ پشمینے کی چادر کے بغیر اس کے بدن پر اور کچھ نہ تھا۔ اس کے ایک پلّے سے اس نے تہبند بنایا ہوا تھا اور دوسرے پلّو کو گلے میں باندھا ہوا تھا۔ اس کی عادت تھی کہ پنجگانہ نماز ادا کرتا تھا۔ ان دنوں میں ہمارا طریقہ تھا کہ ادھر ادھر سے روٹی مانگ کر لاتے اور اسے کھلاتے تھے۔ ایک دفعہ اس نے تین روز تک کچھ نہ کھایا اپنے والد صاحب کو ہم نے بتایا فقیر نے تین روز سے کچھ نہیں کھایا۔ انہوں نے فرمایا اس سے پوچھیں شاید بیمار ہوگا۔ ہم نے بہت پوچھا مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ مسجد سے چلا گیا اور ایک کنویں کے نزدیک درختوں کے جھنڈ میں ڈھیلوں کا ڈھیر لگا کر اس پر چڑھ گیا اور پشمینے کا ایک پلّو ساتھ والے درخت کی مضبوط شاخ سے باندھ کر دوسرا اپنے گلے میں ڈالا، ڈھیر سے چھلانگ لگائی اور مر گیا۔ جب اس کی موت کی خبر حکام کو پہنچی تو پوچھ کچھ شروع ہوئی۔ ہم نے جو کچھ معلوم تھا انہیں بتا دیا۔

آپؒ نے پھر فرمایا کہ اسی طرح منصور کے ساتھ سینکڑوں حیلے کیے گئے کہ اپنی بات سے باز آ جائے۔ چنانچہ اس کے گلے اور پاؤں میں زنجیر بھی ڈال دی گئی کہ اس کی تکلیف دیکھ کر توبہ کر لے۔ شیخ شبلیؒ جو ان کے دوست تھے وہ بھی نصیحت کرتے تھے لیکن فائدہ نہ ہوا۔ ایک بار شبلیؒ ان سے ملاقات کے لیے گئے۔ دیکھا کہ قید خانہ خالی ہے۔ قیدیوں کی زنجیریں زمین پر پڑی

Marfat.com

ہوئی ہیں اور دیواروں میں جا بجا سوراخ ہو چکے ہیں۔ حضرت محبوبِ سبحانیؒ نے فرمایا کہ منصور نے ایک نگاہ ڈالی، قید خانے کی دیواروں میں بڑے بڑے سوراخ نمودار ہو گئے اور تمام قیدی بھاگ گئے۔ شبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا تو نے یہ کیا کیا۔ منصور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا میں نے قیدیوں کو رہا کر دیا ہے۔ شبلیؒ نے پھر پوچھا خود کیوں زنجیر سے بندھے ہوئے ہو۔ منصور نے کہا اسی عقل کی بناء پر مجھے نصیحت کرنے آئے تھے۔ حق کو کس چیز کا خوف ہے کہ بھاگ جائے۔

اس طرح پوری طرح تسلیم اختیار کر کے اپنا سر قربان کر دیا اور دار پر لٹک گئے۔

چو منصور از مراد آنانکہ بردارند بردارند [1]

کہ با ایں درد اگر در بند درمان اند درمان اند

اس موقع پر صوفیا کرامؒ کے اوصاف کی بات شروع ہو گئی۔ حضرت محبوبِ سبحانیؒ نے فرمایا کہ صوفی اسے کہتے ہیں کہ جس کے دل میں حلم، حوصلہ اور ٹھنڈک اور طبیعت میں تسلیم کمال درجے کی ہو۔ ایسی تبرید اور تسلیم کے ہوتے ہوئے کوئی واقعہ کتنا ہی سخت کیوں نہ ہو۔ اس کے گلے کی رگیں نہیں پھولتیں۔ اگر اس کی گلے کی رگ پھولے تو خواہ وہ خاموش ہی کیوں نہ رہے وہ صوفی نہیں رہتا۔ دو شخص بابا فرید الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ہمارے درمیان ایک بات پر تنازع ہے۔ اپنے خدّام میں سے کسی کو ہمارے ساتھ بھیجیں تا کہ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے۔ بابا صاحبؒ نے خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ایک اور کو ان کے ساتھ روانہ کر دیا۔ جب ان دونوں نے اپنی اپنی تقریر بیان کی تو اتنی نرمی اور ادب کے ساتھ خواجہ صاحبؒ اور ان کے ساتھی حیران رہ گئے اور پھر اسطرح ہوا کہ کچھ گفتگو کے بعد ان کا مسئلہ خود بخود طے پا گیا اور وہ روانہ ہو گئے۔ بابا فرید الدین صاحبؒ کی خدمت میں سب ماجرا بیان کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا یہ صوفی لوگ ہیں۔ حضرت محبوبِ سبحانیؒ نے فرمایا کہ ایسے ہی درویشوں کے

---

[1] جب منصور نے بر سر دار مراد حاصل کی۔ اس درد کا علاج اگر قید میں ہے تو قید ہی اچھی ہے۔

Marfat.com

متعلق کہا گیا کہ دس درویش ایک ہی گدڑی میں سو سکتے ہیں۔ مگر یہ بات آج کل کے درویشوں پر صادق نہیں آتی جو روز بروز تعصب اور عناد میں آگے سے آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

اس موقع پر اس غریب نے عرض کی کہ موضع جھگیاں کی مسجد میں ایک سفید ریش بزرگ نے میرا ہاتھ پکڑا اور میری ہتھیلی کی لکیریں دیکھیں اور کہنے لگا کیا تو خاندانِ چشت میں بیعت ہے؟ میں نے کہا ہاں اسی مبارک خاندان میں داخل ہوں اور اب اپنے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضری کے لیے جا رہا ہوں۔ وہ شخص کہنے لگے کہ میں بارہ سال حضرت تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں رہا ہوں اور چوری ہلا کر حضور کے چہرۂ انور کے قریب مکھیاں نہیں آنے دیتا تھا۔ انہوں نے جب یہ بات بیان کی تو اُن کی آنکھوں سے آنسو اُمڈ آئے اور چہرہ سرخ ہو گیا۔

حضرت محبوبِ سبحانیؒ نے فرمایا کہ اُن دنوں کے لوگ اس طرح محبت میں ڈوبے ہوئے تھے کہ جب ہم اس زمانے میں سیال شریف جایا کرتے تھے تو اس زمانے میں چند اشخاص حضرتِ تونسویؒ کے مرید تھے اور کوئی بھی سیال شریف کا نام نہیں جانتا تھا۔ بلکہ ہم بھی تونسہ شریف کے ارادے سے روانہ ہوئے کرتے تھے۔ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا صرف ایک مرید رستے میں تھا جب وہاں پہنچتے تھے تو وہ بھی ساتھ ہو جاتا تھا۔ وہ شوق و محبت کا ایسا ذکر شروع کرتا تھا کہ سفر ختم ہو جاتا تھا مگر ذکر باقی ہوتا۔ اس کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ ایک بار ہمارے حضرت صاحب خواجہ شمس العارفین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھینس ہمارے ہمراہ کر دی اور فرمایا کہ شاہ پور میں ملک سلطان محمود کے حوالے کر دینا تا کہ اسے اپنے مویشیوں کے ساتھ کر دے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو ہم نے ہمراہیوں کو کہا کہ روٹیاں پکوا کر رستے میں فلاں کنویں پر ہماری انتظار کرنا۔ ملک مذکور دنیا دار ہے۔ ہماری طرف غور نہیں کرے گا۔ میاں خدا بخش ہمارے ساتھ تھا۔ بھینس ہم نے اس کے حوالے کر دی اور روانہ ہو پڑے۔ اس نے بڑا زور لگایا مگر ہم نے

Marfat.com

التفات نہ کی۔ آخر ہمارے ساتھ اُٹھ پڑا اور چلنا شروع کر دیا۔ حضرت صاحبؒ کے اوصاف بیان کرنے اور ان کی محبت میں محو ہوا کہ بے خبری کے عالم میں لاہور کا راستہ اختیار کر لیا۔ ہمیں اس پر بھروسہ تھا کہ رستہ جانتا ہے۔ آخر اس نے ہمیں الوداع کہا اور چلا گیا۔ تھوڑا سا فاصلہ ہم آگے گئے اُس کنویں کا نشان ہمیں نہ ملا۔ حیران اور پریشان ہو گئے۔ ایک مویشی آ رہا تھا ہم نے دل میں خیال کیا کہ اس میں بھی حکمت ہے ہم اس کے پیچھے چل پڑے۔ الغرض بڑی تکلیف کے بعد ہمیں اصل رستہ ملا۔ ہمارے ہمراہی ہماری انتظار میں دو کوس پیچھے رہ گئے۔ میاں خدا بخش واپس گئے اور ان کو لائے۔ یہ واقعہ بیان فرما کر حضورؒ نے ارشاد فرمایا کہ اس زمانے میں دنیادار بھی پیر کی محبت میں اس طرح محو تھے کہ خیال ہی نہ آیا ہم غلط راستے پر جا رہے ہیں۔

اس موقع پر زمانے کے اہلِ علم کے تعصب کی بابت مرزا غلام احمد قادیانی کی بات شروع ہوئی۔ حضرت محبوبِ سبحانیؒ نے فرمایا کہ دیکھیے آج کل جو لوگ اہلِ علم ہیں ان کا پیر وہ بنا بیٹھا ہے۔ حالانکہ ہر شخص جانتا ہے اس کا اپنا کوئی پیر نہیں۔ اس کے پاس کون سی سند ہے۔ محض گمراہی اور دغا فریب ساتھ ہی آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اس کی راہ پر بعض علماء کے چل پڑنے کی یہ وجہ ہے کہ وہ ہر مسئلہ ان لوگوں کے نفس کی مراد کے مطابق وضع کرتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ان دنوں طریقۂ چشتیہ کے درویشوں کے ساتھ حرمتِ سماع کے جھگڑے میں لگا ہوا ہے۔ اس بات کے متعلق اس نے ایک کتاب بھی تصنیف کی ہے۔ موہڑا امیناں والے قاضی صاحب نے اس موقع پر عرض کی کہ پیر مہر علی شاہ صاحبؒ بھی اس کے ردّ میں ایک رسالہ تصنیف کیا ہے۔ حضرت محبوبِ سبحانیؒ نے فرمایا کہ جو شخص دیدہ و دانستہ باطل رستہ اختیار کرتا ہے اس سے بحث کرنے کی بجائے خاموشی بہتر ہے۔ کیونکہ وہ مانے گا نہیں خواہ جواب سے مغلوب ہی کیوں نہ ہو جائے۔

اس کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ نعمان جہلمی وہابیوں کا سرکردہ تھا۔ محمد عالم کھوڑے والا

Marfat.com

وغیرہ اس کے گردونواح کے عالموں نے موضع داراپور میں بحث کے ذریعے اسے مغلوب کیا۔ چند مسائل اس سے تسلیم کرائے ۔ آخر جب بحث کی مجلس سے اپنے مکان پر گیا۔ اس کے دوستوں نے اسے کہا کہ اگر ہر مسئلے میں بحث کرتے ہوئے تم نے ان کی بات تسلیم کرنی ہی تھی تو ہمیں اپنے ساتھ لاکر کیوں شرمندہ کیا۔ پس اگلے روز پھر اس نے کہنا شروع کر دیا میں نہیں مانتا۔ حضرت محبوب سبحانیؒ نے فرمایا جو ضد کی وجہ سے نہ مانے اس کا کیا علاج ہے۔

اس موقع پر اس غریب نے عرض کیا کہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں ایک منافق کا کسی یہودی کے ساتھ کسی بات پر جھگڑا تھا۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں جھگڑا پیش ہوا۔ حضور ﷺ (روحی فداہ) نے یہودی کے حق میں فیصلہ صادر فرمایا۔ لیکن منافق نہ مانا۔ اور کہنے لگا کہ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بارگاہ میں جاتے ہیں ان کی بات پر فیصلہ ہو جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے ۔ یہودی نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے تو یہ فرمایا ہے لیکن اس نے تسلیم نہیں کیا اور آپکے پاس آیا ہے تا کہ آپ کے فیصلے پر بات طے پا جائے ۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ بیٹھیں تا کہ میں اندر سے ہو آؤں اور پھر تمہارا فیصلہ کروں ۔ اندر سے تلوار لائے اور منافق کا سر قلم کر دیا۔ یعنی جو نہ مانے اس کا جواب تلوار ہے۔ حضرت محبوبِ سبحانیؒ نے فرمایا کہ اس وقت بھی اسلام ڈنڈے اور تلوار کے زور سے تسلیم کروایا گیا تھا۔ بحث اور منت سماجت سے کام نہیں لیا گیا تھا۔

یہاں پہنچ کر حضرت محبوبِ سبحانیؒ نمازِ پیشیں ادا کرنے میں مشغول ہو گئے اور ہم لوگ زمین بوس ہو کر رخصت ہو گئے۔

☆☆☆

Marfat.com

مجلس ۵۳

استقامت کے بیان میں

ایک روز حضرت محبوبِ سبحانیؒ کی مجلس میں آپ کے پوتے صاجزادہ فضل شاہ صاحبؒ چند دیگر اشخاص کے ساتھ حاضر تھے۔ اس وقت قناعت اور استقامت کی بات شروع ہوئی ایک شخص نے عرض کی کہ اس زمانے میں استقامت مشکل سے حاصل ہوتی ہے۔ حضرت محبوبِ سبحانی نے فرمایا

اَلاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْکِرَامَۃِ [1]

اس کے بعد آپ نے حکایت بیان فرمائی کہ ایک عابد جنگل میں خدا کی عبادت میں مشغول تھا۔ روزی غیب سے مل جاتی تھی۔ حق تعالیٰ نے اس کا رزق جو غائب سے آتا تھا، چند روز کے لیے بند کر دیا۔ اس لیے جب بھوک کا غلبہ ہوا تو آبادی کا رخ کیا تاکہ کہیں سے روٹی طلب کرے۔ اچانک اس کی نگاہ ایک مکان پر پڑی جس میں یہودی رہتا تھا۔ جب یہودی کے دروازے پر آیا تو روٹی مانگی یہودی کی بیوی نے اندر سے اسے تین روٹیاں بھیجیں۔ روٹیاں لے کر وہ اپنی عبادت گاہ کی طرف لوٹا۔ ایک کمزور سا کتا اس کے پیچھے دوڑ پڑا۔ عابد نے سمجھا شاید یہ کتا بھوکا ہے۔ اس نے ایک روٹی اس کی طرف پھینک دی۔ کتے نے روٹی کھالی اور پھر درویش کے پیچھے چل پڑا۔ درویش نے دل میں سوچا میرے لیے تو ایک ہی روٹی کافی ہے۔ بے چارہ کتا سخت بھوکا ہے جو ایک روٹی پر قناعت نہیں کر سکا۔ اس لیے دوسری روٹی بھی اس کے سامنے پھینک دی۔ پھر جب دیکھا اس کے باوجود کتا تعاقب نہیں چھوڑتا۔ تیسری روٹی اس کی طرف پھینک دی اور کہا اے بے حیا یہ بھی لے لو۔ دو روٹیوں پر تو نے قناعت نہیں کی اور پھر بھی میرے

---

[1] ثابت قدمی، کرامت سے اوپر ہے۔

Marfat.com

پیچھے آ گیا۔حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے کتے کو گویائی عطا کی۔وہ کہنے لگا میں بے حیا نہیں بلکہ تو بے حیا ہے کیونکہ اگر چہ میں کمینہ کتا ہوں۔مگر جس دن سے اس یہودی کے دروازے پر آیا ہوں۔باوجودیکہ اکثر مجھے روٹی نہیں ملتی پھر بھی کبھی کسی اور کے دروازے پر نہیں گیا اور تیری یہ حالت ہے کہ باوجودیکہ کہ رزّاقِ مطلق نے جو ساری دنیا کا رازق ہے،اب تک غیب سے روزی پہنچا تا رہا ہے تو نے اس کی قدرتِ کاملہ پر قناعت نہیں کی اور اس کے وعدے کی صداقت پر یقین نہ آیا اور چند روز کے لیے فاقہ پر صبر اور اثبات اختیار نہ کر سکا۔تو نے استقامت کو چھوڑ دیا۔خدا وند لایزال کے دروازے سے اٹھ پڑا اور اس یہودی کے دروازے پر آ گیا۔

سکونے بدست آور اے بے ثبات [1]

کہ بر سنگِ گرداں نروید نبات

کتے کی باتوں سے عابد کو ایسی نصیحت آئی اور اس نے اس طرح عبرت حاصل کی کہ جب تک زندہ رہا جگہ سے نہ ہلا اور اپنے گھر کو نہ چھوڑا۔

☆☆☆

---

[1] اے فنا ہونے والے سکون اختیار کر کہ گھومنے والے پتھر پر سبزی نہیں اگتی۔

Marfat.com

مجلس ۵۴

اَلْاِنْسَانُ مِرْآةُ الرَّحْمَان

کے معنی کے بیان میں

اگلے روز مجلس میں شرف حضوری سے فائز ہوا۔ غلام مصطفیٰ درویش اور مدرسے کے دو معلم اللہ دتا اور نانک چند حاضر تھے۔ حقیقتِ انسان کے متعلق بات ہو رہی تھی۔ حضرت محبوبِ سبحانیؒ یہ لفظ مبارک زبان پر لائے کہ

"اَلْاِنْسَانُ مِرْآةُ الرَّحْمَانِ"

یعنی انسان آئینۂ حق ہے جو اس میں دیکھے نیک ہو یا بد جو کچھ بھی ہو اپنے حقائق کی صورتیں ملاحظہ کرتا ہے کیونکہ آئینے کی یہ خاصیت ہوتی ہے کہ دیکھنے والے کو اس میں بعینہ اپنی صورت نظر آتی ہے۔ اس میں ذرہ بھر فرق نہیں آتا۔ اس سلسلے میں حضور محبوب سبحانیؒ نے فرمایا کہ ایک روز ابوجہل نے آنحضرت ﷺ کی نسبت ناسزا باتیں کیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو نے سچ کہا۔ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے اور آنحضور ﷺ کے شانِ شایان مدح بیان کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو نے سچ کہا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے عرض کیا۔ دو مختلف باتوں کو حضور ﷺ نے سچ فرمایا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو مدح بیان کی ہے وہ ابوجہل کی بات سے بالکل مختلف ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا "ابوجہل نے اپنی صورت ہماری ذات میں دیکھی اور اس کی قباحت بیان کی اور صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صدق کی حقیقت ہمارے آئینہ میں مشاہدہ کی اور جو کچھ اپنے شایان تھا۔ بیان کیا۔ پس دونوں نے سچی بات کہی ہے۔ اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا۔ کہ جس کسی نے خودی کا پردہ اپنی بصیرت سے دور کر لیا اسے مقصد حاصل ہو گیا۔ ورنہ ابوجہل کو آنحضرت ﷺ کی زیارت سے کیا حاصل ہوا۔

Marfat.com

چونکہ یک رنگی اسیر رنگ شد　　موسٰی ای با موسٰی با جنگ شد [1]
چوں بہ بیرنگی رسی کان داشتی　　موسٰی وفرعون دارند آشتی

اس کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ بی بی زلیخا نے تمام بادشاہی مال ودولت یوسف علیہ السلام کے عشق میں خرچ کر ڈالا۔ وہ فریاد اور زاری کرتی ہوئی برباد ہوگئی۔ ہر وقت اپنے بت کے سامنے مناجات کرتی رہتی تھی۔ لیکن یوسف علیہ السلام کا وصال میسر نہ آیا۔ آخر سرکنڈوں کا ایک گھر یوسف علیہ السلام کے راستے میں بنایا۔ اور ہر روز فراقِ یوسف میں ان کے نوکروں اور چاکروں کے سامنے فریاد وفغاں کرتی تھی۔ لیکن کسی کے کان تک نہیں پہنچتی تھی۔ آخر جب فضلِ ربانی کی تائید کا وقت آیا تو اس بت پر سخت غصہ نکالا کہ میں نے اتنی عمر تیرے سامنے مناجات میں ضائع کر دی تو نے کوئی بات نہ سنی۔ غصے میں آکر بُت کو توڑ ڈالا۔ خداوندِ حقیقی کی درگاہ کی طرف توجہ کر کے مناجات کی۔ اس طرح اس کی دعائیں تیر کی طرح اپنے نشانے پر پہنچیں۔ اس روز جب یوسف علیہ السلام اس طرف سے لشکر کے ساتھ گزرے۔ بی بی نے اپنے طریقے کے مطابق فریاد بلند کی اور کہا۔

کہ پاک است آنکہ شاہ راساخت بندہ [2]
بذلِ عجز کردش سر فگندہ

جونہی کہ یہ آہ وفغاں بلند ہوئی یوسف علیہ السلام کے کانوں میں پہنچی اور انہوں نے حکم دیا کہ اس بڑھیا کو ہمارے پاس لاؤ۔ حضرت محبوبِ سبحانیؒ نے فرمایا کہ جس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے دلِ غیر کی طرف توجہ سے خالی ہو جاتا ہے۔ جونہی دل غیر سے خالی ہوا تو اپنے نیک

---

[1] چونکہ ایک رنگ والا، رنگ کا قیدی ہوا ہے موسیٰ دوسرے موسیٰ کے ساتھ جنگ میں جتلا ہوا۔
جب بے رنگ تک پہنچے گا جو تو رکھتا ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون باہم ایک ہو جائیں گے۔
[2] جس نے بادشاہ کو غلام بنا دیا وہ پاک ہے فحش کلامی کرنے والے نے عاجزی کی اور سر جھکا دیا۔

Marfat.com

مقصد کو حاصل کر لیتا ہے۔

☆☆☆

marfat.com
Marfat.com

مجلس ۵۵

اہلِ مذاہب باطلہ سے فقراء کے مقابلہ کے بیان میں

اگلے روز نمازِ عصر کے بعد حضورؒ کی مجلس میں باریاب ہوا۔ منشی محمد بخش جلال پوری جو راولپنڈی شہر میں رہتا ہے مجلس میں حاضر تھا۔ حضرت محبوبِ سبحانی نے اس سے پوچھا کہ صاجزادہ محمد امین صاحب سیالویؒ اس طرف گئے تھے کیا آپ کو معلوم ہے اب کہاں ہیں؟ اس نے کہا کل میں نے انہیں راولپنڈی شہر میں دیکھا تھا۔ فٹن پر سوار تھے اور جا رہے تھے۔ معلوم نہیں کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ ممکن ہے گولڑہ شریف چلے گئے ہوں۔

اس موقع پر پیر مہر علی شاہ صاحبؒ کے مرزا غلام احمد قادیانی سے مباحثہ کا ذکر چھڑ گیا۔ منشی مذکور نے بیان کیا کہ اس کے متعلق ایک بیان یہ ہے کہ پیر صاحبؒ نے مرزا کو لکھا کہ اگر یہاں آجائے تو ان کے ہمراہیوں سمیت کرایہ ہمارے ذمے ہوگا ورنہ کوئی تاریخ مقرر کی جائے اور لاہور میں آمنا سامنا ہو۔ خط وخطابت سے لاہور میں مباحثہ کی تاریخ مقرر ہوئی۔ تاریخ مقرر کرتے ہوئے مرزا مذکور کے دل میں زعم تھا کہ وہ لاہور نہیں آئیں گے کیونکہ طریقہ چشتیہ کے خلفاء استقامت نہیں چھوڑا کرتے اور اپنے مصلّے سے حرکت کر کے کہیں اور نہیں جاتے۔ اسی وجہ سے لاہور میں مقابلہ کرنے کی تاریخ مقرر ہو گئی۔ لیکن جب پیر مہر علی شاہؒ لاہور میں تشریف لے گئے اور مرزا کو تار کے ذریعے اطلاع دی اس نے کوئی جواب نہ دیا کیونکہ پٹھانوں کی تحریرات کی وجہ سے جو پیر صاحبؒ کے پاس موجود تھیں اسے جان کا خوف تھا کہ شاید مجھے مار ڈالیں گے۔

اس موقع پر حضرت محبوب سبحانیؒ نے فرمایا کہ اس قدر تمکین کے ہوتے ہوئے انہیں نہیں چاہیے تھا کہ ایسے شخص سے مباحثہ کی خاطر پہنچتے کیونکہ دنیا میں ہزاروں گمراہ لوگ موجود ہیں، اہلِ فقر کو کیا ضرورت کہ انہیں اپنے مقابل بنائیں اور تنازعہ اپنے ذمہ لیں اور اگر گئے تھے تو اسلام کا کام تھا

Marfat.com

وہاں جا کر اسے انجام تک پہنچاتے۔ اس کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ یہ بھی مشائخ کی امداد تھی کہ حق تعالیٰ نے اسے مقابلے کی طاقت نہ دی اور خدانخواستہ اگر معاملہ برعکس ہوتا تو تمام خاندان کی عزت میں رخنہ پڑ جاتا پھر آپؒ نے فرمایا کہ وہ شخص پُر مضمون تقریر کے بغیر اور کچھ نہیں رکھتا اور اگرچہ تقریر کرنے میں مہارت رکھتا ہے مگر اکثر اوقات علماء سے مباحثہ کرتے ہوئے مغلوب ہو جاتا ہے۔ آپؒ نے فرمایا:

اَلْحَقُّ یَعْلُوْا وَلَا یُعْلیٰ.

اس کے بعد آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ فقیر کے امور دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک تو عزتِ فقر کے لیے مجاہدہ نفس کا معاملہ ہے اور دوسرا عزتِ اسلام کے لیے اہلِ کفر اور جحود کے ساتھ جہاد کرنا۔ پہلے امر کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

"اَلْفَقْرُ عِزٌّ لِاَهْلِهٖ"

اس لیے فقیر کو چاہیے کہ جب حق تعالیٰ نے اسے عزتِ فقر سے نوازا ہے اس کے احکام کی حفاظت کرے اور اپنے اعضاء کو خلل میں نہ ڈالے۔ کیونکہ فقیر کی عزت تزکیہ نفس کے لیے آدابِ طریقت میں متعلقہ امور کے ساتھ استقامت پر ہوتی ہے اور تصفیہ قلب کے لیے تمام تعلقات سے پاک ہونا ہوتا ہے۔ انوارِ صفات حاصل کرنے کے لیے اور توحیدِ محض میں فنا کی غرض سے کوشاں رہنا پڑتا ہے تاکہ فقیر استقامت کے تمام اوصاف سے صحیح معنوں میں متصف ہو جائے۔ اور جس طرف سے بھی اس کے کانوں میں کتوں کے بھونکنے کی آواز آئے اس کی طرف توجہ نہ دے۔ یعنی جاہل لوگوں سے مقابلہ کرنے سے پرہیز کرے جو کام اس کے احوال سے تعلق نہیں رکھتا وہ دوسروں کے سپرد کرے اور اہلِ ظواہر کی رائے سے متاثر ہو کر اپنے ملزوم عمل کو ترک نہ کرے تاکہ لوگوں کے جھگڑوں کا نشانہ نہ بننا پڑے۔

سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے حضرت محبوبِ سبحانیؒ نے فرمایا کہ البتہ اگر فقیر کو امرِ غیبی

Marfat.com

کی تحقیق سے اس بات کی تصدیق ہو جائے کہ اب میں اس مہم کو انجام دینے کے لیے مامور ہو چکا ہوں تو پھر وہ اس کے لیے بالکل مجبور ہو جاتا ہے۔ اس حد تک کہ اپنے مخاطب کو باطنی حجت اور دلیل سے اپنے پاس لے آئے۔ اسے کسی اور مقام پر جانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن اگر اس کی حجت اور برہان اس قدر ہمت اور عزیمت نہیں رکھتی کہ اپنے حریف کو اپنی طرف کھینچ لے پھر اس کے لیے لازمی فرائضِ فقر کا ترک کرنا (جس سے مراد استقامت ہے) مشائخ کی سنت کو چھوڑنا اور فرض کفایہ کے ادا کرنے میں مشغول ہونا درست نہیں ہوتا۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو دنیا میں بدنامی ہوگی اور مشائخ کی توجہ کو فاسد کر دے گا۔

آپؒ نے دوسرے امر کی بھی وضاحت فرمائی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر اس کام کا تعلق مہماتِ اسلام سے ہو تو پھر وہ جہاد اور قتال کے لیے مامور ہے۔ مذاہب باطلہ کے خلیفہ کو ختم کرنے کے لیے اس حدیث پاک کے مطابق

"اِذَا بُوْيِعَ بِالْخَلِيْفَتَيْنِ فَاقْتُلُوْا ثَانِيْهُمَا"

یعنی جب دو خلیفوں کی بیعت کر لی جائے تو ان میں سے دوسرے کو قتل کر دو۔

مغرور کا سر تلوار سے کاٹ دینا لازم ہوگا۔ چونکہ رسولِ کریم ﷺ نے دینِ اسلام کو معجزات کی حجت اور برہان سے روشن فرمایا یا شمشیر اور جہاد سے نہ کہ سوال اور جواب اور بحث مباحثے سے۔

بیکدست گوہر بیک دست تیغ [1]

اگر گوہرِ اسلام قبول کر لیا جاتا تھا تو فبہا ورنہ مفسد اور مشرک لوگوں کے سر تلوار سے کاٹ دیئے جاتے تھے۔ پس اس غازی کے لیے مفسدوں کو آزاد پھرنے دینا یا اپنا سر سلامت گھر لے آنا کسی شریعت میں بھی جائز نہیں تھا۔ لازماً جس مہم کو انجام دینے کے لیے حرکت کی تھی بدستور موجود ہے اپنی جگہ سے حرکت کرنے کا فائدہ برآمد نہ ہوا۔ پس اس فقیر کے نزدیک مشائخ کی سنت سے تجاوز

---

[1] ایک ہاتھ میں موتی اور دوسرے ہاتھ میں تلوار۔

Marfat.com
Marfat.com

کرنے اور لازمی مجاہدہ جس سے مراد استقامت ہے کو چھوڑنے کا انجام یہ نکلا کہ بس وساوسِ نفسانی نے بہکالیا اور " اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ " کے دعوے نے خود بینی اور نقصان کی راہ پر ڈال دیا۔ فقر کچھ اور چیز ہوتی ہے۔

اس مرحلے پر حضورؒ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ شمس العارفین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زمانے میں وہابیہ فرقے کا ایک عالم سیال شریف میں آیا، گھوڑے پر سوار تھا اور عالمانہ شان وشوکت رکھتا تھا۔ جو علماء خواجہ صاحبؒ کے حضور موجود تھے۔ اس کی تیزی کا طراری کے سبب اس کے ساتھ فروعی مسائل پر مباحثہ کے لے آمادہ ہو گئے۔ حضرت خواجہ شمس العارفین تک یہ خبر پہنچی۔ اس بات سے منع فرمادیا کہ ایک مہمان آیا ہے۔ اس کے ساتھ گفتگو نہ کی جائے۔ دوسرے معلوم نہیں کہ بحث میں اس کے برابر اتریں گے یا نہ۔ لیکن چونکہ اہلِ علم عجب اور غرور کی خاصیت رکھتے ہیں انہوں نے قبلہ حضرت صاحبؒ کے فرمان پر عمل نہ کیا، اپنے میں سے ایک کو آگے کر کے بات شروع کردی۔ لازماً ہر مسئلے پر شکست کھائی۔ واپس لوٹ آئے اور خواجہ صاحب کے پاس کھسیانے ہو کر بیٹھ گئے۔

حضرت محبوبِ سبحانیؒ نے اس کے بعد فرمایا کہ اگر اس قسم کا معاملہ کسی صاحب ہمت فقیر کو پیش آئے تو پھر یا تو اپنے حریف کا سر لے لے یا پھر اپنا سر قربان کردے۔ چنانچہ آپ نے بیان فرمایا کہ خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زمانے میں ایک شخص جادو اور استدراج کے علم میں کامل تھا۔ اس وقت کے تمام سجادہ نشینوں کو اس نے اپنے جادو کے زور سے مسخر اور مغلوب کرلیا، اُن کا مال ودولت چھین لیا۔ لوگوں کا ایک انبوہ اس کے ساتھ رہتا تھا۔ جب حضرت خواجہ تونسویؒ کی شہرت اس کے کانوں تک پہنچی تو تونسہ شریف آیا۔ اور حضرت صاحبؒ کے پاس آکر نازیبا باتیں کرنا شروع کردیں۔ بڑی شوخی سے پیش آیا چونکہ خواجہ صاحبؒ افغان قوم کے تھے جوش میں آگئے اور چاہا کہ اس کے سر پر ڈنڈا دے ماریں۔ لیکن اس نے جادو کی

Marfat.com

طاقت سے خواجہ صاحب کی طاقت سلب کر لی۔ اپنی جگہ سے حرکت بھی نہ کر سکے۔ مجبور ہو کر مجلس میں جو درویش اور مولوی موجود تھے انہیں اشارہ فرمایا۔ فلاں اسمِ باری تعالیٰ کی زکوٰۃ ایک لاکھ بار پڑھو۔ حضور کا فرمان ملتے ہی انہوں نے زکوٰۃ مکمل کر دی۔ جادوگر کا سحر ٹوٹ گیا اور اس نے ماتھا زمین پر ٹیک دیا۔ حضرت خواجہ مرحوم و مغفور نے فرمایا۔ اے خبیث ترکش میں جو تیر ہے اب نکال اور اپنا زورِ بازو دکھا۔ ناچار سرنگوں اور عاجز ہو گیا۔ جس کسی کا مال و متاع وہ لوٹ کر لایا تھا اس سے جدا جدا لے لیا گیا اور مالکوں کو بھیج دیا گیا۔ اس کام سے اسے توبہ و استغفار کرائی گئی کہ پھر اس طرح ہرگز نہیں کرے گا۔ اس کے بغیر اپنا سر وہاں سے سلامت نہ لے جاتا۔

اس موقع پر حضرت محبوبِ سبحانیؒ نے فرمایا کہ فقیر کے پاس اتنی فرصت کہاں کہ وہ دوسروں کے ساتھ مقابلہ کرتا پھرے۔ اس کی تو اپنے نفس کے ساتھ پیوستہ جنگ جاری رہتی ہے۔ مرتے دم تک ہتھیار لگا کر اس کو قتل کرنے کے درپے رہنا پڑتا ہے۔ شیخ فریدالدین عطار فرماتے ہیں۔

خنجر خاموشی و شمشیرِ جوع نیزہ ' تنہائی و ترکِ ہجوع

یعنی خاموشی کا خنجر، بھوک کی تلوار اور تنہائی کا نیزہ، ہر وقت پاس رکھو اور نیند کرنا چھوڑ دو

اس موقع پر آپؒ نے فرمایا کہ بعض صلحاء اگرچہ قلیل عرصے سے مخلوقات کو تسخیر کرنے میں ترقی کر جاتے ہیں اور بلند مرتبہ حاصل کر لیتے ہیں۔ لیکن مقاماتِ فقر میں ان چیزوں کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی کیونکہ اس قسم کی تسخیر خلق بعض عملیات والے بھی کر لیتے ہیں جس طرح کہ ایک عامل کا ابھی ابھی ذکر ہوا ہے۔ دیکھیے کہ عباس علی شاہ اپنے وقت میں کیسا تھا۔ دور دور سے آئے ہوئے لوگ اس کے دروازے پر جمع رہتے تھے۔ لیکن اس کے مرنے کے بعد فاتحہ کے لیے بھی کوئی نہ گیا۔ اس کے بعد حضور نے خواجہ شمس العارفینؒ اور سابقہ مشائخ کی مبارک زبان سے صوفی اور فقیر کے حالات کے متعلق چند کلمات بیان فرمائے کہ

Marfat.com

"اَلصُّوفِیُّ بَعدَ الثَّلاثِیْنَ بَارِدًا"

یعنی تیس سال کے مجاہدے کے بعد صوفی کے قوائے طبع کی گرمی ٹھنڈی ہوتی ہے۔

مزید وضاحت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: "سَکَنَتْ حَرَکَاتُہُ الشَّھْوَانِیَۃُ" یعنی اس کی جنسی حرکات میں سکون پیدا ہوتا ہے۔

فائدہ: خواجہ ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے۔

"اَلتَّصَوُّفُ تَرْکُ کُلِّ حَظٍّ لِلنَّفْسِ"

تصوّف کا مطلب ہوتا ہے نفسانی حظ کی تمام باتوں سے اپنے آپ کو روک لینا اور یہ دو طرح ہوتا ہے۔ ایک رسمی اور ایک حقیقی۔ اگر وہ صرف حظ کو ترک کرتا ہے تو یہ ترک کرنا بھی ایک طرح کا حظ ہوتا ہے۔ اسے رسمی کہا جاتا ہے اور اگر حظ اسے چھوڑ جائے تو یہ حظ کا فنا ہونا کہلاتا ہے۔ یہ حقیقی ترک ہے۔

اس کے بعد حضرت محبوبِ سبحانیؒ نے فرمایا کہ یہ جو پرانے بزرگوں نے ستر یا چالیس سال کی مدت نفسانی لذتوں سے مکمل طور پر بچنے میں گزارے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے حظِ نفسانی کو فنا کر کے چھوڑا۔ چنانچہ ہمارے حضرت خواجہ شمس العارفین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نکاح اختیار نہ کیا حتیٰ کہ آپ سفید ریش ہو گئے۔ اور پھر بھی اپنے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کی تعمیل کرتے ہوئے نکاح کیا کیونکہ ترکِ حظ اگر رسماً کیا جائے تو روزہ جلد ٹوٹ جاتا ہے۔ غریب راقم ملفوظات نے عرض کی کہ بزرگوں نے لکھا ہے کہ حظ کر ترک کرنا بندے کا اپنا فعل ہوتا ہے اور فنائے حظ فعل خداوندی ہوا کرتا ہے بندے کا فعل رسم اور مجاز ہوتا ہے اور فعلِ حق حقیقت جو مرتے دم تک جاری رہتا ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے رسولِ اکرم ﷺ کو فرمایا۔

"وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ"

یعنی اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں تاوقتیکہ موت آجائے۔"

Marfat.com

چنانچہ ایک اور بزرگ نے کہا کہ صوفی وہ ہوتا ہے کہ جس کا فکر اس کے قدم کے برابر چلے یعنی پوری طرح حاضر رہے۔ دل وہاں ہو جہاں تن ہو اور تن وہاں ہو جہاں دل ہو اور یہ غیبت کے بغیر اس کے حضور کی نشانی ہوتی ہے۔ حضرت محبوبِ سبحانیؒ نے فرمایا کہ فقیر وہ ہوتا ہے جو حق تعالیٰ کے بغیر کسی اور چیز سے آرام اور سکون حاصل نہ کرے۔

فائدہ: فقیر کا غم ہمیشہ رہنے والا ہوتا ہے۔ کسی طرح کم نہیں ہوتا۔ چنانچہ ایک اور بزرگ نے کہا ہے:

"عَلامَةُ الْفَقْرِ خَوْفُ الْفَقْرِ"

یعنی فقیر ولایت کے کمال، مشاہدے میں قائم رہتے ہوئے اور فنائے صفت کے باوجود ڈرتا رہتا ہے۔ ایسا نہ ہو قطعی طور پر زوال آ جائے۔ چنانچہ حضرت پیر صاحب قدس سرہ نے فرمایا ہے۔

"وَیَقْنَعُ بِالْخُمُولِ وَالاخْتِفَاءِ وَالْهربَةَ عَنِ الْخَلْقِ فَلایَخْتَارُ حَمْدَ عِبادِ اللّٰہِ"

فقیر گمنامی میں قناعت کرتا ہے، پوشیدگی پسند کرتا ہے، خلق نفرت کرتا ہے اور لوگوں کی ستائش کو اختیار نہیں کرتا۔"

بعد ازاں حضرت محبوبِ سبحانیؒ نے ارشاد فرمایا کہ اکابر اولیاء میں سے ایک بزرگؒ کی ایک وقت ابلیس سے ملاقات ہوئی۔ اس نے بہت سے زنجیریں اور لگامیں اپنے سر پر اٹھائی ہوتی تھیں اور جا رہا تھا۔ اس مردِ خداؒ نے پوچھا اے لعین یہ تو نے کیا بوجھ اٹھا رکھا ہے۔ ابلیس نے جواب دیا یہ میرے مخالفوں کی لگامیں ہیں۔ ہر ایک کے مزاج کے مطابق میرے پاس الگ الگ لگامیں اور زنجیریں ہیں۔ تاکہ انہیں اپنا مطیع بناؤں۔ اپنے تصرف سے میں انہیں اپنا تابع فرماں بناتا ہوں۔ بزرگ نے کہا میرے لیے تو کون سی لگام رکھتا ہے۔ ابلیس نے کہا۔ آپ کو اس کی ضرورت نہیں۔ آپ کے لیے یہی کافی ہے کہ وقت سلطان آپ کا مرید ہے۔ ہر جمعہ کو آپ کی زیارت کے لیے آتا ہے۔ آپ پر مال کثیر قربان کرتا ہے۔ اور آپ اس سے پھول جاتے ہیں۔

Marfat.com

یہ بات سن کر اس بزرگ کو بڑا صدمہ ہوا۔ اپنے اس حظِ نفسانی سے بچنے کے لیے اس نے ایک تدبیر کی۔ پیشہ ور عورتوں میں سے اس نے ایک کو بڑی نقدی دی اور کہا کہ جب سلطانِ شہر میرے پاس آئے تو تم فریاد کرتی ہوئی آ جاؤ۔ مجھ پر زنا کی تہمت لگاؤ اور کہو کہ معاوضہ دلایا جائے۔ فاحشہ عورت نے تلقین کے مطابق آ کر شور مچایا۔ بادشاہ حیران ہو گیا اور اس مردِ خدا کو سزا دینے کے لیے تیار ہو گیا۔ ابلیس پھر آیا کہنے لگا جو درخت میں نے مدت سے بویا تھا اسے تو نے جڑ سے اکھیڑ دیا ہے۔

بزرگان نکردند درخود نگاہ ۱؎

خدا بینی از خویشتن بیں مخواہ

اس غریب راقم ملفوظات نے عرض کی کہ غوثِ صمدانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ "یَا غُلَامُ لَوْ کَانَ عِنْدَکَ ثَمَرَۃُ الْعِلْمِ وَبَرَکَتُہٗ لِمَا سَعَیْتَ اِلیٰ اَبْوَابِ السَّلَاطِیْنِ فِیْ حُظُوْظِ نَفْسِکَ"

اے فرزند اگر تو اپنے پاس علم کا ثمر اور اس کی برکت رکھتا ہے تو پھر نفس کی لذتوں کے لیے بادشاہوں کے دروازے پر کیوں جاتے ہو۔

نورِ علم از بردلت تابان بدے کے تُرا پروائے سلطانان بدے ۲؎

بیت۔

دلا مجنوں صفت خود را اخلاص از قیدِ عالم کن ۳؎

رہِ صحرائے الفت گیر و رو در وادیٔ غم کن

۱؎ بزرگوں کی نگاہ اپنی ذات پر نہیں ہوتی۔ خدا بینی (اس سے) مت طلب کر جو اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔
۲؎ اگر علم کا نور تیرے دل میں ہو تو چمکنے والا ہو گا تب تجھے بادشاہ کی پرواہ کب ہو گی۔ ۳؎ اے دل مجنوں صفت ہو کر اپنے آپ کو جہاں کی قید سے آزاد کر دے محبت کے صحرا کا راستہ اختیار کر اور غم کی وادی کی طرف متوجہ ہو جا۔

Marfat.com

مجلس ۵۶

مولوی صاحب کڑی والا مرحوم کی راستی اور لفظ مقلب القلوب کے معنی کے بیان میں

۷ شعبان ۱۳۱۸ھ، نومبر ۱۹۰۰ء کو عصر کے وقت میاں محمد اشرف کے ساتھ قدم بوسی کی دولت سے مشرف ہوا۔ حضرت محبوبِ سبحانی نے استفسار فرمایا کہ گذشتہ رات کہاں ٹھہرے تھے میاں صاحب مذکور نے عرض کی کہ مولوی نور عالم مرحوم کے بیٹوں کے ہاں موضع کڑی میں ٹھہرے تھے۔ مولوی صاحب نے کئی کتابیں صاحبزادہ صاحب مرحوم پڑھائی تھیں۔ میاں محمد اشرف نے ان کے بیٹوں کی آسودہ حالی کا ذکر کیا۔ حضرت محبوبِ سبحانی زبان مبارک پر یہ الفاظ لائے کہ قائم الدین شاہ صاحب کا وجود سراپا جودِ اکسیر تھے۔ جس کے ساتھ تعلق قائم ہوا۔ اسے دولت مند بنا ڈالتے تھے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ مولوی صاحب بڑے مسکین طبع شخص تھے اور ہر وقت طبیعت پر خوف طاری رہتا تھا۔ ان کا ایک عمل جس کے صدق اور صحت کی وجہ سے انسان کی فطرت کی راستی ہوتی ہے، بڑا کامل تھا، وہ جب کبھی کسی کام کے متعلق استخارہ کرتے تھے رات کو خواب میں درست کشف ہو جاتا تھا۔ آپؒ نے فرمایا کہ ایک بار مولوی صاحب نے ہمارے سامنے بیان کیا کہ انہوں نے خواب میں حضرت سجادہ نشین سیال شریفؒ کو گرجاکھ پہاڑی کی چوٹی پر بیٹھے دیکھا ہے ہم اس خواب کی تعبیر میں حیران تھے۔ آخر چند ماہ کے بعد اتفاقاً سجادہ نشین صاحبؒ یہاں تشریف لائے اور سیر تفریح کے لیے اس پہاڑی پر گئے اور جہاں مولوی صاحب نے کہا تھا وہاں جا بیٹھے اور جب آفتاب غروب ہونے لگا تو نیچے اترے۔ آپؒ نے اس موقع پر یہ بھی فرمایا کہ ایک بار ہم نے مولوی صاحب کڑیوالہ کو کہا کہ میراں شاکر شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی

Marfat.com

کیفیت کے بارے میں کچھ معلوم کریں ۔ پس انہوں نے اگلی صبح ہمیں بتایا کہ میراں صاحب نے خواب میں فرمایا ہے کہ شاہ صاحب پہلے کبھی کبھی ہمارے پاس آیا کرتے تھے لیکن اب کافی مدت سے یہاں تشریف نہیں لائے ۔ ان کا استخارہ درست تھا ۔ حضرت خواجہ شمس العارفین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیعت کرنے کے بعد ہم نے ہر طرف جانا ترک کر دیا تھا۔

بعد ازاں میاں محمد اشرف نے عرض کی کہ بعض سرکش لوگ حضورؒ کی ذاتِ عالی صفات سے عناد رکھتے ہیں ۔ کیا حضور کے گوش مبارک میں بھی ان کی باتیں پہنچی ہیں ۔ آپؒ نے فرمایا ہمیں اس بارے میں کچھ پتا نہیں ۔ میاں صاحب نے پھر ان لوگوں کی سرکشی کی متعلق تعجب کا اظہار کیا اور ان کی نکوہش کی کہ اب بھی حیا سے کام نہیں لیتے ۔ حضرت محبوبِ سبحانیؒ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ مقلب القلوب ہیں ۔ دلوں کو ایک روش سے دوسری پر ڈال دیتے ہیں ۔ اہلِ طریقت فرماتے ہیں کہ شرک ظاہر میں بھی ہوتا ہے اور باطن میں بھی ۔ ظاہر میں تو بتوں کی پوجا ہوتی ہے اور باطن میں لوگوں پر تکیہ کیا جاتا ہے اور نفع اور نقصان ان کی طرف سے سمجھا جاتا ہے ۔ محبوبِ سبحانیؒ کی یہ مراد تھی کہ ۔

گر رنج پیشت آید و گر راحت اے حکیم ۱
نسبت مکن بغیر کہ اینہا خدا کند

نیز بیعت ۔

از خدا داں خلاف دشمن و دوست ۲
کہ دل ہر دو در تصرّفِ اوست

---

۱ اگر رنج پیش آئے یا آرام اے دانا، کسی دوسرے کی طرف کی نسبت نہ کر یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔

۲ دشمن اور دوست کی طرف سے مخالفت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جان کہ دونوں کا دل اس کے تصرف میں ہے

Marfat.com

گرچہ تیر از کمان ہمے گردد ؂۱
از کماندار بیند اہلِ خرد

مقلب القلوب کا ایک معنی یہ بھی تھا کہ سرکش لوگوں کا یہ گروہ پہلے خاص معتقد تھے اور رؤسا کے زُمرہ سے تھے۔ مقلب القلوب کے حکم سے کبھی فطری بغاوت کی بناء پر کسی معاملے میں سرکشی اختیار کر کے حضور کی سراپا برکت صحبت ترک کر دیتے تھے اور حضرت محبوب سبحانیؒ کے دل کو ملال پہنچتا تھا۔ لیکن حضور کے اندر چونکہ آبِ شیریں کا سمندر موجزن تھا آپ کے کمال کے باعث اس میں تلچھٹ داخل نہیں ہوتی تھی۔

گردو سہ ابلہ ترا منکر شوند ؂۲
تلخ کے گردی چو ہستی کانِ قند

آخر ان لوگوں کی حد سے بڑھی ہوئی سرکشی کے باعث مقلب القلوب خداوند کریم نے ایسی صورت پیدا کر دی کہ حضرت محبوبِ سبحانیؒ کا دل ان کی طرف بالکل بے توجہ ہو گیا۔ دور رہنے کے باعث وہ شیطانیت کی سرحد میں پہنچ گئے اور تعصب اور عناد شروع کر لیا۔

☆☆☆

؂۱ تیر اگرچہ کمان سے نکلتا ہے لیکن عقل مند اسے کمان والے کی طرف سے جانتا ہے۔

؂۲ اگر دو تین بے وقوف تیرے منکر ہوں تو پریشان کیوں ہوتا ہے جب تو شکر کی کان ہے۔

Marfat.com

مجلس ۵۷

صاجزادہ قائم الدین شاہؒ مرحوم
کی اتباع اور محبت کے بیان میں

۲۰ رمضان ۱۳۱۸ھ، ۱۰ جنوری ۱۹۰۱ء کو حضرت محبوبِ سبحانیؒ کی خاکبوسی کی سعادت سے حصہ ملا۔ اس وقت دکاندار کے حساب والا کاغذ نہیں مل رہا تھا اور اللہ دتہ درویش نے الماری سے خطوط وغیرہ کے تمام کاغذات نیچے بچھا کر تلاش شروع کی ہوئی تھی۔ یہ غریب بھی اس کام میں شامل ہو گیا۔ پیر بھائیوں کی تسلیمات اور حالات پر مشتمل خطوط تھے۔ ان میں سے بعض صاحبزادہ مرحومؒ کی وفات پر افسوس اور رنج و غم سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت محبوبِ سبحانیؒ نے ان میں سے ایک خط اٹھایا اور اس کا سرنامہ پڑھا۔ اس میں ایک دوہا تھا اس سلسلہ میں بندہ نے عرض کیا ایک روز بابا فریدالدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک درویش کو فرمایا کہ خطوط کے فلاں تھیلے سے ہمارے دوست حمیدالدین ناگوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا خط لے آؤ اور پڑھو۔ حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ میرے دل میں خیال گزرا کہ کاغذات کے اتنے بڑے پلندے میں سے وہ خاص خط کیسے ملے گا۔ جونہی ہاتھ اس تھیلے میں ڈالا گیا وہی خط برآمد ہوا۔ اس پر یہ ابیات لکھے تھے۔

جہاں چیست بگذر زِ رنگِ او رلے
رہائی بہ چنگ آر از چنگِ او

لے جہان کیا ہے۔ اس کے قریب سے گزر جا اور اس کے پنجے سے پنجے کے ذریعے رہائی حاصل کر۔

Marfat.com

دودر دارد ایں باغِ آراستہ ؎

درو بند زیں ہر دو برخاستہ

درآ از درِ باغ و بنگر تمام

زدیگر درِ باغ بیروں خرام

نظامی سبک باریاراں شدند

تو ماندی بغم غمگساراں شدند

جونہی یہ ابیات بابا صاحب نے سنے انہوں نے آہ بھری اور بے ہوش گئے۔

اس موقع پر حضرت محبوبِ سبحانیؒ نے صاحبزادہ صاحب مرحومؒ کی اپنی ذاتِ مبارک سے محبت اور اتباع کا ذکر کیا۔ آپؒ نے فرمایا۔ ایک دفعہ سخت بخار تھا۔ ہم یہاں چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے انہیں ہماری حالت دیکھ کر سخت غم اور اضطراب تھا۔ ایک بار ہمارے سرہانے آئے۔ آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں اور دعا مانگی۔ بارِ خدا جدائی اور ہجر کے اس داغ میں اپنی زندگی میں مجھے مبتلا نہ کرنا۔ حضرت محبوبِ سبحانی نے فرمایا کہ ان کی دعا قبول ہوئی اور اس حادثے سے پہلے اس جہان سے رخصت ہو گئے۔ خوش نصیب تھے اپنی جگہ ہمیں یہاں چھوڑ گئے کہ ہجر اور جدائی کے داغ میں مبتلا ہوں۔

اس کے بعد اس ناچیز نے عرض کیا کہ میاں امیر بخش کہتے ہیں کہ ایک بار صاحبزادہ صاحب مرحومؒ نے ایک مسکین عورت کو راہ میں دیکھا۔ اس کا حال دیکھ کر افسوس کھانے لگے

؎ یہ آراستہ باغ دروازے رکھتا ہے اس کے دروازے اور قفل (تالے) دونوں کھلے ہوئے ہیں۔
باغ کے دروازے سے اندر آ اور سب کچھ دیکھ۔
اور باغ کے دوسرے دروازے سے نرم چال کے ساتھ باہر چلا جا۔
اے نظامی! ہلکے بوجھ والے دوست بن گئے تو غم میں رہا اور وہ غم گسار ہو گئے۔

Marfat.com

اور چشمِ پُر آب سے کہا۔ اگر حق تعالیٰ ہمیں بڑا خزانہ عطا فرمائیں تو کسی مسکین کو مسکین نہ رہنے دیں۔ حضرت محبوبِ سبحانیؒ نے فرمایا کہ ہم نے انہیں بالکل روکا ہوا نہیں تھا۔ اس لیے ان کا دل پاک تھا اس بڑی عقل و فراست کے مالک تھے۔ جب اپنی آنکھوں کے علاج کے لیے دہلی یا امرتسر جاتے تھے تو حکیموں کی خدمت اپنی جیب سے کرتے تھے۔ ایک بار خط کے ذریعے سفرِ دہلی کے لیے ستر روپے مانگے جو ہم نے بھیج دیے ورنہ اپنے اکثر اخراجات اپنے پاس سے کرتے تھے۔ اس کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ ان کے کمال کی یہ نشانی ہے کہ ان کی قبر زندہ ہوگی اور مخلوق ان کی طرف اس طرح رجوع کرے گی جس طرح ان کی زندگی میں کیا کرتی تھی۔ آپؒ نے ساتھ ان کی قبر کی طرف اشارہ کیا۔

پھر فرمایا کہ ان کے حیا کی یہ صورت تھی۔ کہ جب راہ پر جا رہے ہوتے تھے تو ہندو عورتیں چاہتیں تھیں ان طرف التفات کریں لیکن وہ کبھی بھی ان کی طرف نگاہ نہیں اٹھاتے تھے۔ ہم نے کہا باہر جائیں تو دریا کے کنارے کی طرف چلے جایا کریں۔ اس کے بعد اور کسی راہ پر نہیں جایا کرتے تھے۔ ہمیں یقین تھا کہ اپنی نگاہ کی پوری طرح حفاظت کرتے ہیں۔ ہم ہر طرح مطمئن تھے۔ اس کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ ہمارے والد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب ہماری عمر کے اوائل تھے، ہماری طرف لگا تار نگاہ رکھتے تھے۔ ایک تو محبت کے لیے اور دوسرے حفاظت کے لیے، آپؒ فرمایا کرتے تھے۔

حیدر ار کھناڑا پھریں لاڑا

پنجابی زبان میں ناڑا سے ازار بند مراد ہے۔ اور لاڑا دولہا ہوتا ہے۔ شادی کا نفیس لباس پہنایا جاتا ہے اور اس کی پیشانی پر سنہری سہرا ہوتا ہے۔ اور دوسرے لوگ اس کی اتباع میں آراستہ و پیراستہ فوج کی طرح ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔ لوگوں میں یہ عزت کسی نوجوان کی لوگوں میں اس وقت تک ہوتی ہے۔ جب تک وہ پاکباز ہوتا ہے۔ جب وہ بُری عادات میں مبتلا ہوتا ہے،

Marfat.com

بدکاری شروع کر دیتا ہے۔تو اس کی تمام شان وشوکت ختم ہو جاتی ہے۔حضرت محبوبِ سبحانیؒ نے فرمایا کہ تمام مجاہدات نفس میں سے یہ کام بہت مشکل ہے۔اسی لیے اس مجاہدے کا رتبہ بھی سب سے زیادہ ہے۔نصِ قرآنی میں ہے۔

" قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذَالِكَ اَزْكٰى لَهُمْ.
اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ.

یعنی مومنوں کو کہہ دیں کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں۔یہ ان کے لیے بڑی پاکیزگی کی بات ہے اور جو کام یہ لوگ کرتے ہیں خدا ان سے خبردار ہے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ

"اَبْصَارُ الْعُيُوْنِ مِنَ الشَّهْوَاتِ اَبْصَارُ الْقُلُوْبِ عَنِ الْمَخْلُوْقَاتِ. "

یعنی آنکھوں کی نظریں شہوات سے اور دل کی آنکھیں مخلوقات سے بچائے رکھیں۔پس جو شخص مجاہدے سے سر کی آنکھوں کو شہوات سے محفوظ رکھتا ہے۔لامحالہ حق تعالیٰ کو سر (قلب) کی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔

"فَمَنْ كَانَ اَخْلَصُ الْمُجَاهَدَةِ كَانَ اَصْدَقُ الْمُشَاهَدَةِ"

☆☆☆

Marfat.com

مجلس ۵۸

انسانِ کامل کی حقیقت
کے بیان میں

اگلے روز حضورؒ کی مجلس میں مشرف ہونے کی دولت نصیب ہوئی۔ بہادر خان چک جانی والا حاضر تھا۔ حضرت محبوبِ سبحانیؒ مراقبے میں مشغول تھے کچھ دیر کے بعد سر مبارک اٹھایا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر انسان اپنی کیفیت پر غور کرے کہ کیا ہے؟ اسے کوئی راہ نظر نہ آئے یعنی کچھ سمجھ نہ سکے۔ اس غریب نے عرض کی کہ انسان بہت سی ایسی صفات رکھتا ہے کہ ان کی حقیقت تک کوئی پہنچ نہیں سکتا۔ یہ بات کرتے ہوئے اس غریب کی مراد خود حضور کی حقیقت سے تھی۔ انہوں نے لفظِ انسان دراصل اپنی ذات کے متعلق استعمال فرمایا تھا۔

اس کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ انسان کے الف کی زیر (کسرہ) دور کر کے اس پر زبر پڑھی جائے تو اِنسان اَنسان بن جاتا ہے۔ اور جان کی طرح آزاد ہو جاتا ہے۔ اَنسان سے مراد آنکھ کی پتلی ہوتی ہے۔ اس طرح وہ تمام وجود میں عین کے مرتبے پر پہنچ جاتا ہے۔ جس وقت حضرت محبوبِ سبحانی نے انسان کو عین (آنکھ) سے تشبیہ دی تو اس غریب کے دل میں بہت سی رمزیں حضور نے داخل فرمادیں۔

یعنی آنکھ اپنے وجود کے اعتبار سے بڑی لطیف اور صاف ہوتی ہے۔ خالق نے اسے کسی چیز سے آلودہ نہیں ہونے دیا، پتلی وجود کے اعتبار سے زیادہ لطیف اور صافی ہے۔ ذاتِ قدیم کی تجلیات نے صیقل کر کے حادث (فنا ہونے والی) اشیاء کے رنگوں کی تمیز اس کے آئینے سے دور کر دی ہے، ذاتِ واجب کے انوار کی شوکت اور سطوت نے ممکن (وجود اور عدم برابر رکھنے والی) چیزوں کی آلائش کا احساس اس کی بصیرت سے بالکل صاف کر دیا ہے۔

Marfat.com

ہمچو نرگس تمام دیدہ شود

تا بہر دیدہ دوست دیدہ شود

(نرگس کی طرح تمام کی تمام آنکھ بن جاتی ہے اور پھر ہر بار دیکھنے سے دوست ہی نظر آتا ہے)

یعنی آنکھ اس بصارت کے باوجود اپنے آپ کو دیکھ نہیں سکتی اور پتلی اس بصیرت کے ہوتے ہوئے اپنے آپ کو ظاہر نہیں کر سکتی۔

بعدازاں ان رموز کے دوسرے مرتبہ کا آپ نے اضافہ فرمایا اور زبانِ مبارک پر لائے کہ بلھے شاہ نہ کہا ہے۔

ہُن میں ہو گیا کجھ ہور　　　ہُن مینوں کون پچھانے

صوفیائے کرام کے خیال کے مطابق میں یا مَن یا اَنا سے مراد ذاتِ مطلق کا وجود ہوتا ہے۔

چو ہست مطلق آید در اشارت　　　بلفظ من کنند از وے عبارت

جب ذاتِ مطلق کی طرف اشارہ ہوتا ہے تو اس کے لیے لفظ ''من'' استعمال کرتے ہیں۔

پس حضرت محبوبِ سبحانی نے ذاتِ مطلق کو پہلے لفظِ انسان سے نسبت دی۔ اس کے بعد لفظِ ''عین'' سے اس کا علاقہ بتایا۔ اب 'عین' بھی اسم کی قید سے آزاد ہو گیا۔ چنانچہ بلھے شاہ کہتے ہیں۔

ہُن میں ہو گیا کجھ ہور

ہُن مینوں کون پچھانے

Marfat.com

پس یہ تمام نسبتیں، یہ تمام اعتبارات ذاتِ مطلق کی حقیقت ہیں جسے کبھی انسان کبھی عین اور کبھی انا کہا جاتا ہے۔

کہ ہمو نست شاہد و مشہود ۱؎
غیر اونیست درجہاں موجود

ورنہ عین بھی وہی ہے، انسان بھی وہی ہے، آئینہ بھی وہی اور آفتاب بھی وہی۔ لیکن عین اور آئینہ کی تو صفات ہیں اور آفتاب کی ضیاء۔ اس سے پہلے آئینہ نے لفظِ من کے ذریعے اپنی حقیقت کی صفائی کے ساتھ تعلق قائم کیا تھا وہ دراصل قربِ نوافل سے موصوف ہو چکا تھا۔ اب جب کہ ضیائے آفتاب کا اپنے اندر مشاہدہ کیا کہ اس کی صفائی کو اس نے گھیر لیا ہے، اس کی عزت اور جلال نے اشارے کی کوئی گنجائش بھی نہیں چھوڑی اور انا کے تعلق (اضافت) کا اثبات بھی ساقط ہو گیا ہے (جاتا رہا ہے، باقی نہیں رہا) اور ہو گیا نیں، کجھ ہور کے الفاظ سے قربِ فرائض تک پہنچ گیا ہے، اور چونکہ ذاتِ احد "مِن حيثُ هِي" تمام اسماء اور صفات سے معرّا اور تمام نسبتوں اور اضافتوں سے مبرا ہے۔ پس "کجھ ہور" کا لفظ بھی تمام اضافات سے آزاد (مطلق) ہے اور وراء الوراء ہُن مینوں کون پچھانے۔

آن را کہ فنا شیوہ و فقر آئین است ۲؎
نے کشف و یقین نے معرفت دین است
اُو رفت زمیاں ہمیں خدا ماند خدا
اَلْفَقْرُ اِذَا تَمّ هُوَ اللّٰه این است

۱؎ کہ وہ شاہد و مشہود ہے اس کے سوا جہاں میں کوئی موجود نہیں ہے۔

۲؎ جس کا شیوہ فنا اور آئین فقر ہے نہ کشف اور یقین اور نہ دین کی معرفت ہے
وہ درمیان میں سے چلا گیا تو خدا ہی خدا رہ گیا جب فقر مکمل ہو جائے تو وہی اللہ یہی ہے۔

Marfat.com

حضرت محبوبِ سبحانی جب یہاں پہنچے تو انہوں نے ایک اور معنی کا اضافہ فرمایا۔آپ نے بتایا کہ ہم جو کتابوں میں بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تصرّفات اور کرامات کا حال پڑھتے ہیں۔اُن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہزار در ہزار دریائی، ہوائی، خاکی، جنّی اور افلاکی مخلوق بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تصرّف سے فیض پا کر تکمیل کے مرتبے تک پہنچی

اس موقع پر اس غریب نے عرض کی کہ فرشتے بھی ولی کامل کے فیض سے بہرہ یاب ہوتے ہیں۔اس ناچیز نے جامی کی نفحات میں دیکھا ہے کہ دو شخص خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس میں آئے اور اجنبی لوگوں کی طرح ایک گوشے میں بیٹھ گئے۔کچھ دیر کے بعد اجازت حاصل کیے بغیر رخصت ہو گئے۔اہلِ مجلس نے تعجب کا اظہار کیا۔خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ یہ دونوں فرشتے تھے اور اطاعت اور فرمانبرداری میں قصور کے باعث اپنے مرتبے سے گر گئے تھے۔اب اللہ تعالیٰ نے ہماری مناجات منظور فرما کر انہیں اپنے سابقہ مرتبے پر بحال فرما دیا ہے۔

حضرت محبوبِ سبحانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پھر بلّھے شاہ کی تعریف شروع کر دی اور فرمایا کہ اُن کے اشعار میں عشق اور وحدت کا جو جوش پایا جاتا ہے۔دوسرے شاعروں کے ہاں کمتر نظر آتا ہے۔اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ایک بار بلّھے شاہ اپنے پیرو مرشد کے صاحبزادے کے ساتھ ترکِ ادب کر بیٹھے۔اس لیے ان کے حال اور وقت میں قبض وارد ہو گئی۔حال کا انبساط جاتا رہا تو ایک مدت تک بیابان میں سراسیمہ اور حیران ہو کر پھرتے رہے۔عجز و نیاز کے ہر قسم کے شعر کہتے تھے لیکن قبض دور نہیں ہوتی تھی۔

چنانچہ ایک شعر اپنے شیخ کے مکان کے قریب پڑھا جو انہوں نے سن لیا۔انہوں نے پوچھا بلّھا ہو۔بلّھے شاہ نے جواب دیا بھُلّا ہوں۔یعنی خطاوار ہوں۔پس شیخ کی توجہ سے سینے کی قبض دور ہو گئی۔بیت

Marfat.com

ہر روٹھے گور پھیر مناوے گور روٹھے نہیں ٹھوڑ
بھیکا وہ نرگور ہیں جو گور کو جانیں اور

☆☆☆

Marfat.com

مجلس ۵۹

کُلُّ اَمرٍ مَرْھُوْنٌ بِاَوْقَاتِھَا

اولیاء کی کرامات اور انبیاء کے معجزات

دوروز بعد یعنی ۲۲ رمضان المبارک کو پھر حضور کی مجلس میں حاضری کی سعادت میسر آئی۔ حضرت صاحبزادہ مظفر شاہ صاحب دام برکاتہ بھی اثنائے سخن میں تشریف لائے۔ اس غریب نے عرض کی کہ حضور کے ملفوظات قلمبند کر رہا ہوں لیکن معاش کے امور میں بکثرت مصروف رہنے کے سبب اور فراغت نہ ملنے کی وجہ سے ملتوی پڑے ہیں۔ حضور اس غریب کے حال پر توجہ فرمائیں تو اختتام کو پہنچیں۔ حضرت محبوبِ سبحانی نے حسرت بھرے لہجے میں فرمایا۔ آدمی کیا اختیار رکھتا ہے کہ پس و پیش کرے۔ جس کام کا وقت آجاتا ہے ہو جاتا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں

."اِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ"

آپ کی اس بات کا مطلب یہ تھا کہ قائم الدین شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فراق کا غم ہے۔ ہماری توجہ ہر کام سے پھر چکی ہے اور جو امرِ غیبی وارد ہوا ہے اس کے باعث تمام لوگوں کے کام التواء میں پڑے ہوئے ہیں۔ آدمی بیچارہ ہر امر میں مجبور ہے اور موت کا آگے پیچھے نہیں کر سکتا۔ اسے البتہ یہ نہیں چاہیے کہ معاملات اور مجاہدے کو ترک کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے اسے جو توفیق عطا کی ہوئی ہے۔ اس کے مطابق وہ صاحبِ اختیار ہے اور دین یہی ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ بلا اور مصیبت کو دفع کرنے کے لیے جس قدر حیلے ہو سکتے ہیں۔ مثلاً ختمِ قرآن مجید اور کثرت سے صدقے دینا، اگر ان کو کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہو وہ بھی تقدیر کی وجہ سے ہوتا ہے۔ تقدیر دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک کسی امر معلق ہوتی ہے اور دوسری مطلق۔ اگر

Marfat.com

معلق ہوتو حیلے اختیار کرنے سے واقع نہیں ہوتی لیکن تقدیر مطلق کا کوئی چارہ ممکن نہیں۔ اسی سبب سے اولیاء کرام شقاوتِ ازلیہ کے غم اور خوف کی بناء پر آخری وقت میں بڑے کانپ رہے ہوتے ہیں۔ حدیث پاک ہے۔

"اَلشَّقِیُّ مَنْ شَقِیَ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ وَالسَّعِیْدُ مَنْ سَعِیْدَ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ"۔ [1]

میراں بھیک کے دوبیت بھی آپ زبان مبارک پر لائے۔ ان میں سے ایک یہ ہے۔

جم کے ساتھ جب پڑی پریت

تب پت رہی تو مان

آپ نے فرمایا کہ جم ہندی میں ملک الموت کو کہتے ہیں اور پت سے مراد عزت اور سلامتیٔ ایمان ہے۔ جب اللہ کے دوست اس وقت سے کانپ رہتے ہوتے ہیں۔ جو تو لوگ غفلت کی تاریکی میں پھنسے ہوئے ہوتے ہیں اور حقیقت تک نہیں پہنچتے ان کا حال کیا ہوگا۔ آپ یہ شعر زبان پر لائے۔

ملک دنیا را بقائے نیست اَنْتُمْ غَافِلُوْنَ [2]

جہد کن تا تو نمانی در صفِ لَا یَعْلَمُوْنَ

اس غریب نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کے دوست جو حقیقت تک پہنچ چکے ہیں اور اعیانِ خارجی کے پردے انہوں نے دور کر دیے ہیں، اعیانِ ممکنات کے اختیارات کو بھی انہوں نے کالعدم سمجھا ہے۔ چنانچہ جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

---

[1] بدبخت وہ ہے جو اپنی ماں کے پیٹ میں بدبخت تھا

اور سعادت مند وہ ہے جو اپنی ماں کے پیٹ میں سعادت مند تھا۔

[2] جہان دنیا کیلئے بقا نہیں۔ ہے اور تم غفلت میں ہو کوشش کر تو تا کہ جاہلوں کی صف میں نہ رہے۔

Marfat.com

ممکن زتنگنائے عدم ناکشیدہ رخت ؎[1]

واجب بجلوہ گاہِ عیاں نانہادہ گام

حضرت محبوبِ سبحانی نے فرمایا کہ اعتراض ہوتا ہے اور انکار کیا جاتا ہے کہ اب قدرت کہاں اللہ تعالیٰ نے مختلف ممکنات کا وجود خود ظاہر کیا ہے تاکہ بصیرت والے لوگ عبرت پکڑیں۔

آیتِ قرآنی ہے۔

"یُقَلِّبُ اللّٰہُ اللَّیْلَ وَالنَّھَارَ. اِنَّ فِیْ ذَالِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَار". [2]

پھر آپ نے فرمایا کہ ان میں سے بعض پیٹ کے بل چلتے ہیں، بعض دو پاؤں پر، بعض چار پر اور بعض اس سے بھی زیادہ ہوتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے۔

"فَمِنْھُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰی بَطْنِہٖ وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰی رِجْلَیْنِ وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ اَرْبَعٍ. یَخْلُقُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ ط اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ." [3]

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ موالید زمنی میں سے کوئی چیز ایسی بھی کہ اس کی جڑ زمین میں مستحکم نہ ہو اور پھر وہ نشو و نما پاتی ہو۔ بندہ نے عرض کیا کہ ایسی کوئی چیز نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ نیل بوٹی کے تاروں کو دیکھیں کہ کس طرح درخت پر پیچ در پیچ بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اسی طرح خداوند تعالیٰ قسم قسم کی چیزیں جس طرح چاہتا ہے موجود کرتا چلا جاتا ہے۔ اس کی قدرت کے سامنے کوئی بات مشکل نہیں۔

---

[1] ممکن نے عدم کی تنگ جگہ سے سامان نہ کھینچا واجب نے ظاہر کے جلوہ گاہ میں قدم نہیں رکھا۔

[2] وہ رات اور دن بدلتا ہے۔ بیشک اس میں آنکھوں والوں کے لئے عبرت ہے۔

[3] ان میں سے بعض اپنے پیٹ پر چلتے ہیں اور ان میں سے بعض دو پاؤں پر چلتے ہیں۔ ان میں سے بعض چار پاؤں پر چلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو چاہے پیدا کرتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

Marfat.com

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ خرقِ عادات اور کرامات اولیاء مثلاً ہر قسم کے بیمار شفا پا جاتے ہیں، مُردے زندہ ہو جاتے ہیں، یہ تمام باتیں ثابت شدہ ہیں۔ ان کا ظہور بھی اسی لیے ہوتا ہے کہ اہلِ بصیرت عبرت پکڑیں اور منکر لوگ خداوند تعالیٰ کی قدرت پر انکار اور اعتراض کرنا چھوڑ دیں اور اس بات کا اقرار کریں کہ جس وقت اللہ تعالیٰ چاہتا ہے لوگوں کی اصلاح کے لیے اولیاء اللہ میں سے کسی ولی کے ہاتھ سے کوئی خرقِ عادت بات صادر کرا دیں۔

آپ نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ انبیاء کے معجزات بھی حق تعالیٰ کی قدرت اور الوہیت اور نبی کی نبوّت کے اثبات کے لیے ظاہر ہوتے ہیں۔ نبی کا معجزہ امرِ حق سے ظاہر ہوتا ہے اور ولی کی کرامت خداوند تعالیٰ کے حکم سے صادر ہوتی ہے۔ اگر نبی کو امرِ وحی ظاہر یعنی صورتِ بشری کے ذریعے ہوتا ہے تو ولی کو دل میں پوشیدہ الہام کے ذریعے اظہارِ کرامت کے لیے حکم ہو جاتا ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ الہام کی کئی قسمیں ہیں۔ تحدیث، تعلیم، تفہیم، غیبی اور حکمتِ بالغہ غیب کی حکمتوں کی تعلیم و تفہیم اور تحدیث اولیاء اللہ کے دل میں ہوتی ہے۔ دل کی مثال آئینے کی طرح ہے اور لوحِ محفوظ کی مثال ایک اور آئینے کی طرح ہے۔ جس میں تمام موجودات کی صورت پائی جاتی ہے۔ جس طرح صورتیں ایک آئینے سے دوسرے آئینے میں منعکس ہوتی ہیں جب انہیں ایک دوسرے کے سامنے رکھا جاتا ہے اسی طرح لوحِ محفوظ سے صورتوں کا عکس دل میں پڑتا ہے جب وہ بالکل صاف ہو چکا ہوتا ہے اس وقت اس ولی کا وجود زمین میں آیاتِ الٰہی کا مظہر ہوتا ہے۔

اس غریب نے عرض کیا کہ حضرت غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ، غنیۃ الطالبین (غنیۃ الطالبین مطبوعہ لاہور ۱۲۲۸ھ، صفحہ ۸۸۹، ۸۹۰۔ یہ فقرہ کے باعث انقلاب الحقیقت کا بیان ہے۔) میں اس طرح بیان فرماتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس وقت ولی

Marfat.com

زمین میں اللہ کی قدرت کا مظہر ہوتا ہے۔ اور اس سے خرقِ عادت اُمور ظاہر ہوتے ہیں۔ اس کا کلام جہل، گونگا پن، ذہن کی کندی، اور فہم میں خرابی کے بعد حکمتِ بالغہ بن جاتا ہے۔ اس کی حرکات وسکنات اور اس کے تصرّفات اہلِ بصیرت کے لیے سبق آموز ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے افعال اس کی ذات میں اور اس کے وجود پر جاری ہوتے ہیں۔ جن کو دیکھ کر عقل خیرہ ہوتی ہے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ایک روز ایک عیسائی بازار میں اس موضوع پر تقریر کر رہا تھا کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فضیلت حاصل ہے۔ جنابِ غوثِ اعظم وہاں تشریف لائے اور انہوں نے فرمایا کہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان کو کس بناء پر ہمارے نبی اکرم ﷺ کے مقام پر ترجیح دیتا ہے۔ اس نے کہا میں اس طرح ثابت کرتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مُردوں کا زندہ کرنے کا معجزہ تو ہر ایک پر ظاہر ہے لیکن حضرت محمدِ عربی ﷺ (روحی فداہ) کا اس قسم کا کوئی معجزہ نہیں۔ یہ سن کر جنابِ غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں حضور احمد مجتبیٰ ﷺ کا ایک امتی ہوں۔ اگر مجھ سے آپ کے پیغمبر کے معجزے کی طرح کوئی فعل ظاہر ہو تو پھر ہمارے پیغمبر ﷺ کی فضیلت پر تمہیں ایمان لانا چاہیے اور یہ کفر اور انکار ترک کر دینا چاہیے۔ عیسائی نے کہا کہ اگر آپ سے ایسی کرامت صادر ہو تو لازماً آپ کے پیغمبر افضل ثابت ہو گئے۔ عیسائی نے حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ کیا کہ آپ اس پرانی قبر کے مردے کو زندہ کریں۔ حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دعا مانگی اور جنابِ باری کے اذن سے فوراً وہ مردہ جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سے پوچھا۔ اب تم اس دنیا میں رہنا چاہتے ہو یا واپس اگلی دنیا میں جانا چاہتے ہو۔ اس سوال کا مطلب یہ تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ کیا ہوا مردہ بعد میں مر جایا کرتا تھا مگر حضرتِ پیر دستگیر نے زندگی اور موت کا اُسے اختیار دے دیا کہ جس

Marfat.com

کو چاہو چن لو۔ مگر اُس نے کہا کہ میں مطرب لوگوں کی قوم میں سے ہوں ہر وقت روٹی کے لیے دولت مندوں کا محتاج رہنا پڑتا تھا۔ اب قبر میں روٹی کسی تردّد کے بغیر مل جاتی ہے۔ اس لیے حضرت پیر دستگیرؒ نے دعا مانگی اور پھر قبر میں چلا گیا۔ عیسائی یہ کرامت دیکھ کر اہل عیال سمیت مسلمان ہو گیا اور پیرانِ پیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مریدی اختیار کی۔ اس موقع پر حضرتِ محبوبِ سبحانیؒ یہ حدیث زبان مبارک پر لائے۔

"اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ"

اس حدیث کے کئی معنی ہیں۔ شیخ کا ہر فعل نبی کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔ پیغمبر معجزے سے اپنی نبوّت ثابت کرتا ہے اور ولی کی کرامت اثباتِ نبوّت کے لیے ہوتی ہے۔ حقوقِ آداب شیخ اپنے متبعین پر اس طرح ہوتے ہیں جس طرح نبی کے حقوق امت پر، حقوقِ شیخ کو ادا کرتے ہوئے قطعاً بے صبری نہیں ہونی چاہیے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ کے ساتھ بے صبری کی اور جدائی کی نوبت آئی۔

حضرت محبوبِ سبحانیؒ نے اس موقع پر فرمایا کہ ایک روز خضر علیہ السلام نے وادی میں انوار کی ایک مشعل دیکھی جو عرشِ مجید کی طرف اوپر اٹھ رہی تھی۔ آگے گئے تو دیکھا کہ ایک شخص سویا ہوا ہے۔ اسے جگانا چاہا تو حق کی طرف سے عتاب آیا کہ خضر ادب اختیار کرو۔ وہ شخص جاگا تو روانہ ہو پڑا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے کہا میں لوگوں میں تمہیں اس قدر مشہور کروں گا کہ تمہیں بالکل فراغت نہیں ملے گی۔ اس نے کہا میں کہوں گا یہ خضرؑ ہے تیرا پیچھا نہ چھوڑیں گے اور میری طرف نہیں آئیں گے۔ یہ کہا اور چلا گیا۔ خضر علیہ السلام افسوس کھاتے رہے۔ کچھ مدت بعد انوار کی وہی مشعل پھر دیکھی۔ ایک بوڑھی عورت سو رہی تھی۔ چاہا کہ جگائیں۔ حکم آیا کہ اے خضر میرے محبوب میری عظمت اور غیرت کی قبا کے نیچے چھپے ہوتے ہیں۔ ان کا ادب کرو اور یہ تکلفات چھوڑ دو۔ انہوں نے عرض کی کہ الٰہی کیا اس قوم میں بھی آپ کا کوئی محبوب ہے۔ حکم آیا کہ

Marfat.com

اس قوم میں میرا ایک محبوب سید عبدالقادر جیلانیؒ مشہور ہے۔

اس کے بعد حضرت محبوبِ سبحانیؒ نے فرمایا کہ ایک روز حضرت خضر علیہ السلام حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مسجد میں گئے۔ حضور ان سے مخاطب ہوئے کہ اے خضر حضرت موسیٰ خدا کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے آپ کی صحبت میں پہنچے اور کہا۔ آیا ہوں تا کہ آپ مجھے کچھ سکھائیں۔ آپ نے کہا کہ جو کہ میں صاحب شریعت پیغمبر ہوں وہ کسی سے کیا سیکھ سکتا ہے۔ پھر جب موسیٰ علیہ السلام آپ کی باتوں کی حکمت کو نہ پا سکے تو آپ نے انہیں شرمندہ کیا۔ فَلَا تُصٰحِبْنِی کہا اور وہ آپ سے جدا ہو گئے۔ اب آپ صبر کر سکیں۔ تو ہماری صحبت میں رہیں۔ ورنہ فِرَاقُ بَیْنِیْ وَبَیْنَکَ کا کلمہ آپ پر عائد ہو جائے گا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ مجبور شرمندہ ہونگے۔

☆☆☆

Marfat.com

مجلس ۶۰

ہماری مسجد کی تعمیر کے متعلق حکم صادر ہونے کا ذکر

دہم ذوالحجہ ۱۳۲۳ھ، ۵ر فروری ۱۹۰۶ء کو عید کے روز محمد کامل کے ہمراہ حضرت محبوب سبحانی کی خاک بوسی کی سعادت سے مشرف ہوا۔ حضور نے فرمایا محمد کامل تمہاری مسجد پرانی ہے یا نئی نئی آباد ہوئی ہے یا غیر آباد ہے کیونکہ آج کل ہر ایک نے نئی مساجد بنالی ہیں۔ اس نے عرض کیا کہ نمازیوں، نوافل اور وظائف پڑھنے والوں کے لحاظ سے تو حضور آباد ہے ورنہ پرانی مسجد ہے اور اس کی چھت اور دیواریں شکستہ ہیں۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ اسے آباد کرو۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ پہلے مسجد آباد کرے اور اس کے بعد اپنا گھر۔ نیز اپنے گھر کی نسبت اسے بہتر اور زیادہ خوبصورت بنائے۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ایک شخص امام محمد کی زیارت کے لیے دور سے آیا ہوا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ مسجد پرانی ہے اور مکانات بڑے عمدہ، نیز امام صاحب نے نماز میں جوتا پہنا ہوا تھا تو بے اعتقاد ہو گیا اور کہنے لگا کہ شریعت کے حکم کے برعکس یہ دونوں باتیں کیوں ہیں۔ پس امام صاحب اسے ساتھ لے کر دوکاندار کے پاس گئے اور پوچھا کہ کیا مسجد کی تعمیر کے لیے تیرے پاس کچھ رقم ہے یا نہ۔ اس نے کہا پانچ سو روپے میرے پاس امانت ہیں۔ انہوں نے مسجد کی تعمیر میں تاخیر کی وجہ بیان کی وہ حضور نے فرمایا یاد نہیں رہی۔ جوتا پہننے کی یہ وجہ امام صاحب نے بیان فرمائی کہ اگر لوگ پاؤں دیکھ لیں تو کسی کو نماز کا ہوش نہ رہے۔ یعنی صفائی اور حسن کی یہ حالت تھی۔

اگلے روز رخصت لینے کے لیے ہم زمین بوس ہوئے اور اس ناچیز نے عرض کی کہ مسجد کی تعمیر کے لیے دعائے خیر فرمائیں۔ ایک مدت سے مسجد کی شکستہ حالت کا دل میں افسوس تھا۔

Marfat.com

میرے دادا بزرگوار نے بنوائی تھی اور اب مفلسی اور تہی دستی کے باعث دعائے خیر کے لیے عرض کی تھی تا کہ محبوبِ سبحانی کی برکت سے اللہ تعالیٰ کسی پیر بھائی کو منتخب فرمائیں تا کہ یہ مسجد آباد ہو جائے۔ اس وقت محبوبِ سبحانی کی نظرِ لطف وکرم سے محمد کامل کے دل میں اللہ کی طرف سے جذبہ پیدا ہو گیا۔ اس نے دنیاوی معاملات چھوڑ دیے۔ اس کے حال اور اس کے کام کرنے کی قوت کو حضور نے نظر باطن سے دیکھ لیا تھا اسے مسجد بنوانے کا حکم دیا۔ حضور نے دعائے خیر کے بعد ارشاد فرمایا کہ تمہارا کچھ بھی خرچ نہیں ہو گا کیونکہ یہ خانہ خدا ہے۔ خدا تعالیٰ کا اپنا کام ہے اس کی ذاتِ پاک اس کام کو مکمل کرے گی اور نیکی تیرے اعمال نامے میں درج ہو جائے گی۔

جب حضور سے رخصت لے کر روانہ ہوئے تو محمد کامل نے ذکر کیا کہ ان دنوں ذوق اور وجدان پر یہ شعر غالب تھے جو گھر میں بھی پڑھا کرتا تھا ؎

الف آویں کہاں یار پیاریا او کیہی ڈھل لائی گھر آنونے نوں
میری اکھیں سکن تیرے دیکھنے نوں میری سکے زبان الاونے نوں
میری لوں لوں سکے جانی پیاریا اور میری باہاں سکن گل لاونے نوں
ہتھ بن کے مولوی کرے عرضاں کوئی وسیو ڈھل کماونے نوں

محمد کامل نے کہا کہ مسجد کی تعمیر کا حکم اس ذوق وشوق کی وجہ سے ہوا۔ پس باوجودیکہ اپنے گھر میں حضرت محبوبِ سبحانی کی زیارت کے بغیر ایک ہفتہ بھی ٹھہر نہ سکتا تھا، اب ہتھیار لے لئے اور پہاڑ سے پتھر کھودنے میں مصروف ہو گیا۔ کبھی کسی اور کو اس پہاڑ سے عمارت کے قابل پتھر نہیں ملا تھا۔ اور ہمیں اس طرح ملنے لگ گیا کہ محمد کامل جہاں کہیں زمین کھودتا عجیب وغریب پتھر نکلتا اور لوگ دیکھتے اور حیران رہ جاتے۔ تمام دیہات میں مساجد تعمیر کرنے کا رشک لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو گیا اور جہاں سے ہم پتھر نکال رہے تھے انہوں نے بھی نکالنا شروع کر دیا۔

محمد کامل نے کہا کہ اس تعمیر کے کام کی وجہ سے ایک تو زیارت سے محروم ہو گیا، دوسرے وظائف

Marfat.com

پڑھنے میں سستی اور قضا ہوگئی اس وجہ سے ایک رات روتا رہا اور دعا مانگی کہ یا اللہ تو بہتر جانتا ہے کہ میں فرمانبرداری اور اطاعت کی حالت میں ہوں یا زیارت سے محروم ہو کر مرتد ہو چکا ہوں۔ اسی رات خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ جلال پور شریف کی طرف بھاگا جا رہا ہوں اور اچانک وہاں پہنچ گیا جہاں پتھر کھودا کرتا تھا۔ حضرت محبوبِ سبحانی ہتھیار لے کر خود پتھر کھود رہے تھے۔ میں نے حضور کے ہاتھ سے ہتھیار لینا چاہا۔ آپ نے فرمایا تم اور چھبل لے لو۔ جس وقت ایک اور چھبل پکڑلی اور محمد عارف اور میں نے زور لگایا تو اس پتھر کے ساتھ ایک اور اس سے بڑا پتھر بھی باہر نکل آیا۔ ہم بہت خوش ہوئے۔ حضور نے فرمایا وہ دوسرا پتھر تم سے پہلے ہم نے کھودا تھا۔

راقم سطور عاجز بندہ کہتا ہے کہ ہمارے حضرت محبوبِ سبحانی جس طرح دن میں ایک مرتبہ مرید کے ساتھ ایک علیحدہ وجود کے ذریعے موجود رہتے ہیں۔ نیند میں بھی اپنے مریدوں کی گنتی کے مطابق اپنے مختلف وجودوں کے ساتھ شاملِ حال رہتے ہیں۔ چنانچہ معاملہ یہی ہوا کہ کمزوری کے باوجود ہم پہاڑ کھودتے رہتے تھے اور رات آتی تھی تو کام کرنے کی ہوس ختم نہیں ہوتی تھی۔ ہم نے تو فرہاد کے پہاڑ کھودنے کی تصدیق کر دی۔ جب مسجد کا ایک کمرہ چھت تک بن گیا تو محمد کامل حضرت محبوبِ سبحانی کی خدمت میں حاضری سے مشرف ہوا۔ حضور نے فرمایا کہ مسجد کا کام کس حالت میں چھوڑ آئے ہو۔ اس نے عرض کیا کہ چھت تک پہنچ گیا ہے۔ آپ نے پوچھا گاؤں والے بھی کچھ مروّت کرتے ہیں یا نہ۔ اس نے عرض کیا۔ آئندہ دیکھا جائے گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ صلاح مشورہ کے طور پر ہر ایک کو خبر دے دو تا کہ کوئی ثواب سے محروم نہ رہ جائے۔ ورنہ کسی سے سوال نہ کرنا۔ اس کے بعد جب کبھی قدم بوسی کے لیے ہم حاضر ہوتے تو حضور سب سے پہلے مسجد کا حال پوچھا کرتے تھے۔ حضور نے اس طرح دو تین سال کے عرصے میں مسجد مکمل کرائی۔ اس اثناء میں حضور کی جو جو کرامات دیکھنے میں آئیں ان کو بیان کرنا مشکل ہے۔ مسجد پر خرچ کرنے کے لیے رقوات اہلِ دیہہ سے کیا اور باہر کے لوگوں سے کیا اپنی ہمت

Marfat.com

اور کرامت سے خود اکٹھی کرائیں۔ یعنی جس وقت خرچ کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی کوئی نہ کوئی آکر پوشیدہ طور پر محمد کامل کو دے دیتا۔ ایک روز محمد کامل قدمبوسی کے لیے حضور کی خدمت میں حاضر تھا آپ نے ارشاد فرمایا۔ مسمّی گوہرا نے ہندوستان سے عرضی بھیجی ہے اور پوچھا ہے کہ موضع لوند پورہ (موجودہ شمس پورہ) کی مسجد کے لیے دس روپے ملے ہیں یا نہ۔ محمد کامل نے عرض کیا کہ وصول ہو چکے ہیں۔ میاں محمد اشرف نے اسے تعمیرِ مسجد کی اطلاع دی تھی۔

☆☆☆

Marfat.com

مجلس ۶۱

درویش اور عامل کے درمیان فرق کے بیان میں

ایک روز حضرت محبوبِ سبحانیؒ کی خاک بوسی سے مشرف ہوا۔ گوہر مذکور حاضر تھا۔ اس نے عرض کیا حضور کی عمر مبارک میاں صاحب سے زیادہ ہے۔ حضور نے فرمایا کہ میاں محمد اشرف کی عمر ہماری عمر کی نسبت بہت بڑی ہے۔ وہ جوان تھے اور ہم ابھی خورد سال تھے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میاں صاحب بڑے جوانمرد ہیں اور چہرۂ مبارک مجھ غریب کی طرف کیا میں اس وقت حضور کے وجود مبارک کو داب رہا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ میاں صاحب ایک روز شام کے وقت سخت سردی اور بارش میں میرے گھر آئے اور پوچھا کہ تمہارا بیٹا حبیب اللہ کہاں گیا ہے۔ میں نے کہا۔ آپ کیوں پوچھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ختم شریف تنہا نہیں پڑھ سکتا۔ یہ سن کر میں خود گیا اور تمام ختم شریف پڑھا۔

حضرت محبوبِ سبحانی نے اس کے مطابق ارشاد فرمایا کہ بابا صاحبؒ نے ایک وقت ایک درویش کو دیکھا جسے اسہال کی بیماری تھی اور ایسے ٹھنڈے پانی سے غسل کرتا تھا جو یخ بستہ تھا۔ دو رکعت نماز پڑھتا تھا اور اسے پھر حاجت ہو جاتی تھی۔ وہ پھر غسل کرتا تھا۔ غرض دو رکعتوں کی فرصت ملتی تھی اور پھر غسل کرنا پڑھتا تھا۔ بابا صاحب نے فرمایا کہ اے درویش ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ اس ٹھنڈے پانی سے تمہاری زندگی ابھی ختم ہو جائے گی اور یہ تکلیف جو تو بار بار کر رہا ہے کس لیے ہے۔ اس نے کہا مجھے بھی اس بات کا یقین ہے کہ اس ٹھنڈے پانی سے مر جاؤں گا۔ لیکن میرے پیر نے مجھے حکم دیا ہے کہ پاخانے کے بعد غسل کر کے نماز ادا کرنا۔ پس اب دو باتوں میں سے ایک پر عمل کرنا ضروری ہے یا تو ترکِ جان کروں یا اپنے شیخ کا حکم ترک کر دوں۔ اب میں نے شیخ کو پیروی کو جان پر ترجیح دی ہے۔ پس اسی بار رفع حاجت کے لیے

Marfat.com

گیا۔ پانی سے غسل کیا اور مر گیا۔

اس موقع پر گوہر اللہ کو عرض گذار ہوا کہ ہندوستان میں ایک فقیر جو چالیس روز پانی میں کھڑا رہ کر کلام پڑھتا رہا۔ پانی اس کی کمر تک تھا۔ آخری روز اس پانی میں سردی کے باعث اس کی جان نکل گئی اور کہا کہ وہ بھی شہید ہو گیا۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ حرام کی موت مرا۔ کیونکہ یہ لوگ چلّے عمل کے حصول کے لیے نکالتے ہیں۔ ان کا عمل دنیا حاصل کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ اور جس عمل میں دنیا کا طمع ہوتا ہے وہ مردود ہوتا ہے۔ آخرت میں اس کا کوئی نفع نہیں ہوتا حضور یہ مصرعہ زبان مبارک پر لائے۔

طمع راسہ حرف است وہر سہ تہی [1]

اس موقع پر بندہ نے عرض کیا کہ نمازِ جمعہ کے متعلق کیا حکم ہے۔ حضور نے فرمایا کہ نمازِ جمعہ کا اس قدر ثواب ہے گویا مساکین کا حج ہے۔ بندہ نے عرض کیا کہ خواجہ شمس العارفین کس دلیل کی بناء پر جمعہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔ حضور نے فرمایا کہ خواجہ شمس العارفین کو ہمیشہ بواسیر کی بیماری رہی۔ وقتی نماز بھی بصد تکلیف ادا فرمایا کرتے تھے۔ مراد یہ ہے کہ بیمار پر نمازِ جمعہ لازم نہیں ہوتی ورنہ فضائل جمعہ کی کوئی حد ہی نہیں۔ البتہ اس کے فرض ہونے میں شک ہے۔

بندہ نے پھر عرض کیا کہ درودِ مستغاث کا مصنف کون ہے۔ حضور نے فرمایا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ آنحضرت ﷺ ایک سفر پر تشریف لے گئے۔ اس سفر کے دوران میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقع افک پیش آیا۔ اس وقت انہوں نے تصنیف فرمایا تھا اور یہ غریب کہتا ہے کہ صاحبزادہ محمد امین سیالوی، نیز میرے والد صاحب اور انہوں نے حضرت خواجہ شمس العارفین سے یہی روایت نقل کی ہے۔ اور بندہ نے ان حضرات کی روایت کے مطابق اس سفر کے تمام واقعات درود شریف کی شرح کے ساتھ پنجابی

---

[1] طمع کے تین حروف ہیں اور تینوں (نقطے سے) خالی ہیں۔

Marfat.com

نظم میں بیان کیے ہیں۔

مولوی عبدالرحیم ساکن نڑی شریف صاحبزادگان کے استاد اور حضور کے امام مسجد تھے۔ ان کی روایت ہے کہ حضرت محبوب سبحانی جامع خُلقِ محمدی تھے۔ حضور کے وجود مبارک پر غیرت اس حد تک تھی کہ اگر شیر خوار لڑکا ہوتا تو حرم سرائے کے اندر عورتوں کے لے جانے کی اجازت تھی۔ اگر دودھ بند ہوتا تو حرام سرائے کے اندر لے جانے کی اجازت بھی بند ہو جاتی تھی۔ بلکہ سفلہ اور فاحشہ عورتوں کو بھی اندر جانے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ خود زبانِ مبارک سے فرمایا دیتے تھے۔ حرم کے اندر مت جاؤ۔ ایک روز اس غلام کو نصیحت فرمائی کہ مولوی جی ایک فاحشہ عورت کا پردادار عورتوں میں چلے جانا ایسا ہے جیسا کہ سو بدکار مرد پردہ دار عورتوں میں چلے گئے۔ یعنی ایک فاحشہ کا جانا سو بدکار عورتوں کے جانے کے برابر ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔

"اَتَعۡجَبُوۡنَ مِنۡ غَیۡرَةِ سَعۡدٍ وَاللّٰهِ لَاَنَا اَغۡیَرُ مِنۡهُ وَاللّٰهُ اَغۡیَرُ مِنِّیۡ"

یعنی تم سعد کی غیرت پر تعجب کرتے ہو۔ خدا کی قسم میں واقعی اس سے غیرت مند ہوں۔ اور اللہ مجھ سے زیادہ غیرت مند ہے۔

یہ حدیث مبارک حضرت محبوب سبحانیؒ پوری طرح صادق آتی تھی۔ حضور کی غیرت پیغمبر ﷺ کی غیرت کی طرح تھی۔ حضور کا وجود خلیلی تھا مگر بے ریا۔ جس طرح حدیث شریف میں ہے کہ بائیں ہاتھ کو پتہ نہیں چلتا، دائیں ہاتھ نے کیا دیا۔

شریعتِ محمدی ﷺ کا اتباع کمال درجے کا تھا۔ خاندانِ چشتیہ میں سماع پیرانِ کبار کا طریقہ ہے۔ حضور سماع کبھی ساز کے ساتھ نہیں سنا کرتے تھے۔ ہمیشہ بے ساز ہوتا۔ اول آخر ختم شریف ہوتا۔ مولود شریف ہوتا اور غزلیں۔ یہ بھی توحید اور پیرانِ کبار کی تعریف میں ہوتی تھیں۔ رہنما ایسا ہو کر بال کے برابر بھی شرع شریف کے خلاف کچھ نہ کرے۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ عَلٰی اِحۡسَانِهٖ۔

Marfat.com

مجلس ۶۲

مقالاتِ متفرقہ کے بیان میں

ایک روز موضع پر سنگھوئی کا ایک شخص بندہ کے ہمراہ حضرت محبوبِ سبحانیؒ کی خدمت میں حاضری سے مشرف ہوا۔ اس کے متعلق بندہ نے عرض کیا کہ یہ شخص حضرتِ تونسویؒ کے خلیفہ مولوی سرفراز صاحب کا مرید ہے جو ڈیرہ اسماعیل خان کے رہنے والے تھے۔ یہ بے چارہ کچھ مدّت تک اور فقراء کے پیچھے بھی آوارہ پھرتا رہا ہے۔ سینکڑوں روپے خرچ کر چکا ہے۔ دور رہنے کے باعث نہ ڈیرہ میں پھر کبھی گیا ہے اور نہ ہی مولوی صاحب کی کبھی ملاقات اور قدمبوسی کی ہے۔ مولوی صاحب نے اسے فرمایا تھا کہ تیرا جو بھی مقصد ہوگا ہمارے بغیر تمہیں اور کہیں حاصل نہیں ہوگا۔ اب بیعت ہونا چاہتا ہے۔ میں نے اسے کہا تھا کہ بیعت تو نہیں ہوگی البتہ پڑھنے کے لیے کسی وظیفے کی اجازت مل جائے گی۔ آپ نے فرمایا اس سے پہلے کیا پڑھتا ہے۔ اس نے عرض کی کہ پانچ تسبیح پڑھنے کو کہا گیا تھا۔ حضرت محبوبِ سبحانیؒ نے فرمایا کہ پانچ تسبیح اور پڑھا کرو۔ اس نے پھر کہا مجھے بیعت بھی فرمائیں ۔حضور نے فرمایا کہ جس انڈے کو مرغیاں پہلے ترک کر دیتی ہیں خواہ اسے سو مرغیوں کے نیچے رکھا جائے اس سے بچہ نہیں نکلتا۔ کیونکہ مرغیوں کو معلوم ہوتا کہ فلاں انڈے میں بچہ نہیں ہے۔ گندہ انڈہ ہے۔ اسے متروک کر دیتی ہیں۔ اس کو توڑتی بھی نہیں۔ اگر چہ یہ جواب دے کر اس شخص کو حضور نے اشارہ کر دیا تھا، اس کے باوجود بندہ نے عرض کیا کہ ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی والدہ اولاد سے خالی تھیں۔ اور جس شیخ یا فقیر کے پاس جاتیں اولاد طلب کرتی تھی۔ اسے جواب ملتا تھا کہ تیرے نصیب میں اولاد نہیں۔ آخر حضرت غوثِ اعظمؓ کے حضور پہنچی اور مناجات کی۔ انہوں نے بھی اسی جواب کا اشارہ کیا۔ شیخ شہاب الدین سہروردی کی والدہ نے عرض کیا کہ

Marfat.com

اگر میرے نصیب میں اولاد ہوتی اور آپ کے پاس آنے کی کیا ضرورت تھی۔ پس حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حق تعالیٰ کی جناب میں دعا کی مگر قبول نہ ہوئی۔ آپ نے صوفیاء والی تمام چیزیں یعنی کلاہ، مرقع، تسبیح، مصلیٰ ترک کر دیں اور چل پڑے۔ دل میں کچھ اس طرح کہہ رہے تھے اس عورت نے بھی میری بات پر صبر نہ کیا اور مجھے لاجواب کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے دوستوں کا لباس پہنایا مگر میری دعا منظور نہیں کرتے۔ چند ہی قدم چلے تھے تو الہام ہوا کہ تمہاری دعا قبول ہوگئی ہے۔ اس عورت کو کہہ دو کہ تمہارا بیٹا پیدا ہوگا جو قطب جہان ہوگا۔

حضرت محبوبِ سبحانی یہ داستان سن کر کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر یہ لفظ زبان مبارک پر لائے کہ سب کچھ وقت پر موقوف ہوتا ہے جب حضرتِ غوثِ الاعظمؒ کا وقت آ گیا۔ ان کی دعا مقبول ہوگئی۔ اولیاء صاحب وقت ہوتے ہیں۔ انبیاء کا بھی ایک وقت ہوتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے۔

"لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَایَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ"

یعنی حق سبحانہٗ تعالیٰ کے ساتھ میرا ایک وقت ہوتا ہے۔ جس میں مقرب فرشتے کی بھی گنجائش نہیں ہوتی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی کہا ہے ؎

کسے پرسید زاں گم کردہ فرزند [۱]
کہ اے روشن گہر پیر خرد مند
زمصرش بوئے پیراہن شمیدی
چرا در چاہ کنعانش ندیدی

---

۱ کسی نے اس سے پوچھا جس کا بیٹا گم ہوگیا تھا کہ اے روشن موتی عقلمند بزرگ آپ نے مصر سے قمیص کی خوشبو سونگھ لی کنعان کے کنوئیں میں کیوں نہ دیکھا۔

Marfat.com

بگفت احوال ما برق جہانست ؎

دمی پیدا و دیگر دم نہانست

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم

گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

کسی نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے پوچھا جو اپنا بیٹا گم کر بیٹھے تھے کہ اے روشن گہر خرد مند بزرگ! آپ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے پیراہن کی خوشبو مصر کے دور افتادہ ملک میں تو سونگھ لی مگر اپنے ملک کنعان میں اسے کنویں میں نہ دیکھ سکے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم انبیاء کا حال کوندنے والی بجلی کی مانند ہوتا ہے جو ایک لمحے سامنے نظر آتی ہے اور اگلے لمحے چھپ جاتی ہے۔ کبھی تو میں عرش کے کنگرے پر بیٹھا ہوتا ہوں اور کبھی اپنے پاؤں کی پشت کو بھی نہیں دیکھ سکتا۔

حضرت محبوب سبحانی نے جناب غوث اعظم کی اس کرامت کا بھی ذکر فرمایا جس کے ذریعے انہوں نے سواریوں سمیت ڈوبی ہوئی کشتی کو باہر نکالا تھا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جب مشائخ کو وقت میسر نہ آسکا۔ منصور سولی پر چڑھ گیا ورنہ اس کے انا الحق کے دعوے سے اسے ہوش میں لے آتے۔

جس وقت حضرت محبوب سبحانی نے انا الحق کا لفظ زبان مبارک سے ادا فرمایا۔ اللہ بخش درویش ملک پوری اوپر اچھل پڑا۔ اس پر حالت طاری ہوگئی۔ دو تین بار اوپر نیچے آ کر ادھر ادھر دوڑتا تھا اور اپنے ننگے سر کو پختہ دیوار کے ساتھ دے مارتا تھا۔ حضور نے ایک درویش محمد کامل

؎ انہوں نے فرمایا ہمارے احوال دنیا کی بجلی کی طرح ہیں ایک وقت ظاہر ہوتی ہے اور دوسری بار چھپ جاتی ہے۔

کبھی میں بالا خانے میں بیٹھتا ہوں اور کبھی اپنے پاؤں کی پشت پر نہیں دیکھتا۔

Marfat.com

کو اشارہ کیا اور اس نے اللہ بخش کو پکڑ لیا۔

اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ وہاں حضرت غوث اعظم تھے۔ جنہوں نے ایک عورت کو باردار کیا۔ یہاں اب کون ہے جو گندے انڈے سے بچہ نکالے۔ یعنی اپنی ذات اور اپنے وقت کی نفی فرمائی اہلِ مجلس کو آپ نے اشارہ فرمایا کہ اشراق کے نفل پڑھیں۔ چنانچہ ہم زمین بوس ہو کر رخصت ہوئے۔

محمد کامل سے میں نے نقل ہے کہ ایک بار بعض اہلِ دنیا کی باتوں سے رنجیدہ خاطر ہوا۔ حضرت محبوبِ سبحانی کی قدم بوسی سے شرف سے فائز ہوا۔ چونکہ حضرتِ محبوبِ سبحانی کے قرب اور دیدار سے جو خستہ دلوں کا مرہم اور تریاق ہے، ان کے جمالِ باکمال کی زیارت کرتے ہی ہر درد اور ہر رنجش فراموش ہو جاتی ہے، جو تکلیف مجھے پہنچی تھی اس کو چھپائے ہوئے تھا۔ حضرت محبوبِ سبحانی نے جب ان واقعات کا اظہار فرمایا۔ میں بے ساختہ کہنے لگا یہ واقعات بالکل میرے حسب حال ہیں۔ آپ نے فرمایا بتاؤ کیا واقع ہوا۔ بندہ نے قدرے عرض کیا۔ حضور نے فرمایا۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْهَا۔ اس واقع کی تجھ سے کیا نسبت۔ آپ نے ٹھنڈی آہ بھری اور فرمایا کہ حق تعالیٰ نے بعض کی ایسی فطرت بنائی ہے کہ جہاں کہیں کسی خستہ دل کو دیکھتے ہیں اس کے زخموں پر نمک چھڑکتے ہیں اور بعض کو ایسا خلق عطا فرمایا ہے کہ جس کسی کے دل کو زخمی دیکھتے ہیں اس پر مرہم لگاتے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ہمارے حضرت یعنی خواجہ شمس العارفین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسکینوں اور خستہ دلوں کے لیے سراپا لطفِ رحمت تھے۔ آپ نے فرمایا کہ سیال شریف میں ایک عورت نور بانو تھی جس کے دل میں بے حد سوزِ عشق تھا۔ اس کا طریقہ تھا کہ گرمی کے موسم میں ایسے مکان میں بیٹھا کرتی تھی جو بھوسے سے بھرا ہوتا تھا اور اس کی گرمی کی اسے خبر تک نہ ہوتی تھی اور سردی کے موسم میں چند بالکل نئے گھڑے ٹھنڈے پانی سے بھر کر مکان کے باہر رکھتی اور بار

Marfat.com

باران سے ٹھنڈے پانی کا پیالہ بھر کر اپنے سر پر ڈالتی اور اس کی سردی کا کوئی اثر اس پر نہ ہوتا۔

ایک روز اس کے دل میں خیال آیا کہ حضرت صاحب کو کھانا کھلاؤں۔ گئی اور سخت باتھو کے پتوں اور ڈنٹھلیوں کی دو چار مٹھیاں توڑ لائی۔ دیگ میں اسے جوش دیا۔ آگ نہ تھی کہ اس کے پتے اور ڈنٹھل گل جاتے۔ نمک اور مرچ نہیں تھا کہ لذیذ بنتا۔ شکر اور استغراق کے غلبے کی وجہ سے اس کے پاس فرصت نہیں تھی۔ کہ تر دو کر کے باتھو کو گالتی اور پکاتی۔ پس کچا پکا باتھو اور کچی پکی کہیں سے جلی ہوئی روٹی لے کر حضرت صاحب کی خدمت میں کھانا پیش کر دیا۔ حضرت صاحب نے لقمہ منہ میں ڈالا اور فرمایا۔ واہ واہ۔ شیخ صاحب عمر بھر باتھو کھاتے رہے لیکن جو لذت آج اس باتھو میں دیکھی پہلے کبھی میسر نہیں آئی۔ حضور نے تمام کھا لیا۔ اپنی مبارک عادت کے مطابق پس خوردہ شیخ صاحب کو عنایت فرمایا اور پھر تعریف کی کہ ایسی لذت پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ شیخ صاحب نے کہا۔ قبلہ کیوں لذت نہ ہو۔ باتھو سخت، نمک مرچ کوئی نہ اور پھر نور بانو کا پکا ہوا۔ لذت کیسے نہ ہو۔ الغرض ہمارے حضرت صاحب کی غریبوں کی دلداری اس درجہ کی تھی۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ درویش کی حالت ایک روش سے دوسری روش پر اور ایک طور سے دوسرے طور پر ہو جاتی ہے، اہلِ دنیا کتوں کی طرح آوازیں نکالتے ہیں۔ یہ فنائے عادت کے باعث ہوتا ہے عادت موت کے بغیر رد نہیں ہوتی۔ حدیث شریف ہے کہ

"اَلْعَادَۃُ لَا یُرَدُّ اِلَّا بِالْمَوْتِ"

یعنی درویش تو فنا حاصل کر لیتے ہیں مگر دنیادار ایذاء پہنچاتا رہتا ہے۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا اس کی مثال اس طرح ہے۔ رنجیت سنگھ کا لشکر رستے پر جا رہا تھا۔ گاؤں میں ایک کتیا تھی جو چھت پر آ گئی اور لشکر کو دیکھ کر زور زور سے بھونکتی تھی۔ فوج کا نیا دستہ نئے لباس کے ساتھ آتا کتیا اس کو دیکھ کر اور بھی زیادہ جوش سے بھونکتی جب تمام لشکر گزر گیا اور رات پڑی کتیا بھی دن بھر بھونکتے رہنے کی وجہ سے نڈھال ہو کر گری اور مر گئی۔ الغرض اہلِ دنیا تمام عمر بیکسوں کو تکلیف

Marfat.com

پہنچانے سے باز نہیں آتے۔

ایک روز ہم حضرت محبوبِ سبحانی کی مجلس سے مشرف ہو رہے تھے۔ محمد کامل نے اپنے چچا مسمّی ثناء اللہ کے متعلق بتایا کہ اس کی اب یہ حالت ہے کہ کسی بات کا ہوش نہیں۔ اپنی کاشتکاری کا کوئی خیال نہیں۔ اسے ہر وقت اس بات کا غم رہتا ہے کہ میری بیماری کا حال حضرت محبوبِ سبحانی کی خدمت میں بیان کریں۔ راقم سطور نے عرض کیا کہ اسے اپنی بیماری کا محض وسوسہ ہے اسے اپنے حال کی کوئی خبر نہیں۔ حضور نے فرمایا کوئی فکر کی بات نہیں اسے کوئی بیماری نہیں۔

اس کے بعد بعض درویشوں کے حالات حضور نے بیان فرمائے جو اپنے حال میں مستغرق رہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ سیال شریف میں نیاز احمد یا سید احمد نامی ایک درویش تھا وہ دن رات ذکر کرتا رہتا تھا اور حالت اس پر طاری رہتی تھی۔ حضرت سجادہ نشین نے ایک نیا برآمدہ ایک مکان کے قریب بنوایا۔ درویش مذکور کو ایک روز ذکرِ جہر کرنے کے بعد عالمِ استغراق میں اس برآمدے میں بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت خواجہ شمس العارفین باہر تشریف لائے ان کی نظر اس برآمدے پر پڑی، آپ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا یہ برآمدہ حضرت سجادہ نشین صاحب نے بنوایا ہے۔ حضرت صاحب یہ الفاظ زبان مبارک پر لائے۔

"وابنو اللخرابی"[1]

جونہی یہ لفظ حضرت صاحب کی زبان سے ادا ہوا فوراً برآمدے کی چھت اس درویش کے سر پر گر پڑی۔ لوگوں نے شور مچایا کہ درویش دب کر مر گیا۔ لیکن جب مٹی اور شہتیر اٹھائے

---

[1] یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی رباعی کا ٹکڑا ہے

أَلَا يَا سَاكِنَ قَصْرِ الْمُعَلَّىٰ ۔۔۔ سَتُدْفَنُ عَنْقَرِيبٍ فِي التُّرَابِ

لَهُ مَلَكٌ يُنَادِي كُلَّ يَوْمٍ ۔۔۔ لِدُوا لِلْمَوْتِ وَابْنُوا لِلْخَرَابِ

Marfat.com

گئے تو درویش بدستور عالمِ استغراق میں بیٹھا ہوا تھا۔ لوگوں نے پوچھا کوئی چوٹ تو نہیں لگی۔ اس نے جواب دیا کہ مجھے کچھ خبر نہیں سوائے اس کے کہ کانوں میں کچھ آواز آئی تھی۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ایک روز حضرت صاحب نے اس درویش کو ایک کام پر بھیجنا چاہا اور صاجزادہ صاحب نے عرض کیا کہ ایسے لوگوں کو آپ کام پر بھیجتے ہیں ہر روز ذکرِ جہر کے وقت ایک بہت بڑا سیاہ سانپ اس کی گود میں بیٹھا ہوا ہوتا ہے اور اسے اس کی خبر تک نہیں ہوتی اور نہ ہی کوئی خطرہ ہوتا ہے۔ حضرت صاحب نے ارشاد فرمایا ایسے ہی لوگ کام کے قابل ہوتے ہیں۔

پھر حضرت محبوبِ سبحانی نے فرمایا کہ سیال شریف میں مجروح نام کا اک درویش تھا۔ ایک دن حضرت خواجہ شمس العارفین اپنے حرم شریف میں تشریف لے جا رہے ہیں۔ وہ درویش بھی ہاتھ باندھے حضرت صاحب کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ جب حضور خاص مکان کے دروازے پر پہنچے آپ نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ آپ کی نظر پڑتے ہی اس درویش کی یہ حالت ہوگئی کہ پیچھے کی طرف سراسیمہ ہو کر دوڑا۔ بے ادبی کے خوف سے تنور میں کود پڑا۔ لوگوں کو جب پتہ چلا تو اسے تنور سے نکالا۔ لیکن اس کا گوشت گل گیا تھا۔ اور ایک ہفتے کے بعد واصل بحق ہو گیا اور مر گیا۔

اس کے بعد آپ نے حضرت خواجہ شمس العارفین کے استغراق کا ذکر فرمایا اور موقع پر آپ نے محبوبانِ خدا کی بات بھی چھیڑی اور جب آپ اس مقام پر پہنچے کہ آنحضرت ﷺ کو معراج کی رات کو درگاہِ حق سے ایک چادر ملی کہ آپ کے یاروں میں سے جو پردہ پوشی اختیار کرے اسے یہ چادر دینا۔ پس وہ چادر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے نصیب میں آئی۔ اس عاجز راقم السطور نے عرض کیا کہ سنا ہے وہاں سے اس سلسلۂ چشتیہ میں آئی اور جب خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی کو ملی تو وہ اپنے ساتھ قبر میں لے گئے۔ راقم نے یہ بھی عرض کیا ایک بزرگ کی زبانی میرے کانوں تک بھی یہ خبر پہنچی ہے کہ آنحضرت ﷺ کو درگاہِ حق سے ایک سلام بھی وصیت

Marfat.com

کے طور پر ملا تھا کہ آپ کی امت سے جو شخص اس ہیئت کا ہو اور صورت والا ہو یہ سلام اسے پہنچا دیا جائے۔ وہ سلام بھی اس سلسلۂ چشتیہ میں جاری رہا۔ حتیٰ کہ خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی اس کے حقدار ٹھہرے۔

کیا یہ حکایت بھی درست ہے۔ حضرت محبوبِ سبحانی نے فرمایا کہ یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ حضرت غوث الاعظم کو جنابِ رب العزت سے ہر روز گیارہ بار محبوب کے خطاب سے پکارا جاتا تھا اور حضرت محبوبِ الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء کو ہر روز درگاہِ حق تعالیٰ سے سترہ بار محبوب کے لقب سے سرفراز کیا جاتا تھا۔

ایک روز حافظ غلام رسول انگہ شاہ بلاول والے نے راقم السطور سے بیان کیا کہ آج میں نے سفارش کے لیے حضرت محبوبِ سبحانی سے عرض کی یہ شخص (یعنی راقمِ ملفوظات) بڑا مسکین طبع اور غریب ہے۔ حضور نے یہ لفظ مبارک ارشاد فرمایا کہ کیا تو نے نہیں سنا۔

"حَبِیْبُ اللّٰہِ فِی الدُّنْیَا غَرِیْبٌ"

پھر میں نے عرض کیا۔ ہمیشہ لوگوں سے الگ تھلگ رہتا ہے، اپنا حال کسی کو نہیں بتاتا اور خاموش رہتا ہے۔

پھر آپ نے فرمایا۔

عشق نے منصب دیا عاشق کو جب تقدیر میں
آہ تو نقدی ملی وحشت ملی جاگیر میں

ایک دن اس غریب نے حضرت محبوبِ سبحانی کے حضور عرض کیا کہ ہماری مسجد تعمیر ہو گئی ہے، صرف مینار اور پتھروں کی مٹی سے لپائی باقی ہے۔ البتہ مسجد سے جنوب کی طرف کچھ فاصلے پر ایک جگہ ہے وہاں شروع سے مسجد کا حجرہ چلا آتا تھا۔ جب حجرہ ویران ہوا تو ہماری برادری میں سے مسمّی امان اللہ نے اس پر قبضہ کر لیا اور وہاں گھر آباد کر لیا۔ مدت سے اس کا گھر بھی ویران

Marfat.com

ہو چکا ہے اور جگہ خالی پڑی ہے۔ اب اس کی بیوی کو ہم نے اس زمین کے لیے چار روپے کہے ہیں۔ کہ یہ قیمت لے لو اور جگہ مسجد کے حوالے کر دو۔ تا کہ حجرہ بنا لیا جائے لیکن وہ عورت تیار نہیں ہوتی۔ الٹا اس کا غصہ اور جوش بڑھتا چلا جاتا ہے۔ حالانکہ ہم جبراً لینا چاہیں تو اس کے پاس کوئی چارہ کار نہیں۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ سب کچھ وقت پر موقوف ہے۔ جب وقت آئے گا تو اس کے علاوہ اور جگہ بھی ہاتھ آ جائے گی۔ جو کام بھی رکتا ہے حکمت سے رکتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ابتداء میں ہمارے ان مکانوں کی جگہ میں موچی لوگ رہتے تھے۔ جس وقت ہم نے یہاں پہلا مکان تعمیر کیا تو وہ موچی مشرق کی طرف دروازہ نہیں بنانے دیتے تھے۔ ایک مدت تک کام رکا رہا۔ آخر قصبہ کے لوگ ہندو کیا مسلمان کیا اکٹھے ہوئے۔ انہوں نے کہا شہر کی زمین کے مالک ہم ہیں۔ موچیوں کو کیا حق پہنچتا ہے کہ ان کے دروازے کی راہ بند کر دی ہے۔ ہمارے پاس آئے اور کہا کہ ہمارے ساتھ آئیں۔ ہم دروازہ کھڑا کرنے آئے ہیں۔ ہم نے کہا کہ ہم اس طرح زبردستی نہیں کرنا چاہتے۔ ان کے ساتھ ہم اپنے گھر سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ آخر شہر کے لوگ بھی مجبور ہو گئے۔ اس کے بعد موچیوں نے اپنی رضامندی سے دروازہ وہاں کھڑا کیا۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جس چیز کے حاصل کرنے کی رکاوٹ ہوتی تھی اسے ہم خواجہ شمس العارفین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مرضی پر چھوڑ دیا کرتے تھے۔ اس طرح وہ چیز ہمیں ضرورت سے زیادہ مل جایا کرتی تھی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جو شخص خود زمین بیچنا چاہتا تھا ہم اسے اصل قیمت کے علاوہ زائد روپے بھی دے دیا کرتے تھے۔ پس چونکہ حضرت صاحب کی مرضی تھی تمام موچی اپنے تمام مکانات بیچ کر یہاں سے باہر چلے گئے۔

غریب راقم السطور کہتا ہے کہ بیان کیا جاتا ہے۔ جب شہر کے لوگوں اور موچیوں کا دروازہ کھڑا کرنے کے بارے میں تکرار پڑا تو میاں عمر دین نے جوش میں آ کر کہا تمہارے تکرار

Marfat.com

کی حاجت اب نہیں رہی، یہ دروازہ خود حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے یہاں کھڑا کیا ہے۔اور خود اس جگہ نشان بھی لگایا ہے۔حضرت محبوب سبحانی نے ان کو اس انکشاف سے روکا۔ پس ان مکانوں میں آنے اور ان سے نکلنے کی راہ وہ ہے جس کوچے سے لوگ آج کل گزرتے ہیں۔

صاحبزادہ مظفر شاہ صاحب نے اس راز کو کھولتے ہوئے فرمایا کہ میاں عمر دین مرحوم کو حضرت محبوب سبحانی نے دروازے کے روک دیئے جانے پر استخارہ کرنے کے لیے فرمایا تھا۔صبح کے وقت میاں عمر دین صاحب نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے پہلے اس جگہ دروازہ کھڑا کیا جہاں حرم کے مکانات کا گزر ہے۔پھر اس جگہ دروازہ قائم کیا جہاں ہماری مغربی مسجد کا گز ہے اور ہماری خرید کردہ زمین کی مغربی حد ہے۔

اور حافظ علی محمد ابن میاں عمر دین سے میں نے سنا کہ میاں صاحب مرحوم نے خواب کا واقعہ اس طرح بیان فرمایا۔آنحضرت ﷺ کا خیمہ مبارک میں نے اس مکان میں لگا ہو دیکھا جو سب سے پہلے تعمیر ہوا تھا اور جس کے دروزہ کی راہ بند کردی گئی تھی۔صاحبزادہ صاحب کلاں سید بدیع الزمان شاہ مرحوم خیمے کے سامنے ٹہل رہے تھے اور ایک میانہ قد کے شخص کبھی خیمے کے اندر داخل ہو جاتے اور کبھی باہر آجاتے تھے۔میں نے صاحبزادہ مرحوم سے پوچھا یہ شخص کون ہے جن کا قد کوتاہ سا ہے۔صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ یہ پیغمبر ﷺ کا مقدس خیمہ ہے اور کوتاہ قد والے جو خیمے کے اندر باہر آتے ہیں ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔میاں صاحب مرحوم نے جب خواب یہاں تک بیان کیا تو حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا واقعی ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قد کوتاہ ہے۔

پس اس بات کو اچھی طرح سے ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ جس مکان کے اندر

Marfat.com

آنحضرت ﷺ کا خیمہ ہو اور جس کا دروازہ قائم کرنے والے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہوں، اسے کون بند کر سکتا ہے۔

حضرت محبوب سبحانی نے کلاہ کے ساتھ وہ تمام عمدہ پوشاک میاں عمر دین کو عطا فرمائی جو اس نے صاحبزادہ صاحب مرحوم کے وجودِ مبارک پر دیکھی تھی اور درود شریف ایک لاکھ بار ختم کرانے کے بعد مکان میں داخل ہوئے۔

☆☆☆

Marfat.com

مجلس ۶۳

۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء کے مقالات

حج اور مرید کے شیخ سے استغناء کے بیان میں

ایک روز اس غریب نے عرض کیا کہ جو فرض مرید کے لیے واجب الادا ہو اور لازم ہو مگر اس کے پیر نے وہ فرض ادا نہ کیا ہو مثلاً حج کہ اس کا شیخ ادا نہیں کر سکا کیا مرید اپنے اختیار سے شیخ کی اجازت کے بغیر ادا کر سکتا ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا یہ اعتقاد کا مسئلہ ہے اور ہر مرید کا اعتقاد مختلف ہوتا ہے۔ لیکن جس کا اعتقاد شیخ کے حق میں راسخ ہو چکا ہو اور تقلید سے نکل کر تحقیق کے مقام پر پہنچ چکا ہو اسے اعتقاد رخصت نہیں دیتا کہ شیخ کی اجازت کے بغیر کہیں حرکت کرے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ طریقت شریعت کا لب لباب ہے اور اس پر چلنا مشکل کام ہوتا ہے۔ لیکن بہرحال جو راہ مشکل اور باریک ہوتی ہے۔ وہ مقصود کے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جب دودھ سے مکھن نکال لیا جاتا ہے تو باقی لسی ہی رہ جاتی ہے یعنی طریقت پر چلنا، مکھن اور گھی کھانے کی مثل ہے اور شریعت پر عمل لسی پینے کی مانند ہے اور جس وقت کوئی عورت مرد کو قبول کر لیتی ہے تو پھر اس کی اجازت کے بغیر ادھر ادھر دیکھنا حرام ہوتا ہے۔ بلکہ حج اگرچہ لازم ہوتا ہے مگر مرد کی اجازت کے بغیر ادا نہیں کر سکتی۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جب تابع شریعت کو رخصت نہیں ہوتی کہ مرد کی اجازت کے بغیر کوئی کام کرے، پس سالکِ طریقت کو کہاں اجازت مل سکتی ہے کہ شیخ کی رضا مندی اور اطاعت کے بغیر حرکت کرے۔ اس نے شیخ کے ہاتھ پر بیعت کی ہوئی ہوتی ہے اور بیعت کا معنٰی ہوتا ہے اپنے اختیار اور اقتدار کو بیچ ڈالنا اور معنی اور صورت ہر لحاظ سے پیر کو قبول کر لینا اور اپنے لیے حتمی طور پر منتخب کر لینا مرید کا کام ہوتا ہے۔ آپ یہ بیت بھی زبان مبارک پر

Marfat.com

لائے۔

چوں تو ذاتِ پیر را کردی قبول [1]

ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول

اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ ایک مرد اپنے گھر سے بابا فرید الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حضور حج کے شوق میں اجازت طلب کرنے کے لیے حاضر ہوتا تھا لیکن جب زیارت سے مشرف ہوتا تو حج کا شوق اس کے دل سے غائب ہو جاتا۔ کئی بار یہ شوق لے کر آیا۔ آخر حج کا شوق اس کے دل سے محو ہو گیا اور اسے سکون آ گیا۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ چنیوٹ کا رہنے والا ایک شخص تھا، جس نے ہمارے حضرت صاحب سے کئی بار حج کی اجازت طلب کی۔ حضرت صاحب خاموشی اختیار فرما لیتے تھے۔ ایک بار اس نے عرض کی کہ حج پر جانا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اگر میرے گرد طواف کر لے تو تیرا یہیں حج ہو جائے گا۔ جب دو بار طواف کر چکا تو تیسری بار زمین پر گر پڑا اور بے ہوش گیا۔ ابھی تک اس کے حواس گم ہیں اور مخلوق سے دور بھاگتا ہے۔ اسے خلوت اور تنہائی کے بغیر آرام حاصل ہی نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا ہم نے سنا ہے کہ لوگوں کا رستہ اس کے حجرے کے دروازے کے سامنے سے گزرتا تھا۔ اس نے وہ دروازہ بھی بند کر دیا بلکہ اس وقت تو اس کے حال کے مطابق فرائضِ نماز کے ساقط ہونے کا حکم بھی واجب ہو چکا ہے۔ آپ نے یہ آیتِ مبارکہ پڑھی۔

"یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ"

یعنی اے ایمان والو! اس وقت تک نماز کے نزدیک مت جاؤ جب تک کہ تم مست ہو۔ حتیٰ کہ تم معلوم کر سکو لوگ کیا کہہ رہے ہیں۔

---

[1] جب تو نے مرشد کی ذات کو قبول کر لیا تو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول اسی ذات میں آ گئے۔

Marfat.com

بندہ نے پھر عرض کیا کہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے غنیۃ الطالبین میں فرمایا ہے کہ ایک وقت آجاتا ہے جب مرید شیخ سے مستغنی ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں، مگر خاص وقت میں اور آپ نے یہ حدیث مبارکہ پڑھی:

"لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَایَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ"

یعنی مجھے اللہ کے ساتھ ایک ایسا وقت ملتا ہے کہ اس میں گنجائش نہیں ہوتی مقرب فرشتے کی اور نہ ہی نبی مرسل کی۔ آپ نے اس کے بعد فرمایا کہ درویش جب فنا فی الشیخ اور فنا فی الرسول کی منزلوں سے ترقی کرتا ہے تو فنا فی الحق ہو جاتا ہے۔

بعد ازاں آپ فرمانے لگے کہ تونسہ شریف میں ایک درویش اپنے وقت میں مشغول تھا۔ صاحب زادہ گل محمد مرحوم اس کے دروازے کے حجرے پر آئے اور کسی کام کے لیے فرمایا۔ درویش نے پوچھا کون ہو۔ جواب ملا گل محمد۔ اس نے کہا۔ کون سا گل محمد۔ انہوں نے کہا حضرت صاحب کا فرزند۔ درویش نے کہا کون سے حضرت صاحب۔ صاجزادہ صاحب نے اس کا حال خواجہ محمد سلیمانؒ سے جا بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ جب کسی درویش کو ایسے وقت کے شغل میں دیکھو تو اسے کوئی کام نہ کہا کرو۔ اسے معذور سمجھا کرو۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جو مرید تحقیق کے مقام پر پہنچتا ہے اور اس وقت کو حاصل کر لیتا ہے شیخ اور اس کی ذات کے درمیان اضافات ختم ہو جاتے ہیں۔ آپ زبان مبارک پر یہ بیت لائے۔

در چشم مجنوں دیدہ ای لیلیٰ شدہ بنمودہ ای [1]

لیلیٰ کجا، مجنوں کجا، خود بودہ ای خود بودہ ای

جس وقت حضرت محبوب سبحانیؒ نے وقت کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی تو بندہ نے پھر مرید کا حال بیان کیا۔ بندہ نے عرض کیا کہ ساری بات پیش کرنے سے مراد یہ تھی کہ حضرت غوث

---

[1] تو نے مجنوں کی آنکھ میں دیکھا ہے جو کچھ دیکھا وہ لیلیٰ ہو گیا۔ لیلیٰ کہاں مجنوں کہاں تو خود ہو گیا خود ہو گیا۔

Marfat.com

الاعظم نے فرمایا ہے کہ مرید اپنے حال میں اس واردات تک پہنچ جاتا ہے کہ اس حال میں وصولِ حق کے باعث مستغنی ہو جاتا ہے اور شیخ سے منقطع ہو جاتا ہے کیونکہ صاحب حال اور صاحب وقت کے درمیان فرق ہوتا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے۔

" رُبَمَا حَرُمَ عَلَيْهِ الْمَرُوْرُ اِلَى الشَّيْخِ اِلَّا عَنْ صَرِيْحٍ وَخَبَرٍ بَيِّنٍ"

یعنی کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ مرید کے لیے شیخ کی طرف جانا حرام ہو جاتا ہے ہاں اگر حق تعالیٰ کی طرف سے حال کی حفاظت کے لیے واضح طور پر کہا جائے تو علیحدہ بات ہے۔ حق تعالیٰ اس کی تربیت اور تہذیب اپنے ذمے لے لیتا ہے۔ حتیٰ کہ اسے معانی اور اسرار کی اس حد تک واقفیت ہو جاتی ہے کہ اس کی شیخ کو بھی ان قسم قسم کے معاملات کی کوئی خبر نہیں ہوتی۔

حضرت محبوبِ سبحانی نے فرمایا کہ یہ مقام اسے اس وقت حاصل ہوتا ہے۔ جب وہ سلوک کی تین منزلوں میں فنا ہو چکا ہوتا ہے اور توحید کی طوفانی سمندر میں غرق ہوتا ہے۔ پھر دوسرے لوگوں کی تکمیل اور ان کے افاضے کے لیے اسے فنا کے بھنور سے نکال کر بقائے ذات کے ساحل پر لایا جاتا ہے۔ اس کا رجوع کاملاً حق کی طرف ہوتا ہے۔ اس کی ذات کی بقاء ذاتِ حق سے ہوتی ہے اور اس کی صفات صفات حق سے قائم ہوتی ہیں۔ تمام ذمہ داریاں اس کے سپرد ہوتی ہیں۔ وہ جملہ بوجھ اٹھاتا ہے۔ اپنا اختیار استعمال کرنے میں اسے مختار بنا دیا جاتا ہے۔ نئے فرمان کا وہ محتاج نہیں ہوتا۔ چنانچہ حضرت غوث الاعظم نے فرمایا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو ان کی حالت کے مطابق فرداً فرداً مخاطب کیا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ آج مرتبہ اور قدر کے لحاظ سے ہمارے نزدیک آپ امین ہیں اور اس مرتبے میں فرمان کی طرف متوجہ ہونے کے آپ محتاج نہیں۔ کیونکہ حالت یہ ہو چکی ہے کہ تمام کام سپرد ہو چکے ہیں۔ جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے سپرد تمام شاہی اختیارات کر دیے گئے تھے۔ پس وہ حق تعالیٰ کے قبضے میں ہوتے ہیں۔ جہاں کہیں جاتے ہیں اپنے کاموں سے متعلق کسی بات میں تحقیق کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ ایک

Marfat.com

حدیث قدسی میں فرماتے ہیں:

فَبِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یَبْصُرُ وَبِیْ یَنْطِقُ وَبِیْ یَعْقِلُ"

یعنی میرا بندہ جب میرا قرب حاصل کر لیتا ہے وہ میرے کانوں سے سنتا ہے میری آنکھوں سے دیکھتا ہے، میری زبان سے بولتا ہے اور میری عقل سے سمجھتا ہے۔

اس کے بعد خواجہ محبوبِ سبحانی نے حضرت خواجہ شمس العارفین رحمۃ اللہ تعالیٰ کے استغناء اور استغراق کے متعلق کچھ اشارات کیے۔ آپ نے فرمایا کہ حضور کو نماز پنجگانہ اور رکعتوں کی ترتیب اور تعداد کا خیال نہیں رہا تھا۔ ایک درویش زانو مبارک پکڑ کر ہلاتا تھا اور آپ نماز ادا کرنا شروع کر دیتے تھے۔ بار بار پوچھتے تھے کہ اب سنتیں ادا ہو گئی ہیں، اب فرض ادا ہو گئے۔ ایک بار ایک درویش نے قدم بوسی کی۔ حضور نے پوچھا کون ہو۔ اس نے نام بتایا۔ آپ نے فرمایا کون سے فلاں۔ اس نے عرض کی۔ وہی جو روزانہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔ تم وہی تو مگر میں وہ نہیں جو پہلے تھا۔ آنحضرت ﷺ کی حدیث پاک ہے:

"اِنِّیْ لَسْتُ کَاَحَدِکُمْ اِنِّیْ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ فَیُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ"

میں تم میں سے کسی ایک کی طرح نہیں۔ میں اپنا وقت اپنے رب کے پاس گزارتا ہوں۔ وہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔

ایک دن حضرت محبوبِ سبحانیؒ کی خدمت میں ایک درویش نے عرض کیا کہ وظائف، درود شریف اور تلاوت قرآن مجید میں سے جو کچھ پڑھا جائے کیا اس کا ثواب مشائخ سلسلہ کو بخشا جائے۔ حضور نے فرمایا یہی کافی ہے کہ پیغمبر ﷺ کی روح مقدس کو پہنچا کر حضرت صاحب سیال شریف اور تونسہ شریف کی روح کو بخشا جائے۔ حضرت محبوب سبحانی ہمیشہ ہر شخص کو اس قدر تلقین فرمایا کرتے تھے۔ لیکن اس شخص نے عرض کیا کہ تمام مشائخ کو کیوں نہ بخشا جائے۔ حضور نے فرمایا اگرچہ کسی شخص کے پاس نفیس تحفہ ہو لیکن اگر واقفیت کے بغیر بادشاہ کی نذر کرے گا بادشاہ

Marfat.com

کواس کے تحفہ کی کوئی پرواہ نہیں ہوگی۔ بلکہ قبول ہونے کی بجائے اس کی بے عزتی ہوگی۔لیکن اگر وہ تحفہ کسی امیر کے حوالے کرے جو واقف اور محرم ہو تو اس امیر کے وسیلے سے وہ تحفہ قبول ہو جائے گا۔اس کے بعد آپ نے فرمایا مسئلہ اس طرح ہے کہ ہر مرید جب ایک بار درود شریف پڑھتا ہے اس کے عوض اس کو دس گنا ثواب ملتا ہے۔بیس گنا ثواب اس کے شیخ کے نام لکھا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ مشائخِ سلسلہ میں ہر ایک کا ثواب دس گنا زیادہ کر دیا جاتا ہے اور انجام کار پیغمبر ﷺ تک پہنچتا ہے۔پھر بخشنے کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

مجلس ۶۴

سیال شریف کے آخری سفر کے بیان میں

۲۲ محرم ۱۳۲۶ھ، اواخر فروری ۱۹۰۸ء کو ایک کثیر مجمع حضرت محبوبِ سبحانی کی مجلس میں حاضری سے مشرف ہوا۔ حضور نے بہاول بخش قصاب سے پوچھا کہ کیا ان ایام میں تو بھی سیال شریف گیا ہے۔ اس نے عرض کیا۔ انہی دنوں میں آیا ہوں۔ اس نے یہ بھی بیان کیا کہ غریب نواز وہاں مولوی صاحب غلام محمد معلم نے مجھے بتایا کہ حضرت سجادہ نشین صاحب نے اپنے ایک خواب کا ماجرا یوں میرے سامنے بیان فرمایا کہ حضرت خواجہ شمس العارفینؒ نے خواب میں فرمایا ہے کہ تمہاری ساری توجہ مہر شاہ صاحب کی طرف مبذول ہو رہی ہے اور ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ شاہ صاحب جلال پوری ہیں۔ میں نے عرض کیا غریب نواز میں پیر مہر شاہ صاحب کو خدا رسیدہ اور عالی ہمت درویش سمجھتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ تیرے دل میں تو بات اس طرح ظاہر ہوئی ہے۔ ورنہ ہمارے دل میں شاہ صاحب کے بغیر اور کوئی چیز محبوب نہیں۔ کیونکہ جو نعمت ہمیں عزیز تھی وہ شاہ صاحب کے وجود میں موجود ہو گئی ہے۔ پس سجادہ نشین صاحب نے بھی مولوی صاحب مذکور کو فرمایا کہ شاہ صاحب کی خدمت میں جلال پور پیغام بھیجیں۔ کہ ہم درویشوں کو بھی اپنی زیارت سے مشرف فرمائیں۔ موت قریب آ چکی ہے۔ ورنہ اجازت دیں کہ ہم خود ان کی خدمت میں حاضر ہو جائیں اور شرف دیدار حاصل کریں۔

حضرت محبوبِ سبحانی نے یہ بات سنی تو زبان مبارک پر لفظ لائے کہ ہمیں سیال شریف جانے سے انکار نہیں۔ لیکن یہ سمجھنے کا فرق ہے۔ ورنہ ہمارا دل و جان ہر وقت حضرت صاحب کے حضور جانے کی طلب میں رہتا ہے کہ کسی نہ کسی وجہ سے وہاں حاضری ہو جائے اور یہ خیال کیوں نہ ہو کیونکہ اس درگاہ کے بغیر ہم نے کوئی اور دروازہ دیکھا ہی نہیں، نہ کوئی اور ہے اور نہ ہی ہم

Marfat.com

چاہتے ہیں کہ کوئی اور دروازہ ہو۔ یہاں جو کچھ غائب سے ظاہر ہوتا ہے اور جو کام بھی ہوتا ہے حضرت صاحب کی مرضی مبارک سے ذرہ بھر باہر نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا کہ جو غلام ہو اس کی کیا طاقت کہ اپنے مالک کے حکم سے بال برابر بھی تجاوز کرے۔

اس موقع پر اپنے حال کے مطابق آپ نے ایک مثال بیان فرمائی کہ اسرائیل فرشتہ اس روز سے جب سے اسے صور پھونکنے کا حکم ہوا ہے، صُور منہ میں لیے ہوئے ہے۔ ایک قدم آگے اور پیچھے لئے ہوئے کھڑا ہے کہ صُور پھونکے۔ اتنی جگہ نہیں کہ ایک قدم آگے رکھے اور نہ اتنی فرصت ہے کہ آنکھ بھی جھپک لے۔ آپ نے فرمایا کہ آداب کے لحاظ سے تمام اولیاء بڑے صاحب فراست ہوتے ہیں لیکن حضرت صاحب خواجہ شمس العارفین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی فراست باقی اولیاء اللہ کی نسبت بڑی عجیب وغریب ہے۔ اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ ادب وآداب کے لحاظ سے ان کا ہر کام دوسروں کی عقل سے وراء الوراء ہوتا ہے۔ چنانچہ تمام ان کی باتیں سن کر حیرت زدہ رہ جاتے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ گڑھی والے فاضل شاہ جو حضرت صاحب تونسوی کے خلیفے ہو گزرے ہیں عمارتی لکڑی کا ٹلہ دریا سے لائے۔ یہاں جلال پور پہنچے تو انہیں سخت بخار ہو گیا۔ انہوں نے ایک آدمی ہمارے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ آپ کی ملاقات کے لیے آیا تھا۔ لیکن بیماری کے باعث اب طاقت نہیں کہ چل کر آؤں۔ آپ ہی قدم رنجہ فرمائیں اور اپنی زیارت سے مشرف فرمائیں۔ ہم نے ان کے آدمیوں کا کھانا بھجوا دیا اور خود بھی ان کی ملاقات کے لیے اس لیے جانا چاہتے تھے کہ پیر بھائی ہیں۔ بڑا فاصلہ طے کر کے یہاں آئے ہیں ا ور پھر بیمار بھی ہیں۔ لیکن جب انہوں نے ہماری بھیجی ہوئی روٹیاں دیکھیں تو کہنے لگے میں تو محض ملاقات کا خواہش مند تھا ورنہ اتنی توفیق رکھتا ہوں کہ یہ روٹیاں اسی کشتی کے اندر سے نکال لوں۔ ہم نے ہر چند ارادہ کیا کہ ان کے پاس جائیں ہماری طاقت سلب ہو گئی۔ آخر کار ہم نے بڑی

Marfat.com

ہمت کی اور محمد علی کے مکان کے کونے تک چند قدم چل کر بھی گئے مگر دل کی پکڑ اس حد تک ہو گئی کہ لوٹ آئے اور حیران ہو کر مسجد میں بیٹھ گئے اور وہ نا امید ہو کر چلے گئے جب یہ خبر حضرت صاحب کے مبارک کانوں تک پہنچی تو فرمایا۔ اچھا ہوا۔ ان کی ملاقات کے لیے نہ گئے۔

ہرن پور کے غلام شاہ صاحب نے جب سنا کہ سیال شریف نہ جانے متعلق حضرت محبوبِ سبحانی نے فرمایا کہ یہاں جو کچھ بھی ظہور میں آتا ہے۔ خواجہ شمس العارفین کی مرضی مبارک سے باہر نہیں اور قصور دراصل لوگوں کی سمجھ کا ہے تو اس بات میں یہ حکمت پائی جاتی ہے کہ سیال شریف اور جلال پور شریف واحد مکان بن چکے ہیں اور جو کچھ سیال شریف میں پایا جاتا ہے وہ یہاں موجود ہو گیا ہے۔ اس لیے کچھ عرصہ کے لیے حضرت محبوبِ سبحانی خلوت میں رہے۔

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم [1]
گوش را نیز حدیث تو شنیدن ندہم

نیز۔

جاناں بیادر چشمِ من تا چشمِ را برہم زنم [2]
نے من بہ بینم روئے تو نے کس ترا دیدن دہم

پس سجادہ نشین صاحب سیالوی کا یہ خواب شاید حضرت محبوبِ سبحانی کے بلانے کی ہدایت تھی تاکہ جلال پور شریف سے سیال شریف کی طرف سفر بموجب امر ہو۔ نیز ممکن ہے یہ بات بھی ہو کہ عمر شریف کا زمانہ ختم ہو رہا تھا اور جو امانت اور نعمت کہ رکھی ہوئی تھی اس کا مستحق تک پہنچنا ضروری تھا اور سیال شریف گئے بغیر اس کے حصول کا کوئی اور سبب نہ تھا۔

---

[1] میں نے تیرے غیر کو آنکھوں سے دور کر دیا تو دکھائی نہیں دیتا کان تیری بات سن نہیں سکتے۔

[2] اے محبوب! میری نگاہ میں آ، تاکہ میں آنکھ کو برہم کر کے جوش میں لاؤں۔ نہ میں تیرا چہرہ دیکھوں نہ کسی دوسرے کو دیکھنے دوں۔

Marfat.com

بنابریں خواجہ شمس العارفین کے عرس کے موقع پر قریباً ۲۰ صفر ۱۳۲۶ھ، ۲۴ مارچ ۱۹۰۸ء کو حضرت محبوبِ سبحانی جلال پور شریف سے رخصت ہوئے۔ اپنے مکان کی حفاظت کے لیے احمد شاہ صاحب کو ہدایت دی۔ مظفر شاہ صاحب کو ہدایت دی اور فرمایا کہ آنے والوں کو بیعت کرنا۔ دو سال کے عرصے سے انہیں خلافت اور بیعت کرنے کا حکم ہو چکا تھا۔ اپنے والدین شریفین کی خانقاہ پر فاتحہ خوانی سے فارغ ہو کر آپ نے میاں فقیر محمد درویش کو فرمایا کہ مظفر شاہ کو کہے لوگوں کو بیعت سے محروم نہ کریں۔

موضع چک جانی میں آپ نے شب باشی فرمائی۔ وہاں سے روانہ ہو کر ہرن پور سے ریل گاڑی پر سوار ہوئے۔ جس شہر اور جس جگہ سے گزرتے تھے۔ زائرین قدم بوسی کرنے والوں اور نذرانہ اور شیرینی پیش کرنے والوں کے ہجوم کی کوئی حد نہ ہوتی تھی۔ کیا تحریر کیا جائے۔

رویدا اے عاشقانِ حق باقبال ابد ملحق [1]
رواں باشید ہمچوں ماہ بسوی برج مسعودی
مبارک بادتاں ایں راہ بتوفیق وامان اللہ
بہر شہرے بہر جائے بہر دشتے کہ پیمودی

مولوی عبدالرحیم نے کہا کہ صاحبزادہ فضل شاہ صاحب اور میں بھی حضور کے ہمراہ تھے۔ ایک، دو اور شخص بہادر خان چک جانی والا اور حافظ فتح دین وغیرہ بھی ساتھ تھے۔ حضرت محبوبِ سبحانی جب قصبہ ہرن پور پہنچے تو قصداً حضرت غلام شاہ صاحب ہرن پوریؒ کے روضہ پر تشریف لے گئے جو آبادی سے مغرب کی طرف نصف میل کے فاصلے پر ہے۔ لوگوں کا بڑا ہجوم بھی ساتھ تھا۔ فاتحہ پڑھ کر بخشا اور اپنی جیب مبارک سے بہت بڑی رقم مستری امام بخش ہرن

---

[1] اے حق کے عاشقو! ابدی اقبال کے ساتھ اُٹھو، چاند کی طرح برج مسعودی کی طرف چلو۔
اللہ تعالیٰ کے توفیق اور اس کے امن سے یہ راستہ مبارک ہو جس شہر جس جگہ اور جس جنگل کو طے کرو۔

Marfat.com

پوری کو دی اور مزار شریف کی مرمت کے لے حکم دیا۔ سبحان اللہ مردانِ خدا کی وفاداری اادر اہل صفا کی دوستی کی کیا عالم ہے۔ حضرت غلام شاہ مرحوم نے ابتداء میں حضرت محبوبِ سبحانی کی جس طرح رہبری اور تربیت کی تھی اس کے حقوق ادا کرنے کے لیے آپ نے کس قدر کوشش اور وفاداری کا اظہار فرمایا۔ وہاں سے واپس ہو کر آپ اسٹیشن پر تشریف لائے اور ریل میں سوار ہو گئے۔

شہر خوشاب میں آپ ریل سے اترے اور کشتی پر سوار ہو گئے۔ سیال شریف کے سامنے جو پتن ہے وہاں تک کشتی پر گئے۔ وہاں سے سیال شریف دو تین میل دور تھا۔ جب قریب پہنچے تو زیارت کرنے والوں کا اتنا ہجوم تھا کہ کھوے سے کھوا اچھلتا تھا۔ چلنے کے لیے راہ نہیں ملتا تھا۔ اس لیے حضرت سجادہ نشین کے فرزند صاحبزادہ سعد اللہ صاحب اپنے ایک اور بھائی کے ساتھ ہو لئے چھڑی سے لوگوں کو ہٹاتے تھے مگر وہ دریا کے پانی کی طرح جدا ہو کر فی الفور پھر جمع ہو جاتے تھے

حضرت محبوبِ سبحانی بصدِ دقّت روضہ شریف کے نچلے پائے تک پہنچے۔ بوسہ لیا۔ پھر بالائی پایہ کا بوسہ لیا۔ اپنے رخسار پائے کے ساتھ مس کیے۔ روضہ شریف میں داخل ہو کر مزار شریف کا طواف کر کے فاتحہ خوانی کی اور باہر آ گئے۔ صاحبزادہ محمد فضل شاہ صاحب نے فرمایا کہ حضرت سجادہ نشین صاحب اگرچہ بیمار تھے اور اٹھ نہیں سکتے تھے، اس حالت کے باوجود دوسروں کے کندھوں کا سہارا لے کر حضرت محبوبِ سبحانی کے استقبال کے لیے دروازے تک آئے۔ حضرت محبوبِ سبحانی تمام آداب بجا لائے اور نذر پیش کی۔ حضرت سجادہ نشین صاحب بڑی مہربانی سے پیش آئے اور فرمایا زندگی بھر مجھے اتنی مسرت کبھی حاصل نہیں ہوئی تھی جتنی ان کے دیدار سے ہوئی ہے۔ انہوں نے امر فرمایا بیٹھیں۔ حضرت محبوبِ سبحانی ادب کی وجہ سے نیچے بیٹھ گئے۔ وہ بھی چارپائی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا

Marfat.com

"اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَب"

آپ ضرور دوسری چارپائی پر بیٹھیں ورنہ ہم بھی نیچے بیٹھیں گے۔ اس امر سے ہمیں کوئی عذر نہیں۔ لیکن بیماری نے مجبور کر رکھا ہے۔ اس لیے حضرت محبوبِ سبحانی چارپائی پر بیٹھ گئے۔ جو حالات حضرت سجادہ نشین صاحب نے پوچھے وہی بتائے۔ جواب سے زیادہ ایک لفظ بھی زبان مبارک پر نہ لائے۔ اس کے بعد رخصت ہوئی اور آپ اپنے مکان پر تشریف لائے۔ لوگوں کو بیعت کرنا ان کو تفویض کیا گیا۔ آپ نے عذر کیا لیکن سنا نہ گیا۔ پیر مہر علی شاہ صاحب عرس شریف کے ختم ہونے سے پہلے تونسہ شریف کی طرف رخصت ہو گئے تھے۔ جب اس مکان کے سامنے سے گزرنے لگے جہاں حضرت محبوبِ سبحانی ٹھہرے ہوئے تھے۔ مکان کے اندر آ گئے اور دعائے خیر کے لیے کہا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ میں نیازمند ہوں اور رُخصت ہو گئے۔

سیال شریف کوٹ گُل کے رؤسا میں سے کچھ لوگ آئے ہوئے تھے۔ یہ گاؤں سیال شریف سے مشرق کی طرف کوئی تین میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس کی قوم نے خواجہ شمس العارفین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مبارک ہاتھ پر بھی بیعت نہیں کی تھی۔ اب حضرت محبوبِ سبحانی کے پاس آئے کہ انہیں قبول فرمالیں اور دعوت بھی دی۔ آپ نے انکار فرمایا اور کہا کہ میں گدائی کے لیے نہیں آیا۔ انہوں نے حضرت سجادہ نشین صاحب کی خدمت میں جا کر عرض کی۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں ایک درویش کے ذریعے کہلوا بھیجا کہ ان کی دعوت قبول فرمائی جائے۔ آپ نے جواب دیا کہ کل روانگی کے وقت پتہ چلے گا کہ کیا رونما ہوتا ہے۔ وہ پھر حضرت سجادہ نشین کے پاس فریاد لے گئے۔ انہوں نے فرمایا کہ میری چارپائی اٹھالو اور حضرت محبوبِ سبحانی کی رہائش گاہ پر لے چلو۔ وجہ یہی تھی کہ آنکھ بینائی سے محروم تھی اور پاؤں چلنے سے عاجز تھے۔ انہوں نے کہا کہ ان لوگوں کی دعوت ہمارے لیے قبول فرمائیں کیونکہ انہوں نے حضرت خواجہ شمس العارفین کے سامنے بھی کوئی سوال پیش نہیں کیا تھا۔ حضرت محبوبِ سبحانی نے فرمایا کہ ایک

Marfat.com

بار حضرت خواجہ شمس العارفین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہمیں مہدی خان کی دعوت پر پنڈ دادن خان بھیجا تھا اور اب ایک بار آپ ادھر بھیج رہے ہیں ورنہ ہماری مرضی نہیں تھی۔

اجازت پا کر وہ لوگ سواری کے لیے تانگے، اونٹ اور گھوڑے لے آئے۔ اتنے کہ حضرت محبوبِ سبحانی کے ساتھیوں کے لیے کافی تھے۔ پس سیال شریف سے رُخصت ہو کر آپ نے چاشت کا کھانا موضع کوٹ گُل میں تناول فرمایا۔ موضع مذکور کے چند مرد و عورتیں بیعت سے مشرف ہوئے حالانکہ یہ لوگ خواجہ شمس العارفین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے معتقد اور مرید نہیں ہوئے تھے۔ عصر کے وقت آپ وہاں سے روانہ ہوئے۔ کوٹ گُل کے لوگ آپ کو سٹیشن پر لائے۔ عشاء کی نماز کے بعد سلانوالی سے مشرق کو جانے والی ریل پر سوار ہوئے۔ پنڈی بہاؤالدین (موجودہ منڈی بہاؤالدین) کے سٹیشن پر درویش ریل گاڑی کے انتظار میں تھے۔ تار کے ذریعے خبر پہلے پہنچ گئی تھی کہ حضرت محبوبِ سبحانی اس ریل گاڑی پر تشریف لا رہے ہیں۔ سراپا نورِ لایزال کے جمالِ شیریں سے پیاس بجھانے والے کمال درجے کی انتظار کے باعث بے قرار ہو رہے تھے۔ آخر ان کے منتظر کانوں میں گاڑی کے آنے کی آواز آئی اور اس کے بعد مہتابِ محبوبی کے انوار چمک اٹھے۔

مبارک باد اے یاراں کہ باہم شہسوار آمد [1]
ہُمائے اوجِ عزت بر سرِ ایں خاکسار آمد
خزانِ غم برہنہ کرد شاخِ گلبنِ جانم
بیا بلبل بگل چینی کہ بادِ نوبہار آمد

---

[1] اے دوستو! مبارک ہو کہ شہسوار آیا عزت کی بلندی کا ہما (پرندہ) اس خاکسار کے سر پر آیا غم کی خزاں نے میرے جان کے گلاب کی شاخ کو ننگا کر دیا۔ اے بلبل پھول چننے کیلئے آ کہ نئے بہار کی ہوا آئے۔

Marfat.com

بچشم من نشین جاناں کہ از مجبوریٔ سروت [1]

سلام ایں دیدۂ خونیں رواں چوں جوئے بار آمد

جب گاڑی سے اترے تو مخلوق پانی کی طرح سرنگوں آگے بڑھی۔ آپ باہر جانا چاہتے تھے لیکن بہادر خان چک جانی والے اور ایک اور شخص نے التجاء کی کہ بابو یعنی سٹیشن ماسٹر کے دفتر کے اندر تشریف لے جائیں کیونکہ اس نے التجاء کی تھی۔ آپ نے انکار فرمایا۔ لیکن دونوں درویشوں نے کندھوں کے ساتھ ہو کر عرض کیا کہ اندر سے گزرے بغیر باہر جانے کا راستہ نہیں۔ پھر آپ بگھی پر سوار ہو گئے۔ بگھی والے نے گھوڑا اچلا دیا۔ بعض دلدادگان ہمرکاب دوڑ پڑے۔ بعض پیچھے رہ گئے۔

مراں تُندائے عماری دارِ لیلیٰ حسبنا للہ [2]

کہ باصد پارہ دل بے چارہ مجنوں باز پس ماندہ

چاشت کا کھانا آپ نے دریا کے پتن کے قریب موضع ڈھوک گوہراں میں تناول فرمایا۔ پھر دریا کو عبور فرمایا اور ملاح کو پانچ روپے عطا فرمائے۔ یعنی چار روپے انعام اور ایک روپیہ چار آنے ساتھیوں کا محصول۔ آٹھ آنے آپ نے چپڑاسی کو انعام کے طور پر دیئے۔

احمد شاہ صاحب کہتے ہیں کہ صاحبزادہ صاحب گھنڈر کے کنارے پر چند اشخاص کے ساتھ حضرت محبوب سبحانی کی تشریف آوری کے منتظر تھے۔ جونہی کہ وہاں تشریف لائے انہوں نے اور احمد شاہ صاحب نے قدم بوسی کی۔ احمد شاہ صاحب نے حضرت صاحب کو بغل میں لے کر گھوڑے سے اتارا اور درخت کے سائے میں بچھے ہوئے فرش پر بٹھایا اور مٹھی چاپی میں

---

[1] اے محبوب! میری آنکھوں میں بیٹھ کہ تیرے سر جیسے فراق کو سلام کہ یہ خونی آنکھیں نہر کی طرح جاری ہیں۔

[2] اے لیلیٰ کی سواری کو چلانے والے اس کو (سواری) تیز نہ چلا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر۔ بے چارہ مجنوں صد پارہ دل (دل کے سو ٹکڑوں) کے ساتھ پیچھے رہ گیا ہے۔

Marfat.com

مشغول ہو گئے۔ صاحبزادہ فضل شاہ صاحب نے جو اپنے جدِ بزرگوار کے ساتھ تھے اپنے والد ماجد سید مظفر شاہ صاحب کی قدم بوسی کی اور مہر شاہ صاحب اور کرم شاہ صاحب نے اپنے بھائی فضل شاہ صاحب کی قدم بوسی کی۔

اس کے بعد صاحبزادہ صاحب اور دیگر لوگوں نے عرض کی کہ جو رستہ مدرسے کی طرف سے گزرتا ہے قریب ہے اور اس پر قدم رنجہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس رستے پر عورتوں اور مردوں کا بہت ہجوم ہوتا ہے اور نجاست کی بھی بڑی بدبو ہوتی ہے۔ ہم یہاں سے سیدھے مغرب کی طرف اپنے کنویں کی طرف جائیں گے۔ کنویں پر پہنچ کر آپ نے پانی نوش فرمایا اور وہاں سے شارع عام پر لنگر شریف کی حویلی کے قریب سے گزرتے ہوئے اپنے مکان میں تشریف لائے۔ گوشت اور حلوہ پکانے کا حکم دیا اور مصری کے شربت کے چند گھڑے بھی تقسیم فرمائے۔ پہلا سوال جو آپ نے پوچھا یہ تھا کہ کیا بعد میں آنے والے لوگوں کو مظفر شاہ صاحب نے بیعت کیا تھا یا نہیں۔ عرض کیا گیا جتنے لوگ آئے تھے انہیں بیعت فرمایا۔

مولوی عبدالرحیم ساکن کڑی، سیال شریف کے سفر میں حضور کے ہمراہ تھے، ان کا بیان ہے کہ انہوں نے اس کے دوران میں جو عجائبات دیکھے وہ انسانی عقل وفکر سے باہر ہیں۔ احمد شاہ کہتے ہیں کہ اس سفر کا یہ سبب تھا کہ صاحبزادہ مظفر شاہ صاحب کی پہلی اہلیہ محترمہ سے دو لڑکیوں کے علاوہ کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوا تھا اور وہ وفات پا گئیں۔ حضرت محبوبِ سبحانی نے نذر مقرر کی کہ اگر مظفر شاہ کو دوسری اہلیہ سے لڑکا عطا ہوا تو اسے ساتھ لے کر خواجہ شمس العارفین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حضور قدم بوسی کے لیے جاؤں گا۔ پس صاحبزادہ فضل شاہ صاحب کے ساتھ لے جا کر نذر ادا کی تھی۔

☆☆☆

Marfat.com

مقالات

ان مقالات کے بیان میں
جو حضور کے اس عالم سے انتقال سے پہلے پیشین گوئی
کے طور پر واقع ہوئے

صاحبزادہ مظفر شاہ صاحب سے نقل ہے کہ ایک روز وفات سے پہلے کوئی ڈیڑھ ماہ پہلے ایک درویش دولت نامی کو اپنے نواسے سیدن شاہ صاحب کو شہر ڈنگہ سے بلالانے کے لیے بھیجا۔ وہ اس جگہ ملازم تھے اور نواب شاہ اپنے بھانجے اور داماد کو بھی بلایا۔ جب دونوں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ تمہیں اس لیے بلایا ہے کہ اس وقت فضل شاہ اور مہر شاہ کی شادی اور نکاح کا دن مقرر کیے جائیں۔ ہمارا تقاضا یہ ہے کہ جلد ایک ماہ میں شادی کا کام انجام دے کر فارغ ہو جائیں۔ نواب شاہ صاحب کی صاحبزادی کا صاحبزادہ فضل شاہ صاحب سے اور سیدن شاہ صاحب کی ہمشیرہ کا مہر شاہ صاحب سے ناطہ مقرر تھا۔ نواب شاہ صاحب نے عذر کیا کہ اس تنگ عرصے میں اس کام کا انتظام نہیں ہو سکتا۔ آپ نے پھر تاکید فرمائی کہ اس وقت ہمارا پکا ارادہ ہے اور تمہیں انکار نہیں کرنا چاہیے۔ صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ ہم نے بھی نواب شاہ صاحب کے قول کی تائید کی۔ انہوں نے عرض کیا تھا کہ یہ کام ستمبر میں انجام پذیر ہوگا۔ کیونکہ سیدن شاہ صاحب کو اسی مہینہ میں رخصت ہوا کرتی ہے۔ وہ بھی آجائیں گے ہماری عرضی تھی کہ ہم بھی شادی کے لیے کوئی چیز نہیں لائے تھے۔ ایک بات اور بھی تھی ہم حضرت محبوب سبحانی کے مدعا سے واقف نہیں تھے۔ وہ حق تعالیٰ سے اپنے سفرِ آخرت کی تاریخ مقرر کر چکے تھے۔ اسی لیے تنگ عرصے میں اس مہم کو ختم کرنے کے لیے شاید تاکید فرماتے تھے۔ حضور صاحبزادہ صاحب کے جواب سے خاموش ہو گئے اور تسلیم اختیار کر لی۔

Marfat.com

جب وفات میں ایک روز باقی تھا نواب شاہ کو پھر طلب فرمایا انہوں نے کہا کہ اب ہمیں کس غرض سے بلایا ہے۔ حضور نے فرمایا اس لیے کہ تم نے ہماری بات کو تسلیم نہیں کیا۔ درست تو یہی تھا کہ ہماری بات پر عمل کیا جاتا۔ ہماری خوشی اسی بات میں تھی کہ اس عرصے میں شادی ہو جاتی۔ اب ہم ایک اور بات کہتے ہیں اگر تم ہماری بات پر عمل نہ کر سکے، آئندہ کے لیے ہم کہتے ہیں کہ محض عقد اور نکاح شریعت کے حکم کے مطابق ہو۔ تکلفات سے پرہیز کریں ایسا نہ ہو کہ تاریخ آگے بڑھا بڑھا کر ضروری کام میں بہت زیادہ تاخیر کر دیں۔ اس لیے کہ اس سے پہلے ہم نے قائم دین کی شادی کی۔ اس موقع پر ہماری طرف سے بعض نامشروع باتیں صادر ہوئیں۔ اس لیے وہ شادی ہمارے لیے ناگوار صورت اختیار کر گئی یعنی قائم دین شاہ جلد فوت ہو گئے۔

صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ حضور نے یہ تمام اشارے کیے تھے اور وصیتیں فرمائی تھیں۔ لیکن ان کو سن کر محبوب سبحانی کے انتقال کا خطرہ ہمارے دلوں میں بالکل پیدا نہ ہوا کیونکہ آپ کے وجودِ مبارک پر بیماری کا کوئی اثر نہ تھا۔

غلام شاہ صاحب نے راقم السطور کو بتایا کہ محبوبِ سبحانی کی وفات سے بارہ روز پہلے حضور کی قدم بوسی سے مشرف ہوا۔ اولیاء اللہ کے حالات کے سلسلے میں آپ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ ہر امر میں حق تعالیٰ کی طرف سے خود مختار ہوتے ہیں۔ موت کیا حیات کیا۔ وہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ موت کو ان تک راہ نہیں ملتی۔ جہاں وہ حق تعالیٰ کے ساتھ موجود ہوتے ہیں، ملک الموت کی وہاں گنجائش نہیں ہوتی۔ حق تعالیٰ اپنے دستِ قدرت سے ان کی جان قبض کرتے ہیں

غلام شاہ صاحب نے بتایا کہ حضرت محبوبِ سبحانی نے بعد ازاں ایک بزرگ کا ذکر کیا جو حق تعالیٰ کے دوستوں میں سے تھے۔ وہ بزرگ اپنی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص ہاتھ میں سیب لیے ہوئے ان کے پاس آیا۔ سیب ان کے سپرد کیا۔ اس مردِ خدا نے کہا تم جاؤ اور

Marfat.com

میں تمہارے پیچھے آتا ہوں۔ اپنے لواحقین کو کہا کہ میری قبر فلاں مکان میں کھودنا۔ پھر سیب کو سونگھا اور فوت ہو گیا۔ عزیز واقرباء اس کی وصیت کو بجا نہ لائے۔ قبر ایک اور جگہ پر کھودی۔ غسل کے بعد چاہا کہ اس کی نعش کو اٹھائیں لیکن عاجز رہ گئے۔ تمام لوگوں نے زور لگایا مگر ناکام رہے۔ چارپائی خود بخود ہوا میں اڑی، سبز پروں والے پرندے اس کے اردگرد آ گئے اور اس کی نعش پر سایہ کر لیا۔ اس کی چارپائی وہاں اتری جہاں چاہتے تھے۔ تمام لوگ اس کے پیچھے دوڑے ان بزرگوں کا ہمسایہ ایک دکاندار تھا۔ جو ہمیشہ ان کو تکلیف پہنچاتا رہتا تھا۔ یہ کرامت دیکھ کر وہ بھی اپنے بال بچوں سمیت ان کی چارپائی کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ اے مردِ خدا میں سمجھ گیا ہوں کہ تو مرا نہیں۔ میں آپ کی قدر نہ پہچان سکا۔ ہر قسم کی ایذاء آپ کو پہنچائی۔ تو زندہ ہے۔ خدا کے لیے اٹھ۔ میرا گناہ معاف کر اور میرا عذر قبول فرما۔ مجھے اور میرے اہل وعیال کو مسلمان بنا اور اپنی بیعت میں لا۔ میرے لیے ایک سند لکھ دے کہ قیامت کے روز آپ میرے اور میرے اہل وعیال کے ضامن ہوں گے کیونکہ میں آپ کا ہمسایہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کا وہ بزرگ فوراً اٹھ پڑا۔ کاغذ قلم اور دوات منگوائی۔ اسے اہل وعیال سمیت مسلمان کیا۔ بیعت میں لیا۔ سند لکھ کر اس کے حوالے کی اور پھر سو گیا اور وہیں مدفون ہوا۔

اس کے بعد حضرت محبوبِ سبحانی نے ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ تھا۔ فرشتہ آدمی کی صورت میں اس کی جان قبض کرنے کے لیے آیا۔ اس نے کہا میرا اکلوتا بیٹا ہے۔ اس کی شادی نکاح کرنا چاہتا ہوں۔۔ اب تو جا۔ اس کام سے فارغ ہو کر آؤں گا۔ حضور نے اس موقع پر ایک شعر پڑھا جو غلام شاہ صاحب کو یاد نہ رہا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اولیاء اللہ کی جان قبض کرنے میں ملک الموت کو اختیار نہیں ہوتا۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ ایک اور بزرگ تھا۔ اسی طرح اپنی مجلس میں بیٹھا تھا۔ فرشتہ اس کے پاس موت کا پیغام لایا۔ اس نے کہا۔ آپ جائیں اور میں آپ کو پیچھے خود بخود آ جاؤں گا۔

Marfat.com

سید غلام شاہ صاحب سے راقم السطور نے سنا کہ ان مثالوں اور واقعات کے بیان کرنے سے حضرت محبوبِ سبحانی نے اپنی ذاتِ اقدس کے انتقال کی طرف اشارہ فرمایا تھا۔لیکن وہ کہتے ہیں جب محبوبِ سبحانی کے وصال کی خبر سنی تو اس وقت یہ راز سمجھ میں آیا۔

حضرت محبوبِ نے اس وقت یہ بھی فرمایا کہ اولیاء اللہ مرتے نہیں ،اور بخشے ہوئے ہوتے ہیں۔آپ نے یہ آیت شریفہ پڑھی:

"اَلاَ اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لاَ خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلاَ ھُمْ یَحْزَنُوْنَ"

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ بعض کو دیکھیے ۔ان کی قبروں کو کوئی نہیں جانتا۔لیکن جب وہ قبولیت کا وقت پاتے ہیں ان کی قبریں مشہور ہو جاتی ہیں۔لوگ نذرانے لاتے ہیں اور حاجت روائی کے لیے دعائیں مانگتے ہیں۔غلام شاہ صاحب نے اس مرحلے پر عرض کیا کہ کیا بات ہے کہ پہلے ان کی روح کو منظوری حاصل نہیں ہوتی اور کچھ عرصہ بعد مقبولیت کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ حضور نے فرمایا ہر مبتدی آخر منتہی ہو جاتا ہے۔یہ ملفوظ سن کر دل میں خیال پیدا ہوا کہ مر گیا۔لیکن حضور ابھی مبتدی فرما رہے ہیں۔آپ نے پھر ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ قادر ہے جو کچھ چاہے کرتا ہے۔

یفعل اللہ مایشاء چوں خواندہ ای [1]

پس چرا در وسوسہ ہا ماندہ ای

اس موقع پر محمد عالم شاہ حکیم سیالکوٹی نے عرض کیا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

"جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا ھُوَ کَائِنٌ" [2]

پھر بھی جو کچھ چاہتا ہے اس میں کمی بیشی کرتا ہے۔آپ نے فرمایا حق تعالیٰ ہمیشہ قادر اور مختار ہے

---

[1] جب تم یفعل اللہ مایشاء پڑھتے (یعنی اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے) ہو تو وسوسوں میں کیوں رہتے ہو۔

[2] جو کچھ ہونا اس کے ساتھ (تقدیر) قلم خشک ہو گیا۔

Marfat.com

کہ لکھے ہوئے کو مٹا ڈالے اور پھر نئے سرے سے لکھے۔ چنانچہ آیت کریمہ ہے:

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ عِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتَابِ [1]

اس موقع پر بہادر علی کاک والے نے عرض کی کہ غریب نواز غلام شاہ صاحب کے بھائی حیات شاہ ہمارے موضع میں آئے تھے اور جو ناطہ میں چاہتا تھا اپنے مریدوں میں سے ایک اور شخص سے اس کا نکاح کر دیا اور کہا جاؤ جو کچھ چاہتے ہو کرلو۔ میں ان لوگوں کا مددگار رہوں۔ تمہارے پیر جو ٹوپی پہنے سر نیچے کئے بیٹھے رہتے ہیں کیا کرلیں گے۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ وہ غلام شاہ کے متعلق کہتا ہے کہ کیا کر سکتا ہے۔ بہادر علی نے کہا۔ جناب ٹھیک ہے۔ حضور نے فرمایا اسے کہو تم اپنا سر اونچا کرلو۔ بہادر علی نے پھر عرض کیا کہ غریب نواز حیات شاہ تو غلام شاہ صاحب کے جدی مریدوں کو اپنا مرید بناتا ہے۔ یہ لوگ بھی غلام شاہ صاحب کو چھوڑ جاتے ہیں اور بے اعتقاد ہو جاتے ہیں۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا۔ فقیر کو چاہیے کہ رزّاق مطلق حق تعالیٰ کو جانے اور مخلوق سے تبرا کرے۔ کیونکہ مخلوق سے کچھ نہیں ملتا۔ آپ نے یہ شعر پڑھا۔

زہد و تقویٰ چیست اے مردِ فقیر [2]
لاطمع بودن ز سلطان و امیر

اس کے بعد آپ نے یہ لفظ مبارک ادا فرمایا کہ دنیا بے وفا ہے کسی کے ساتھ نہیں جاتی۔ مثلاً اگر کوئی زمیندار ایک سو گھماؤں زمین رکھتا ہو یا اس کے دو سو مکانات ہوں تو جب مرے گا تو کوئی نہیں کہے گا کہ اس کی قبر اس کی زمین یا مکان کے گوشے میں بنائی جائے بلکہ اسے مفلس لوگوں کے درمیان دفن کرتے ہیں خواہ اس کی قبر پر گیدڑ پیشاب ہی کیوں نہ کرتے رہیں۔ اور فقیر یعنی درویش کی زیادہ نہیں تو اس قدر عزت ضرور ہوتی ہے کہ وفات کے بعد اس کی قبر اس

---

[1] اللہ تعالیٰ مٹا دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔ اور اس کے پاس ام الکتاب (لوح محفوظ) ثابت ہے۔

[2] اے فقیر مرد! زہد و تقویٰ کیا ہے بادشاہ اور امیر سے کوئی طمع نہ رکھنا۔

Marfat.com

کے مکان میں بناتے ہیں جہاں وہ وظائف ادا کر رہا ہو۔

غلام شاہ صاحب نے اس فقیر کے سامنے بیان کیا کہ حضرت محبوب سبحانی کے یہ تمام ملفوظات اور اولیاء اللہ کے اپنی موت کے متعلق خود مختار ہونے کی بابت آپ نے اپنی زبان مبارک سے جو کچھ فرمایا سب کچھ اپنے کانوں سے سنا لیکن یہ رمز سمجھ میں نہ آئی کہ اپنی وفات کی خود مختاری کی بابت یہ سب اشارات کیے جا رہے ہیں لیکن جب اچانک حضرت محبوب سبحانی کے انتقال کی خبر ملی تو مشکوٰۃ شریف کی یہ حدیث یاد آئی کہ اپنے وصال سے چند روز پہلے منبر شریف پر رسول ﷺ نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ کا ایک بندہ ہے جسے خود مختار کر دیا گیا ہے کہ اگر دنیا میں زندگانی چاہتا ہے تو کوہ قاف کو سونا بنا کر پیش کر دیا جائے اور اگر میرے وصل کا قرب منظور ہے تو اپنے پاس بلا لیا جائے۔ اس بندے نے ان دو شقوں میں سے آخری قبول کر لی ہے۔ یہ خطبہ سن کر تمام صحابہ کرام خوش دل ہوئے۔ لیکن صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زار زار روئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس گریہ وزاری کی وجہ پوچھی۔ انہوں نے جواب دیا کہ حق تعالیٰ نے ان دونوں باتوں میں اپنے جس بندے کو خود مختار بنایا ہے وہ خود رسول مقبول ﷺ ہیں جو زندگانی کو الوداع کہہ رہے ہیں اور حق تعالیٰ کے پاس جانے کے لیے آمادہ ہیں۔

مپوشاں رخ زچشمِ ما کہ رخسار ترا دیدن [1]
دوائی نوشِ جانِ ماست دیدارِ خدا دیدن

☆☆☆

---

[1] ہماری آنکھ سے اپنے چہرے کو نہ چھپاؤ کہ تمہارا رخسار دیکھنا ہماری جان کی دوائی ہے اور اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنا ہے۔

Marfat.com

وفات

وفات اور تکفین و تجہیز کے بیان میں

صاحبزادہ مظفر شاہ صاحب قبلہ، حافظ فتح دین جلال پوری، چودھری فتح دین گجراتی اور حضرت محبوب سبحانی کے دونوں خادموں کی روایت کے مطابق ۵ جمادی الثانی ۱۳۲۶ھ، ۵ جولائی ۱۹۰۸ء یک شنبہ کو روز نمازِ ظہر کے وضو کے بعد آپ نے فرمایا۔ حافظ جی مظفر شاہ کو بلائیں۔ جب صاحبزادہ تشریف لائے۔ حضور نے فرمایا ہماری نبض دیکھیں۔ صاحبزادہ صاحب نے نبض دیکھی اور فرمایا سخت گرمی معلوم ہوتی ہے۔ کچھ شیر آب نوش فرمالیں۔ حضور کے فرمان کے مطابق اندر سے دودھ منگوایا گیا۔ میں نے دودھ والا برتن پانی میں رکھا تاکہ ٹھنڈا ہو جائے۔ جب میں نے شیر آب تیار کیا تو حضور نے فرمایا کہ نمازِ ظہر کے بعد پئیں گے۔ جب نماز کے بعد عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ ابھی پیتے ہیں۔ اس اثناء میں صاحبزادہ صاحب اور نواب شاہ صاحب حضور کے بھانجے دونوں حاضر ہوئے اور بہت دیر ہو گئی کیونکہ انہیں اس وقت خود ہی بلایا تھا اور وصیت فرما رہے تھے کہ صاحبزادہ فضل شاہ صاحب کی شادی کا تمام کام شریعت کے حکم کے مطابق ہو۔

ان کے چلے جانے کے بعد قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول ہو گئے۔ قرآن مجید کی پانچ پاؤ منزل کے بعد دو ہزار درود شریف پڑھا جو مقررہ وظیفہ تھا۔ میں نے پھر شیر آب پینے کے لیے عرض کیا حضور نے فرمایا اندر جا کر پیتے ہیں۔ اندر تشریف لے گئے اور نئے دودھ کا پیالہ نوش فرمایا اور باہر تشریف لائے۔ غسل کے لیے تازہ پانی طلب فرمایا جنوبی برآمدے میں تازہ پانی کا

Marfat.com

گھڑا رکھا گیا۔ صاجزادہ صاحب آئے ان سے پوچھا ہمارے اندر بڑی تپش ہے، غسل کیا جائے یا نہ۔ انہوں نے فرمایا کرلیا جائے۔ غسل کے بعد نئی پوشاک پہنی۔ عصر کی نماز باجماعت مسجد میں ادا فرمائی۔ واپس آئے اور صاجزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے فرمایا۔ مظفر شاہ قریب آؤ۔ خود بنگلے کے مغربی میدان کی طرف رخ کیا اور فرمایا کہ معمار کام میں مشغول ہیں۔ میں نے کہا جناب مشغول ہیں۔ حضور نے فرمایا عمارت کا کام اچھا ہوتا ہے۔ اس خاندان کا وظیفہ ہے۔ اور لنگر بھی ہمارے بزرگوں کا وظیفہ ہے۔ یہ دونوں وظیفے کبھی ترک نہ کیے جائیں۔ دنیا میں عزت وحرمت بڑھاتے ہیں۔ اور عقبیٰ میں مدارج اور مراتب، اوران دونوں کاموں کی اصل دل کی استقامت ہے۔ دل مستقیم ہو۔ مقصود یہی ہوتا ہے۔ لوگ آئیں یا نہ آئیں۔ چاہیے کہ دل میں لوگوں کا آنا نہ آنا برابر ہو۔ پھر آپ نے شام کی نماز باجماعت مسجد میں ادا فرمائی۔ مصلی پر آ کر نفل، اوابین اور حفظ الایمان پڑھے۔ پھر چارپائی پر دراز ہو کر ساری تسبیحات پڑھیں۔ اس کے بعد مصلی پر باجماعت ختم شریف پڑھا۔

ختم شریف کے بعد پینے کیلئے پانی طلب فرمایا اور دراز ہو گئے۔ حافظ فتح دین کہتا ہے کہ عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد آیا اور مٹھی چاپی اور مالش میں مشغول ہو گیا۔ تپ کا جوش تھا۔ اس اثناء میں ایک کنیز اندر سے دو تین مرتبہ حضور کو طلب کرنے کے لیے آئی۔ آپ نے فرمایا۔ ہمارا دل نہیں چاہتا لیکن جاتے ہیں۔ اس لیے اندر گئے اور جلد واپس تشریف لائے۔ بندہ نے عرض کیا۔ حضور انہیں قدموں پر لوٹ آئے۔ آپ نے فرمایا اور کوئی کام نہ تھا، پانی پیا اور واپس آ گئے۔ اس کے بعد چارپائی پر دراز ہو گئے۔ میں بھی سو گیا۔

چودھری فتح دین جاگتا رہا۔ حضور کو پانی پلاتا رہا۔ ایک دو مرتبہ پیشاب والا برتن دور جا کر صاف کیا۔ اُس رات اسم ذات ھُوَ اللہ زور سے سنائی دیتا رہا۔ رات ایک پہر باقی تھی۔ آپ نے پیشاب کیا اور استنجاء کے لیے پانی طلب فرمایا۔ دونوں ہاتھ دھو کر استنجاء کیا۔ وضو کی

Marfat.com

بجائے تیمم کیا اور خفتان (عشاء) کی نماز ادا فرمائی۔ پھر دراز ہو گئے۔ چارپائی پرانی جگہ پر صحن میں تھی۔ تمام تسبیحات ختم کیں۔

صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ گھر کی چھت پر سویا ہوا تھا۔ آدھی رات تھی تو چھت کے کنارے پر حضور کے سامنے آیا تا کہ خبر گیری کروں۔ دونوں درویش سوئے ہوئے تھے اور حضرت صاحب جاگ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کیوں آئے ہو۔ عرض کیا۔ آپ کی خبر گیری کے لیے آیا ہوں۔ اب حالت کیسی ہے۔ آپ نے فرمایا خیریت ہے۔ صاحبزادہ صاحب نے عرض کیا درویشوں کو جگا دوں۔ حضور نے فرمایا انہیں تکلیف نہ دیں اور خود بھی جا کر سو رہیں۔ صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ ایک پہر رات باقی تھی تو پھر چھت پر وہیں آیا۔ دونوں درویش اور حضرت صاحب بھی سو رہے تھے۔ ہم نے خیال کیا آرام ہے۔ اس لیے واپس جا کر دراز ہو گیا۔ پھر فجر کے وقت آیا۔ پاپوش پہنے پاؤں چارپائی سے نیچے لٹکائے حضور بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تیمم کروں یا نہ۔ صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ نماز تیمم سے ادا کریں۔ ایسا نہ ہو کہ پانی کے استعمال کرنے سے لرزہ سے تپ جاری ہو جائے۔

حافظ فتح دین کہتا ہے کہ تیمم کر کے حضور یہ الفاظ زبان پر لائے۔ دو رکعت فرض ادا کرتا ہوں۔ نماز سے پہلے بیٹھ کر اسماء الحسنیٰ ختم کیے۔ نماز کھڑے ہو کر ادا کی۔ جو چیزیں وہاں موجود تھیں۔ مکان میں محفوظ کرنے کا حکم دیا۔ فرمایا کہ چارپائی بنگلے سے مغرب والے صحن میں لے جائیں۔ اپنے مبارک قدموں سے چل کر چارپائی پر پہنچے اور دراز ہو گئے۔ مسبعات ختم کیے۔ آنکھیں مبارک بند کی ہوئی تھیں۔ صبح کے وقت بخار قدرے کم ہو گیا تھا۔ اس اثناء میں صاحبزادہ صاحب تشریف لائے۔ ان کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ حضور نے ہم سے شربت طلب فرمایا کہا کہ اندر پیاس ہے۔ شربت نیلوفر بنفشہ موجود تھا۔ لہٰذا دیا گیا۔ صاحبزادہ صاحب کچھ دیر کے بعد پھر گئے۔ حضور نے فرمایا آپ کے شربت نے تنگی پیدا کی

Marfat.com

ہے۔صاحبزادہ صاحب نے عرض کیا شاید گاڑھا ہوگا اور پتلا نہیں کیا گیا ہوگا۔اس کے بعد حضور نے فرمایا کہ یہ ہوا ہمیں پسند نہیں اور اشارہ فرمایا کہ چارپائی جنوبی برآمدے میں لے جائیں۔

حافظ فتح دین نے کہا کہ دو گھڑی حضور برآمدے میں ٹھہرے۔پھر حضور کے حکم کے مطابق چارپائی بنگلے میں شمالی دیوار کے قریب جارکھی۔اس بنگلے کے دو دو دروازے جنوب اور شمال میں مع برآمدہ واقع ہیں۔ایک دروازہ مغرب کی طرف مع برآمدہ ہے۔ایک دروازہ مشرق میں قائم دین شاہ مرحوم کے روضہ کے درمیان ہے۔قائم دین شاہ مرحوم کے مزار کے مشرق میں دو کمرے ہیں۔مغرب والا کمرہ حضور کی نشست گاہ ہے جہاں اب حضور کا مزار شریف بھی ہے۔

حافظ فتح دین نے بیان کیا کہ جونہی اس نے حضور کی چارپائی شمالی دیوار کے ساتھ رکھی صاحبزادہ مظفر شاہ صاحب تشریف لائے اور اجازت طلب کی کہ حضور کے بدن شریف پر روغن کی مالش کی جائے اور بخار اتر جائے لیکن بخار کا اس وقت جوش تھا اور چونکہ حضرت محبوب سبحانی کی عادت شریف یہ رہی ہے کہ صاحبزادہ صاحب کی مرضی مبارک کے مطابق عمل فرمایا کرتے ہیں۔اور ہر کام ان کے مشورے کے مطابق کیا کرتے ہیں۔اس لیے اس وقت بھی ان کی صلاح پر مالش کے لیے رضامند ہو گئے۔لیکن مالش کرنے میں جس قدر کوشش کی گئی، بنگلے کے دروازے بھی بند کر دیئے گئے۔بدن مبارک پر موٹی چادر ڈالی گئی۔پسینہ پھر بھی ظاہر نہ ہوا۔حافظ فتح دین کہتا ہے کہ وہ اور چودھری فتح دین مالش کرنے میں مشغول ہو گئے اور عرض کی گئی کہ بدن مبارک سے کپڑا اتار دیا جائے یا نہ۔حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا جس حال میں ہیں رہنے دیں۔اس لیے بنگلے کو بند کر دیا گیا اور مالش کر کے موٹی چادر بدن مبارک پر ڈالی گئی۔مگر پسینہ نام کو بھی ظاہر نہ ہوا۔کچھ دیر کے بعد حضور کے فرمانے پر دروازے کھول دیئے گئے اور چادر بھی ہٹادی گئی۔

اس کے بعد بخار کے جوش کی وجہ سے کئی بار پانی کی طلب ہوئی۔۔تپش اور پیاس

Marfat.com

بڑھتی جاتی تھی۔اس لیے پیشاب کی حاجت بھی دو تین بار ہوئی۔اپنی طبعی طہارت اور پاکیزگی نفس کے باعث فرش اور مکان کو پاک رکھنے کا بھی خیال تھا۔شمال مشرقی دروازہ تک تکلیف کر کے جاتے تھے۔وہاں ریت سے بھرا ہوا ایک طباخچہ رکھا تھا۔اس میں فارغ ہوتے تھے۔آخری بار حضور کے ارشاد کے مطابق طباخچہ جنوب مشرقی دروازے میں رکھ دیا گیا۔آپ کی یہ پرانی عادت شریف تھی کہ ریت میں فراغت فرماتے تھے اور پھر طباخچہ اٹھا کر ریت کو باہر پھینک دیا جاتا تھا۔حافظ فتح دین کا بیان ہے کہ جب آخری مرتبہ اس نے سمجھ لیا کہ وجودِ مبارک بخار کی وجہ سے قوت وتوانائی کے لحاظ سے سخت کمزور ہو چکا ہے۔تو میں پشت مبارک کی طرف کھڑا ہو گیا اور اپنی ران اور زانو پر تکیہ رکھ کر حضور کو بٹھایا۔جب حضور فارغ ہو چکے تو چودھری فتح دین بھی آ گیا دونوں مل کر پوری ہمت اور قوت سے اُن کے وجودِ مبارک کو چارپائی پر لائے۔حافظ فتح دین نے اپنے بازو بغل مبارک میں ڈال کر اٹھایا اور زورِ بازو سے کام لے کر چارپائی پر بٹھایا۔وہ شخص بڑے خوش نصیب تھے جو اس وقت حضور کی خدمت میں مشغول تھے۔

اس اثناء میں صاحبزادہ صاحب تشریف لائے۔حضور نے ان کے لیے لمبی دعائے خیر مانگی۔حضور کی یہ لمبی دعائیں جبکہ یہ نزع کا آخری وقت تھا۔آنحضرت ﷺ کی دعاؤں کی طرح تھیں جنہوں نے لحد مبارک میں بھی امت کو نہ بھلایا۔لب مبارک حرکت کر رہے تھے۔جب کان قریب کیے گئے تو علیہ السلام فرما رہے تھے۔

"اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ"

چونکہ اس وقت سے پہلے حرم نشینوں کو خود طلب فرمایا تھا۔ایک کنیز نیک بخت نام اندر سے آئی اور اجازت چاہی کہ حرم نشین آنا چاہتے ہیں۔آپ نے فرمایا کہ آجائیں۔لیکن صاحبزادہ صاحب نے لنگر شریف تقسیم کرنے اور درویشوں کی آمد و رفت کے باعث ان کا باہر تشریف لانا ملتوی فرما دیا۔حافظ کہتا ہے کہ میں بھی کھانا کھانے میں مصروف ہو گیا۔حضور نے چودھری سے پوچھا

Marfat.com

کہ حافظ کہاں گیا۔ اس نے عرض کیا کہ بنگلے کے ایک کونے میں کھانا کھا رہا ہے۔

لنگر تقسیم ہو گیا تو جو دروازہ کوچے میں ہے بند کر دیا گیا تا کہ اس طرف سے کوئی بھی مکانات کے صحن میں داخل نہ ہو۔ مادر مومنین اپنی اولاد اور حضرت محبوب سبحانی کے پوتے صاجزادہ فضل شاہ صاحب کے ساتھ وہاں تشریف لائے اور عرض کیا کہ ہمیں کوئی بلایا ہے۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ کیا آپ کو اس وقت ہمارے پاس نہیں آنا چاہیے تھا۔ مراد یہ تھی کہ آنا چاہیے تھا۔ صاجزادہ صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت صاحب نے بیٹھنے کا ارادہ فرمایا اور ہم نے پیٹھ کے پیچھے تکیہ رکھ کر آپ کو بٹھایا۔ آپ نے تین بار دعائے خیر فرمائی۔ والدہ صاحبہ نے اس کے بعد فرمایا کہ اولاد کے لیے بھی دعائے خیر کہیں۔ حضور نے تبسم فرمایا اور صاجزادہ کی طرف دیکھا اور چاروں طرف کچھ پڑھ کر دم فرمایا۔ اس کے بعد والدہ صاحبہ حرم شریف کے اندر واپس چلے گئے۔

حافظ فتح دین کہتا ہے کہ جب میں اس وقت نزدیک آیا تو حالت یہ تھی کہ سینہ مبارک سے حق تعالیٰ کا اسمِ ذاتی یعنی ''ھو'' بلند آواز سے سنا جا رہا تھا۔ اس اثناء میں محویت بہت زیادہ تھی اور واپسی کا وقت تھا۔

خوشا وقتے و خرم روزگارے [1]

کہ یارے برخورد از وصل یارے

درویشوں کو حضور کے قریب سے باہر بھیج دیا گیا اور والدہ صاحبہ پھر اندر سے آئے۔ اللہ، اللہ، اللہ تین بار حضور کی زبان مبارک سے نکلا اور ظہر سے قبل دوشنبہ کے روز ۶ جمادی الثانی ۱۳۲۶ ہجری، ۶ جولائی ۱۹۰۸ء کو آپ دار البقاء کی طرف رحلت فرما گئے۔

فقیر محمد درویش اور ایک اور شخص عالم شاہ پھنڈیالی نے لنگر شریف کے مکان میں حضور کو

---

[1] وہ وقت کتنا اچھا اور زمانہ بھی اچھا تھا کہ دوست، دوست کی ملاقات سے فائدہ حاصل کرتا۔

Marfat.com

غسل دیا۔ حافظ فتح دین پانی ڈال رہا تھا۔ ملک نام ایک اور خادم جو وضو کرایا کرتا تھا پانی کے کوزے بھر کر دیتا تھا۔ تختے کے پائے جنوب کو تھے۔ جب غسل سے فارغ ہو گئے اور کفن اور دستار پہنا دیئے گئے اور والدہ صاحبہ پھر اپنی اولاد کے ساتھ زیارت کے لیے آئے۔ جنازہ باغ کے شمال کی طرف جو پاک زمین ہے پڑھا گیا۔ مولوی صاحب جو صاجزادگان کے استاد ہیں امام تھے۔ ساتوں صفوں میں پانچ مکبّر تھے وجہ یہ تھی کہ صفیں شمالی تالاب سے لے کر باغ کی دیوار تک کوئی دو سو قدم لمبی تھیں۔ اور ایک مکبّر کی آواز تمام صفوں میں نہیں پہنچ سکتی تھی۔ صاجزادہ فضل شاہ صاحب کی زبانی اسقاط کے لیے مبلغ ایک ہزار روپے لنگر شریف سے لے کر گئے تھے۔ جو رقوم اس وقت نذر کے لیے آئیں وہ بھی اسقاط میں صرف کردی گئیں۔ امام مسجد کو پانچ روپے مع دستار اور قرآن شریف اور خادمِ مسجد کو دو روپے تین روز تک تقسیم کئے گئے۔

سہ شنبہ کے روز ۷ جمادالثانی کو ظہر کے وقت زیارتِ عام کے بعد جنازہ کا صندوق قبرِ مبارک میں رکھا گیا۔ قبر بنگلے کے مغربی کمرے میں مغربی دروازے کے قریب واقع ہے۔ صندوق شریف اس طرح دفن کیا گیا کہ قبر شریف میں پکی اینٹوں کے چار پائے آٹھ انگشت بلند بنائے گئے۔ صندوق ان پایوں پر رکھا گیا۔ صندوق دیار کی لکڑی کا تھا۔ اس کے نیچے زمین پر ریت ڈالی گئی۔ اس کے بعد صندوق کے گرد علیحدہ آٹھ انگشت پختہ چار دیواری بنائی گئی۔ اس طرح بنا کر صندوق کے اوپر بند کردی گئی۔ اس کے اردگرد جو زمین خالی تھی اسے پتھروں سے فرش کے برابر بنایا گیا۔ اس کے اوپر مٹی ڈال کر پہلے قبر کی صورت بنائی گئی۔ پھر اس کے اوپر ریت ڈال کر سفید چادر بچھادی گئی۔

خدایا برآں تربتِ نام دار بفضلت کہ بارانِ رحمت ببار [1]

لیکن دو اگلے دانت مبارک جو زندگی میں شہید ہوئے تھے اور ایک رومال میں بندھے

---

[1] اے اللہ! اس مشہور قبر پر اپنے فضل سے رحمت کی بارش برسا (بوستان سعدی)

Marfat.com

ہوئے تھے صندوق میں ڈالنے یاد نہ رہے تھے۔صوفی محمد بخش خلیفہ ملتانی، غلام شاہ صاحب خلیفہ اور کئی خادموں نے صندوق میں دانت دفن کرنے متعلق مشورہ کرنے لگے۔ یہ قرار پایا کہ حضرت سجادہ نشین سیالوی سے اجازت لے کر جو حکم ہو اس پر عمل کیا جائے۔

قبلہ والدہ صاحبہ سے منقول ہے کہ حضرت محبوب سبحانی رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ وقتِ نزع سے پہلے حضور نے طلب فرمایا تھا مگر کوئی بات نہ کی۔حضور نے جواباً فرمایا کہ فراغت کے وقت آپ کو بلایا تھا لیکن مظفر شاہ صاحب نے لنگر تقسیم کرنے کے لیے آپ کی آمد ملتوی کردی اور جس وقت آپ آئے ہمارے پاس بات کرنے کی فرصت نہیں تھی۔وہ فرشتوں کے آنے کا وقت تھا، گروہ گروہ آتے تھے اور ملاقات کرتے تھے۔

یہ غریب راقم السطور کہتا ہے کہ سانس مبارک ختم ہونے پر تیز ہوا اور غبار کی ایسی تندی تھی کہ انسان آنکھ نہیں کھول سکتے تھے۔شاید ملائکہ کا لشکر تھا۔اس تیز ہوا کے بعد بارش برسنے لگ گئی۔تمام رات برستی رہی صرف جنازہ کے روز فرصت ملی۔اس کے بعد لگاتار دو ماہ ۷/شعبان تک بارش ہوتی رہی لوگوں کے مکانات گر پڑے۔لنگر شریف کی چھتیں رونے لگ گئیں۔تمام مکانوں کا اسباب اپنی جگہ سے منتقل ہو گیا، قالین کیا اور باقی چیزیں کیا۔مزار شریف جسے سفید چادر سے ڈھانپا گیا تھا، چھت کے رونے سے تر ہو گیا۔چادر اتار لی گئی اور مزار نے بارش کے پانی سے غسل لیا۔اسی وقت تمام درویشوں کی زبان پر یہ کلمہ جاری ہو گیا کہ ابرِ باراں چاہتا تھا اپنے گریہ سے مزار شریف کو تر کرے۔اب بارش بند ہو جائے گی۔چنانچہ اس کے بعد بادل خشک ہو گئے اور نہ برسے۔

چالیس روز گزرنے کے بعد حضرت محبوب سبحانی کا چہلم منایا گیا۔صاحبزادہ فضل شاہ صاحب نے فرمایا کہ چونکہ حضرت صاحبزادہ قائم الدین شاہ مرحوم کا عرسِ مبارک بھی نزدیک تھا چہلم اور عرس کی ایک ہی تاریخ مقرر کی گئی تا کہ لوگوں کو دوبارہ آنے کی تکلیف نہ ہو۔چہلم کے

Marfat.com

روز بہت لوگ آئے۔ مجلس بڑی پُر ہوئی۔ پہلے مولوی کریم الدین خان کی نعت خوانی سے جس نے حضرت محبوب سبحانی کی وفات پر مرثیہ تالیف کیا تھا۔ لوگ بڑے روئے اور گریہ وزاری حد سے گزر گئی۔ اس کے بعد مولود شریف پڑھے گئے اور مجلس برخاست ہوئی۔

نقل ہے کہ تھوڑے سے دن گزرے تھے کہ حضور نے خواب میں جناب صاجزادہ صاحب کو اشارہ فرمایا کہ عورتیں آتی ہیں اور بے احتیاطی سے ہمارے مزار کے بالکل قریب پہنچ جاتی ہیں۔ انہیں اس بات سے منع کیا جائے۔ پس صاجزادہ صاحب نے اسی وقت لکڑی کی ایک جالی اس دروازے میں کھڑی کر دی۔ عورتوں کے داخل ہونے کا راستہ بند کر دیا۔ اور عورتوں کو کہہ دیا گیا کہ آئندہ ہرگز اندر داخل نہ ہوں۔

صاجزادہ صاحب نے فرمایا۔ ہماری نیت تھی کہ حضرت محبوب سبحانی کی جائے نماز، تسبیح، نسوار کی ڈبیہ، رومال اور سجادہ شیشے میں محفوظ کر کے رکھ دیں تاکہ ہر آنے والا زیارت کر سکے۔ لیکن حضور کی مرضی یہ ہے کہ ہر چیز کو چھپایا جائے، ظاہر نہ کیا جائے۔ اس لیے اس ک بعد ہر چیز چھپا دی گئی ہے۔

صاجزادہ محمد فضل شاہ صاحب سے نقل ہے کہ ایک رات اُن کا قلق اور اضطراب حد سے بڑھ گیا۔ حضرت محبوب سبحانی کے مزارِ پُر انوار پر جا کر عرض کی کہ کون سے گناہ اور تقصیر کی وجہ سے مجھے کبھی اپنے دیدار سے تشفی نہیں فرمائی۔ صاجزادہ صاحب نے بتایا کہ اس رات خواب میں دیکھا کہ ایک مکان ہے جس کی عمارات کی طرح پہلے نہ کبھی آنکھوں سے دیکھیں اور نہ کانوں سے سنیں۔ انہوں نے پوچھا یہ کس کی ملکیت میں ہیں۔ ایک شخص نے جواب دیا۔ آپ کو معلوم نہیں یہ حضرت محبوب سبحانی کا مسکن ہے۔ چنانچہ اندر جا کر کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت محبوب سبحانی ایک عجیب غالیچے پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ سر پر سنہری دستار ہے۔ کپڑے کمخواب اور اطلس کے زیب تن کیے ہوئے ہیں۔ صاجزادہ صاحب قدم بوس ہوئے اور بے اختیار گریہ وزاری جاری ہو گئی۔

Marfat.com

حضور نے فرمایا۔ خیر تو ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ خیر کہاں کی۔ حضور نے تو بالکل بھلا دیا ہے۔ کبھی بھی سابقہ توجہ اور نوازش روا نہیں رکھی۔ کیا تقصیر سرزد ہوگئی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ میں نے آپ کو ہرگز فراموش نہیں کیا۔ بلکہ ہر وقت ہمارا خیال آپ کی طرف ہے۔ پھر فرمایا ہم مرے نہیں۔ ہمیں مردہ خیال نہ کریں۔ ہم زندہ ہیں اور دعا کے ذریعے لوگوں کی حاجت برآری کرتے ہیں۔

مرا زندہ پندار چوں خویشتن [1]

من آیم بجاں گر تو آئی بتن

مظفر شاہ کو کہیں۔ ہرگز فکر و اندیشہ نہ کرے۔ تمام کاموں میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگرچہ میں لوگوں کی نظروں سے غائب ہو چکا ہوں۔ لیکن ہر وقت تمہارے کاموں کی طرف نگاہ ہے۔ صاحبزادہ صاحب نے عرض کیا یا حضرت یہ کون سی جگہ ہے۔ حضور نے فرمایا۔ جنت البقیع ہے اور ہمارا مسکن ہے۔ بعد میں صاحبزادہ صاحب خواب سے بیدار ہو گئے اور الحمدللہ کہا۔

راقم السطور کہتا ہے کہ ایک روز جناب سجادہ نشین صاحب نے اس غریب سے بیان فرمایا کہ ایک رات خواب میں حضور نے پوچھا ہمارا عرس کون کون سے مریدوں نے منایا ہے۔ انہوں نے عرض کیا۔ معلوم نہیں۔ حضور نے فرمایا۔ ہمیں معلوم ہے۔ صاحبزادہ صاحب نے یہ بھی نقل کیا کہ ایک درویش کو خواب میں زیارت ہوئی۔ اس نے پوچھا کہ حضور کو کیا چیز پڑھ کر بخشی جائے۔ حضور نے فرمایا۔ آیۃ الکرسی پڑھ کر فاتحہ پڑھو۔ صاحبزادہ صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ ہمیں خواب کے بیان کرنے سے منع کر دیا گیا ہے ورنہ حضرت صاحب ہر کام میں نیا حکم دیتے ہیں۔ ایک رات مہر شاہ کے لیے جلاب کا جوشاندہ بھگویا گیا تا کہ فجر کے وقت جلاب دیا جائے۔ خواب میں حضور نے ارشاد فرمایا کہ مہر شاہ کو جلاب نہ دو، دوا کے بغیر ہی صحت ہو جائیں گے۔

---

[1] مجھے اپنی طرح زندہ خیال کر میں جان لے آؤں گا (پیش کروں گا) اگر تم جسم لاؤ گے۔

Marfat.com

چنانچہ فجر کے وقت دوا پھینک دیئے گئے۔ اور دو روز بعد مہر شاہ کو شفاء حاصل ہو گئی۔

نیز دو درویش شہاب الدین اور شیر جو لنگر شریف میں رہتے ہیں۔ حضرت محبوب سبحانی کے فراق کے باعث بڑے مغموم تھے۔ گریہ اور بے قراری حد سے بڑھ گئی۔ ان کو حضور نے خواب میں تسلی دی اور فرمایا کہ میں اب بھی پہلے کی طرح تمہارے نزدیک تمہارے سروں پر سایہ کئے رہتا ہوں۔ خاطر جمع رکھو اور اپنے کام میں مشغول رہو۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ مرا نہیں بلکہ زندہ ہوں۔ البتہ ایک اور کام ہمارے حوالے کر دیا گیا ہے۔ ہر مصیبت سے تمہارے لیے پناہ چاہتا ہوں۔

نیز صاحبزادہ محمد فضل شاہ صاحب نے اس غریب سے بیان فرمایا کہ ایک رات ہم نے خواب میں دیکھا کہ جناب حضرت محبوب سبحانی مسجد میں تشریف لائے ہیں۔ ہزار ہا لوگ اس مسجد میں جس کا صحن کشادہ تھا بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت محبوب سبحانی کو دیکھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضور نے فرمایا کہ کوئی جماعت کا امام بنے تا کہ نماز پڑھی جائے کوئی بھی امام بننے کی جرأت نہ کر سکا۔ اس کے بعد بذات خود امام بن کر نماز ظہر ادا کی۔ اس کے بعد لوگوں میں شور غوغا بلند ہوا۔ حضور نے پوچھا۔ یہ کیا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ دو شیرِ نر شمال کی طرف سے آ رہے ہیں اور جو کوئی ان کے سامنے آتا ہے اُسے مار ڈالتے ہیں۔ حضرت محبوب سبحانی نے فرمایا کہ اس مجمع میں جو شہ زور ہیں تلوار لے کر ان کے سامنے آئیں۔ آنجناب کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے لوگ تلواریں سونت کر شیروں کے مقابلے کے لیے نکلے۔ شیر قریب آئے تو لوگوں نے گرتے پڑتے بھاگنا شروع کیا۔ اور جو شیروں کے مقابلے کے لیے آمادہ ہوئے تھے وہ بھی ہیبت زدہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ لیکن حضرت محبوب سبحانی وہاں ثابت قدمی سے کھڑے رہے اور فرمایا کہ تلوار ہمیں دو ایک ہی ضرب سے ان کا کام تمام کر دیا۔ پھر آپ اپنی قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔ ان کے چلے جانے کے بعد لوگ آپس میں باتیں کرنے لگ گئے کہ حضرت محبوب سبحانی کو

Marfat.com

خداوندتعالیٰ نے بڑے زور اور امداد غیبی سے نوازا ہوا ہے۔ کہ شیروں سے نہیں ڈرے اور انہیں مار ڈالا ہے۔

اس خواب کی یہ تعبیر نظر آتی ہے کہ مسجد سے مراد تمام روئے زمین ہے۔ اور جو لوگ اس میں امام کی انتظار میں بیٹھے ہیں وہ درویش اور طریق حق کے سالک ہیں۔ حضرت محبوب سبحانی کی ذات تمام سالکانِ وقت کی امام ہے۔ بحکم حدیث

"اَلشَّیْخُ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ"۔

گفت پیغمبر کہ شیخ رفتہ پیش چوں نبی باشد میانِ قوم خویش ؎۱
شد وجودش رحمۃ للعالمین مسجد او بد ہمہ روئے زمین
آں امام حق قائم آں ولی است خواجہ زاولاد عمر خواہ علی است

اور اس زمانے میں محبوب سبحانی کے علاوہ اور کسی کی امامت کی جرأت نہیں۔ شیروں سے مراد قوت غضبیہ اور خشم اور کینہ ہیں جو نفس میں ہوتے ہیں اور طریق حق پر چلنے میں مانع ہوتے ہیں۔ تلوار سے مراد روزہ ہے جو نفس کا قاتل ہے اور سالک کی یہی تلوار ہوتی ہے۔

خنجرِ خاموشی وشمشیرِ جوع نیزۂ تنہائی وترکِ ہجوع ؎۲

اور حضرتِ محبوبِ سبحانی کے علاوہ اور کوئی بھی یہ تلوار لے کر نفس کے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ علاوہ بریں شیروں سے مراد وقت کے دولت مند اور اہلِ دنیا بھی ہیں جو درویشوں کو چیرنے پھاڑنے والے ہوتے ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔

۱؎ پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ شیخ کو یوں سامنے رکھا جائے جیسے نبی اپنی قوم کے درمیان ہوتا ہے۔
ان کو وجود تمام جہاں کے لئے رحمت ہوا اور تمام روئے زمین کی مسجد بن گئی (پندنامہ)
وہ قبیلے کا امام قائم وہ ولی ہے خواجہ حضرت عمر فاروق کی اولاد سے ہو یا حضرت علی کی اولاد سے۔ رضی اللہ عنہما
۲؎ خاموشی کا خنجر اور بھوک کی تلوار تنہائی کا نیزہ اور رات کو نہ سونا (پندنامہ)

Marfat.com

"اِیَّاکُمْ وَصُحْبَةَ الْاَغْنِیَاءِ"[1]

اور ایک اور حدیث شریف ہے۔

"فِرُّوْا مِنْهُمْ کَمَا تَفِرُّوْنَ مِنَ الْاَسَدِ"[2]

اس وقت تمام مرید محض حضرت محبوب سبحانی کے وجود کی برکت سے آفتِ نفس اور اہلِ دنیا کے جور وستم سے نجات پا چکے ہیں۔ اس مسئلے کی پوری تفصیل محبوب سبحانی کی قطبیت کے ذکر میں دیکھیے۔

نیز ایک وقت یہ غریب ملفوظات کے تحریر کرنے میں مشغول تھا۔ نیند نے غلبہ کیا۔ اجزاء میں نے اپنے سرہانے رکھ لیے اور سو گیا۔ حضرت محبوب سبحانی میرے سرہانے کی طرف تشریف لائے اور تمام اجزاء کا مطالعہ فرمایا۔ زبان سے کچھ نہ کہا۔ اپنے عینِ حیات میں بھی حضور نے بعض اجزاء کا مطالعہ فرمایا تھا۔ خواب میں اس وقت ایک اور شخص کو بھی حضور کے ہمراہ دیکھا۔ وہ حسد سے زمین پر لیٹا ہوا تھا اور کہتا تھا۔ ملفوظات تو لکھے ہیں مگر درست نہیں لکھتے جب بیدار ہوا تو پریشان تھا۔ اس واقعہ کی تعبیر ملفوظات کے بارے میں بعض لوگوں کے اعتراضات سے میں نے بیداری میں آزمائی۔ قسمیہ کہتا ہوں کہ ملفوظ کے کلمات میں جو کچھ مجھے بھول جاتا تھا لکھتے وقت اس طرح محسوس ہوتا تھا۔ گویا حضور بذاتِ خویش میرے دل کے کانوں میں حرف بحرف ڈالتے چلے جاتے ہیں۔

نیز نقل ہے کہ حضور نے مریدوں میں سے دو بھائیوں نے خواب دیکھا۔ حضور کے انتقال سے پہلے ایک نے دیکھا کہ حضورِ عالی میں قدم بوسی کے لیے گیا لیکن حضرت محبوب سبحانی اپنے مصلے پر نہیں تھے اور ٹوپی پہنے وہاں ایک جوان بیٹھا تھا۔ دوسرے بھائی نے دیکھا کہ حضرت

---

[1] اپنے آپ کو مالداروں کی مجلس سے بچاؤ۔

[2] ان سے اس طرح بھاگو جس طرح تم شیر سے بھاگتے ہو۔

Marfat.com

محبوبِ سبحانی اور صاحبزادہ صاحب دام برکاتہ ایک مصلّے پر بیٹھے ہیں۔ صاحبزادہ صاحب کی صورت حضرت محبوبِ سبحانی کے مشابہ ہے۔ اس حالت میں اس نے دیکھا کہ حضرت محبوب سبحانی کے وجودِ مبارک کا صاحبزادہ صاحب کے وجودِ مبارک سے اتحاد ہو رہا ہے۔ حتیٰ کہ ان کا تمام وجود صاحبزادہ صاحب کے وجود میں غائب ہو گیا۔ پہلے دو وجود تھے اور اب مصلّے پر صاحبزادہ صاحب کا ایک وجود مستوی اور قائم ہے۔ ان خوابوں کے بعد ایک ہفتہ میں حضور کا انتقال ہو گیا اور قائم مقام صاحبزادہ صاحب ہوئے۔

مولوی صاحب محمد عبدالرحیم جلال پور شریف نے اس فقیر کو بتایا کہ ایک روز انہوں نے صاحبزادہ محمد فضل شاہ صاحب جو حضرت محبوبِ سبحانی کے پوتے ہیں، کے اشارے سے اردو کے سلسلہ میں دو شعر زیادہ کر کے حضورِ پُر نور حضرت محبوبِ سبحانی کو پیش کیے۔ انہوں نے پسند فرمائے اور سلسلہ شریف میں درج کرنے کی اجازت دی وہ دو شعر یہ ہیں ۔

فخرِ سادات زمانہ شاہ شاہانِ جہاں ۔۔۔ پیشوائے چشتیاں بحر سخا کے واسطے

صاحبِ خُلقِ محمد ہادیٔ خلقِ جہاں ۔۔۔ شاہ غلام حیدر علی کانِ حیا کے واسطے

اس روز ملکۂ بھوپال کا عریضہ بیگم ریاست کوروائی کے ذریعے جو موبھوپال آئی تھی، دعا طلبی اور وظائف کی اجازت کے لیے پہنچا تھا۔ اس نے سلسلۂ اردو طلب کیا تھا۔ مولوی صاحب نے یہ دونوں شعر اسی روز اس کے سلسلے میں شامل کر دیے۔

---

[1] اس ادارے سے پہلے مصنف نے فارسی میں تصنیف کردہ اپنا سلسلہ شامل کیا۔ چونکہ احمد حسن صاحب مرحوم کا وظائف کے خاتمے پر دیا ہوا سلسلہ اردو کافی ہے اس لیے اسے حذف کر دیا گیا نیز خود مصنف کا ایک اردو سلسلہ شروع میں درج ہے۔ البتہ اس میں موجودہ سجادہ نشین صاحب مدظلہ العالی کے متعلق اردو کا یہ شعر بڑھا لیا جائے۔

ازطفیل حضرت برکات احمد رحم کر ۔۔۔ نورِ چشم خواجگانِ چشتیا کے واسطے

Marfat.com

حضرت غریب نواز زبان پر کبھی لفظِ مَن نہ لائے۔ جس کا اردو میں ترجمہ میں استعمال نہ فرمایا۔ زبان مبارک پر کبھی "نہ" کا لفظ نہ لائے۔ اور کبھی بھی کسی سوالی کو مایوس نہ کیا۔

ایک بار ایک مسکین شخص ساکن شاہ پور جہاں شاہ نامی نے سوال کیا۔ حضور نے اسے کچھ نقدی اور مٹھائی عطا فرمائی اور راضی کیا۔ راستے میں کسی نے اسے کہا کہ حضرت غریب نواز سے تو کیا لایا ہے۔ اس نے کہا یہ نقدی اور مٹھائی۔ اس پوچھنے والے نے کہا۔ پھینک دو اور پھر جاؤ۔ زیادہ دیں گے۔ جہاں شاہ نے اسی طرح کیا اور زیادہ عطا ہوئی۔ راضی ہو گیا۔ راستے میں کسی نے پھر اسے کہا کہ پھینک دے اور واپس جا زیادہ پائے گا۔ اس نے پھر پھینک دیا اور جلدی سے چلا گیا اسے ڈھونڈ کر لائے مگر وہ راضی ہوتا تھا پھر چلا گیا۔ ایک درویش نے عرض کی کہ مولوی محمد عبدالرحیم ساکن کڑی استادِ صاحبزادگان کی سید جہاں شاہ سے آشنائی ہے۔ ان کے کہنے پر راضی ہو جائے گا۔ مولوی صاحب کو بلایا گیا۔ حضور نے انہیں فرمایا کہ جہاں شاہ ہم سے ناراض ہو کر چلا گیا ہے۔ اسے ڈھونڈ کر لائیں اور راضی کریں۔ جو کچھ چاہتا ہے اسے دیں۔ مولوی صاحب نے بتایا کہ اس کی تلاش میں گئے۔ مغربی مسجد میں جو حضرت محبوبِ سبحانی نے بنوائی ہے، وہ مل گیا۔ انہوں نے اسے کہا۔ شاہ صاحب بڑے افسوس کی بات ہے کہ حضرت غریب نواز اتنی مہربانی فرماتے ہیں اور تم لاپرواہی کرتے ہو۔ حضور نے تمہاری مسکینی پر رحم فرما کر تمہارے بیٹے کو دس بارہ سال سے لنگر شریف میں رکھا ہوا ہے اور علم حاصل کر رہا ہے۔ کپڑے اور روٹی لنگر شریف سے ملتی ہے۔ تمہاری بھی ہمیشہ نقدی، کپڑے، غلہ مناسب مقدار میں دیتے ہیں۔ آج تم اس طرح کیوں بھاگ گئے۔ بڑی ملامت کے بعد مولوی صاحب جہاں شاہ کو واپس لائے۔ حضرت محبوبِ سبحانی نے جب دیکھا تو تبسم فرمایا۔ نہایت خوش ہوئے۔ پہلے سے زیادہ نقدی اور مٹھائی دی۔ آٹا بھی دیا اور خوش کر کے روانہ کیا۔ حضور نے کبھی سائل کو ناامید نہ کیا۔ بلکہ جس طرح راضی ہوتا راضی کرتے تھے۔ یہ شعر زبان مبارک پر رہتا تھا۔

Marfat.com

بہائے خود ہمہ دانم بہ نیمے جو نمی ارزد　　اگر مولیٰ کرم سازد بہائم بے بہا گردد ؎

سبحان اللہ۔ حضور کی تواضع اور کسر نفسی کس حد تک پہنچی ہوئی تھی۔ الغرض سرتا قدم جامع خلقِ محمدی تھے ﷺ۔ حضرت صاحب نے سجادہ نشین صاحب کو بھی ایک ہی نظر میں اپنے جیسا بنا دیا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ

تمت بالخیر

۶ ذوالحجہ ۱۴۰۳ھ، ۱۴ ستمبر ۱۹۸۳ء کو ترجمہ مکمل ہوا۔

☆☆☆

؎ میں اپنی قیمت جانتا ہوں آدھے جو میں بھی سستا نہیں۔ اگر مولا کرم فرمائے تو میری قیمت بہت زیادہ ہو جائے۔

Marfat.com

عشق رسول ﷺ سے آباد
اور منور دل رکھنے والے سعادتمندوں کے حضور
عشق و محبت سے لبریز تحفہ

ذکر حبیب

- جو کہ حضور خواجہ سید غلام حیدر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ طیبات اور کرامات وملفوظات پر مشتمل ایک بیش بہا ذخیرہ ہے۔
- جس کے مطالعہ سے قلب وروح میں معرفت الٰہی، عشق مصطفی ﷺ اور محبت اولیاء کا طوفان امڈ آتا ہے۔
- جس میں حضور خواجہ غریب نواز سید غلام حیدر علی شاہ بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ کے حقائق ومعارف، نکات ولطائف، سوز وگداز، اشعار وتمثیلات کے موتی الفاظ ومحاورات میں پرو دیے ہیں۔
- کسی بھی نشست کو حسین تر بنانے کے لئے ایک ہی بار پڑھ لینا کافی ہوگا۔
- یہ کتاب، کتابت وطباعت کی جدید خوبیوں سے مزین ہو کر شائع ہو چکی ہے۔

پتہ برائے رابطہ

سیکرٹری نشرواشاعت بزم حیدریہ
جامعہ حیدریہ فضل العلوم آستانہ عالیہ جلالپور شریف (جہلم)

Marfat.com